DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224674
UNIVERSAL
LIBRARY

تجلی وحی ہے ہر نسب
اللہ اسمہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب

بعون اللہ الوہاب کتاب فاضت انتساب تحقیق برامرجع تدقیق برآمد کہ رسائی طبع رسایر حد تعریفش معترف ناطقی عنی

دستور بہار

مؤلفہ جناب
المعروف بخطوط نویسی کہ نام تاریخی المجلس یہاں قرار دادہ
صاحب ایڈیٹر فوجی اخبار
از انجمن ترقی اردو

بحسب ایما ی الاہم ذوالجد والاکرم مناشر علوم ومخزن المتفرق فی المعتدل والمتعمل والمباہی الاوحد الاشہل النبیل المروی الحافظ محمد عبد الاحد سلمہ اللہ الصمد

در مطبع مجتبائی دہلی بشد
طبع مطبوع

فہرس مباحث دستور نامہ فارسی

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ معنی بتانون وسناسمت ماہیین		اسم جامد کی تعریف اور اُسکے اقسام	۲۹	اسماے اعداد مرکبہ غیر امتزاجیہ	۳۸
معنی لغوی واصطلاحی آن	۱۲	نکرہ کی تعریف اور اُسکے اقسام	″	نکتہ کے جملہ اولے پر دو شبہے۔	″
تقسیم اُردو کے مستعدی ولازم مفرد ومرکب		اسامی ہوات اور اُنپر نظر تحقیق	″	مضمون سابق اس طرز پر ادا ہو تو شبہ	۳۹
افعال کے استعمال کا بیان	۱۳	ایدرزمانی ومکانی	۳۰	خالی ہو یعنی توجیہ جملہ اولیٰ نکتہ کی اپنی	
اُردو مین بعض افعال کا لازم و		اسماے کنایات	″	جانب سے۔	
متعدی معنون مین اشتراک	۱۴	باہان وبہدان وباستار کا بیان	″	حقیقت عقود۔	″
قاعدہ استعمال افعال ہندیہ کا ایک نئے		بیان لفظ چند	۳۱	اسامی اعداد کو مقیس علیہ حروف	″
ڈھنگ انوکھے طرز پر۔	۱۵	بیان چندین وچندان	۳۲	قرار دینے مین شبہ قوی۔	
اہل لسان کی زبان پر غیرون کا		تخصیت وتخصیتین کا بیان	″	اسامی حروف وذوات حروف پر	۴۰
اعتراض بیجا ہے۔	۱۷	چند وچندین وچندان استخباری		اُس شبہ قوی کا نہ چلنا۔	
علم ادب کی تعریف	″	واستفہامی۔		اسامی حروف مین حروف اول کے	″
وجہ تسمیہ کتاب دستور نامہ فارسی	۱۸	تمیز اس کنایہ کی معرفہ نکرہ مفرد		عین مسمے ہونے مین نکتہ۔	
زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان	″	جمع مقدم موخر۔	″	وجہ قیاس حروف بر اقسام اسامی اعداد	″
معنی دلالت۔	۱۹	تمیز کا حذف۔	۳۳	نکتہ عدد الواسع کا دوسرا جملہ	″
دوال اربع کا بیان	″	تمیز کا لفظ از کے ساتھ آنا۔	″	نکتہ کے جملہ ثانیہ کی تنبیہ پر شبہ	۴۱
خطوط کا بیان	″	چندین پہ بباے زائدہ کا لانا۔	″	جملہ تنبیہ اس طور پر ادا کیا جاے	″
عقود کا بیان	″	بیان چنان وچنین	″	خالی از شبہ ہو۔	
فردوسی کے مشہور شعر کف شاہ		چنان وچنین یعنی جیسے ویسے۔	۳۴	تمیز اعداد کا بیان۔	۴۲
محمود الخ کا بیان	۲۰	چنان اور چنین پر سے کاف بیانیہ	″	تمیز اعداد مین عمومیت وخصوصیت	″
بیان فرق عقد واشارہ	″	کا حذف۔	″	باعتبار ابہام عدد ہونی چاہیئے۔	
حروف تہجی کے بامعنی ہونیکا بیان	۲۲	ان کنایات کا توام شے مجہول التحقیق	″	تمیز اعداد کے افراد وجمع کا بیان	۴۳
حرکات اور سکون اور تشدید کی حقیقت	۲۵	کے لیے استعمال۔		تمیز کا اپنے اسماے اعداد سے مقدم ہونا	″
بیان حقیقت تشدید۔	۲۶	آن کنایات توام پر ندا کا لانا دلیل	″	مثنوی شریف کے مشہور الحاقیہ شعر۔	″
فارسی زبان مین حروف تہجی بتیس ہین	۲۷	وتحقیر کے معنے پیدا کرتا ہے۔		ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام الخ مین تاویل۔	
ہمزہ کا بیان۔	″	چنان چون بمعنے چنانکہ۔	″	اسمائی اعداد کے اقسام۔	۴۴
تقسیم حروف بحیثیت اہم نہ مسمے	″	بیان اسماے اعداد	″	مرکب غیر امتزاجی کا بیان	″
بحیثیت تکلم وغیر تکلم شمسہ	۲۸	تعریف العدد علی راے المحققین	۳۵	ترکیب تعدادی وضربی کا بیان اور	۴۵
لفظ مطلق کی تقسیم۔	″	بیان اصول اعداد	″	اُن مین باہمی نسبت۔	
لفظ موضوع کی تقسیم	″	فرمنداجون کے اصول اعداد کے ہر دو سلسلے	″	ترکیب امتزاجی اسمائی اعداد۔	″
لفظ مفرد کی تعریف۔	″	لک ذکر وا کا اصول اعداد فارسیہ سے نہ ہونا	۳۶	اس ہم کے حذف کا بیان	۴۶
مرکب کی تعریف۔	۲۹	اسماے اعداد مفردہ۔	۳۷	واؤ اور با اور دو سکے اظہار واخفا کا بیان	″
کلمہ کی تعریف اور اُسکے اقسام	″	اسماے اعداد مرکبہ امتزاجیہ	۳۸	معرفہ کی تعریف اور اُسکے اقسام علم کا بیان	″
بحث اسم	″				

مضمون	صفحہ
اسامی کتب علم جنس ہین یا اسم جنس	۴۶
اعلام کی تنکیر۔	″
اسم اشارہ کی تعریف	۴۷
محسوسیت کی تحقیق اور اسکے اقسام	″
محسوس بالذات بلا واسطہ	″
محسوس بالذات بالواسطہ	″
محسوس بالعرض۔	″
انوار و اضوا کی محسوسیت بالذات مین کلام	″
زمین وغیرہ کا دن مین زرد اور شب مین سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت اجرام ستارگان۔	۴۸
اشارہ کے حالات۔	″
اشارہ حسیہ مین جس کس معنی پر بولا گیا ہی	″
نظر کرنے کا بیان۔	۴۹
ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی کیون نظر آتی ہے۔	″
اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان	۵۰
اسم اشارہ قریب مصغرہ۔	″
اس قرب و بعد کے معنی۔	″
اسمائی اشارہ اور اسم ضمیر کا مابہ الامتیاز	۵۱
اسمائی اشارہ اور شارالیہ برادات جمع لانیکا طریقہ اور اُسکی وجہ	″
اسمائی اشارہ اور شارالیہ کی ترکیب نحوی	″
لفظ ام کی تحقیق۔	۵۲
وی پار و پرے اور ام کا مابہ الامتیاز	″
ایہ بجاے این مستعمل ہوتا ہے	″
لفظ ایہ کی حقیقت کیا ہے۔	″
امشب کا اطلاق شب گذشتہ پر	۵۳
شب بجاے وی شب مستعمل ہوتا ہے	″
امروز بجاے زمانہ حال	″
روز بمعنی مطلق وقت و زمانہ	″
ضمیر کا بیان اور اُسکی تعریف اور وجہ تسمیہ	″
ضمائر مین نسبت اسمائی کا ظاہر خفا دابہم ہی	۵۴
ضمیر کی دوسری وجہ تسمیہ۔	″
ضمیر کی تیسری وجہ تسمیہ اور فعل ماضی کے صیغہ واحد غائب کی تنکیر کا سائر ضمائر پر تقدم	۵۵
جواب شبہ کہ ضمائر منفصلہ بدیہ شاہت یا اسمائی ظاہر تقدم اور اولیت کے مستحق ہین	″
ضمیر اپنے مرجع پر مقدم ہو جاتی ہے۔	۵۶
ضمیر مطلقا موصوف واقع ہو جاتی ہے تخصیص واحد متکلم کی کچھ نہین	″
ضمیر موصوف کو اپنی صفت کے تمام افراد و جمع مین مطابقت شرط نہین۔	۵۷
ضمیر متصل کی تعریف۔	″
ضمیر منفصل کی تعریف۔	″
ضمیر واحد غائب مرفوع متصل کا استتار و بروز۔	″
ضمائر مرفوعہ متصلہ کا بقرینہ مقام مقدر ہونا	۵۸
بیان التفات۔	″
ضمیر و مرجع مین کبھی مطابقت ہی کا لحاظ نہین ہوتا۔	″
ضمائر متصلہ کے حرف ماقبل پر حرکت فتح اولے ہے۔	″
چش اور کش اور کت اور کم کا بیان۔	۵۹
سر عاطفہ و نافیہ کا مابہ الامتیاز	″
شین ضمیری و مصدری کا مابہ الامتیاز	″
بعض وقت ہمزہ ماقبل ضمیر متصل گرایا نہین جاتا یا تحتانی سے بدلا جاتا ہی	″
کبھی اس ہمزہ مبدلہ کو ساکن کر دیتے ہین	″
کبھی اسکی حرکت بحال رکھتے ہین۔	″
ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالین۔	″
ترکیب نحوی شعر شہر بوستان	″
در بیغ آدمے زان ہمہ بوستان الخ	″
آمدن کے فعل ناقص ہونے پر شاہد۔	۶۰
مجرور متصل ضمیرون کی مثالین	″
ضمائر جمع متصلہ کا بجاے منفصلہ استعمال	″
ضمائر مفردہ متصلہ بجاے منفصلہ	″
کیون نہین مستعمل ہوتین	″
نسبت اور تشویق قوت اور تواشج کا مخفف ہے۔	۶۰
شین ضمیری کو زائد بھی لاتے ہین	۶۱
ضمائر جمع متصلہ کبھی اپنے اتصال پر رہتی ہین تو لیکن علامت اضافت مستعمل ہوتی ہین۔	۶۲
کبھی علامت اضافت بمنفصلات کی طرح لانکے مضاف پر داخل ہو جاتی ہے۔	″
ضمیر واحد غائب دی کی تحقیق لفظی اور اسی کو ضمیر جمع غائب ایشان کی تحقیق لفظی کی تمہید سمجھنی چاہیے۔	۶۲
ضمیر جمع غائب ایشان کا بیان	″
اشتراک السنہ اوای اور ہواو	۶۳
ہی اور وہ اور یہ۔	″
من را کی سند۔	″
ضمائر منفصلہ غائبہ کا غیر ذوی العقول کے لیے استعارہ کر لینا۔	″
ضمائر متصلہ یا منفصلہ کا ایسی جگہ استعمال جہان اُردو مین لفظ اپنا بولا جاتا ہے۔	″
ضمائر منفصلہ پر متصلہ کا لانا بالفصل جائز ہے۔	۶۴
لفظ خود پر ضمائر متصلہ کا الحاق بنظر تاکیدی۔	″
مطلقا ضمائر پر الف زائد کا الحاق	″
علی الخصوص ضمیر متکلم مع الغیر کا زائد ہونا	″
بیان اسماے موصولہ۔	″
حروف وصل با عاطفہ یعنی واو اور ہا مختفی کا باہمی فرق امتیازی۔	۶۵
ترکیب شعر بطریق دیگر۔	۶۶
ترکیب شعر ایک اور ڈھنگ پر	″
شرح اشعار سکندر نامہ جو جہان پادشاہی تراست کی جہت ہی	۶۷
موصول پر لفظ ہر ہوتے ہوئے عائدی الصلہ کا مفرد و جمع، ناجائز ہے۔	۷۲

مضمون	صفحہ
جمع افرادسی کا بیان -	۷۳
ہر کا موضع تنکیر مین استعمال	״
کہ وچہ کا استفہام کے لیئے استعمال	״
چہ کا استبار مین استعمال -	״
کہ اور چہ کے حقیقتی و مجازی استعمال کے بیان مین -	״
چیست کا حقیقت شے کے سوال مین واقع ہونا -	״
کبھی بجہم ضرورت ہمزہ کی حرکت فتح کو یا بدلہ پر بحال رکھنا -	״
کہ اور چہ کا اسمای اشارہ کے ساتھ بھی استعمال -	״
بعض قنین یا ے ملحقہ موصوف کو موصول قرار دیتے ہین -	۷۴
حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ کی راے در بارہ اسم موصول -	״
در بارہ اسم موصول ان اوراق پریشان کے مؤلف کی تحقیق -	״
اسی کہ کا تنکیر کا افادہ دینا -	״
اسی کہ کا لاتعیل کے لیئے استعمال	״
ہر موصوف جس کی صفت مصدر بکاف موصولہ ہے یا تحتانی توصیفی کی عدم ضرورت	״
اسمای اشارہ اور لفظ ہر کے بعد یا ے توصیفی کا لانا واجب نہین ایک تجوزی استحسانی امر ہے	״
اسم اشارہ اور لفظ ہر اور یا ے توصیفی کا ایک وقت مین جمع ہوجانا -	״
ہمہ کے مدخول پر با کا استعمال	۷۵
ہر کا کل مجموعی کے معنون ہین استعمال	״
ہر کو موکد ہمہ کے ساتھ کرتے ہین	״
ہر کا مدخول صیغہ جمع یا ملحق بہ جمع ہونا	״
ہر کے مدخول کا مکرر ہونا -	״
ضمائر کے بعد ابدا یا ے توصیف نہین لاتے -	״

مضمون	صفحہ
اس کاف ہی کے موصول ہونے پر اردو کے لفظ جو سے تائید -	۷۵
کبھی اس کاف کو حذف بھی کرتے ہین	״
ریاضی کے شعر مین صاحب مجلس کی اصلاح -	״
کاف کو ماقبلہ غیر موصولہ ماننے کی تقدیر پر اشعار شالیہ مین تاویل -	۷۶
کاف کے موصول ماننے کی صورت مین اعتراض عدم مطابقت موصوف و صفت من حیث التعریف والتنکیر -	״
وجہ اسماء موصول اور اسماے اشارہ کے بہم کہنے کی -	۷۷
معرفہ کی پانچوین قسم -	״
معنوی اضافت کا بیان	״
اضافت بمعنی ہر دو -	۷۸
اضافت بیانیہ تشبیہی -	״
اضافت تشبیہی مین من حیث الجمع والافراد مطابقت شرط ہے -	״
ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین تاویل	״
اضافت مجازی	۷۹
اضافت تملیکی -	۸۰
اضافت انبی -	״
اضافت ان دو اسمون مین جو مرادف اور صدق مین مساوی ہین ممتنع ہے پس زر طلا و طلا سے زر و دریاے آب وغیرہ متاول ہین -	۸۱
صاحب حیات سعدی کے محاکمہ پر جو در بارہ بوستان و خرابات کیا گیا ہے مؤلف کتاب کی راے -	״
اضافت موصوف جانب صفت -	۸۹
اضافت صفت جانب موصوف	״
اضافت بیانیہ جنسے از -	״
بیان اس اضافت کا جسمین مضاف	״

مضمون	صفحہ
مادہ مضاف الیہ کا ہے -	۹۰
بتقریب تعلق مادۂ اضافت بمعنی از -	״
بیان اضافت بادنی ملابست	״
بیان اضافت صفت جانب موصوف	״
اضافت موصوف کی جانب صفت -	۹۱
اس امر مین اپنی تحقیق -	״
دنیا بمعنی مطلق عالم -	۹۲
ترکیب اضافی و اتصافی ایک جگہ جمع ہوجائین تو قرب و اتصال کسکو ہوتا ہے	״
بیان حذف مضاف -	۹۳
بیان حذف مضاف الیہ	״
مضاف الیہ کی مضاف پر تقدیم	״
اسی طرح صفت کی موصوف پر تقدیم	״
بیان اُن مضافون کا جن پر علامت اضافت نہین لائی جاتی -	״
بیان اُن مضافون کا جن پر اکثر علامت اضافت نہین لاتے -	۹۴
یہ امر کبھی مضاف کی خصوصیات سے ہے	״
مضاف الیہ کی خصوصیت سے کسرۂ اضافت کا گرانا -	۹۶
مرکب اضافی سے جب وضع ثانوی مین کسی شے کا نام رکھ لیا جاتا ہے بوجہ علویت لحاظ ترکیب ہمیشہ کو مقطوع الاضافت کر دیا جاتا ہے -	۹۷
جن الفاظ کو ہمنے اکثر فک علامت اضافت کے ساتھ استعمال ہونا بتلایا تھا اُنہین کا کبھی کسرۂ اضافت کے ساتھ استعمال اور تالاب وسیلاب کو باعتبار اسی سے قطع نظر کر کے اضافت کے ساتھ سیل آب و زال آب کہنا -	״
اخیر حرف مضاف کا ہا ے مختفی ہو تو علامت اضافت کیا ہوتی ہے -	۱۰۰
تحقیق ہمزہ جو ہاے مختفی پر لایا جاتا ہے -	״

مضمون	صفحہ
مثال دیہ کی یاے مثناۃ کے ساتھ	۱۰۲
لفظ زہ بفتح زاے معجمہ کی تحقیق	״
لفظ وہ کی تحقیق جو صد معروف ہے۔	״
ہمزہ نفی کے لیے فارسی زبان مین بھی آتا ہے۔	״
خہ خہ اور پہ پہ کا اس قاعدے سے مستثنےٰ ہونا۔	״
تاے مدورہ جو حالت وقفی مین ہا بنجاتی ہے بحساب جمل کے اسکے صد کی تحقیق	۱۰۳
خدائی بادشاہی کی ہمزہ کی صد کیا لینی چاہیے۔	״
حروف ترکت کیلئے علامت ہین سکتا ہو	۱۰۴
الف اور یا کی مجہولی حالت کا ہمزہ مین موجود ہونے کا ثبوت۔	۱۰۵
لاحلے استحسین ندا کرنا منادا کو معرفہ نہین بناتا۔	۱۰۶
کلمات ندا کی تعریف۔	״
غائب حقیقی۔	۱۰۷
غائب مجازی۔	״
ندا حقیقی۔	״
ندا مجازی۔	״
ندا تحقیقی و تقدیری کا بیان	״
منادا کے ذکر مین نکتہ۔	۱۰۸
الف ندا کے متذکر کرنے مین نکتہ	״
کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا عدم ذکر	״
جن حالت ندا مین وہ اسم جسکو ندا کرتے ہین باعتبار حقیقت حضور و غیبوبت کے مین رہتا ہی اور باعتبار استعمال عرب کے اکثر صیغہ غائب ہے اور فارسی مین صیغہ حاضر اکثر ہے۔	
وجہ اول غیبوبت منادا	۱۰۹
وجہ ثانی غیبوبت منادا	״
وجہ ثالث غیبوبت منادا	״
وجہ استعمال حاضر منادا	״
وجہ رابع غیبوبت منادا	۱۱۰
وجہ خامس غیبوبت منادا	״
وجہ ثانی خطاب منادا	״
منادا پر کلمات ندائیہ کا مکرر لانا	״
تعجب حسرت آرزو استغاثہ کے لیئے	۱۱۱
مصدر کے تین درجے۔	۱۱۲
فعل ازرو ے عمل مصدر کے لیئے اصل ہے اور مصدر ازرو ے اشتقاق فعل کے لیئے اصل	״
مصادر ناقص التصریف	۱۱۳
مصادر معدوم المشتقات	״
فارسی مین علامت مصدر	״
مصادر کے تین حال لازم متعدی مشترک۔	״
مصادر معروف۔	״
مصادر مجہول۔	״
فارسی مین عربی کی طرح معروف و مجہول کے لیئے ایک ہی صورت	״
معنی شعر مشہور ہے خواہم از خدا خداوند نے خواہم از خدا	۱۱۴
تعریف مصدر اصلی و وضعی	۱۱۵
تعریف مصدر جعلی	״
مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب	״
مصادر عربیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب۔	״
مصادر فارسی سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۱۶
مصادر ہندیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	״
بیان اُن مصادر کا جو ہندی اور فارسی مین مشترک ہین	״
صیغہ حالیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۱۷
نگہداشتن و کشتہ شدن مصادر جعلی نہین ہین مگر صاحب قوانین نے ان کو	״
مصادر جعلی مین شمار کیا ہے۔	״
اس جعل خاص کے لیئے جو حالیہ سے حاصل ہوتا ہو تعدیت جدید شرط ہے	۱۱۷
حضرت صہبائی رح نے خواجہ بندہ کے نون کو نازمین و ہمگنان کے نون کی طرح زائد محض مانا ہے یہ ٹھیک نہین۔	۱۱۸
مصدر پر باے زائد حسن کلام کے لیئے بہت کم لاحق ہوتی ہے۔	״
بسودن مین باجو ہر کلمہ کی ہے زائد نہین۔	״
مصادر کے اخیر مین الف زائد بھی حسن کلام کے لیئے لایا جاتا ہو	۱۱۹
بیان حاصل بالمصدر۔	״
بیان مصدر معروف و مجہول۔	״
حاصل بالمصدر مین معروف و مجہول کا اعتبار۔	״
حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ	۱۲۰
حاصل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی زی مین آنا اور اُسکا بمعنی مفعول مستعمل ہونا۔	״
حاصل بالمصدر کا مطلق ماضی کے زی مین آنا اور اُسکا بمعنی مفعول مستعمل ہونا اور اُسکی جانب مفعول اضافت۔	۱۲۱
حاصل بالمصدر دو ماضیون کی صورت مین۔	״
حاصل بالمصدر فصیل رابط کے ساتھ	״
حاصل بالمصدر امر حاضر کی زی مین	۱۲۲
حاصل بالمصدر در صورت امر حاضر مفعول کے معنون مین۔	״
بریدن بمعنی قطع کا امر برین بھی آتا ہے	״
حاصل بالمصدر معنی اور بھر کی صورتین	״

مضمون	صفحہ
حاصل بالمصدر اور امر حاضر اور ماضی مطلق کی صورت مین -	۱۲۳
حاصل بالمصدر صورت ماضی کے اخیر مین الف ورا کے الحاق سے -	″
یہ الف ورا را لاحاصل بالمصدر معنی للفاعل و للمفعول ہر دو آتا ہے -	″
حاصل بالمصدر صیغہ ماضی مطلق کے اخیر مین یاے معروف کے الحاق سے -	۱۲۴
حاصل بالمصدر امر حاضر کے اخیر مین الف کے الحاق سے -	″
امر حاضر کے اخیر مین شین ماقبل مکسور کا الحاق -	″
یہ شین قبل مکسور والا حاصل مصدر اسم مفعول کے معنون مین بھی آتا ہے	″
شین ضمیری کا شین مصدری کے ساتھ قافیہ واقع ہونا -	۱۲۵
استادان سخنور متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کرنے کے مجاز ہین	″
تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی تفرس کے لیئے کفایت کرتا ہے -	۱۲۶
حضرت صہبائی حرفے بعض موقع مین شین مصدری مکسور ماقبل کو زائد بھی مانا ہے -	″
حاصل بالمصدر اسم اور ماضی مطلق کی شکل مین -	۱۲۷
حاصل بالمصدر اسم جامد متضمن معنی وصفی پر الف کا الحاق -	″
حاصل بالمصدر اسماے جامد وغیر جامد پر یاے معروف کے الحاق سے	″
اہل عجم مصدر عربی کو صفت کے معنون مین لیتے ہین -	″
اعلام وغیر اعلام سے جب معنی وصفی مراد لیئے جاتے ہین تو اسکی دلالت عام ہو جاتی ہے -	۱۲۹

مضمون	صفحہ
بعض اساتذہ تحقیق نے دلسوزی و خردگی و فرزندگان و قمریگان کے کاف کو بغیر انقلاب از ہا زائد محض مانا ہے -	۱۲۹
زیدک و کودک مین کاف تصغیر کا نہین -	″
فارسی مین بغیر ارادہ تسمیہ و تانیث کے مختفی زائد بھی آتا ہے -	۱۳۱
بیان شتق -	۱۳۲
بیان اسم فاعل -	″
بیان اسم فاعل ترکیبی	″
اول اسم اور امر واحد حاضر کی ترکیب سے -	″
اس اسم اور امر کے درمیان کے فاصلہ کا بیان -	″
اسم فاعل ترکیبی کے جزو اول یعنی اسم پر یاے مجہول اور جزو ثانی یعنی امر پر لفظ می کی زیادتی -	″
اسم اور نہی کی ترکیب سے بھی معنی فاعلیت پیدا ہوتے ہین -	۱۳۳
ان ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول کی تحقیق -	″
دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے -	″
تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر مین الف زیادہ کرنے سے -	″
چوتھا ماضی مطلق کے اخیر مین الف ورا زیادہ کرنے سے -	″
اس الف ورا مین نسبت کا احتمال بھی ہے -	۱۳۴
اسماے غیر مشتقہ کا معنی فاعلیت مین استعمال -	″
ایک تو صرف اسم جامد ہو یا مصدر عربی -	″

مضمون	صفحہ
اسم پر یاے تمنائی زیادہ کرنیسے -	۱۳۴
اسم فاعل بمعنے نسبت -	″
نسبت بمعنے فاعل -	″
مکار اور ناک کے استعمال مین فرق	۱۳۵
پروردگار بمعنی مطلق مربی	″
صاحب تحقیق القوانین کے مصادر	″
فارسی پر یاے فاعلی کے ماننے پر رائے	
مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت و	۱۳۶
کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے	
مفعول مطلق بغیر لفظہ	″
مفعول مطلق پر یاے زائد مجہول ہے نہ معروف -	″
بخشودن و بخشیدن ہر دو معنی عام و اعطا مین مستعمل ہوتے ہین	″
رستنی مین یاے لیاقت ہو نہ فاعلی	″
یاے لیاقت مین لفظ لیاقت کا بمعنی امکان ہے اور اس امکان سے اعم العوام مراد ہے -	۱۳۷
اعم العوام واجب و ممتنع و ممکن خاص وغیرہ سب کو شامل ہے	″
اسم مفعول کا بیان -	″
اسم مفعول اسم و امر کی ترکیب سے بنتا ہے -	″
صرف صیغہ امر واحد حاضر معنے اسم مفعول نہین دیتا -	″
اسم اور نہی کی ترکیب سے معنی اسم مفعول پیدا ہوتے ہین -	۱۳۸
اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے معنی اسم مفعول حاصل کرتے ہین	″
امر واحد حاضر کے اخیر مین الف کے زیادہ کرنے سے معنے اسم مفعول حاصل ہو جاتے ہین -	″
صیغہ ماضی مطلق پر الف ورا کے الحاق سے نئی اسم مفعول حاصل ہوتے ہین	″

مضمون	صفحہ
صرف مصدر عربی بغیر ترکیب مفید معنی اسم مفعول ہوتا ہے	۱۳۸
یائے تحتانی کے الحاق سے معنے اسم مفعول حاصل کرنا۔	״
ہائے مختفی سے نسبت مفعولی حاصل کرنا۔	״
لفظ گار نسبت مفعول کے لیئے۔	״
بیان اسم ظرف ترکیبی۔	״
اسم اور امر کی ترکیب سے	۱۳۹
دو اسمون کی ترکیب سے۔	״
ستان کا بیان۔	״
چند حروف کی ترکیب سے معنے ظرفی متضمن معنی مبالغیت وکثرت ہوتے ہین۔	״
ستان کی سین کو حرکت	״
ستان کا مخفف سان بھی مستعمل ہے	״
شارستان کی تحقیق۔	״
زار کا بیان۔	״
لفظ بانگ کی تحقیق۔	״
لفظ سار کا بیان۔	״
ساران وسارہ مزید علیہ سار بھی آتا ہے۔	۱۴۰
سار کا مخفف سر بھی آتا ہے	״
لفظ بار کا بیان۔	״
جو بمبار کو تخفیف یا جو بار بھی کہتے ہین۔	״
بیان لاخ کا۔	״
بیان لان کا۔	״
بیان کند کا۔	״
بیان دان کا۔	״
لفظ اک کبھی اپنے مظروف پر آتا ہے	״
لفظ دان کبھی اپنے مادہ پر لایا جاتا ہے۔	״
ستان اور کند در حقیقت	״

مضمون	صفحہ
ہندی الاصل ہین۔	
ستان ظرف زمان کیلیئے بھی آتا ہے	۱۴۰
الفاظ مذکورہ بلا ارادہ کثرت بھی آتے ہین۔	״
بیان اسم آلہ۔	״
اسم آلہ اسم اور امر کی ترکیب سے	״
حاصل ہوتا ہے۔	״
اسم آلہ صیغہ امر پائے نسبت کے الحاق سے۔	۱۴۲
بیان اسم حالیہ۔	״
امر حاضر پر الف ونون زیادہ کرنے سے حالیہ بنتا ہے۔	״
حالیہ کے ایراد سے متکلم کو کیا منظور ہے	״
حالیہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی زبی مین بھی آتا ہے۔	״
حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول ترکیبی کی زبی مین۔	۱۴۳
روبی برخاک عجزی نالہ۔ مین عدم رابطہ کا الزام بجا نہین	״
جامد غیر مشتق کا حال واقع ہونا	״
جملہ حالیہ مین رابطہ وعائد کی ضرورت	״
حال متداخلہ۔	۱۴۴
امثبان۔	״
حال مترادفہ۔	״
بنظر تاکید صیغہ حالیہ کا تکرار اور اس مین تخفیف۔	״
اسم اور امر کی ترکیب سے قدر اور اندازہ	۱۴۵
تعریف صفت مشبہ۔	״
صیغہ صفت مشبہ کا بوزن	״
اسم مفعول۔	״
صیغہ صفت مشبہ کا اسم حالیہ کے وزن پر۔	״
لفظ جہان کی تحقیق۔	״
صفت مشبہ ترکیبی کے دونون	״

مضمون	صفحہ
اسمون سے اگر لحاظ وحدت اٹھا لیا جاے تو صلاحیت ترکیب	
اضافی کی تشبیہ ہو یا حقیقی دونون اسمون مین متحقق ہوگی۔	״
صفت مشبہ ترکیبی کے دونون	۱۴۵
اسمون مین ترکیب اتصافی کی صلاحیت	״
صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ظرف ومظروف کا علاقہ	״
بیان صفت مشبہ ترکیبی کا ایک نادر طرز پر۔	״
بحث فعل۔	۱۴۷
تعریف فعل۔	״
در حقیقت زمانے دو ہین۔	״
تحقیق حال۔	״
حال کو زمانہ کی قسم ٹھہرانا اطلاق مجازی ہے۔	״
فعل کا حدث ونسبت واقتران زمان پر اشتمال۔	״
مادۂ حدث پر ہیأت اقتران کی دلالت کرنیسے فعل مرکب نہین بنجاتا	۱۴۸
مجموعہ معانی فعل مین نسبت غیر مستقل کے داخل رہنے سے فعل کے استعمال مین فرق آجاتا ہے۔	״
شارح مولانا جامی رح کا معنی دلالت کو دلیل حصر مین اعم رکھنے کی وجہ۔	״
اس عمومیت پر شبہ اسواسطے کہ تضمنی بلا مطابقی نہین پائی جاتی۔	״
معنی فعل کو اجمال اور تفصیل کے لحاظ سے مستقل وغیر مستقل بنانا۔	״
تقسیم فعل بسوے لازم ومتعدی	״
تعریف فعل لازم۔	״
تعریف فعل لازم ہین باعتبار عدم ضرورت کا اضافہ	״
فعل لازم کا بلا تو سط حرف	۱۴۹
جار مفعول بہ زبان عرب مین۔	״

مضمون	صفحہ
زبان فارسی مین ۔	۱۴۹
زبان اردو مین ۔	″
تعریف فعل متعدی ۔	″
بیان معل ماضی وطریقہ اشتقاق وغیرہ	″
ماضی ناقص اگر اداۃ تمنا رشرط سے خالی ہو دوام واستمرار کے معنی دیتا ہے	″
یہ علامات بلا مصدر تمنا واستمرار محض حسن کلام کے لیئے بھی لائے جاتے ہین ۔	″
یائے مجہول والی ماضی ناقص کے تین صیغے واحد وجمع حاضر اور جمع متکلم قلیل الاستعمال ہین متروک الاستعمال نہین ۔	۱۵۰
صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لانے مین نکتہ ۔	″
است وبود وباید وشاید وتوان وتواند کی ترکیب سے وہ مرکب کلام بنجاتا ہے کلمہ نہین رہتا ۔	″
توان وتواند کا مابہ الامتیاز ۔	″
لفظ توان کی تحقیق ۔	۱۵۲
صیغہاے جمع غائب کا بجاے مجہول استعمال ۔	″
زبان اردو مین بھی صیغہ جمع بجاے مجہول استعمال ہے ۔	″
صیغہ جمع غائب کے محذوف الفاعل ہونے کی دوسری تاویل ۔	″
صیغہ معلوم مفرد کا محذوف الفاعل مستعمل ہونا بھی اسیطرح متاول ہے	″
صاحب غواص سخن حضرت صہبائی نے توان کو بجاے تواند استعمال کرنا جائز فرمایا ہے غلطی کاتب کی وجہ سے دھوکہ کھایا ہے ۔	۱۵۳
مضارع کا بیان ۔	″
حال اور استقبال کے معنون کو	″

مضمون	صفحہ
صیغہ مضارع مشترک ہے بلکہ معنی امر کے لیئے بھی صیغہ مضارع مشترک ہے ۔	
امر واحد حاضر مین علامت حاضر یائے تحتانی کے حذف کی وجہ ۔	۱۵۴
اسی صیغہ مرخمہ محذوف الیا کو کاہی معنی مضارع عرفی استعمال ۔	″
الف والے دعائیہ صیغے امر کے صیغے ہین ۔	″
نہی اور دعائیہ الف والے صیغون پر نفی کے لیئے میم لائی جاتی ہے ۔	″
اگر نہی مین ترخیم اور دعائیہ صیغہ مین زیادتی نہو تو نفی کے لیئے نون ہی لایا جائیگا ۔	۱۵۵
اگر دربیان نفی اور منفی کے فاصلہ واقع ہو حب بھی بجاے میم نون ہی نفی کے لیئے لایا جائیگا ۔	″
ان صیغون کی نفی کے لیئے میم کے خاص کرنے کی وجہ ۔	″
شبہ برترتیب ذکری ۔	″
جواب شبہ ۔	″
وجہ اول ۔	″
وجہ دوم ۔	″
وجہ سوم ۔	″
تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے رشیدی عکس ترتیب کے قائل ہین	″
حرف نفی واثبات ایک فعل پر جمع پڑنے سے حرف اثبات پر نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی وجہ اول ۔	۱۵۶
حرف نفی واثبات ایک فعل پر کیون بہت جمع ہوتے ہین اسکا استعمال اکثر مین کیون نہین ۔	″
وجہ ثانی تقدیم حرف النفی بر حرف الاثبات ۔	″

مضمون	صفحہ
باو ثبتہ زائدہ فعل کا کا لجزو کیون بنتا ہے حرف نفی کیون نہین بنتا ۔	۱۵۶
فرد کامل کی علامت وجہ اشناس سے ملے نیاز ہونے پر اصول جبریہ سے استشہاد ۔	″
واحد کے فرد کامل اور جمع کے فرد ناقص ہونے پر اصول جبریہ سے استشہاد ۔	″
واحد کے فرد کامل ہونے پر دوسری دلیل ۔	۱۵۷
میم نہی جو خود بلاے زائد کو متضمن ہے تو پھر اسپر بلاے زائد لانا کس وجہ سے جائز ہوا ۔	″
اگر میم نہی اور اسکے فعل مین فصل واقع ہو پھر بجاے میم نون نافیہ بلاے تتمہ لایا جائیگا ۔	″
صاحب جواہر الحروف درصورت فصل بھی میم ہی کو مانتے ہین	″
افعال پر بجاے نون نافیہ مفرد الف کے ساتھ نامرکب بھی آتا ہے ۔	″
مضارع غیر دعائیہ مین الف محض زائد لایا جاتا ہے ۔	″
دعائیہ صیغہ غائب حاضر متکلم سب مستعمل ہین ۔	۱۵۸
صیغہ حاضر دعائیہ سے یاے خطاب حذف بھی کیجاتی ہے ۔	″
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے	″
کبھی حال اخیر صیغہ دعائیہ کی حذف کیجاتی ہے ۔	″
کبھی بموقع قیام قرینہ صیغہ دعائیہ حذف بھی کیا جاتا ہے ۔	″
باو بلا حذف واو بھی مستعمل ہے ۔	″
مضارع پر می یا ہمی (جو معنے حال کی تعیین کرتا ہے) کبھی زائد بھی آجاتا ہے ۔	۱۵۹
مضارع متعین الاستقبال بلفظ ہی ۔	″

مضمون	صفحہ
اس علامت اور فعل مین فصل جائز ہے۔	۱۵۹
بخلاف قاعدہ اکثر یہ علامت کو چھوڑ	″
کر عین فعل پر بھی حرف نفی	
کبھی یہ می یا ہی ماضی کی طرح مضارع	″
مین دوام اور استمرار کو مفید ہوتے ہین	
لفظ خواہد کو علامت استقبال کہنے	″
مین مجھے سخت تامل ہے۔	
لفظ خواہد علامت مستقبل نہین اور	″
اسکا دخل مستقبل نہین تو اور کیا ہے۔	
یہی حال توان اور تواند کی ترکیب کا ہے	۱۶۰
تواند اور خواہد کا اور انکے بعد جو	″
مصدر صورت ماضی مین مذکور ہوتا	
ہے فاعل حلے سبیل التنازع ایک ہی	
اسی وجہ سے چونکہ لحوق ضمائر مرفوعہ	″
متصلہ خاصہ فعل ہے اسی تواند و خواہد	
پر ہوتا ہے انکے مدخول مصدر	
ماضی صورت پر نہین ہوتا۔	
اسی طرح بود و است و باید و شاید	″
وغیرہ کو سمجھنا چاہیئے کہ مفرد فعل	
یعنی وہ نوع کلمہ سے نہین۔	
اس مرکب بلفظ خواہد کے مستقبل کے	″
نام سے مشہور ہونے کی وجہ۔	
یہان شبہ یہ کہ خواہد خود مضارع	″
مبہم الاستقبال تو دوسرے مین	
تعیین استقبالیت نہین کر سکتا۔	
اسکا جواب۔	″
دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی	۱۶۱
ایک قسم ہے تقدم کے لیئے ضرور نہین	
زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔	
اسکا جواب۔	″
است و بود و باشد و شاید و باید	″
و تواند و خواہد کو ان کے مدخول	
سے کیا تعلق ہے۔	
یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع	″

مضمون	صفحہ
تاویل مین مصدر کے ہو کر اس کا	
مفعول بہ ہو جاتا ہے کوئی اسکو	″
مستقل فعل یعنی نوع کلمہ سے	
نہین سمجھتا۔	
است و بود و باشد کی ترکیب سے	۱۶۱
بھی جمل فعلیہ بنتے ہین۔	
می اور ہی علامت کیسے بن سکتے ہین	″
خواہد والی ترکیب مین فصل بھی	۱۶۲
واقع ہوتا ہے۔	
اور یہ ترکیب عکوس بھی ہو جاتی ہے۔	″
خواست کی ترکیب سے بھی افادہ معنی	″
استقبالیت کا ہوتا ہے۔	
صیغہ مضارع کا بجاے ماضی استعمال	″
کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے۔	
مضارع مین یاے مجہول زائد اور	″
استمرار ادا کرنا اور شرط کیلئے لائی جاتی ہے	
ماضی کی طرح مضارع مین بھی	″
الف زائد لایا جاتا ہے	۱۶۳
صیغہ امر حاضر و تخفیف ہی الصاقی زائد لایا جاتا ہے	۱۶۴
جناب مرزا غالب مضارع کو اصل امر	
وغیرہ کے اشتقاق کے لیئے قرار	
دیتے ہین۔	
نہ امر کیلئے مضارع اصل ہے نہ مضارع	″
کیلئے امر اصل اور اس انکار کی وجہ	
امر و مضارع کے لیئے اصل کونسی چیز ہے	۱۶۵
دال ساکن قابل مفتوح علامت	″
مضارع مطلقا ہو نہین سکتی۔	
صیغہ امر حاضر مستعملہ در مطلق	″
مضارع کا مابہ الامتیاز۔	
باعتبار اس تحقیق کے توان کو مطلق	″
مضارع کہہ سکتے ہین۔	
توان کو تواند سے تخریج کرنے سے	″
اسکی اطلاقی حیثیت مین نقصان	
نہین واقع ہوتا۔	
چونکہ توان مطلق ہے کل افراد غائب	″

مضمون	صفحہ
و حاضر متکلم کے موقع مین برابر	
مستعمل ہوتا ہے۔	
توان کو صیغہ جمع غائب تواند	″
سے کیون بنایا۔	
توان کو مطلق رکھکر اس سے	۱۶۶
غیبت و حضور و تکلم کسوجہ سے	
لیا جاتا ہے۔	
توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے	″
توان کے مفعول کے ذکر مین چند	″
حال بیش آتے ہین۔	″
توان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے	″
کبھی جملہ مصدر بکاف ہوتا ہے۔	″
کبھی اس جملہ پر سے کاف مصدری	″
حذف کیا جاتا ہے۔	
باب الالف	۱۶۷
قاعدہ اثبات الف بعد حذف	″
علامت مصدر۔	″
جس امر کا اخیر الف ہو اسکے بعد	″
یا سے زائد بھی لانا جائز ہے۔	
قاعدۂ تبدیل۔	″
واون کے امردہ مین کسرہ کی وجہ	۱۶۸
دہ کو بجاے ہا یا کے ساتھ دی	″
بھی کہتے ہین۔	
قاعدہ اسقاط الف۔	″
ہتادن کا امر استای بھی آیا ہے۔	″
استادن اور ایستادن پر سے	″
الف حذف کیا جاتا ہے۔	
ستادن بمعنی قیام اور بمعنی گرفتن	″
مین مابہ الامتیاز۔	
ستادن بالضم کا مخفف ستدن اور	۱۶۹
اسکا مزید علیہ ستادن کا بیان۔	″
ستادن بمعنی گرفتن پر مرزا غالب	″
کا اعتراض کیسا ہے۔	
استادن کا مصدر مضارع تا ستادن آتا ہے	″

مضمون	صفحہ
فرستادن کی بحث مضارع حذف تا و زیادتی / یا کے ساتھ دونوں مستعمل ہے مگر فصیح نہیں ۔	۱۶۹
باب الخاء	″
آموختن کو جو بننے سیکھنا ہے لازم قرار دینا ناصواب ہے ۔	″
مثال کردن بسیط ۔	۱۷۰
مثال کردن مؤلف ۔	″
جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی رائے ۔	″
سعدالدین راقم کے شعر مین تاویل	″
دوسرے شعر مین بجائے باء تعدیہ زاء بیانیہ کی تقدیر پر ترکیب شعر ۔	″
باء تعدیہ سے زادن لازم کا متعدی بنجانا ۔	۱۷۱
دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ	″
تیسری تبدیل شین معجمہ کے ساتھ	″
فروختن بمعنے اضاعت دیکھنے بیع کا مابہ الامتیاز ۔	″
دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونون مین جداشناس ۔	″
گسیختن کی بحث امر مسموع نہین ۔	″
آختن اور اہیختن مقتضب نہین انکے مضارع آزد اور آہیزد کلام اساتذہ مین آئے ہین ۔	۱۷۲
آہختن اور اہیختن اہیختن کے مخفف ہین ۔	″
باب الراء	″
باب الرا مین قاعدہ اثبات ۔	″
خوردن بمعنے لازم ۔	″
خوردن ایسے کلمہ کا قافیہ بھی واقع ہوجاتا ہے جو اسے قابل مضموم ہو ۔	۱۷۳
ہش کا خوش کے ساتھ قافیہ	″
کردہ کا بردہ کے ساتھ قافیہ ۔	″

مضمون	صفحہ
مرد کا برد کے ساتھ قافیہ ۔	″
گرد بالکسر کا گرد بالضم کے ساتھ قافیہ	″
قاعدہ زیادت یاء تحتانی قبل راء مہملہ	″
مردن مین قاعدہ بلا زیادت اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے ۔	″
اسقاط مع الزیادۃ ۔	″
کردن کے امر کن مین ضمہ کی وجہ	۱۷۴
باب الزاء	″
زدن بمعنی ضرب و مخفف آزدن مین فرق ۔	″
نون اکثر زیادات مین مستعمل ہے ۔	″
ہمگنان ہمگان کا مزید علیہ ہے	″
باب السین	۱۷۵
سین اور لام مین مبادلت ۔	″
حذف صرف ۔	″
حذف مع زیادت نون	۱۷۶
حذف مع زیادت واو ۔	″
حذف مع زیادت نون و دال ۔	″
حذف سین مع زیادت یا و نون ۔	″
نشستن کا تعدیہ نشاختن و نشاستن و نشاندن و نشانستن آیا ہے	″
نشستن کی بحث مصدر و بحث امر محذوف الصدر یعنی نشستن و شین بلا نون بھی مستعمل ہے ۔	″
اس محذوف الصدر کا تعدیہ شاندن آیا ہے ۔	″
نشستن کے معمول پر بجائے بر دُور صلہ ابھی آیا ہے ۔	۱۷۷
باب الشین	″
فائدہ اثبات شین معجمہ ۔	″
کشتن بالضم بمعنی قتل شین قابل مکسور کا قافیہ واقع ہوجاتا ہے ۔	″
قاعدہ زیادتی واو بعد شین ۔	″
شدن دراصل شودن بالواو کا	″

مضمون	صفحہ
مخفف ہے ۔	″
شدن کی بحث امر مین شین کے فتح کی وجہ ۔	″
قاعدہ حذف صرف شین معجمہ ۔	″
قاعدہ تبدیل شین معجمہ بارا مہملہ مع زیادتی دال ۔	″
تبدیل شین معجمہ باسین مہملہ مع زیادتی یاے تحتانی ۔	″
فرشتن مین واو باموحدہ سے بدلکر بنشستن بھی ہوجاتا ہے ۔	۱۷۸
باب الفاء	″
قاعدہ اثبات فا ۔	″
شگفتن بھی قاعدہ اثبات مین داخل ہے	″
شگفیدن شگفتن کا مصدر صناعی ہے	″
شگفتن متعدی بھی آیا ہے ۔	″
دوسرا قاعدہ زیادت ۔	″
خفتن خفتیدن کا امر نہین بلکہ خفتیدن خود اسکا مصدر صناعی ہے	″
خواب خفتن کا امر نہین مصدر جعلی	″
خوابیدن کا امر ہے ۔	″
خسپ ایک جداگانہ امر ہے اسکی بحث مصدر مستعمل نہین اور خسپیدن اسکا مصدر جعلی ہے ۔	″
خفتن بالفتح مقتضب ہے ۔	″
تیسرا قاعدہ تبدیل فقط ۔	۱۷۹
یافتن و شکفتن کی بحث امر مین تبدیل	″
اور واؤ ہمزہ کے ساتھ جائز ہے ۔	″
تبدیل صرف واؤ کے ساتھ ۔	″
شنودن اور شنیدن کی تحقیق ۔	″
نوشیدن اور نیوشیدن بمعنی سمع	″
شنویدن کا قلب اور مزید علیہ ہے	″
ممکن ہے نیوشیدن اصل اور مستقل مصدر ہو اور نوشیدن اس کا مخفف ۔	″

مضمون	صفحہ
شنوین کبھی واؤ حذف ہوکر شنیدن اور کبھی یا حذف ہوکر شنودن اور کبھی واؤ و یا دونون حذف ہوکر شندن رہجاتا ہے۔	۱۷۹
شنیدن پر الف زیادہ کرکے اشنیدن بھی کہتے ہین۔	″
شنیدن اشنیدن یہ دونون مصدر سننے اور سونگھنے کے دونون معنون مین مستعمل ہین۔	″
چوتھا تبدیل مع الزیادۃ۔	۸۰
پانچوان قاعدہ حذف صرف کا	″
چھٹا حذف مع الزیادۃ۔	″
گرفتن کے رے کی حرکت کا بیان	″
رفتن بالفتح کا خفتن بالضم کیسا ہم قافیہ ہوجانا۔	″
گرفتن بمعنے لازم کی سند۔	″
باب المیم	″
آمدن کے امر حاضر آ اور آاستن و پیراستن کے امر حاضر آرا ے و پیرا ے مین یا ے تحتانی کو سیم وسین کا بدل کہنا عدم اعتنا اور خلاف تحقیق ہے۔	″
آمدن کا ایک الف بحکم ضرورت حذف بھی ہوجاتا ہے۔	۱۸۱
باب النون	″
باب الواؤ	″
قاعدہ اثبات۔	″
قیاس چاہتا ہے کہ بودن کا امر ہو بو بمعنی آرزو و اشتیاق بوبہ کا خفف ہے بودن سے مشتق نہین۔	″
بودن بحذف واو بدن بھی مستعمل ہے۔	″
قاعدہ تبدیل	۱۸۲
پالودن مائیات کے پہاننے کیلئے موضوع ہے خواہی بالفعل مائی ہو خواہی بالقوہ۔	″

مضمون	صفحہ
کبھی پالودن مطلق پاک وصاف کرنے کے معنون مین آتا ہے۔	″
باب الواؤ مین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصادر شاذۃ الاستعمال مین لایا جاتا ہے بیان نہین کیا۔	″
مصدر بیسودن کی تحقیق۔	″
باب الیاء	″
قاعدہ حذف	″
قاعدہ زیادت۔	″
مصدر دیدن کی تحقیق۔	۱۸۳
چیدن بمعنے یاچیدن بھی آیا ہے۔	″
بحث الحرف	″
حروف جر کا بیان اور اسکی وجہ تسمیہ	″
از ابتدائیہ کی علامت	۱۸۵
از ابتدائیہ بقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔	″
از بیانیہ۔	″
از بیانیہ علامت لفظی۔	″
از بیانیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے	″
از تبعیضیہ۔	″
از انتزاعیہ۔	۱۸۶
از انتزاعیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے	″
از اعراضیہ۔	″
از تفضیلیہ۔	″
مفضل یا مفضل علیہ کے حذف	″
مین کوئی نکتہ مقصود ہوتا ہے۔	″
مفضل علیہ کی مفضل پر تقدیم	″
بعض اسم جو متضمن معنی تفضیل ہین	۱۸۷
بغیر حروف تفضیل مفضل نہیں آتے ہین	″
کبھی ان سے معنی تفضیلی کی تجرید کر دیجاتی ہے تو حرف تفضیل یعنی لفظ تر یا ترین ان پر داخل کیے جاتے ہین	″
بعد حذف حرف جر صیغہ تفضیل کو مفضل علیہ کی جانب اضافت کرسکتے ہین۔	″

مضمون	صفحہ
مفضل کی اضافت مفضل علیہ کی طرف مشروط بشرط ہے۔	″
استعمال تفضیل بطریق اضافت و بطریق تحلیل مین نسبت عموم و اطلاق کی متحقق ہوگی۔	″
مفضل اگر معنی وصفی کو متضمن نہو	″
علم یا کوئی اور اسم ہو تو متاول ہوگا	″
از برا ے استعانت۔	۱۸۸
از اجلیہ یعنے برا ے۔	″
از سببیہ۔	″
فرق درمیان اجلیہ اور سببیہ کے کیا ہے	″
از محللہ اضافت۔	″
اس تحلیل سے متکلم کو کونسا فائدہ مطلوب ہے۔	۱۸۹
صحت اضافت کے لیے کوئی مناسبت بھی کفایت کرتی ہے تو ازمادی کو محللہ مین کیون صحیح نہ کردیا۔	″
از مادی۔	″
مجرور از مادہ حقیقی بھی ہوتا ہے	″
اور از عائی بھی۔	″
از برا ے قسمت از بمعنے از برا ے مفعول	۱۹۰
از بمعنے در۔	″
از بمعنے ہاے مرکبہ التصالیہ۔	″
جزو صفت۔	″
حروف روابط مطلقاً جزو صفت واقع ہوسکتے ہین خصوصیت از کی	۱۹۱
اس باب مین کچھ نہین۔	″
از جزو صفت کا حذف۔	″
از صلہ۔	″
از جو صلہ پرسیدن وغیرہ کا ہے فاعل اور مفعول اول اور ثانی پر لایا گیا ہے۔	″
از زائدہ۔	″
کلام مین حروف زائدہ فائدہ معنوی سے خالی نہین رہتے۔	۱۹۲

مضمون	صفحہ
از یرا اور زیرا کی تحقیق۔	۱۹۲
از ا۔ بر را اور برائے یا ببر وغیرہ ایک جگہ جمع ہو جاتے ہین۔	״
از اول اور از پیش وغیرہ مین از کیسا ہے۔	״
از برائے اور از اول کے دونون زائدہ از مین فرق۔	۱۹۳
ناگاہ اچانک کے معنی کیون دیتا ہی	״
از اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ مل جاتا ہے الف کی حرکت ماقبل کو دے کر الف کو گرا دیتے ہین۔	״
تا ر انتہائیہ سادہ۔	״
علامت تا ر انتہائیہ کی۔	״
حذف تا ر انتہائیہ۔	۱۹۴
تا ر ابتدائیہ تضمنیہ۔	״
تا ر انتہائیہ تضمنیہ۔	״
تا ر بمعنے حتے۔	״
تا ر علیۃ و سببیہ۔	״
تا ر لزومیہ۔	۱۹۵
تا ر بیانیہ۔	״
تا ہ نہاریہ تاکیدیہ۔	״
تا ر اسمی بمعنی جہۃ و ظرف	۱۹۶
بیان لفظ در۔	״
ظرف زمان و مکان مین در کا استعمال حقیقی ہے اور غیر ہا مین مجاز۔	״
در بمعنے بر۔	״
در بمعنے قرب۔	״
در بمعنے پیش۔	״
در بجاے را و مفعول۔	۱۹۷
در تمیزیہ۔	״
در اتصالیہ۔	״
در ضربیہ۔	״
در زائدہ تاکیدیہ۔	״
در زائدہ تزئینیہ۔	۱۹۸

مضمون	صفحہ
حذف در۔	۱۹۸
لفظ بر کا بیان۔	״
بر برائے استعلاے حقیقی۔	״
بر اسمی یعنی آسپر نام رکھ کر بره کہتے ہین۔	״
بر اسمی بمعنے نزدیک۔	״
بر اسمی و حرفی مین ما بہ الامتیاز	״
بر لزومیہ۔	״
بر سببیہ۔	״
بر اجلیہ۔	۱۹۹
بر اتصالیہ۔	״
بر بمعنے مقابل و پیش و نزد۔	״
بر بمعنے الی۔	״
بر بمعنے در۔	״
بر مغولی۔	״
بر بمعنے باوجود۔	״
بر زائدہ تاکیدیہ۔	״
بر زائدہ تزئینیہ۔	۲۰۰
بیان را۔	״
را بمعنے برائے تخصیصیہ۔	״
مرضاے را مین مر زائد نہین ہی	״
تاکید اختصاص کرتا ہے۔	״
را تو سلیہ۔	״
را علتیہ۔	״
را سببیہ۔	״
رائے علتیہ کا حذف۔	״
را، استعلا۔	״
را ظرفیہ۔	״
را بمعنے از۔	۲۰۲
را بمعنے با۔	״
را مخلۂ اضافت۔	״
را زائدہ محض۔	״
حذف رائے علامت مفعول	۲۰۳
بیان کاف۔۔	״

مضمون	صفحہ
کاف ملیہ۔	״
کاف غائیہ۔	״
حذف کاف علیہ۔	״
کاف تمثیلیہ۔	۲۰۴
کاف تفریعیہ۔	״
کاف شرطیہ۔	״
کاف جزائیہ۔	״
صاحب جواہر الحروف اس کاف کو زنہاریہ کہتے ہین اور چند شرطون کے ساتھ مشروط کرتے ہین۔	״
کاف لزومیہ۔	۲۰۵
کاف فجائیہ اتفاقیہ۔	״
کاف عاطفہ اضرابیہ۔	״
کاف اضرابیہ جسمین ترقی معطوف مقصود نہین۔	״
کاف اضرابیہ جسمین ترقی معطوف مقصود ہے۔	״
کاف عاطفہ سادہ بمعنے واؤ۔	״
وقت قیام قرینہ حذف کاف خبر ہے	۲۰۶
کاف تفصیلیہ۔	״
کاف مقولہ کی تحقیق۔	״
اس کاف مقولہ کا مصدریہ نام	۲۰۷
رکھنا انسب ہے۔	۲۰۱
اس کاف کو در صورت خصوصیت	۲۰۸
معنی قول کاف تفسیر کہنا چاہیئے۔	
کاف دعائیہ۔	״
حذف کاف دعائیہ۔	״
کاف قسم۔	״
حذف کاف قسم۔	״
کاف تشبیہ۔	״
کاف بیانیہ۔	۲۰۹
کاف ترویدیہ۔	״
کہ زائدہ۔	״
کہ اسمی موصول۔	۲۱۰

بمضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کہ استخباری۔	۲۱۰	باے تعدیہ۔	۲۱۵	ہے اسکے فعل متعلق کا صیغہ ماضی	
کہ تقریری۔	″	اور حروف جر کو حروف تعدیہ کیون نہین کہتے	″	ہونا شرط ہے۔	
کہ انکاری۔	″	باے صلہ۔	″	بسا کے جواب مین کاف کا مقدر	۲۱۹
استفہام انکاری مین دوسری تاویل	″	باے زائدہ۔	″	یا ملفوظ ہونا ضرور ہے۔	
کہ اور چہ استفہامیہ کا موضع استعمال	۲۱۱	باے بمعنے باے مرکب۔	″	اظہار تاسف وتحسر کے لیئے اس پر	″
کہ اور چہ ایک جگہ جمع ہو کر معنی	″	باے بمعنے باوجود۔	″	حرف ندا بھی لا یا کرتے ہین۔	
چرا کا دیتے ہین۔		بیان باے مرکب۔	۲۱۶	بس اور بسے کا بیان۔	″
دو نوع کے دو کلمون کا ایک جگہ اجتماع	″	باے مرکب معیت۔	″	مدخول بسا مفرد اور جمع دونون	″
باے بے الصاقیہ۔	″	باے مرکب عاطفہ۔	″	طرح مستعمل ہے۔	
باے اتصالیہ۔	″	باے مرکب بمعنے الے۔	″	واو قسمیہ کا بیان۔	″
باے مصاحبت۔	۲۱۲	باے مرکب ظرفیہ۔	″	تعریف تشبیہ۔	″
باے اتصالیہ اور باے معیت کا مابالامتیاز	″	باے مرکب استعلا۔	″	استعارہ تحقیقی۔	″
باے استعانت۔	″	باے مرکب بمعنے از۔	″	استعارہ بالکنایہ۔	″
باے توسل۔	″	باے مرکب بجاے رائے معللہ	″	استعارہ تخییلیہ۔	۲۲۱
باے غایت بمعنے برائے۔	″	باے مرکب بمعنے تصرف۔	″	تعریف تجریدہ۔	″
باے علت وسبب۔	″	باے مرکب بمعنے اختصاص۔	″	تشبیہ مین پانچ چیزون کا ہونا واجب ہے	″
باے معاوضہ ومقابلہ۔	″	باے مرکب بمعنے باوجود۔	″	اگرچہ تشبیہ کیلئے پانچ چیزون کا ہونا	″
باے موافقت۔	۲۱۳	باے مرکب بمعنی پیش وتقابل	۲۱۷	واجب ہے مگر ارکان اور اجزاے تشبیہ	
باے لیاقت۔	″	باے مرکب بمعنے معاوضہ۔	″	صرف چار ہین۔	
باے تصرف۔	″	باے مرکب برائے استعانت	″	غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے	″
باے مقداریہ۔	″	باے مرکب عاطفہ۔	″	تشبیہ مین دو ہی شے اصل ہین۔	″
باے تمیز۔	″	باے مرکب صلہ۔	″	ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ	۲۲۲
باے قسمیہ۔	″	دو حروف خواہ ایک نوع کے ہون	۲۱۸	تشبیہ دینے سے کیا منظور ہے۔	
باے ابتدائیہ۔	″	خواہ نہون کسی کلمہ پر جمع ہون ان		جہان مشبہ سے اقوی اور اکمل کا وجود	″
باے بمعنے تا انتہائیہ	″	مین ایک حذف کر دیا جاتا ہے۔		محال ہوتا ہے تو کبھی اضعف وانقص	
باے بمعنے آلی۔	۲۱۴	دو کاف کا ایک جگہ جمع ہو جانا شاذ ہے	″	ہی کو مشبہ بہ بنا دیتے ہین۔	
باے بمعنے پیش۔	″	فرا کا بیان۔	″	کبھی عین مشبہ بہ بنا دیا جاتا ہے	″
باے بمعنے نزد۔	″	فرا بجاے باے صلہ۔	″	چارون رکن تشبیہ کے مذکور۔	۲۲۳
باے بمعنے زیر۔	″	فرا ظرفیہ۔	″	تشبیہ کے چارون رکن مذکور ہون۔	″
باے تشبیہی۔	″	فرا بمعنے بر استعلا۔	″	صرف مشبہ محذوف و باقی مذکور۔	″
باے ظرفیہ بمعنے ور۔	″	فرا بمعنے پیش۔	″	صرف اداۃ تشبیہ محذوف باقی مذکور	″
ورمصدریہ کی باے ظرفیہ سے تقدیم	″	فرا زائد۔	″	صرف وجہ تشبیہ محذوف۔	″
حذف باے ظرفیہ	۲۱۵	بیان بسا اور اس کا مخفف بس	″	مشبہ اور اداۃ یہ دونون محذوف	″
باے استعلا بمعنے بر۔	″	چونکہ بسا انشاے تکثیر محققہ کیلئے		باقی مذکور۔	

مضمون	صفحہ
مشبہ۔ اداۃ۔ وجہ۔ شبہ۔ یہ تینون	۲۱۳
محذوف صرف مشبہ مذکور۔	
اسی قسم کا تشبیہ بلیغ نام ہے۔	″
تشبیہ بلیغ اور استعارہ کا مابہ الامتیاز	″
مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔	۲۲۴
مشبہ بہ اداۃ مذکور باقی محذوف۔	″
ارکان ثلثہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے	″
اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم۔	
جمیع ارکان ثلثہ مرکب۔	″
بعض مرکب اور بعض مفرد۔	″
متعدد و مرکب مین کیا فرق ہے	″
تعدد طرفین۔	″
تعدد وجہ۔	۲۲۵
تقسیم تشبیہ باعتبار طرفین۔	″
ملفوف مرتب۔	″
ملفوف غیر مرتب	″
تشبیہ مفروق۔	″
وجہ متعدد جسکے کل اجزا حسی ہین۔	″
وجہ متعدد بجمیع اجزائہ عقلی۔	″
وجہ شبہ مختلف بعض حسی اور بعض عقلی	″
تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔	″
حسی سے ہماری یہان کیا مراد ہے	۲۲۶
تشبیہ وہمی۔	″
تفرقہ وہمی و خیالی۔	″
تشبیہ خیالی و وہمی کا مابہ الامتیاز۔	″
خیالات کیطرح وہمیات حسی ہین	″
محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ	″
نہ دینے کی وجہ۔	
تشبیہ بجمیع اجزائہ حسی۔	″
تشبیہ بجمیع اجزائہ عقلی۔	۲۲۷
بعض اجزا حسی بعض عقلی۔	″
تمثیل اور ضرب المثل کسکو کہتے ہین	″
تقسیم باعتبار وجہ۔	″
تشبیہ مجمل۔	″
وجہ شبہ کمال ظاہر	۲۲۸
وجہ شبہ نہایت پوشیدہ ہو	″

مضمون	صفحہ
تاکہ کو مشکین پر بنداور شبہ بزیر سے	″
تشبیہ دینا بھی اسی قبیل سے ہے	
طرفین سے کیسکا وصف مذکور نہو۔	″
صرف مشبہ کا وصف مذکور ہو	″
صرف مشبہ بہ کا وصف مذکور ہو	″
طرفین کا وصف مذکور ہو	″
یہان وصف سے کونسا وصف	″
مراد ہے۔	
تشبیہ مفصل۔	۲۲۹
تقسیم نوع ثالث تشبیہ باعتبار وجہ۔	″
تشبیہ قریب مبتذل۔	″
تشبیہ بعید غریب۔	″
وجہ شبہ کی مناسبت مین جب	۲۳۰
کمال بعد ہوتا ہے جب بھی پایۂ	″
بلاغت سے گر جاتی ہے۔	
باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ	″
تشبیہ قوی و ضعیف ہو جاتی ہے	
صرف مشبہ بہ مذکور باقی ارکان محذوف	″
مشبہ و مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔	″
یہ دونون قسمین اقوی ہین۔	″
چارون رکن کا ذکر کرنا تشبیہ کو	″
اضعف کر دیتا ہے۔	
باقی ہین ہین درمیان ضعف	″
و قوت۔	
مشبہ بہ کے اشہر اور اخص اور اکمل	۲۳۱
اوصاف وجہ شبہ بنائی جاتی ہی	″
نہ مطلق اوصاف۔	″
تقسیم باعتبار تقیید و عدم تقیید ارکان	″
طرفین اور وجہ مطلق یعنی غیر مقید۔	″
مشبہ و شبہ بہ ہر سہ مقید۔	″
صرف مشبہ مقید۔	″
صرف مشبہ بہ مقید۔	″
وجہ شبہ مطلق۔	″
وجہ شبہ مقید۔	″
غرض رابع بسوے شبہ کی پہلی قسم	″
یعنے شبہ امر غریب ممتنع الوقوع	″

مضمون	صفحہ
معلوم ہوتا ہے اسکو ممکن الوقوع	″
ثابت کرنا۔	
مشبہ کی کیا کیفیت ہے اور کس	″
وصف کے ساتھ متصف ہے	
بیان کرنا غرض تشبیہ ہو	″
کیفیت یا کمیت مشبہ کا مقدار	″
بیان کرنا غرض تشبیہ ہو۔	″
مشبہ کا حال سامع کے بخوبی نشین	۲۳۳
کرنے کی غرض سے تشبیہ دینی۔	
غرض رابع بسوے مشبہ کی پانچوین	″
قسم یعنی سامع کی نظرون مشبہ کی	
خوبی یا زشتی اچھی طرح سے جاگزین	
مقصود ہو۔	
غرض رابع بمشبہ کی چھٹی قسم یعنے	۲۳۴
مشبہ کی طرفگی اور ندرت جو بالکل	
خلاف عادت ہو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے	
مشبہ مین ندرت اور طرفگی کیسے حاصل	″
ہوتی ہے۔	″
مشبہ خود نادر ہوتا ہے۔	″
مشبہ خود نادر نہین مگر بوقت وجود و حضور	″
مشبہ نادر معلوم ہوتا ہے۔	″
بیان اُن اقسام کا جن مین غرض تشبیہ	۲۳۵
مشبہ بہ کی جانب راجع ہے۔	″
جس چیز مین وجہ شبہ ناقص ہو اسکو	″
مشبہ بہ بنانا اور اسکی کمالیت کا ادعا کرنا	
جس چیز کا اہتمام مقصود ہو اُس کو لو غرض	″
بیان اہتمام مشبہ بہ بنانا۔	
طرفین مین جب سا و اداۃ مقصود ہوتی	″
ہے تشابہ کہلاتا ہی نہ تشبیہ۔	″
تشابہ و تشبیہ مین فرق۔	″
بیان تشبیہ مقبول و مردود۔	″
دو ضد جنین وجہ جامع کا حصول متنع	۲۳۶
ہے تشبیہ دیئے جاتے ہین۔	″
تشبیہ مرسل۔	″
تشبیہ موکد قسم اول۔	″
تشبیہ موکد قسم دوم۔	″

مضمون	صفحہ
بیان اداۃ تشبیہ۔	۲۳۷
بیان اُن اداۃ تشبیہ کا جو اسم ہین۔	"
مثال صیغہ جو اداۃ تشبیہ مین اسم ہے	"
بیان اُن اداۃ تشبیہ کا جو فعل ہین۔	"
بیان اُن اداۃ تشبیہ کا جو حرف ہین	"
مثال اسا بالقصر	"
مثال آسا بالمد و سار و سان۔	"
مثال ویش۔	"
مثال وش۔	"
مثال فش۔	"
مثال وار۔	"
لفظ سان کی تحقیق کہ وہ بر استعلا کی طرح اسم اور حرف دونون ہے۔	"
حرف تشبیہ چون اور اُسکے مخفف جو کا بیان	"
لفظ چون کیفیت یا سبب شئے کی طلب و اخبار کے لیئے بھی آتا ہے۔	۲۳۹
چون بجای حیث استفہامیہ مستعمل ہوتا ہے۔	"
چون متضمن معنے شرط۔	"
چون شرطیہ۔	"
حروف مشبہ بالفعل۔	"
ہمانا کا بیان۔	"
لفظ خود کی تحقیق۔	"
لفظ خود متضمن معنی ضمیر پر ضمائر کا الحاق زائد کے	۲۴۰
لفظ خود پر ضمائر متصلہ ہر دو لاحق ہو سکتی ہین	"
ہمانا کی تحقیق۔	"
مانا مخفف ہمانا۔	"
مانا اداۃ تشبیہ و مانا بمعنی باقی اس بحث سے خارج ہے۔	"
دوسرا حروف مشبہ مین سے گویا۔	۲۴۱
تیسرا آرنگ۔	"
بلکہ جو غلبہ ظن مین مستعمل ہے۔	"
لیکن۔	"
فرق لے اور لیک مین۔	"
کاش۔	"
لغات کاش۔	"
کاش تمنات و متمنات عقلی و عادی	۲۴۲

مضمون	صفحہ
ان چاروں حال مین مستعمل ہے۔	"
حرف تمنا پر حرف ندا لانیکی غرض۔	"
آیا و رایا۔	"
آیا کے لیئے صدر جملہ مین واقع ہونا ضروری نہین	"
آیا استحباب و استفہام کیلیئے۔	"
بیان نہ ونے مشبہ بہ نیست۔	"
کبھی یہ کلمات نفی محذوف الاسم بھی آتے ہین	"
بیان نہ نفی جنس۔	"
اسم نہ نفی جنس کا جب علم ہوتا ہے	۲۴۳
تو متداول ہوتا ہے۔	"
فرق نفی جنس و شبہ بہ نیست کا	"
نہ کی اہل باختصاص ہا ہے کبھی ہا سے	"
ظاہر کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے۔	"
بیان نا و بے نافیہ کا۔	۲۴۴
صیغہ ہا صفات مشتقہ پر نا کا داخل ہونا	"
اسماے غیر مشتقہ پر کسی اور ترکیب سے	"
معنی وصفی حاصل کر کے نا داخل کرنا۔	
اسم غیر مشتق متضمن معنی صفت پر نا کا	۲۴۵
داخل ہونا۔	
فعل اسماے غیر صفت و غیر متضمن معنی صفت کو	"
بغیر کسی ترکیب کے صفت۔ مؤنثین بیکنا داخل کرنا	"
ناقوان ناخوان ناوار ناداں سے الف قطعی	"
حذف کیا گیا ہو یعنی یہ رسم چلے ہین۔	
نا کا استعمال خلاف اقتضاے قیاس	"
نا داشت مجازاً بے غیرت اور ننگے کو بھی	"
کہتے ہین۔	
ناساز نا قبول مین ساز و قبول بمعنی سازگار	"
و مقبول مستعمل ہونا کا استعمال حقیقت ہوگا	
بضرورت الف نا کا حذف بھی کیا جاتا ہے۔	"
موضع استعمال نے۔	"
بجساب بمعنی بیداد و ظلم کی تحقیق۔	۲۴۶
بے داد بمعنی ظلم و بمعنی ظالم ہر دو کی تحقیق۔	"
بے دولو پر کلمات نسبت فاعلی کے الحاق سے	"
بیداد گر و نے داد مند کہنا جائز ہے۔	
بعض موضع مین بے نافیہ خلاف مقتضاے	"
قیاس بجاے نا مستعمل ہے۔	

مضمون	صفحہ
ایک ہی اسم ہونا بھی داخل ہوتا ہے	"
اور کبھی نے بھی۔	
تلمہ اداۃ اور نے مراد مین فرق معنوی	"
الف نفی کا ہندی فارسی مین مشترک ہونا	۲۴۹
کہ اندک و ہیچ یہ الفاظ بھی نفی مطلق کے	"
لیئے آتے ہین۔	
کہ و اندک و ہیچ کو مجازاً نفی مطلق کے	"
لیئے استعمال کرنے مین نکتہ کیا ہے۔	
حروف نواصب اسم۔	۲۵۰
واو معیت محصورہ کے لیئے۔	"
واو جو معطوف و معطوف علیہ مین علاقہ	"
علیت پیدا کرے۔	
واو جو ملازمہ بغیر علاقہ علیت پیدا کرتا ہے	"
حروف استثنا کا بیان۔	"
بیان مستثنے متصل۔	"
مستثنے مفرغ۔	"
مستثنے مفرغ کلام موجب مین شاذ و نادر ہے	"
بیان مستثنے منقطع۔	۲۵۱
دخول و عدم دخول مستثنے قصہ متکلم	"
پر موقوف ہے۔	
استثناے منقطع حقیقت مین استثنا نہین	"
ہے اسمین بجاے (کلمہ استدراک)	
لیکن کے ستدار مستعمل ہے۔	
حرف استثنا اگر موضع غلبہ ظن بلکہ تمام تیقن	"
مین در موقع امید و موضع استفہام مین مستعمل ہوتا ہے	
بیان حروف استثنا جزء۔	۲۵۲
لفظ عدا بغیر کسی طرح کلمہ جزء مستثنا بھی ہوتا ہے	"
اور آخر پر بائے زائدہ بھی لایا جاتا ہے۔	
کلمہ جز بایا منقطع الاضافت مستعمل ہوتا ہے	"
کلمہ جز پر بائے زائدہ الحاق سے	"
بجز بھی کہا جاتا ہے۔	
لفظ گزشت بھی کلمات استثنا سے ہے	"
کلمہ استثنا جز گزشت بخلاف سوے استثنا	"
حکم تامل کا مابعد کے لیئے بھی ثابت کہتے ہین	
کلمات استثنا اسماے افعال سے تمیز	۲۵۳
بھی استثنا سیکنم نہ حروف۔	

مضمون	صفحہ
حروف نو جو اسم ہین سو کلمات مذاہبی ہین	۲۵۳
بیان حروف شرط۔	″
حروف شرط مین سے اگر اور اسکی تحقیق۔	″
اگر وصلیہ جیسے عربی مین اِن وصلیہ ہوتا ہے۔	″
وصلیہ بنانے کے لیئے لفظ اگر پر چہ یا چنیہ یا واؤ بھی لاحق کرتے ہین۔	۲۵۴
حروف شرط صیغہ مضارع کے ساتھ کس وقت استعمال کیئے جاتے ہین۔	″
حرف شرط صیغہ ماضی کے ساتھ کب مستعمل ہوتا ہے۔	″
چون شرطیہ۔	″
تا شرطیہ۔	۲۵۵
حروف شرط کبھی حذف بھی کیئے جاتے ہین	″
کبھی جزا بھی حذف کیجاتی ہے۔	″
بعض موصولات بھی متضمن بمعنی شرط ہوا کرتے ہین۔	″
حروف تعجب کا بیان۔	″
شعر مشہور ملک گفت حسن لک گفت زہ مین احسن اور زہ کی تحقیق۔	″
متعجب منہ کا حذف۔	″
مثال زہے وخبے۔	۲۵۶
مثال اینت وآنت۔	″
کلمات تعجب اسماے افعال ہین	″
کلمات تعجب کے معنے۔	″
ترکیب نحوی اشعار مثالیہ کی	″
واہ واہ واہ یہ یہ یللی اسماے اصوات ہین۔	″
واہ واہ کی مثال۔	۲۵۷
یہ یہ کی مثال۔	″
یللی کی مثال۔	″
اسماے اصوات مین غیر ذی روح کی آواز ہین۔	″
جانورون اور غیر قادر علے الکلام بچون کی آوازین۔	″

مضمون	صفحہ
جس شے کی آواز کی حکایت کیجاے	″
اس کے محکی عنہ اور حکایت مین مطابقت شرط ہے یہان یہ امر متعذر ہے۔	″
ایک ہی شے کی آواز کو بعض قوم ایک طور سے اور بعض قوم ایک طور سے کس وجہ سے ادا کرتے ہین۔	۲۵۸
کلمات تنبیہ بھی اصوات غریزیہ ہین۔	۲۶۰
کلمات تعجب کلمات مدح وذم کے ساتھ لفظاً ومعنیً مناسبت تامہ رکھتے ہین	″
کلمات مدح وذم۔	۲۶۱
مخصوص بالمدح محذوف بھی ہوتا ہے	″
فارسی مین کلمات مدح وذم کو اسماے افعال کہنا مناسب ہے۔	″
حبذا۔	۲۶۲
کلمات التنبیہ۔	″
کلمات تعجب ومدح وذم وتنبیہ باوجودیکہ اسماے افعال ہین پھر بھی بحث اسم مین مدح ذکر نیکا عذر۔	″
حروف الایجاب۔	۲۶۳
بلی بھی نعم کی طرح عربی الاصل ہے۔	″
تعریف حروف ایجاب۔	″
حروف ایجاب بلا تصرف تصدیق قول ماسبق کرتے ہین۔	″
قول ماسبق جسکی یہ حروف تصدیق وتقریر کرتے ہین مثبت بھی ہوتا ہے	″
جملہ ماسبق مصدقہ بحروف الایجاب منفی بھی ہوتا ہے۔	″
اثبات ماسبق بازالۂ نفی۔	″
بلے کا استعمال تصدیق ایجاب مین شاذ ہے	″
فارسی مین نعم اور بلے کے اندر کوئی	۲۶۴
مابہ الامتیاز نہین ایک دوسرے کی جگہ برابر استعمال ہوجاتے ہین۔	″
حروف ایجاب وسط کلام مین داخل ہوتے ہین۔	″
بقصد تاکید حروف ایجاب کی تکرار۔	″

مضمون	صفحہ
حروف عاطفہ کا بیان۔	۲۶۴
آٹھ حروف مطلق جمع کے لیئے۔	″
جمع کے معنے۔	″
بیان واو عاطفہ جو مطلق جمع کیلئے موضوع ہے بلا لحاظ ترتیب۔	″
واؤ ایسے موضع مین بھی مستعمل ہوتا ہے جہان ترتیب محال ہو۔	″
واؤ ایسے موضع مین بھی مستعمل ہوتا ہے جہان ترتیب ذکری کا عکس واجب ہو	″
ہلال اور بدر اور کسوف اور خسوف کی حقیقت۔	۲۶۵
کسوف وخسوف کی یہ حقیقت تھی جو بیان ہوئی پھر اژدہے کے نگلجانے کے ساتھ کیون تعبیر کرتے ہین	″
کسوف وخسوف ایک ضروری اجتماع وتقابل شمس وقمر سے ہوتا ہے پھر شارع علیہ السلام والصلوۃ اس سے کیون خوف دلاتے ہین ان اوقات مین کار خیر وعبادات کی کس لیئے ہدایت فرماتے ہین۔	۲۶۶
کبھی واؤ سے چند اسم ایک فعل مین شریک ہوتے ہین۔	۲۶۷
کبھی چند فعل ایک اسم مین مجتمع ہوتے ہین	″
کبھی مضمون چند جملونکا۔	″
کبھی واؤ عاطفہ زائدہ۔	″
واؤ عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے	۲۶۸
یہان حذف سے صرف لفظا حذف مراد ہے	″
واو عاطفہ کہان مقدر مانا جاتا ہے اور کس جگہ نہین مانا جاتا۔	″
فصل ووصل اصطلاح علم معانی مین	۲۶۹
کس کو کہتے ہین۔	″
واؤ عاطفہ مشبع کا بیان۔	″
واو عاطفہ غیر مشبع کا بیان۔	″
واو عاطفہ متحرک بحرکت فتح بھی ہوتا ہے۔	″
بعد مار کے اگر کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اسکی حرکت نقل کرکے واؤ کو	۲۷۰

مضمون	صفحہ
دیتے ہین اور اس الف کو کتابۃ کبھی	
باقی رکھتے ہین کبھی گرا دیتے ہین۔	
واو عاطفہ اور معطوف کے درمیان	〃
فصل بھی واقع ہوجاتا ہے۔	
بیان باعاطفہ۔	
بیان تا عاطفہ۔	۲۷۵
ہم عاطفہ کا بیان۔	〃
ہم عاطفہ معطوف و معطوف علیہ	〃
دونون پر داخل ہوتا ہے۔	
ہم عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ	〃
عاطفہ بھی لایا جاتا ہے۔	
ہم عاطفہ مفرد اور جملہ دونون پر داخل	〃
ہوتا ہے خصوصیت جملہ کی کچھ نہین۔	
ہم عاطفہ معطوف کے اول و آخر ہر دو جگہ	〃
لانا جائز ہے۔	
ہم عاطفہ کا نیز عاطفہ کیساتھ جمع ہونا	۲۷۶
ہم عاطفہ کا مزید علیہ ہان بھی مستعمل ہو	〃
ہمان عاطفہ کے ساتھ نیز عاطفہ بنظر	〃
تاکید لے آتے ہین۔	
نیز عاطفہ کا بیان۔	〃
نیز عاطفہ بھی مکرر اور مقدم اور مؤخر	〃
ہم عاطفہ کی طرح مستعمل ہے۔	
بیان پس عاطفہ۔	
پس آنگاہ مین پس بمعنی بعد نہین ہے	

مضمون	صفحہ
صرف آنگاہ بمعنی بعد اتان ہے۔	〃
پس مین ترتیب بلا مہلت مقصود ہوتی	
ہے اگرچہ اکمال امر متعقب تراخی	
کے ساتھ ہو۔	
پس تفریعیہ۔	۲۷۷
تفریع اور ترتیب مین فرق۔	〃
بیان باز عاطفہ۔	〃
باز مین ترتیب مہلت اور تراخی کے	〃
ساتھ مقصود ہوا کرتی ہے۔	
باز عاطفہ کا معطوف کے اول و آخر	〃
دونون جگہ لانا جائز ہے۔	
باز عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ عاطفہ	〃
کا لانا بھی جائز ہے۔	
کاف عاطفہ کا بیان۔	〃
باز متصلہ مختفی عاطفہ کا بیان۔	〃
نہ عاطفہ کا بیان۔	〃
بیان کلمات عاطفہ تردیدیہ	۲۷۸
یا اور اگر اور خواہ ان تینون کلمون	〃
کو معطوف و معطوف علیہ دونون	
پر لانا جائز ہے۔	
یا اور خواہ کے استعمال مین	〃
فرق ہے یا نہین۔	
یا کا استعمال متفق الکیفیت ہین	〃
یا کا استعمال خبر اور انشا دونون	〃

مضمون	صفحہ
مین جائز ہے۔	〃
یا کا استعمال اختلاف کیفیت مین	〃
کبھی قرینہ لفظا حذف کردیتے ہین۔	〃
یا تردیدیہ صرف معطوف علیہ پر	۲۷۹
لانا جائز ہے۔	
بیان اگر تردیدیہ اور اسکا اہل عرض	〃
کے ساتھ اختصاص۔	
اگر کا یا سے تردید کیطرح معطوف	〃
و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا	
اور اتفاق و اختلاف کیفیت مین	〃
اسکا استعمال۔	
یا تردیدیہ اور اگر تردید مین فرق	〃
لفظ اگر کی حقیقت۔	۲۸۰
خواہ تردیدیہ کا بیان۔	〃
خواہی سے خواہ بنانے مین	۲۸۰
نکتہ کیا ہے۔	
خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت	〃
اور انشا و خبر مین یا کیطرح	
برابر مستعمل ہے۔	
کاف تردیدیہ۔	۲۸۱
واؤ تردیدیہ کا بیان۔	〃
فقاریظ دنوار یخ۔	۲۸۲
فقط	

صحت نامۂ اغلاط دستور نامۂ فارسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۷	جو	چو	۴۲	۱۱	تعداد	اعداد مین	۱۱۷	۱۷	خوابیدہ	خوابنیدہ
۸	۱۳	جو	چو	۵۱	۶	اسمائی	اسمای	۱۱۹	۱۴	گوبندگی	گوبندگی
۷	۱۲	گوئی	گوی	۵۳		نمی ایئہ	یعنی ایم	۱۲۰	۱۲	مین سے	مین باسے
۱۰	۵	خارہ	خارہ	۵۴	۱	اختصار	اختصار کے	″	۱۴	اوسبب	اورسبب
۱۳	۲	میران	حیران	″	۱۴	پسند	بلسند خاطر	۱۲۲	۱۴	مرآنیست	مرانیست
۱۵	۱۰	ہنسی	ہنسنے	۵۶	۱۶	خود پست	خود پرست	۱۲۳	۲۲	بہ	یہ
۲۰	۲۲	غزا	غزّا	۵۷	۲۱	اسکو	اسکو ماضی مین	″	۲۳	اور	آور
۲۳	۲۱	صور وحروف	صورِ حروف	۶۱	۱۱	پیا	بپا	۱۲۴	۹	جنگ	چنگ
۲۴	۶	وجوبیت	وجوب	۶۳	۹	ساسعائی	ساسعای	۱۲۵	۱۲	آبا	آباد
۲۵	۱	ہدایت	بدایت	۶۴	۱۱	در	ور	″	″	قافلہ	سرِ نشین قافلہ
″	۲۲	وہ	وہ	″	۱۲	اوت	اوت	۱۲۹	۲۲	بای مصدری	یای مصدری
۲۶	۱۹	لھا	لھا	″	۲۳	نہ خبر	نہ خبر	۱۳۰	۱۵	آپ	آپ
″	۲۳	لسا	لسا	۶۶	۱۴	مرگیا	گزرگیا	۳۳	۱۲	زود خیرو	زود خیز
۲۷	۱	لسا	لسا	″	۲۳	کا	کے	۱۳۸	۱۵	بہ عمری	بعمری
″	۱۲	ہے	ہیں	۶۹	۴	بخشش	بخشی	″	۲۳	تمشانت	نشانت
۳۸	۱۵	ورنہ اہل عرب	اسواسطے کہ عجم ان	۷۲	۱۲	شپیر	شپّیرہ	۱۴۱	۱۰	گنج خانہ	گنج خانہ
		بغیر ہمزہ اخیر	حروف کو ہمیشہ مقصر	۷۴	۱۱	اسم	کسی	۱۴۵	۲	بموران دہد	بموران دہد
		استعمال نہین کرتے	بغیر ہمزہ اخیر استعمال	۷۵	برحاشیہ ۲۷	مجلس	مجالس	″	۱۴	اضافت	اقتصاف
			کرتے ہین اور عرب	۸۰	۵	کہ گو	گو	″	۱۵	یا پیل	با پیل
			بضرورت یعنی وقت	۸۶	۹	رکھتا ہو	رکھا ہو	۱۴۶	۸	یارسا	پارسا
			اعراب ہمزۂ اخیر کو	″	۲۱	خلافت	خلاف	″	۸	ان گار	انگار
			لازم اور ضروری	۹۰	۱	ہو	ہو	″	۲۰	خرفشش	حرفش
۲۹	۹	قسم	قسمین	۹۳	۲۳	جزوبہر	جزوزبی بہر	۱۴۷	۳	سراپاناز	سراپانار
۳۱	۲۱	بصنع	بصنع	۹۸	۶	کمان	کمان	″	۲۱	گنبدون نشون	گنبدون نشون
۳۶	۱۰	ناز	سار	″	۱۳	بہ	بہ				وغیرہ مین وہ
۳۸	۱۴	منطقۃ البروج	منطقۃ البروج	۹۹	۱۶	گیسوے	گیسوے				آن ہوگی
		کے ہین	ومنطقۂ مائل فلک	۱۰۰	برحاشیہ ۲۸	فرہنگناہی	فرہنگناہا				
			قمر کے ہین۔								
۳۹	۹	حرف	حروف								
″	″	حرف	حروف	۱۰۴	۳	کے پئے	کے اظہار کیلئے	۱۴۸	۲	واسع نہین	واسع سے نہین
۴۰	۳	شبیہ	شبہ	″	۹	دقت	دقّت	۱۴۹	۳	مصرعہ اول	کے مصرعِ اوّل
″	۴	حرف	حروف	۱۰۹	۱۳	لایا	لے آیا	″	۲۳	پو	چو
۴۱	۵	نی	کی	۱۱۷	۱۲	خواہد	خواہد	۱۵۲ ۱۵۳	۱۳ ۴	آغار آباد ما	آغانہ آباد ما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۳	۲۰	پچان	پچان
۱۵۶	۲۲	بیے ب	بیے ب
۱۵۷	۶	مشت	مشیت
″	۱۶	دیتے ہیں	دیتے ہیں
۱۵۸	۱۵	میین	سیہن
″	۲۰	اور مزوت	اور مزوت
۱۵۹	۲	دیار ہبا	دیار ہبا
۱۶۰	۵ صفحہ	قصوری	قصوری
۱۶۲	۲۶۲	بوکہ	بوکہ
۱۶۳	۲۶۳		
۱۶۶	۱۵	بودکہ	بوکہ
۱۶۹	۶	پنا	اپنا
″	۸	استدن	وستدن
۱۷۰	۵	گم	کم
″	۲۰	شانیہ	بیانیہ
۱۷۱	۱۳	زآتش	زآتش
۱۷۲	۳	نیارید	نیازید
″	۶	یافتی	یاختی
″	۱۴	آہیختن	آہختن
۱۷۳	۱۲	زبیر	زبر
″	۱۹	ولہ	فردوسی شعر
۱۷۴	۱۵	اُتو	اُتو
″	۲۰	دانستن دنانستن	شکستن
۱۷۵	۱۲	ستد	سند
۱۷۶	۶	بضمہاے	بضمہاے
	۱۲ برحاشیہ		
۱۷۷	۵ برحاشیہ	فائدہ	قاعدہ
۱۷۹	۹	نیرم	نیرم
″	۱۱	شگفت	شگفت
″	۱۴	مادرش	مادرِ
″	۱۹ برحاشیہ	شنیدن	شنیدن
۱۸۰	۲	صباد	صبا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۲	برحاشیہ	چپانت	چپانت
	۲۰	پرمیان	پرمیان
۱۹۵	۱۴	قبل از بیان یکے ہو	از بیانیہ یکے قبل ہو
۱۹۶	۵	از دست	از دست
۱۹۷	۳	بدانی	بہ دانی
۱۹۸	۱	برد	برو
۱۹۹	۱۳	مادی کو	از مادی کو
۱۹۰	۱۰	سرو	سرو
۱۹۱	۲	موتوف از کار رفتہ	جنبد از کار رفتہ و
		وار سرگزشتہ مصدول	از سرگزشتہ خبر مبتدا
		مخذوف کا مبتدا صدول	خبر کے ساتھ ملکر جملہ
		مے ساتھ ملکر دست اور	صیغہ وقف کے ہوا
		آب کی صفت ہوئی جسکی	جسکی تقدیر کیسیکر
		تقدیر سیکہ از کار رفتہ	ست اور از کار رفتہ
		ہست آب کہ از سر گزشتہ	ست و کسیکہ آب
		سے ہمصدر تین	از سر او گزشتہ
		موتوف کہ توصیف سے	است ۱۲
		نے نیاز ہوتا ہے	
۱۹۲	۱	الانا	نانا
۱۹۵	۳	رہی	رہتی
۱۹۶	۱۷	گز	کز
″	۳۱	آید	آمد
۱۹۸	۹	کے مقابل کی	کا تقابل
۱۹۸	۲۰	ندائی	خدائی
۱۹۹	۱۳	سیاحت	سیاست
″	″	جنبدش و غلطی	جنبدش و غلطی
		کمن نگارا ۱۲	کمن نگارا ۱۲
۲۲۲	۳۲	بہ بر	بہ بر
۲۰۰	۲	برخود بہ بر	برخود بہ بر
۲۰۳	۱۵		بھی
۲۰۵	۱	قیمکن رہنمایہ	قیمکن کو رہنمایہ
۲۰۸	۲۲	تشبیہ	تشبیہ
۲۰۹	۲۰	موئید من	موئید نم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	برحاشیہ	کسی	کسی
″	۱۰	تقریر طلب	تقریر ایکہ امر کی
			مقصود ہے ہوتی ہے
″	۱۷	نظامی پشمر	
		گاؤخرد راہی ہا ہلند	
		گوہر سخنہاے نا سودہند	
		لے کسے را یار کرا	
۲۲۰	″	تعیم	تعیم
۲۲۱	۸	واین کیست	نہ این کیست
″	۹	درع	درع
″	برحاشیہ	کسے چہ	کہ چہ
۲۱۳	۳	توان	توان
″	۶	گیار ہوان	گیار ہوان
۲۱۴	۶	بجاسے	بجام
۲۱۷	۲۳	پندہست	پندہشت
۲۱۹	۹	اُذنستا	اُذنستا
۲۲۰	۱۰	بخش بس	بخش دبس
۲۲۲	۱	اور	اور
۲۲۳	۱	ادعا	ادعاءٌ
″	۱۹	قامتی	قامت
۲۲۵	۹	اسکا تشبیہ الجمع	اسکا تشبیہ التسویہ نام
		نامہ ہے	ہے جمیع زبانہا دبیش
			مجموآ چیان ؛ اور اگر
			تعدد شبہ ہین فقط ؛
			اسکا تشبیہ الجمع نام ہے
	۱۲	شالون سے مین	شالون مین
	۱۶	قمرمو	کمرمو
۲۲۷	۱	حسی	حسی
″	۲	زعلم آدم پرزد	زعلم آدم علم برزد
۲۳۰	۶	سحر	سے
″	برحاشیہ ۹	مخذوف	مخذوف
۲۳۴	۱۰	گزد	گرد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۴	۱۳	کمال استفادہ	کمال دستفادہ
″	۱۴	مذاب	مذاب
۲۳۵	۸	اور	اور
″	۱۱	مشہدی	مشہدی کا
″	۲۱	غرض	غرض
۲۳۷	۱۶	ولیس	دلیس
۲۳۹	۲	بتلادے	بتلاوے
۲۴۱	۲۳	اور	اور
۲۴۴	۱۵	ناتوان	ناتوانا
″	۲۰	نسب وار	نسبت وار
″	۲۳	نابسامان	نابسامان
۲۴۷	۶	بے نور وغیرہ	بے نور وغیرہ موافق
		قیاس متعل ہین ۱۲	
″	۱۱	از	ار
″	۱۲	وہان	دہان
۲۶۸	۲	بھی	سبے
″	۸	بیدادگر	بیدادگر
۲۵۰	۹	خریدن	خزیدن
″	۱۴	متعدد	ذی تعدد
۲۵۲	۱۵	دخرشید	دو خرشید
۲۵۳	۳	الہی کے	الٰہی کے سوای
۲۵۴	۷	گر	اگر
۲۵۵	۱۰ برحاشیہ	سرد	حذف
″	۱۱ برحاشیہ	ذہ	زہ
۲۵۹	۱	داہ او رداہ	الطفہ، ورخدہ خانہ
۲۶۰	۱۵	از	ار
۲۶۴	۳	شاد	شاذ
″	۱۴	حروف	حرف
۲۶۵	۷	زمانہ مین اور مکان	کسی زمانہ اور کسی مکان
۲۶۶	۷	بالکلیہ	بالکلیہ عطف
۲۶۸	۲	۱۷	۱۷
″	″	۱۷	۱۷
″	۹	شاہدہ	مشاہدہ
″	۲۱	امر	امر
″	″	″	مناظرہ
۲۶۹	۶	رنگ	رنگ مین
۲۷۲	۸	گریز	گزیر
″	۱۳	ہیضم	ہضیم
۲۷۷	۱	زمان	زمان
″	۴	نا	فا
″	۵	بہی	بہی
۲۸۰	۹	دہی نکتہ	وہی نکتہ
۲۸۷	۱۹	مہستارہ	ماہ نخشم

ضمیمہ بقیہ حاشیہ دستور نامہ فارسی بقید صفحہ وسطر

صفحہ	سطر	عبارت
۱۰	۱۶	(توان) نظامی بدرجتی ۹۹۵ ؎ در طبع نیرو نہ در تن توان ٭ خمیدہ شد از باد سرو جوان ٭
۳۸	۳	(واقع ہوجایا کرتا ہے) مگر عربی مین سوائے ضرورت شعری کے دوسری جگہ مستعمل نہین جیسے متنبی نے اس شعر مین بکاء بالمد کو بکا بالقصر باندھا ہے ؎ ماذا بمصر من المضحکات ٭ ولکنہ ضحک کالبکا ٭
۴۸	۱۵	(ورنہ اہل عرب الخ) اور کلام مجید و فرقان حمید کے اوائل سور مین حروف مقطعات جو ملا مد پڑہے جاتے ہین جیسے طٰہٰ اور ھا و یا کھیٰعص اور حا مسق اور الٓمٓ مین امر لوٹ قیاسی ہے قیاس و قاعدہ کو اس مین کیا دخل جیسے ذکر یاء بالمد کو ذکر یا قصر کے ساتھ پڑہتے ہین ہاتجی کے وقت قصر کرنا بوجہ کثرت استعمال ہے ۔ علامہ زمخشری فرماتے ہین والسبب فی ان قصرت متھجاۃ ومدت حیث ۰ سمعا الاعراب ان حال التھجی خلیقۃ بالاخف الاوجز واستعمالھا فیہ اکثر واللہ تعالے اعلم بالصواب ۱۲
۵۱	۱۹	(حافظ شراب لعل کش الخ) ولہ گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم ٭ نسبت مکن بغیر کہ اینہا ضد اکند ٭
۵۷	۲	(نظامی) ولہ زچوگان دگو اندر آمد نخست ٭ کہ تو طفل بازی بدین کن درست ٭
۷۹	۱	(اسی طرح اہم جانین) مولوی معنوی رح مثنوی صفحہ ۴۱۵ آن دلے آورکہ قطب عالم ست ٭ جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست ٭
۸۵	۲۲	(رگ کوہ) مولوی معنوی مثنوی صفحہ ۳۸۵ رفت ذوالقرنین سوے کوہ قاف ٭ دید کہ راگرد عالم طلقہ کردہ او محیط ٭ گرد عالم طلقہ کردہ او محیط ٭ ماندہ حیران اندران خلق بسیط ٭ گفت تو کوہے دگر یا چیستند ٭ کہ بہ پیش عظم تو باز ایستند ٭ گفت رگہاے منند آن کو بہا ٭ مثل مین بنوند در فرو بہا ٭ من بہر شہرے رگی دارم نہان ٭ بر عروقم بستہ اطراف جہان ٭ حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا ٭

صفحہ	سطر	عبارت
		امر فرمایدکہ جنبان عرق را ؛ پس بجنبانم من آن رگ را بقہر ؛ کہ بدان رگ متصل بود دست شہر ؛
۹۳	۲۳	فردوسی ح شعر کس از نامداران پیشین زمان ؛ نکردند آہنگ زی آسمان ؛
۹۴	۳	(تو ہمۂ ما) نظامی ح شعر پیش چنین کس ہمگی پیش کش ؛ ورنہ تلم بر ہمۂ خویش کش ؛
۹۸	۶	سعدی ح ۵ برون بنیم اوصاف شہ از حساب ؛ کنجد درین تنگ میدان کتاب ؛ اے میدان کتاب احتمال بدل ہم دارد ۱۲
۱۲۴	۱۰	(اخیر بین شین معجمہ) نظامی ح ۵ سہ بجہہ چونکہ نخواہد شکست ؛ وین جہش امروز درین خاک ہست ؛
۱۳۸	۲۳	(منشاذت روزگار) ولہ ۵ گویم اگر شہ بود آمرزگار ؛ حق بہ کہ بہان بھی لفظ گار نسبت فاعلی کے لیئے ہے ۔ چونکہ آموختن سیکھنے اور سکھانے کے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں بلحاظ معنی اول نسبت فاعلی ملحوظ کیگئی ہے یعنی سیکھنے والا ۔ جہاں بمعنی استاد آتا ہے وہ بلحاظ معنے ثانی ہے یعنی سکھانیوالا ۔
۱۳۹	۱۷	(اصل سکی ابازار ہے) یعنی ابا پر لفظ زار جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے ۔ مولوی معنوی کا شعر ہے شعر ۱۴۴ علم دیگ و آتش انبود ترا ؛ از شرر نے دیگ ماند نے ابا ؛
۱۴۰	۱۷	(اور لاخ) نظامی ح شعر ۱۴۹ در لفت این بادیۂ دیو لاخ ؛ خانہ دل تنگ و غم دل فراخ ؛ ۔
۱۴۵	۱۳	(دوسرا اسم جالیہ) مولوی معنوی ح ۱۴۱۵ ۵ در درون شیران بدندان لاغران ؛ ورنہ گاوان را نبود ندی خوران ؛
۱۵۴	۹	(اسی صیغہ حرم کا) حافظ ح شعر من نگویم کہ چکن باکلہ نشین وچہ بنوش ؛ کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی ؛
۱۵۷	۲۳	(لفظ باد) حافظ فرماید ۵ تا باد خدای باد یارت ؛ جز عیش مباد ہیچ کارت ؛ ولہ کارت ہمہ حفظ ملک و دین باد ؛ تا باد ہمیشہ این چنین باد ؛ اے تا باشد الخ منہ ۱۲
۱۶۰	۱۷	(معنی استقبال کو) مولوی معنوی ح ۴۵۹ ۵ کہ بہ خواہم خورد مستقبل محب ؛ لوت فردا از کجا سازم طلب ؛
۱۷۳	۱	(مضموم الماقبل) حافظ ح شعر جہان زندگانی کن اندر جہان ؛ کہ چون مردہ باشی نگویند مرد ؛ شود مست وحدت ز جام الست ؛ ہر آنکہ چو حافظ مے صاف خورد ؛
۱۷۶	۱۴	(بستن بندالخ) یہ مصدر لازم بھی مستعمل ہوا ہے جیسے صائب شعر زانم کہ لعل او بشکر خندہ باز شد ؛ در نیشکر ز غنچہ غیرت شکر ریز شد ؛ ولہ شود رزق ہمگر استخوان من زینہاری ؛ محب دارم دگر در آستخوان مغز ہا بندہ ؛
۱۸۷	۱۲	(پانچوان از اعرانیہ) نظامی ح شعر ۱۱۵ بے طعیم از ہمہ سازندہ ؛ جز تو ندارم تو از زندہ ؛
۲۵۲	۱۲	(اسیطرح لفظ گزشت) لفظ بیرون بھی کلمات استثنا سے ہے مگر اسکے مدخول یعنی مستثنے پر اس کے صلہ مین کلمہ از ضرور ہوتا ہے ۔ حافظ در مجلس خود فرماید ۵ من از تو بجز وفا نجویم ؛ بیرون ز گل وفا نبویم ؛
۲۵۳	۱۶	(حرف شرط مین سے ایک اگر ہے) یہ حرف بمعنی کاش تمنا بھی آیا ہے ۔ حزین فرماتے ہین شعر گران جان تر ز شبنم نیست ہم ناتوان من ؛ اگر می بود با سن روے گرمی آفتابش را ؛ اے کاش می بود جیسے کلام عرب مین کلمہ لو جو مرادف اگر ہے بمعنی لیت مستعمل ہے چنانچہ تفسیر آیہ کریمہ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ الف سَنَۃٍ مین قاضی بیضاوی ح فرماتے ہین و لو بمعنی لیت اور علامہ زمخشری اپنی تفسیر مین فرماتے ہین حکایۃ لوداد تھم و لو فی معنی تمنے وکان القیاس لو اعمّر واللہ تعالی اعلم بالصواب سنہ ۱۲
۲۶۳	۵	(بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے) بلی کے الف کو اے مختفی سے بدل کر بلہ کہنا لوطیون اور مقامرون کی اصطلاح ہے میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے ۵ گنہ از بندہ و نخشیدن عصیان از تست ؛ بلہ ستار کہ ستاری رندان از تست ؛ بلے آرے ای ستار پردہ پوشی ما گنہگاران از تو آید ۱۲ منہ (فقط)

تحریک ترجمہ سنت

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

للہ الحمد کہ کتاب ہدایت انتساب تذکرہ خوانان فرس المصحف و چہرہ پردازان تحقیق آرسی یعنی

دستور فارسی

ترکیب اوراق خامہ رقم قلندر حسین صاحب طہر اللہ قدس سرہ پیشہ فارکشن آرائی الفاظ و معانی

حسب ایمائی طبع فیضرسان علوم و فنون عباد حلوہ شرح و متون المولوی حافظ محمد عبد اللہ سلمہ اللہ الصمد

در مطبع مجتبائی واقع دھلی شد مطبوع

سفر و داوردن خامهٔ جادوی هنگامه در پاس اختتام

دستور نامه

بسم الله الرحمن الرحیم

بنام خدائے کہ جان آفرید
عیان را بہ نیرو نہان آفرید

زاسرار ہا گنج دروے نہاد
زبان را کلید در گنج داد

نہ گنجے زکاہش درو ناگزیر
زداد و دہش ہا فزایش پذیر

زہے بخت بیدار گنجینہ دار
کہ سازد چنین گنج بر کس نثار

کہ بارید بر ماہمہ شہد و شیر
ز فیضِ ازل ہمچو ابرِ مطیر

زہے جود کو نامدہ در وجود
شدہ علتِ بودِ چرخ کبود

ندیدہ کسے آخرین این چنین
کہ بودست وے علتِ اولین

کمالے کہ ممکن در امکان بداشت
خداوند یکیک بذاتش نگاشت

بدانم کہ در غیب چون دیر بود
تعلّم بعلمِ الٰہے نبود

ازان ظاہر احرف ناوختہ
کتب خانۂ کفر را سوختہ

ز نورِ جمالش خرد رخ فروخت
جلالِ رفیعش پرِ عقل سوخت

زہر دانش و داد آموختہ
دل از تیر گیہا برافروختہ

ز شہینے بیک لحہ گردون نورد
ز شمشیرِ انگشت مہ را دو کرد

زہے فیضِ صحبت کہ یکدم نشست
حصا تش شدہ شبہ گردان پست

بجوشد چو فیضان او چون سحاب — شود لشکرے سیر از مشت آب

ستون را چو شد لطف او پشتبان — بهجرش بنالید چون ذی هشان

کسے را بجنبش نماندست جاے — ق — که قربش بجد لیست نزد خداے

که با وصف قدرت نیارد دگر — توانا خداوند چون او بشر

سخنهاے من کاندرین دفتر است — زاعجاز آن فیض نامتهی ست

بعزم نکوخواه دل کرده سخت — بصحرا نهادم گرانمایه رخت

بانصاف بین هرچه من گفته ام — همه دُرّ ناسُفته را سفته ام

بیاوردم از کاوش مغز کاه — گهرهاے روشن تر از مهر و ماه

همه سر بسر گوهر ناسُفته بود — که از مهر و مه گوے سبقت ربود

ببستم درین نامه آئین نگر — که ماند صنم خانهٔ چین بگر

چو کردم همه راز از سینه باز — بجاهست اگر نامش گنج راز

به آهنگ معنے زدم ساز را — چه آسان کشادم در راز را

بود راز سربسته را باز جاے — بتحقیق گردد ترا رهنماے

چه مایه قلم نکته را نغز زاد — زهر گونه تدقیق دروے نهاد

نباید که دوزی بشهرت نگاه — بتحقیق حق جوئی همواره راه

زبانت زبیچاره کوتاه کن — در — به اثبات حق رفته چندین سخن

هر آن مدعا کو غریب اوفتاد — بذکر دلیلش قریب اوفتاد

بهر دعوے اش حجت انگیختم — ز طول مُمِلّ رشته بگسیختم

به تفصیل مجمل شدم مشتغل — که نامد پسند اختصار مخل

مرا گوش بر گفته کس نبود — خرد ذره راه تحقیق بر من نکشود
خدائے که در سر خرد آفرید — ثنا سندهٔ نیک و بد آفرید
خرد بر رهِ حق چراغِ ره است — چو با وصف آن ره نه بینی خطاست
درین نامه من هر چه کردم بیان — نیابیش در صحفِ پیشینیان
بهر نقطه از چشم انصاف بین — ستاره بیاورده ام بر زمین
دو صد نکته در نقطه کردم نهان — بهر حرف راز جهان در جهان
چه شبها که خوردم زدوده چراغ — ازان کلک رسانم تری در دماغ
ازان پس که بردم بسے دسترنج — چه ارزان کشادم بتوقفل گنج
اگر کج نه بینی همین ست راست — بگنج ار نیائی غرامت ترا ست
ببین سر سری سوے این جادوی — که در هر نوردش بود صد نوی
بیا حکیما ایدر آرام گیر — زدستت بنه خامه و جام گیر
تو از فکر جز خویشتن تن زنی — ازین گفتگو مغز در شکنی
نباید که بندی دل اندر نوی — تو در چارهٔ کهنگی ناقوی
در لیغا جوانی و نو زادگی — که بر سر زدم داغ از سادگی
چو سال من از حد سی برگذشت — ازان رشته ام نیمه قطع گشت
چو برخِ گرانمایه از عمر رفت — مرا باید از بزم بزمم گرفت
چو در من بهارِ نشاطے نماند — نباید بهر بزم دشتے فشاند
شبا بم که در من همه تاب بود — که یکسر ازو خاک من آب بود
وگر گشت آن تاب در چند خواب — تو گفتی که بودست نقشے بر آب
در لیغا کزین داغ شد مغز دود — که بر سر زمو تا جم از مشک بود

صحف در مصر
قالب صوابه
صحف ابراهیم
صحف موسیٰ
صحف عیسیٰ
صحف محمد

دریغ آن بَرو بَرزو آن سَنت و یال — نشاطِ جوانی خوشا بی‌ملال
نشاطِ جوانی چو یاد آیدم — یکے از جگر سرد باد آیدم
سرور از دو با غم کناره کشید — چو از برف پیرایش سردی رسید
دریغا همان سرو آزادِ من — چمان قامتی همچو شمادِ من
خم اندر خم او همچو چنبر شده — بباب عدم حلقه در شده
ز برنائیم شیبم انگبخت گرد — گلِ وَردم از دَرد شد لاجورد
جو مشکین سرونگاه کافور زاد — کفن آمد و آب چشمم بباد
چو جان از نهیبِ اجل رنگ باخت — بسازم لحد را نه با مهد ساخت
بحصن قوی لشکر ضعف تاخت — بباید کنون مرگ را برگ ساخت
چو بینم که چشم سپیدی گرفت — سیاهی زدن از من آید شگفت
چو آبی شود کار چشمان من — بآتش رُخان چون نظر آختن
کجا رفت آن روزگارِ نشاط — کجا آن چو گل بود نم زانبساط
چه باید مرا آرزو خواستن — جو هر دم فزاید بمن کاستن
بود آخر کاستن نیستی — بیک حال در ساعتے نایستی
حقیقت تو دانی که این جاے کیست — چو هر دم صدا آید اینجا بایست
چو باید که خود گرم بر تیغ زنم — غمِ جان خورم فکر آخر کنم
نشاندم پس این باغ خورم بهار — نمانم اگر ماندم یادگار
چو از کار این نامه پرداختم — بتاریخ آن فکرها ساختم
بناگه خرد سوے او یافت راه — که دستور نامه افادت پناه
دگر سال او کلک گوهر سرشت — گلستانِ نازک خیالی نوشت

ملک داد و دهش سنجر ... بنیاد ... نامی ... مسعود ... فرزند ... دیلم ... نشستن ... جایگاه ... شاه ... بزرگ ... چهار ... دیوان ... نظر ... آن ... گرم ... نوشتن ... نامه ... شعر ... دیوان ... نامه ... پرداختن ... شمار ... نگاه ... فتح ... سره

بسالش دگر گوهر نغز سفت — خرد نامهٔ هوش افزائے گفت
چه خوش گفته ام چشم بد دور ازان — دگر سال او "بے بہا ارمغان"
سر و شم دگر باره اندر نهفت — سنش چشمهٔ فیض پائنده گفت
قلم بین دگر گوهر نغز سفت — که شد بر فلک تیر با وجد جفت
چو در بینات و زبر رفت قال — "خهے نامهٔ گنج نو" گفت سال
بطرز نوی نا په پرداختم — یکے خانهٔ جاودے ساختم
بقا را پرو ساختم ساز و برگ — شود ما منم چون بمن تاخت مرگ
حیات ابد یافت از روزگار — کزو مانده اندر جهان یادگار
گهر ہائے روشن که من سفته ام — همش مایهٔ زندگی گفته ام
بس اعجاز آن رحمت کائنات — که چون ابر مے بارد آب حیات
روانم از و قطرهٔ نوش کرد — که صد چشمهٔ نوشش از و جوش کرد
عجب گر نمانم بدو جاودان — اگر گردم خاک سود استخوان
غرض آمد آن ابر رحمت بجوش — بعالم روان کرد صد چشمهٔ نوش
مرا نیز یک قطره ازوے رسید — که در رشته چندین گهر در کشید
درود خدائے زمان و زمین — براو باد و بر پیروان گزین
بویژه بران نیک پے همرهان — خرام و سلام از خدائے جهان
هزار آفرین از جهان آفرین — بران کو بخیر القرون شد قرین

تمت و تمام شد بحمد الله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وآله وصحبه اجمعین

| | | |

هنگامه آرائی ارژنگ نگار جادوئی جامه خامه در تواریخ کتاب افادت نصاب دستور نامه

چو شد پرداخته این گنج حکمت — هزار و سه صد و ده بعد از هجرت
قلم در صنعت ابجد گهر سفت — "پر موز نغز" تاریخ دگر گفت
دگر لب زد بمعجم سال دے را — ز چشم حاسدان محفوظ بادا
دگر تاریخ گفته بسکه مرغوب — بیا زیبا باتحفه بساخوب
قلم آن اصل دانش مامن فضل — دگر ره گفت سالش گلشن فضل
دگر بین کز سر انصاف در سفت — سفش گنجینه فضل و هنر گفت
دگر باره سروشم گفت در حال — مضبا مین دقیق علمیه سال
دگر از صنعت تفریق دانی — بداد ش حق فروغ جاودانی

قطعه در تاریخ

دوش دیدم بفلک تیر فلک — کرد حل مسئلهٔ علم لدن
گفتمش گوئی سن نامهٔ من — گفت گنجینهٔ اسرار سخن

قطعه دیگر در تاریخ

چو تمام گشت رساله ام پے سال جست دلم نشان — فلکم چو دید بفکرتش بدلم بزد بخت همان زمان
بزبر نگار و به بینات و مجز معجمه مهمله — که "زهے خزینهٔ اهل تحقیق" ست سال تمام آن

صنعت تفریق یعنی بعد از تفریق اعداد حروف مهمله غیر منقوطه از اعداد حروف منقوطه هر چه ماند همان تاریخ رسال این تصنیف خواهد بود بدین تفصیل

ماده تاریخ "بداد ش حق فروغ جاودانی"

حروف منقوطه	اعداد	حروف غیر منقوطه	اعداد
ب ث ن	۲	ا د ر	۳
ق	۳۰۰	ح	۸
ف غ خ	۱۰۰	ط	۹
ج	۸۰	ه و	۵
ش	۱۰۰۰	ز	۷
ت	۴۰۰	ی	۶
ل	۳۰	ک	۲۰
م	۴۰	س	۶۰
ظ	۹۰۰	ع	۷۰
ذ ض ث	۱۰۰۰	ص	۹۰
		ر	۲۰۰
مجموعه اعداد منقوطه	۱۵۴۵	مجموعه اعداد مهمله	۲۳۵

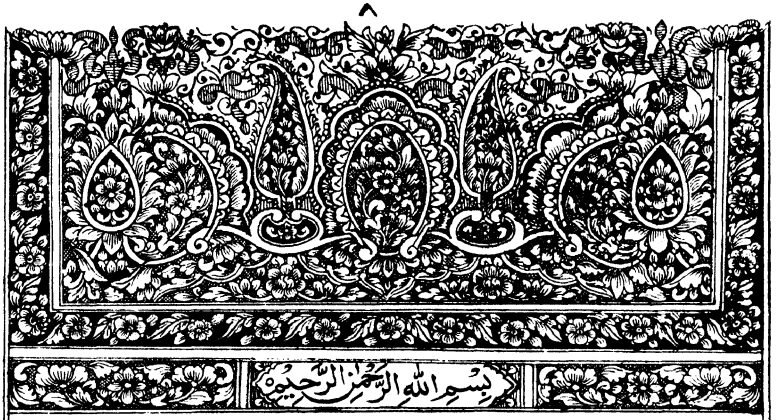
۱۵۴۵
۲۳۰
۱۳۱۰

اشعار بران داده سال تصنیف رساله برآید بدین تفصیل

حروف معجمه			حروف مهمله		
زبر	بینات	اعداد	زبر	بینات	اعداد
ز	ا	۸	ه	ا	۵	۶
ی	ا	۱۱				
خ	ا	۶۰۸	ه	ا	۵	۶
ن	ا	۸	ا	ا	لف	۱۱۱
ی	ا	۱۱				
ن	دن	۱۰۶	ه	ا	۵	۶
ق	ا	۴۰۱	ل	ام	ام	۷۱
ی	الف	۱۸۱				
ق	الف	۱۱	ح	ا	۹	۹
		مجموعه زبر بینات معجم ۱۵۱۹			مجموعه زبر بینات مهمله	۲۰۹

۱۵۱۹
۲۰۹
۱۳۱۰

پیرو دانش
فرزند پیرو دانش یعنی
سال نقش تفریقات
شعر چهار مصرع
چنان سر بالا بالا
کسان بیکدیگر نیک
علم لدن
از لدن دان کلمه ای
است سین تفهیم فواید
شعر بیت در فرق
آشکار فرق دو
دیباچه بهاء الدوله
لبوی فرخ نیز اطلاق
اعداد حروف معجمه
مصرع نیاید که داده
تاریخ بهمان سه



بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی ارانا الحق حقا و رزقنا اتباعه + و ارانا الباطل باطلا و رزقنا اجتنابه + جل جلاله و عم نواله و الصلوة و السلام علی سید الرسل + و خاتم الانبیاء + و علی آله سرج السبل + و اعلام الهدی +

بعد حکمی آسیمه سر هرزه لای بیهوده گوی یافه سرای درگرامی خدمت والا برادر ازمن برمن مهربان تر دوست وفا پیشه آشنا پرور راستی اندیشه دادگستر سخن سنج دانش گرای فروهیده فرهنج صائب رای نطقش سیراب کن کوثر آبروی سلسبیل لفظش فصاحت را هادی بلاغت را دلیل منشی محمد عبد الله الحسین الخلیل سلمه الله الجلیل صدر مدرس مدرسه اسلامیه بجز سر تسلیم خم کردن آداب نداند و غیر از دست بسته از هیبت نفس گسسته خموش بعرض ضراعت ایستادن برزبان القاب نراند نظم

سلامے که سرتا سرش رحمت است	سر موے زان بگذری زحمت است
سلامے که شیرین تر از لعل یار	که صد جان بپرورد اندر کنار
ز حکمی آنجیده دل خسته جان	بسوے خلیل آن بدل مهربان
ز هر داد و دانش ور آگهی	برای و بفرهنگ ازو فرّهی
نژادش بلند و بهمت بلند	به اختر خجسته به بخت ارجمند
برای آفتاب و بعزم آسمان	بغرّ و هنر یادگار مهان
نکو رای و دل سوزه نیک خواه	اباحلم او کوه یک پرّ کاه

ولسوزه نگو، رش علی دیگران بسوزه بکمال تحمیل

سرش از تواضع برافراختہ | ز نرمی بہر سختئے ساختہ
خموش و ہشیوار و پالودہ مغز | بہر باب دارد دو صد نکتہ نغز
بہ ہر علم و دانش ورا دستگاہ | سخن را بگیتی بود او پناہ
سخنہاش یکسر فروزان گہر | بپاکیزگی در زجان پاک تر
من اے دوست از ہجرت دیریاز | بروے وژم با غمانِ دراز
نوشتم یکے نامہ چون روے آب | ہم از آب روے[1] و ہم از پیچ و تاب
برنگ و ببو ہمچو روے نگار | چنان چون بود تازہ خرم بہار
نگہ بررہِ پاسخت دوختم | ندیدش پاسخ دلم سوختم
نیاوردۂ یادم از دیریاز | بدارم ز توشکوہاے دراز
نجنبید مہرت ازین سوزشم | نیائی بخون گرمئ پورشم
دریغ است برمن ترا یک نظر | حذر کن نباشی تو بیداد گر
دماغم بضبط غمت سوختہ | سرم جاے مغز آتش اندوختہ
دخانے ازان آتش این موے سر | سرشک جگرگونۂ من شرر
بآہ فلک دوز (باے تحتیہ) افتادگان | بشور بر سوائی آمادگان
بکوتاہ دستی طول امل | بداغے کہ صد دوزخش در بغل
بلب بستگان شکایت فروش | بگوشہ نشینان خانہ بدوش
کہ بگزشت آن بود[2] (جواب قسم) نیہا کہ بود | نہ زان کاستم مہر و نہ کین فزود
پس اکنون مرا آمدست این نیاز | کہ کوتہ کنم رنجہاے دراز
شب ہجر را روز آرم شتاب | بدیدار روے تو چون آفتاب

داغم برخستگیہاے روزگار کہ بدہرۂ دہر انجیدگان و بنوائب زمان رنجیدگان را در مقابل چندین بے التفاتیہا دانست و در پس کہ زمانہ غیبت عالم خوف و ہیبت ست پاے تغافل بر سر خیال گزاشت نے نے اگر پاے گزاشتی پاے اورا باسر ما نسبتے مے بود کہ بآن نسبت اثر را علاقہ مے نمود آوخ برگران جانی خود کہ با این گرمی سر و مہرہاے یاران نمیرسیم۔ دریغ برسخت روئی خویش کہ بدین دست غلط اندازیہاے

زمانه سر کار خویش نگیرد یاران زمانه همه شاگردان فلک بد مهر مهره باز ندکه از سر مهری دوزخ آتش در دل و دماغ انداز ند و از بی پروائی و بی التفاتی از همه مشغول خود سازند بهبه چه مایه تمکاری ست و چه پایه دل آزاری که گرفتاران آزادی را و اژون بر اسیری برند و آزادگان گرفتاری را سر حلق از دست ذهند غالب

اکنون منم که رنگ برویم نمے رسد	تا نخ ز خون دیده نه شویم هزار بار
در پیکرم زرد و در یغیست جان و دل	در بسترم ز خارهٔ و خارست پود و تار

خسته نواز ابر ساد گیهاے من توان بخشود که با این بد مهر بها که دل را خون کرده و خون را با اشک جگر پالا ے از دیده برون کرده چشم گرم مهر بها دارم و در کشت محبت تخم بے پایان آرزو ها کارم ایزد دردمند نواز نیک حاصل دهاد

بحق محبت مجنون و فرهاد نظم

از منِ غمزده چه مے پرسی	تو که بر کنهِ حال ما نرسی
ز آتش هجر یار سوخته	درد را در وصال تو خته[ص]
دردمند الم کشیدهٔ غیر	بهر شرے ز دست دادهٔ خیر
در خیال حبیب جان بازی	در محیط بلا دل اندازی
ساغر بادهٔ فنا زدهٔ	پاے بر جادهٔ بقا زدهٔ
سر بسر بے سرے و سامانے	چاک از خار دشت دامانے
زاتش درد جان گداخته	با همه سوختگیش[ص] ساخته
سود را بر سر زیان زدهٔ	نا توان پاے بر توان[ص] زدهٔ
پستئ را بلند آهنگے	ننگ را نام و نام را ننگے
خون نفس کردهٔ جگر[ص] خواری	دل و دین باخته سبکساری
از تپ عشق سخت زار و نحیف	نام[ص] کردش پدر حسین شریف
تیر[ص] حکمی درد خوردهٔ دوست	همه عالم گواه همت اوست

نمے دانم این همه اعراض از بهر چه خاست و روے گردانیدن از من چرا ست مگر همی دانم که آن مخدوم از من نامستعد کاهل بنگارش تحقیقات نحو فارسی خواستگار آمد و بهزاران تقاضا نامه نگار آمد اگرچه بنده را ازان باز که در تحریر زر مشت افشار که صرف در قواعد صرفیه قلم فرسوده است خاطر را بنگارش نکات

معنوی تدقیقات نحوی ہوس بودہ نظم

بود در اندیشۂ من دیر باز	کز دل دانندۂ اندیشہ ساز
حکمت پوشیدہ بصحرا نہم	رخت گرانمایہ بسودا دہم
بے خبران را دہم آگاہیے	تازہ کنم شرط نکو خواہیے

اما نامستعدی و کور سوادی کہ دست بخت کاہلی من ست خواست خاطر مرادر لیت و لعل انداخت اکنون آزردگی مخدوم بر لیت و لعل ہجوم آورد و بر کاہلی من تاخت در برآوردن دیرینہ آرزویم پرداخت نظم

گرچہ ہمی خواست سخن کام خویش	لیک گرو بود بہنگام خویش
ہین کہ رسید آن نفس جان نواز	کان نفس از جان شودم جلوہ ساز

ناگزیر وقت آن رسیدہ کہ حکمت پوشیدہ وراز ہا کہ در دل کس نرسیدہ بصحرا نہم و درین کشور کشائی و عالمگیری دست بہ انبازی کس ندہم بہ ہدایت اَلْحَقُّ اَحَقُّ بِالْاِتِّبَاعِ ہر چند گارم محققانہ بمدد مبدء فیاض از خود نگارم

گردن ہمت خویش در کمند منت کس نیارم نظم

ہر صفتے را کہ بر انگیختم	شعبدۂ تازہ در و تیختم
مور شدم بر شکر خویش و بس	در نزدم دست بحلوائے کس
نیست ز کس لولو لالائے من	ژرف ببین در تہ دریائے من
نکتۂ من گو ہر کان من ست	زان کسے نیست ازان من ست
کانچہ درین ست چو بیند کسے	یاد کند از من مسکین بسے

از ہر یک نغز تا صد مغز بنا سودم و ہر یک الماس پارہ تا ہزار کوہ خارا نکافتم آرامش نیافتم نظم

صد شکر کہ نوک خامۂ من	بربست طراز نامۂ من
گشت ز صور خامۂ من	حشر معنے بنامۂ من
غواص قلم ز ذہن دریا	آوردہ بدست دُرِّ یکتا
کلک من نکتہ دان تر دست	زنگولہ بمعنے نوی بست
ہر رشحہ کہ از قلم بریزد	صحنخانہ ہزار جوش می زد
ہر نقطہ کہ از قلم چکیدہ	استارہ بزیر آوریدہ

کلکم نکشید خط - کشید ست | در دیدۂ نازنین مہ مست
ہر حرف چہ نغز و ناز زاید | زہرہ بسلام حرفم آید
صد نکتہ بنقطہ ام نہفتہ | صد سحر بنکتہ ام بخفتہ
پیش سخنم چہ سحر بابل | زہرہ زدہ زانو م مقابل
معنیم بفکر سر پرست ست | ہر نکتۂ من ز دور دست ست
این نقش بدیع و این نوآئین | از فیض جناب اطہر ست این
این جادو یم کہ لاجوابست | زاعجاز کمال آنجناب ست
این سرخوشیم کہ در دماغ ست | تبخیر شراب آن ایاغ ست
شورست بخامہ ام ازان مل | گشت ست چراغ مست بلبل
ازوے بدلم ہزار رازست | بر من در ہر خزینہ بازست
کلکم چو بوصف حرف کوشد | از قطرہ ہزار بحر جوشد
طبعم چو بشرح معنے آید | از نقطہ ہزار نکتہ زاید
رخشندگی معانیم بین | شاباش کند سپہر پروین
طبعم بر دیدہ منت افزود | تحقیق چنین چو کار فرمود
اے ہرزہ درا ادب فراموش | بیہودہ برین زیادہ مخروش
حکمی زین حرف سرد بس کن | وقت ست دعاے گرم رس کن
این نامہ مروج جہان باد | انشاء اللہ ہمچنان باد

مقدمہ

جاننا چاہیے کہ آدمی جب کسی زبان کو سیکھنا چاہے پہلے اُس زبان کے قوانین کلیہ کا معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے کہ **قانون** یونانی زبان مین بمعنی مسطر کے ہے جیسے کہ آدمی سیدھی سطر لکھنا جاننا ہو بوسیلہ مسطر سیدھا لکھ سکتا ہے اسیطرح جو کوئی کسی زبان کو درستی سے بول نہ سکتا ہو

بوسیلہ اس قانون کے اپنے مضمون کو اُس زبان مین درستی سے ادا کرسکتا ہے مثلاً اہل دکن لغت اُردو بولتے ہین لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے مین حیران رہ جاتے ہین کہین فاعل لازم پر علامت فاعلی نے کو دھرتے ہین کہین فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہین وہ اگر اس قاعدہ کو جان لین کہ فعل متعدی صیغۂ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی نے کو لایا کرتے ہین اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے درمیان کا نہ یعنی فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اسیواسطے اُس فعل کو تانیث و تذکیر مین تابع مفعول کے کردیتے ہین جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ کو داخل ہوگا اسکو بھی عمل سے روکدیگا کسواسطے کہ یہ بھی حروف کا نہ سے ہے پس اسوقت فعل کسی کے تابع نہ ہیگا یعنی وہ فعل نہ مذکر رہیگا نہ مؤنث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہجاویگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پانا در اصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی زمی مین آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہکر فرد کامل مراد لیتے ہین اُسی علاقہ کو لحاظ نظر رکھکر ذکر فرد کامل سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اُسیوقت تک ہے کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہو ورنہ وہ فعل اُس دوسرے مفعول کے تابع ہوجاتا ہے جیسے زید نے عمرو کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنےٰ ہین جیسے بولنا پکارنا یعنی فغان کرنا لانا ڈھلانا لگنا چمٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا ہارنا سوچنا وغیرہ یعنی مین نے لایا اُس نے چمٹا نہین کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعلو نیر کا نہ نہین لاتے اور اُن مین بھی چند ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے یا بجولان ہین مختص ہین جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے **شعر** بولا شکر کا اِک سپاہی ٭ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ٭ **ولہ** بولی وہ حسین کہ مین پری ہون ٭ اس دیو کے بس مین آگئی ہون ٭ میر حسن دہلوی **شعر** پکارا وہ جس تس کو فریاد کر ٭ نہ پہونچا کوئی کاروان بھی اُدھر ٭ نسیم لکھنوی **شعر** آیا کوئی لے کے نسخۂ نور ٭ لایا کوئی جا کے سرمۂ طور **ولہ** خرشید سا آفتابہ لائے ٭ منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے ٭ بعضون کے نزدیک لانا مرکب مزجی ہے آنیکا ہے۔ نسیم لکھنوی **شعر** دو ساز طرب ملے نوش آہنگ ٭ دو راز ادب کھلے بصد ننگ ٭ امیر **شعر** وادیِ عشق ہے یہ عرصہ شطرنج نہین ٭ نقد جان ہار گیا چال جوانسان بھولا ٭ نسیم **شعر** اک بلّی جو جھپٹی چوہے کو بھانپ ٭ نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ ٭ **ولہ** بولی بہزار عجز و زاری ٭ تم جیتے میان مین تمسے ہاری ٭ **ولہ** وان جاکے

نوٹ ۱۲ کے متعدی و لازم مفرد و مرکب فعل کے استعمال کا بیان

۱۳ پکارنا کے معنی فغان کرنا بیکار بےفائدہ ہونا بھی ہین لیکن تعبیر اس معنی کی فاعل بصورت متعدی کے پس پکارتا ہے ہوگا

۱۴ ماضی معلوم پس یعنی مت کی و فوائی و مجہول اور مضارع کا نہین لایا جائیگا

وہ سوچی اسکو بے لاگ ؛ لے چلیئے تو راجہ لائے گا راگ ؛ غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔ اور فعل مرکب مین خواہی ترکیب اسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر اُس قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل نے لایا کرتے ہین تو ان مرکبات کی ماضیون پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہین اور ماقبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہین کیا جائیگا خواہ متعدی ہون خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی مین جسکے دونون فعل لازم ہون جیسے زید آچکا کو اڑ گیا عمرو رو بیٹھا۔ یا دونون متعدی جیسے زید نے تمہارا کہنا مان لیا مومن خان کا شعر ہے شعر جین نے مضطرب کیا مجکو ؛ تیرے ملنے نے کھو دیا مجکو ؛ یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بلی نے کبوتر آدبایا یا زید نے رو دیا مومن بات کہنے مین رو دیا مین نے ؛ جو جواب آیا سو دیا مین نے ؛ یا اسکا عکس جیسے زید لے اُڑا اور بحکم رائے بعض مقننین لانا بھی اسی اصل مین درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اُٹھا لیگیا عمرو لیجا چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنےٰ ہین کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جزو اول کے معنی لزوم مین فرق نہین آتا جیسے ہنسدیا اور رو لیا مین یا انکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی از سر نو پیدا ہو جاوین جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا انکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رو یا کیا مین میر حسن دہلوی کا شعر ہے شعر بجاتی رہی بین وہ صبح تک ؛ یہ رو یا کیا سامنے بید مشک ولہ بغل کھول کر دونون آپسمین مل ؛ وہ رو یا کیے دیر تک متصل ؛ نسیم شعر کیا کہتی وہ دم بخود سنا کی ؛ سوچی سمجھی رضا خدا کی ؛ اگر افعال لازمہ و متعدیہ خواہی اُنپر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کر لیئے جائین کافۂ فاعلی کا الحاق اُنپر واجب ہوگا جیسے زید نے رولایا ہنسایا عمرو نے اُٹھایا بٹھایا۔ زید نے بلایا چٹایا عمرو نے بلوایا لگایا لگوایا وغیرہ مگر سوجھانا جو تعدیہ سوجھنے کا ہے شاذ ہے نسیم کا شعر ہے شعر اک دن پنجر اُڑا کے لائی ؛ حسن آرا کو وہ کل سجھائی ؛ اسکے مقابلہ مین بعض افعال لازمہ پر کافۂ فاعلی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے شعر دوگانہ جانکے بچے نے موتا مجھ نمازی پر ؛ میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا ؛ بعض افعال لازم و متعدی دونوطرح مستعمل ہین پس کافۂ فاعلی بحسب موقع لایا جاتا ہے جیسے سمجھنا۔ پلٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نسیم شعر وہ چوٹ پہ تھی یہ میل سمجھی ؛ بازی چوسر کی کھیل سمجھی ؛ آتش شعر بسکہ تھی اُس سے عیان سینۂ عارف کی صفا ؛ چہرۂ یار کو مین نے دل روشن سمجھا ؛ ظفر علیہ الرحمۃ شعر خط مین جب آپنے تحریر سراسر پلٹی ؛ مین نے جانا مری تقدیر سراسر پلٹی ؛ اسیطرح میرا دل بدلا

لازم ۱۲ متعدی ۱۲

اُردو مین بعض افعال کا لازم و متعدی ہونون طرح مستعمل ہونا

مین نے پوشاک بدلی۔ میرا گلا پکڑا (فاعل) مینے آواز میٹھی کی۔ مین نے ہاتھ پکڑا (مفعول) واللہ تعالیٰ شانہٗ اعلم بالصواب

اب میری تمنا ہے کہ اس استقراء کو یہان موقوف رکھون اور اُس قاعدہ بافائدہ کو درج کرکے جو اسی بارہ مین قبل از ترتیب رسالہ ایک عزیز کی استدعا سے قلمبند کیا گیا ہے اپنے دستورنامہ کو درج جواہر نفیس بناؤن اور اس اجمال جملہ مجمال و ایجاز ہمہ ناز و اعجاز کو بلفظہٖ سلک تحریر مین منسلک کرون اور مجکو چونکہ طبایع دقت پسند و سہل جوے ہر دو کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اُسکی کچھ تشریح کرنی بھی بعد مین ضرور ہے۔

وہو ھذا

"یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب مین نہین ہے بلکہ مادۂ فعل کہیئے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آدبایا۔ آیہان اصل فعل ہے نہ امر اور آنا بعد دبانا مقصود ہے پس ہنسدیا رولیا رویا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہین تعقیب کا کیا ذکر محض ہنسی اور رونے مین لفظ دیا اور لیا بڑہا کر معانی مختلفہ حاصل کیے ہین جیسے عربی مین ایک ہی مادہ کو مختلف ابواب مین لیجاکر مختلف معانی حاصل کرتے ہین" انتہیٰ جاننا چاہیئے کہ یہ قاعدہ یعنی استعمال علامت فاعل بر تقدیر تعدیہ فعل اخیر مرکب مطلق فعل مرکب مین نہین بلکہ مادۂ فعل کہیئے یا اصل فعل جسکو ہم دوسرے عنوان مین حاصل مصدر بسیط کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہین اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے بھیس مین ہوگا تو اُس مادۂ فعل کے ساتھ وہ فعل اخیر متعدی ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس ترکیب سے عطف بواسطہ عاطفہ (جیسے بعض مواضع مین ہوتا ہے مثلاً پکڑا کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہو بلکہ عطف تعقیبی ہو کیا معنی کہ مقصود و مراد افعال مرکبہ مین ترتیب ذکری ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے قصد مین موخر ہو جیسے آدبایا مثال فعل مرکب مقصود العطف المذکور کی ہے اسواسطے کہ لفظ آیہان یعنی اس ترکیب مین اصل فعل ہے جو زِ یِ امر مین صورت پذیر ہوا ہے نہ مین صیغہ امر اور مقصود اول آنا جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تمثیلی آدبایا ہے اور بعد مفاد جزو ثانی یعنے دبانا مقصود متکلم ہے کسواسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا پس اور باقی افعال مرکبہ جیسے ہنسدیا رولیا رویا کیا مین کوئی فعل ماضی اصل یا مادۂ فعل سے مرکب نہین ہے چونکہ یہ تعقیب ضابطہ قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے تو تحقق

قاعدہ استعمال افعال ہندیہ کا ایک نئے ڈھنگ اور نئے طرز سے

فروع کا بدون متفرعات کے صورت پذیر ہونہین سکتا کسواسطے کہ یہان ہنسنے اور دینے رونے اور لینے رونے اور کرنے مین تعدد مقصود ہی نہین اور ترکیب بغیر تحقق تعدد متصور نہین پس ان مواد خاص مین **تعقیب کا کیا ذکر** کسواسطے کہ **محض ہنسنے اور رونے مین** جو مفاد جزئین اولین افعال مرکبہ مثالیہ ہے **لفظ دیا** ہنسدیا مین **اور لیا** رولیا مین **وغیرہ** یعنی کیا رو یا لیا مین **بڑھا کر معانی** ہر ہر فعل مرکب کے باعتبار اسکے مجرد اور مزید ہونے کے **مختلفہ حاصل کیے مین** جیسے عربی کے علم صرف **مین** مبین ہوگیا ہے کہ **ایک ہی مادہ** مثلاً ک ر م **کو مختلف ابواب** افعال وتفعیل وتفعّل وغیرہ **مین لیجاکر مختلف معانی** جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہین مثلاً لزوم وتعدیہ وتکلف وغیرہ **حاصل کرتے ہین** ان ترکیب قسم ثانی کا بھی درباب تغیر لفظ ومعنی وہی حال ہے جس طرح مواد عربیہ مین تغیرات خواص ابواب سے ہوتا ہے ویسے ناظرین باتمکین کی خدمت مین عذرخواہ ہون کہ مین نے کلام مین فصحاے اردو کے بڑا تفحص کیا اور نہایت ہی فکر وقیاس کو کام مین لایا اس عرقریزی مین محض خیرخواہی وآگاہی اہل وطن پیش نہاد خاطر رہی علے الخصوص باعث قوی اس امر کا اپنے مربی مکرم برادر معظم مغفور کی فرمان واجب الاذعان کا امتثال ہے۔

نظم

گرامی برادر کہ آن راد مرد (اے کریم مرد)	ز گرد یتیمی رخم پاک کرد
رہاند او مرا از غمان دراز	ز بہر آرزو ساختم بے نیاز (اے ساخت مرا)
زبے چارگیہا مراد اخرید	چنان کز کسے در جہان کس ندید
بچید اشک از چشم من دل بسوخت	دل چاکم از رشتۂ مہر دوخت
برافشاند گر دو زرخ کند خاک	روانم زہر درد وغم کرد پاک
بداد ش خداے جہان آفرین	سرے پر ز دانش دلے پر ز دین
بشکرش زبان مرا روے نیست (روے)	سپاسش فراوان زبانم یکیست
بہ ہر موے گر صد دہان آورم	ور از ہر دہان صد زبان آورم
گر از ہر زبان آورم صد بیان	ندانم حد شکر او ہمچنان
ہمان بہ کہ خواہم بصدق از خدا ے	کہ یابد بہشت برین باز جاے (یابد)
دہاد آبرویش خداوند نشر	کہ باشد خنک در تب وتاب حشر

چونکہ یہ میری زبان نہین اور نیز اپنی نامستعدی کی وجہ سے خطاے قیاسی وغلطی استقرا کا قوی احتمال ہے میری خطاؤن و دامن عفوین چھپاؤن

نظم

چون منم اندر قلبِ کانِ خویش		معترفِ عجز بنقصانِ خویش	
ہست امیدم کہ سخن پروران		چون نگرند از رہِ بینش دران	
عیب یکے نیست کہ جویند باز		چون ہمہ عیب ست چہ گویند باز	
خُردہ نگیرند بزرگی کنند		ونبہ چنان نیست کہ گرگی کنند	

غرضکہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام مین غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ مین آگئی ہوگی کہ جب کوئی بے وساطت مسطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اُسکو مسطر کی کچھ ضرورت نہین پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہین جانتا کہ مسطر سے کسقدر بلندی اور کسقدر پستی سے کون کون حروف لکھے جاؤین اسیطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہین بلکہ وہ ان باتون کو جانتے بھی نہین ہان جب وہ بولتے ہین اپنی زبان کو ہمارے ان قانون پر تولتے ہین بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہین کے کلام مین ہین پس قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیئے تا اُس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھ لے گا کہ بعض ہندیون نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم وفنون کے عالم وماہر ہی کیون نہون اہل فارس جیسے شیواے طوس فردوسی رح اور افصح الفصحا سعدی علیہ الرحمۃ اور سند المتاخرین علی حزین کے کلام پر جو اعتراض کئے ہین اور اُنہین اصلاح بھی دی ہے بڑی واہیات ہے ہان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجایش ہو تاہم ایسون سے چھوٹا منہ بڑی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہین ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی نگہداشت پر موقوف ہوئی اور اَدَبْ بفتحتین لغت مین نگاہداشت حد ہر چیز کو کہتے ہین تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت یعنے اپنے کلام کو خلل اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نام ہے پس چاہیئے کہ پہلے اُسکو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تا کلام کے صواب وخطا پر آگہی پائے پھر اپنی مطلب ادائی مین بہت کم خطا کھائے تو بنام خدا چند فارسی قواعد اُردو عبارت مین بحسب فرمان

اہل زبان کی زبان پر غیر کو اعتراض بجا ہے ۱۲

علم ادب کی تعریف ۱۲

واجب الاذعان معرض عرض مین لاتا ہون گو یہ میری زبان نہین اگر کوئی بات خلاف محاورہ اردو رقم پاے معذور ہون ہان طریق ادا سے اصل مطلب مین ٹھوکرین کھانا البتہ قابل عذر نہین پھر کیا کیجیے ان ناستعدی اور جہالت کا بُرا ہو نہین معلوم کہان کہان ٹھوکرین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا بِسِتْرِكَ الْجَمِيْلِ خدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصول دولتِ قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط مین زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا **دستور نامہ فارسی** اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا اور **سخن شگرف** اسکا سال ہے۔ رب جلیل سے التجاے خیر مآل ہے۔ وبس

نظم

بار خدایا من خامل براز	این ورق سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمال من ست	عاقبتہ الامر وبال من ست
چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز	ہم تو کنی در دل خلقے عزیز
عیب شناسان بکمین من اند	بے ہنران جملہ بکین من اند
تو بکرم عیب منِ عیب کوش	در نظرِ عیب شناسان بپوش
سرمۂ انصاف بہر چشم ساے	بکر من آنگاہ برایشان نماے
داغ قبولی بکمش اندر سرش	تا نکند باد خزان ابتر ش

تمہید

یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات کے درجہ سے اوپر اُٹھایا ہے باوجود اسکے اُسکو مدنی الطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جاندارونکے اُس مین تکلفات بھی زیادہ آگئے مثلاً خورش وپوشش مین دیکھیے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہین کیسی کیسی نادر چیزین اختراع پاتی مین جان بچانے کے لیے کسی ایک خاص غلہ کا اُسیطرح پھانک لینا یا اُبال کر کھالینا کافی نتھا جو اسطرحکے پلاؤ متنجن قورمے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفع حر و برد کے لیے کسی ایک خاص کپڑے کا اوڑھ لینا اور باندھ لینا بس نتھا جو اسطرحکے مُطرز ملبوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان تکلفات کے چند در چند حاجتین پڑگئین بہ نسبت اور جاندارونکے غرضین بڑھ گئین تو باقتضاے تمدن اپنے نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے جینا دبال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایکدوسرے کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھنے سمجھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اُسکے

دیباچہ تسمیہ کتاب و دستور نامہ فارسی

زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان

اخذ کی ضرورت سر پر آ کھڑی ہوئی ناچار کوئی ایسی چیز ڈھونڈھنی چاہیئے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی کی بات دوسرے کے جی پر کھلجاتے۔ پس اصطلاح مین کسی کے اسطرح پر ہونے کو کہ جسکے جاننے سے ایک نامعلوم شے کا علم ہوجاوے **دلالت** کہتے ہین اور اُس شے کو جس سے علم ہوا ہے **دال** اور جس کا علم ہوا ہے اُسکو **مدلول** کہتے ہین اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہونگے یا سوائے لفظ کے کوئی اور شئے۔ بہرایک ان مین سے کئی طرح پر ہے ایک تو یہ کہ دال اور مدلول مین کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا جسکی وجہ سے دال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری آنکھون سے غائب ہوکر کچھ بول رہا ہو بمجرد استماع ہماری عقل اس بات پر رہنما بنجائیگی کہ یہان وجود کسی بولنے والے کا ضرور ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بنا عقل سے دور ہے اسطرح کی دلالت کا **عقلیہ** نام ہے۔

دوسرے یہ کہ واضع کی جانب سے دال اور مدلول مین کوئی علاقہ وضع کا رکھدیا جاوے اول یعنی لفظیہ مثلاً واضع نے زندہ گویا کو مقابل مین مردہ کے اور لفظ زید کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کردیا ہے اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلالت اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نصب و اشارات اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر ــــ نفی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح دو لکیرون کا موازی ہونا = مساوات پر اگر ایسا نہو بلکہ دونو کے سرے کسی ایک جانب مل پڑین < > کمی اور زیادتی پر اور ایک کا دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے چار قائمے پیدا ہوجائین جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اسطرح کا تقاطع نہو گو قائمہ پیدا کرین جیسے یہ × ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگادینا جیسے یہ ÷ تقسیم پر اور اُن دو نقطون مین سے خط کو اُٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش حرفون کے جو ایک صوت مخرج خاص پر دلالت کرتے ہین۔ اور عقود مثلاً سبابہ کے سر کو ابہام کی جڑ مین پہونچادین تو یہ عقد نود پر دلالت کرتا ہے اور سر خنصر کو ہتیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لیئے اور اُسکے ساتھ بنصر بھی رکھ لیجاوے دو کے لیئے اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دابلیجاوے تین کے لیئے موضوع ہے اب اگر اُس عقد نود کو تین والے عقود کے ساتھ جمع کرین بالکل بندی ہوئی مٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اس سے بخل اور نے فیضی کیجانب

فردوسی کے شہور شعر کف شاہ محمود غازی کا بیان ۱۲

بیان فرق عقد و اشارہ ۱۲

کنایہ کرتے ہین جیسے اسکے مقابل مین کشادہ دست کو فیض وسخا سے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غازی کی ہجو مین کہا ہے **شعر** کف شاہ محمود عالی تبار ؛ نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار ؛ اور نصب جیسے دو مناروں کا عمارت پر بعینہٖ ویسا ہی اکھڑا کر دینا مسجد کو اور پتھروں یا ہڈیوں کا ڈھیر لگاتے چلے جانا رہگزر کو بتلا رہا ہے یہ رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہوں مین میلوں کا گاڑ دینا ایک خاص مسافت مکانی کو بتلا رہا ہے اسیطرح گھڑیوں مین سوئی ایک خاص مسافت زمانیکو بتلاتی ہے اور اشارات جیسے کسیکو بلانے کے لیئے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی جانب موڑین انکار کے لیئے دائین بائین ہلادین اور ایک کے لیئے ایک انگلی دو کے لیئے دو انگلیان چار کے لیئے انگوٹھے کو دبا کر چاروں انگلیان کھڑا کر دین یہ سب اشارات ہین لیکن عقد اور اشارہ مین اتنا فرق ہے کہ اشارات مین مشار الیہ کے ہیأت کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقود مین اس طرح نہین ہوتا۔ اسی قبیل سے ہے ملک کے دخول و خروج پر توپون کا چلنا نقارون کی چوٹ سے پہر کا ڈہلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔ (اے از قبیل اشارات ۱۲)

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب مدلول عارض ہوتا ہے تو خواہ مخواہ طبیعت سے اسکے دال کا احداث ہوتا ہے اول یعنی لفظیہ جیسے اُح اُح کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور سسکیا اونہ اونہ کرنا جسکو کولنا کہتے ہین اسکے درد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنے غیر لفظیہ جیسے سرخ ہوجانا چہرہ اور دیدون کا غضب پر اور آنکھون کا نیچا کر لینا شرم و حیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب تینے دلالتون کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا کارآمد ہونا معلوم کر لیا ہوگا کسواسطے کہ افہام و تفہیم مطلوب کے لیئے انضباط ضرور ہے اور یہان عقول اور طبائع کے اختلاف کی جہت سے انضباط کو سون دور ہے تو ضرور وضعی اس مین بھی لفظی کو اختیار کرنا مختار ہوگا اسواسطے کہ غیر لفظیہ مثل دوال اربع مین ہزارون تکلفات کا سامنا ہوگا بعض وقت کوئی بات بن نہ آئیگی جیسی صاف ظاہر ہے یہان تک کہ اشارات ہی کیون نہون کم از کم ان مین اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جسکو اشارہ کر رہے ہین وہ اس اشارہ کے سامنے ہو پھر صحت بینائی کے ساتھ روشنی بھی ہونا اسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند تعالیٰ شانہ کا آدمی کو بازار دنیا مین نقد عمر اسکے گرہ وجود مین باندہ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لیئے ہے یہ امر عقائد حقہ کے استحکام اور شریعت غرا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو اُن مین ایسی ایسی باتون کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑیگی کہ وہ معقولات صرفہ ہونگی تو اُن مین غیر لفظیہ دلالتون سے

کام چلتا نظر نہین آتا غرض لفظی وضعی سے ایفاے مطلب بخوبی ہوسکتا ہے اور ون مین ایسا ہو نہین سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتون مین پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے کو مطلع کرنیکے حاجتون کا پورا ہونا معلوم مثلاً ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانیکی سخت ضرورت ہے تو روپیہ کو کھا بھی نہین سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اُسکی حاجت سے افزون ہے لیکن اُسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اُسکو کپڑونکی تلاش ہوگی اسیطرح اور کسی کے پاس کپڑا اُسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اُسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اُس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا ہم سے اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کریگا آپس مین روپیہ اور جنس کی مبادلت ہوجاویگی اور وہ پھر کپڑے والے سے یا کپڑے والا اُس سے اپنی اپنی حاجتین ظاہر کرکے کام پورا کرلین گے **شعر**

زانکہ جملہ کسب ناید از یکے		ہم درو گرہم سقا ہم حاسکے	
چون بانبازی ست عالم برقرار		ہر کسے کارے گزیند ز افتقار	

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتونکی کڑی زنجیر مین پابجولان ہے حکیم علے الاطلاق کی قدرت کاملہ سے اُسکے اظہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنے حکیمے سخن برزبان آفرین جلّت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس ہواکو جو بوسیلہ بادزن شُش کے دارالسلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے ندیا۔ اس اونے اسی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ مین ہر ایک معنی المقصد کے لفظ وضع کردئے گئے اگر کوئی پر تو **علم** خداوندی سے **نفس ناطقہ** پر پڑیگا بیامردی **دل** اُسکا قدم جانب برزخستان **خیال** جو بین بین مجرد اور مادی کے ہے بڑہیگا تا اپنے تجرد کے پاؤن مین تقئید کی خلخال ڈالے اور پھر بوسیلہ رکابہاے **لب و زبان** ادہم صبادم **ہوا** پر سوار ہوکر متکلم سے جس جس منزل پر مقام کرتا زبان تک پہونچا تھا دروازۂ **گوش** سے گزرتا سامع کے انہین منازل مین ارتباطوق تعلق در زنجیر تقئید سے پاکشا ہوکر پھر شہرستان دل مین جاگزین ہوجاتا ہے **مصرعہ** سخن کز دل آید بود دلپذیر ۔ اور انہین ہونٹونکا آپس مین اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جنکا مخارج نام ہے ٹکر کھانا جسکو قرع کہتے ہین یا اُنکا اکہڑنا جسکو قلع کہتے ہین ہوا مین تموج پیدا کرتا ہے جس سے اُس مین ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف مین آواز کہتے ہین زیری بمی پیچاک غُنگی اُسی آواز مطلق کے عوارض سے ہین اور اُسی تموج ہوا کی مخارج پر ٹکر کھانے سے اجزائی ہوائی کی تقطیع ہوئی

اور جب انہین اجزاے ہوائی پر پیچاک غنگی زیری بھی عارض ہوئی تو اس عارض مع معروض کا حرف نام ہوا۔ یہان یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انہین حروف کو بعض علماء تو مہمل یعنی موضوعہ فقط غرض ترکیب کلمات کے لیئے بتلاتے ہین اور بعض دور اندیشون کے نزدیک بامعنی کہلاتے ہین۔

حروف بھی کے بامعنی ہونیکا بیان

یہی راے مختار اہل تحقیق ہے خصوصا یہ بات زبان عربی مین بخوبی متحقق ہے کسواسطے کہ جب الفاظ عربیہ چند حروف مین باہم اشتراک رکھتے ہین اور کسی حرف مین اختلاف تو اُنکے معانی مین بھی اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً قثم وقسم وقشم وقصم وقضم وقلم ملاحظہ فرمایئے تو ان سب مین شکستگی و دبریدگی کا مضمون دائر و سائر ہے اور پھر باہم انکے معانی مین اختلاف بھی موجود ہے یعنی ہر ایک اپنے جدے جدے مخصوصہ معنون پر دلالت کرتا ہے قثم بالفتح والثاء المثلثہ مال سے ایک حصے الگ کرکے دینا اور قسم بالسین المہملہ کسی چیز کے حصے اور ٹکڑے کرنا اور قشم بالشین المعجمہ کھانا اور کھجور کے پتون کو درازی مین پھاڑنا اور قلم باللام ناخن تراشنا غرض ان الفاظ مین جیسا اشتراک قاف اور میم مین صاد ویسا ہی اشتراک اُنکے مضمون خاص مین ہے اور جیسا اختلاف اُنکے عین کلمہ مین ہے ویسا ہی اختلاف اُنکے معانی جزئیہ مین ہے بلکہ ہم صاف دیکھتے ہین کہ حروف کی سختی و نرمی سے کلمہ کے معنون مین سختی و نرمی آجاتی ہے مثلاً قصم مہملہ العین وقضم معجمہ العین جیسے نرمی صاد مہملہ مین اور سختی ضاد معجمہ مین ہے ویسی ہی نرمی اور سختی اُنکے معانی مین ہے یعنی قصم اس طرح کے توڑنے کو کہتے ہین کہ ایک متصل واحد منفصل ہوجاے اور قضم بعض دانتون سے اس طرح کے چبانے کو کہتے ہین کہ جس سے ریزہ ریزہ بنجاے اگر اس سے بھی زیادہ سختی معنون مین پیدا کرنی منظور ہوتی ہے تو قاف کو خا معجمہ سے بدلدیتے ہین جیسے خضم یہ کل دانتون سے چبانا ہوتا ہے الخضم الاکل بجمیع الفم والقضم دون ذلك کمافی الصراح۔ اب معلوم ہوگیا کہ حروف کو بھی الفاظ کے معانی مین دخل ہے بلکہ حرکات وسکنات کو بھی جیسے حیوان کی توالی حرکات بلکہ ترتیب حروف کو جیسے لفظ بلع مین ترتیب مخارج حروف کو ترتیب معانی کے ساتھ کس بلا کی مناسبت ہے ملاحظہ فرمایئے اول تو با حرف شفتی پھر لام وسطی پھر عین حلقی اور نگلنا بھی اسی ترتیب وتدریج سے ہوتا ہے اسی طرح ہیئات ترکیبی کو بھی لفظ کے معنی مین بڑا دخل ہے چنانچہ اسی بنا پر ہی رَاعِنَا کے قول پر آئی کیا معنی کہ رَاعِنَا صیغہ باب مفاعلہ کا ہے جسکی ہیئت خاص مساوات بین المخاطبین کو چاہتی ہے تو گویا یون کہا کہ تو رعایت ہماری کر

ہم تیری رعایت کرینگے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدیل لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بیجا ٹھہری اسی واسطے اُنْظُرْنَا جو بالماوہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیئے کہ جب حروف کی مناسبات طبعی کو جو کہ ایک امر معنوی تھا ملحوظ رکھا جاے تو ان مناسبات صوری کو جو انکی شکل کے ساتھ تعلق رکھتی ہین کیونکر لحاظ نکرین بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عزاسمہ تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ آغاز کلام مجید الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ کو دیکھیئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغور ملاحظہ کیجیئے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالےٰ نے انکے کئی معنی بیان کیئے ہین لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص مین یہ معنی آئے ہین کہ الف سے ذات بحت جل وعلی شانہ اور لام سے اُسکی صفات اور میم سے ذات معجز آیات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی بھلا یہان کچھ عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین اگر پسند خاطر شریف ہو ز ہے نصیب ورنہ جہل ونادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعجب کی کیا بات ہے۔

اوسنے فکر سے یہ بات کھلجاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہا خواص الگ ہین مثلاً الف جسطرح یہ منارہ سا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دوز بروں کی قوت مین سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہین اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دوز بروں کی قوت مین ہونا اچھی طرح واضع ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کیطرح اونچائی مین سوائے اسکے اور بہت سے خواص مین دخل ہے مثلاً وہ اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہین اپنے تقدم ذاتی کے ساتھ وہ صدر نشین اولیت ہے اب عند التراکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے امتزاجی ترکیب پانے اور اپنے مابعد سے نپانے کو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور امتزاج نہین رکھتا دوسرا یہ حرف نقطہ کے داغ سے منزہ ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون اُسی حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم بایں عبارت ادا کر سکتے ہین کہ یہ حرف حدوث تبادل وتداول حرکات سے منزہ ہے اسی طرح ہر حرف مین خواص الگ الگ موجود ہین لیکن انپر ہماری واقفیت کوئی ضروری نہین اور واضع صور وحروف حکیم مطلق جل وعلا شانہ ہے تو اُنکی خاصیتون کو جانتے بوجھتے کیونکر اہمال تناسب کرتا تو ضرور واضع جلت حکمتہ نے مع رعایت خواص مناسب مناسب ہر ایک کی صورت وضع کردی پس ہمارا مدعا البتہ بیّن الثبوت ہوگا کہ الف کی اولیت اور علو اور بے نکتگی اور عدم عروض حرکات مع ہذا اُسکی یہ ۱ -

صفا اور نا علاقہ دار شکل جس مین خم و پیچ کا نام نہین اُس سے ذات بحت خداوند پاک مراد ہونے مین کھلی کھلی مناسبت رکھتی ہے کسواسطے کہ درجہ ذات مین وہ وراء الوراء اصفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب وہان نہین پہونچتا کسی مستفیض کا دست تعلق اُس پر نہین ٹھہرتا شعر ہر شہ را دراے جلالش نیافت ۔ بصر فتہا سے جمالش نیافت ۔ جب اشرف المخلوقات بشر اُسکی تجلیات سے پرے جو درجہ ذات کا ہے پہونچنے نپایا اور اسرع و انفذ الاشیا بصر کو اُسکی سرحد جمال پر پہونچنا میسر نہ آیا اورون کی کیا ہستی بس اب استفاضہ اُس وجود باجود سے بوجہ اُس غنی مطلق کی وجوبیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی امکان کے محال تھا اسیواسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہین بوجہ اپنی قدامت و امکان دونون جانب کی رعایت سے واسطہ الفیض ہوئے ہین اور ہر طرح کا تعلق اور اُلجھاؤ عالم کا ان صفات کے ساتھ ہے جس سے رب رازق خالق غفور کریم وغیرہ اُسکو کہتے ہین تو دیکھیئے کس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ شکل لام ۔ ل ۔ مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کسواسطے کہ لام الف کے تنزل سے حاصل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور آنکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسمون کی محبت قلبی جو لام مین الف اور الف مین لام پڑا ہوا ہے سو ان دونون باتون سے وہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت کہ صفات نہ عین ہین نہ غیر کیسا منصۂ کمال پر جلوہ پا رہا ہے اور جیسے اُس ذات پاک جل شانہ سے بغیر واسطہ صفات کے کسیکا فیضیاب ہونا ناممکن تھا اسیطرح بغیر وسیلہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم صفات سے تعلق پکڑکر اپنے آپ مستفیض ہو جانا باقتضاے لولاک لما خلقت الافلاک محال تھا خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزیل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات بابرکات آپکے کون پہونچتا کسواسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اسیواسطے آپکے اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمۂ فیوض ہے تو دیکھیئے شکل میم ۔ م ۔ مین ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ میم متناہی لام ہے اور یہ مشیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بجز ذات منبع الکمالات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کسیکا مقام نہین سب اس سے نیچے ہین یہ معنی خاتمیت کے ہین ۵ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۔ اور اسکے مسمی یعنی ہ کا بشکل دائرہ

ہونا جسکی نہایت عین ہدایت ہے اور اسکے اسم یعنی میم کے اول و آخر میم ہونے مین یہ نکتہ ہے کہ جب سے آپکے چشمۂ فیض سے عالم پر دہانہ فیضان کا اول سے بہتا ہے آخر تک بہیگا یہی ایماے عدم نسخ شریعت غراے محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینون حرف جیسے بے لفظہ ہین بے نکتہ ہین اور پھر لام کے ساتھ علاقہ پانے کے لیئے یہ حلقہ ہ کیسا کچھ مناسب ہے اور اُس چشمہ سے جو بوسیلہ لام الف کے فیض سے پُر ہے اپنے تحت یعنی جانب عالم میزاب کی طرح کیسا دہانہ فیضان کا روان ہے غرض یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عزاسمہ وجل شانہ جو بیانگی صفات تقدس آیات زبان پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس مین شک نہین مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید و فرقان حمید سب سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارۂ بعید ذالك کی مناسبت بھی خوب سمجھ مین آتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ -

حرکات اور سکون اور قسم ہر کی حقیقت ۱۲

اور یہان یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ قدیم مین ان حرکات کی کوئی صورت معین نہ تھی چونکہ نفس کو اداے سخن مین حرکات متنوعہ پیش آتے ہین کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے اداے حرکات ثلثہ کے لیئے حروف کے اوپر نیچے آگے نقطے دھر دیئے زبر زیر پیش نام کر دیئے لیکن نقطۂ اصلی سے التباس کو رفع کرنیکے لیئے رنگ اس نقطۂ محرکہ کا رنگ مکتوب سے مغائر ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد عروضی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ مغائر مکتوب ایک عبث دقت مہمل کلفت ہے معہذا جیسی یہ حرکات میلان نفس بجہات ثلثہ کے مشعر ہین اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہین تو اس مناسبت سے اُسی نقطہ کو جانب متوسلہ حرکت خطی دیدی اور چونکہ پیش مین التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا بلحاظ ہیأت مخارج جو اُسکے ادا کے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہین جس وجہ سے ضمہ نام ہے اُس خط نقطہ زاد کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھدیا اور سکون کے لیئے چونکہ یہان نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کفایت کیا لیکن پھر بوجہ اُسی التباس نقطۂ اصلی دو قت اہتمام رنگ صورت صفر دیدی کسواسطے کہ یہ امتداد خطی کا طرف اول ہے اور وہ امتداد سلسلۂ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ و صفر یہ دونون طرف کم مطلق کے ہین لیکن روانی کتابت مین نصف صفر پر کفایت کرجاتے ہین چنانچہ اسطرح ـــــ آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم

ہوگیا کہ یہ کل حرکات وسکنات قسم اعراض سے ہین جنکا وجود مستقل بنفسہ بغیر کسی حرف پر قائم ہونے کے امکان نہین رکھتا یعنی ہم کسیکو حرکت وسکون مین سے بغیر مدد کسی حرف معروض کے ادا نہین کرسکتے اسیطرح یہ امر بھی منکشف ہوگیا ہوگا کہ یہ حرکات باہم علاقۂ تضایف رکھتے ہین جنکا اجتماع ایک حرف پر ایک حیثیت سے ممتنع ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدمی ایک حرف پر ایک حیثیت سے جمع نہین ہوسکتے اور **تشدید** ایک ہیأت مرکبہ از حرکات وسکون کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری وترکب معنوی پاوین ضرور اُن مین شدت وثقل حاصل ہوگا اسیوجہ سے معروض التشدید کا مشدد نام ہے الحاصل چونکہ مشدد دراصل ایک نوع کے دو حرفون کے ادغام وادخال صوری کا نام ہے دونون حرفون کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی قبل ادغام یک نوع ہون جیسے دَرَّدَ بَرَّدَ **شعر** بدرّد یقین پردہاے خیال ٭ نماند سراپردہ الاجلال ٭ خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہون جیسے بَبَّرَ اور چونکہ ادخال اکثر ایک شئے مدخل فیہ ساکن مین شی داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہین اس سے معلوم ہوگیا کہ تشدید مین اجتماع حرکت وسکون حرف واحد پر نہین ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ماقبل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض مواضع مین ابتدا بساکن لازم آئیگا جس کا استحالہ علم صیغہ مین ثابت ہے اسی واسطے اُسکو شکل سکون مابین الحرکتین کی دی گئی۔ یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط محرکہ سے باہم پیوند برائے اشعار وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونو طرفی حرکتین حیثیت اطلاق مین متعین کیا معنی کہ اُن حرکتون کی بتعیین فتحی ہوسکتی ہے نہ کسری نہ ضمی کسواسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اسکے کہ طرفون مین فلان حرکت ہو اور نیز اُس مطلق کا بغیر تضمن فرد من الافراد متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلامرجح اُسکو فرد کامل اعنے فتح کے پیرایہ مین جلوۂ ظہور دیا اور کمال جنبش فتحی خود اُسکے عنوان عالی سے مترشح ہے لیکن روانی تحریر مین حلقۂ صفر کے دونون کنارہ یمین ویسار کو ملا دیتے ہین اور حرکت ثانیہ کو بقیاں حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہین جیسے رّ مثلاً لام اس لّ صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر مین ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت صورت تشدید کی ایک خط اور نصف زیرین صفر کی ترکیب سے جو مشعر حرکت حرف اول وسکون ثانی ہے جیسے رّ یا اُسکا عکس یعنی

بیان حقیقت تشدید

ایک نصف زیرین صفر جزمی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے لا لیکن اتصال خط حرکتی وسکون کا دونون صورتون مین برائے اشعار ادغام معروض و وحدت ترکیبی عارض ہے خاصہ صورت ثانیہ مین واسنہ بوجہ روانی قلم واختتام نقش ہے۔

حروف فارسی زبان مین

خیر حروف موضوع ہون یا مہمل زبان فارسی مین تیئیس ہین اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ مین شمار کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزانہ اسد اللہ خان غالب نے اپنے اُستاد ہرمزد سے درفش کاویانی مین نقل کیا ہے کسواسطے کہ اہل فارس کی طبیعت نازک اور اُنکا مزاج غایت درجہ کا نزاکت پسند تھا تو اپنے پر اتنی دشواری کو کہ دو حرف متحد المخرج زبان سے نکالین گوارا نہین فرماتے بلکہ قریب المخرج کو بھی زبان پر نہین لاتے اسیواسطے سین سعفص کو جب لیا ہے ثاے مثلثہ وصاد مہملہ کو چھوڑ دیا ثاے فرشت کو لیا طاے مہملہ کو چھوڑ دیا الف کو لیا تو عین کو چھوڑ دیا غین معجمہ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا بلکہ خاے خ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا ہاے ہوز کو لیا تو حاے حطی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زاے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضاد وظاے معجمتین کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زاے ہوز کسطرح لیتے اداے مخارج کی دقت پسندیان اہل عرب ہی کا حصہ ہے۔ رہا ہمزہ یہ سواے الف کے اور کوئی شے نہین اور یہ بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے ہان سے بفحواے علم اٰدم الاسماء کلھا ہر ایک شئے موجود کے لیئے ایک ایک اسم عنایت ہوا ہے تو ان حروف کے لیئے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع ہے کہ خواہی حروف ملفوظہ ہون یا منقوشہ اُنکا سر نام عین مسمّٰی ہوگا یعنے اگر حرف ملفوظی ہے اُسکے اسم ملفوظی کا سر حرف عین مسمی ملفوظی ہوگا۔ اگر حرف منقوشی یعنی مکتوبی ہے اُسکے اسم منقوشی کا سر حرف عین مسمی منقوشی ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رکھین کہ مسروری ملفوظی مقلوبی انہین اسماے حروف کی توزیع ہے نہ حروف من حیث ہی کی اور کتب قواعد مین جو حروف کو خود مقسم بتایا ہے تسامح ہے وہان بھی حیثیت اسمی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ و مقلوب کی ظاہر ہے لیکن ان دو حرفی بارا اسمون کو مسروری کہنے کے تین وجوہ سمجھ مین آتے ہین کیا معنی کہ یا تو وہ منسوب ہے بجانب مسرور بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ ہے سَرَّ بالفتح سے بمعنی ناف بریدن اے وسَرَّ الصبی ناف برید کودک را کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحسب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے چنانچہ اُسکا تعلق جسم والد کے ساتھ مشعر ہے اور ایک شئے زائد بھی چنانچہ جسم والد سے وہ قطع کیا جاتا ہے

قسم اردو بحیثیت اسم نہین

وجہ تسمیہ مسروری دیگر

پس حروف مسروری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع اُن کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارس ایک شے زائد کی طرح گرا بھی دیتے ہین انکے نزدیک یہ امر کچھ انہین اسمائے حروف کی خصوصیات مین سے نہین ہے بلکہ انکے ہان ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہو جایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہین شعر بملازمان سلطان کہ رساند این دعارا ٭ کہ بشکر بادشاہی ننظر مران گدارا ٭ عرفی کہتے ہین شعر اے برزدہ دامن بلارا ٭ سر در پے خویش واد مارا ٭ شعر اول مین دعا اور شعر ثانی مین بلا جنکی اصل دعاء و بلاء الف ممدودہ کے ساتھ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کر کے گدا اور ما کا قافیہ کر دیئے گئے یا وہ ماخوذ ہے سَرَّاءٌ بالفتح والتشدید والمد سے جو کھوکری شے کو عموماً کہتے ہین اور کھوکرے پاس کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے محذوف اور ہمزہ اخیر بحال سمجھا جائیگا لیکن فارسی مین چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑھنے مین کچھ فرق نہین کرتے دونون تقدیر پر یہ اسمای حروف ایک ہی طرح لکھے پڑھے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب مسرور جو مفعول سَرَّ یَسُرُّ سُرُوْرًا کا ہے کیا معنی کہ ان اسمون کو جیسے الف کے ساتھ باتا ثا حا کہتے ہین اُسی طرح امالہ کے ساتھ بے تے ثے حے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونون طرح کی اجازت سے ایک نوع کی تنگی نکلگئی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا مسروری نام رکھنا ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر تقدیر نام ان اسمای حروف کا مسروری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب ہے مگر توجیہ وعلت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزۂ اخیر استعمال نہین کرتے واللہ تعالے شانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہین چند حروف کی باہمی ترکیب سے لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم درپے ہین ورنہ ازروے لغت سُنہ کی پھونک کو بھی لفظ کہہ سکتے ہین۔ پس اب جاننا چاہیئے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع ہے ورنہ مہمل۔ موضوع کی دو قسم ہین مفرد اور مرکب۔

تقسیم لفظ باعتبار وضع

مفردوہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اُسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے نہو جیسے زید عمرو بکر پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شروان شیوا طوس اور ایسی ہی القابی اور علمی ترکیبین نکل گئین اسواسطے کہ اُنکی اصلی وضع ناظم اور شروان شیوا اور طوس کی اپنے جدے جدے معنون پر دال ہے ہان یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے رہا منطقیون کا ایسی ترکیبون کو مفرد کی

تعریف لفظ مفرد

قسم مین درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنون کے ساتھ متعلق ہے۔ اور نحویون کا انہین القاب مرکبہ کو مرکبات مین داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نحویون کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اسطرح نہو جیسے ناظم شروان وغیرہ۔ اور اُس لفظ مفرد بامعنی کو کلمہ کہتے ہین اسکی تین قسم ہین۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔

بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے مین مستقل ہو نہ کسی زمانہ کی قید سے پابگل تو شرف استقلال کی جہت سے اعلےٰ مقام پایا سمو المکانی سے اسم نام پایا اولاً یہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔

جامد ایک جامہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اُس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔

نکرہ ایک غیر معین شئے کا نام ہی جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہین ایک تو اسماے اصوات جن سے جانورون کو بلاوین ہانکین اُٹھاوین بٹھاوین۔ اگر غور کیجیے تو یہ بمنزلۂ اسماے افعال کے معلوم ہوتے ہین اُنکو نکرہ اور معرفہ کیا کہیئے گا یا جن سے جانورون کی آوازون کی حکایت کرین یہ البتہ نکرہ ہین جیسے کوّے کی آواز کو قا کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس سرہ العزیز کے معماسے نقل کیا جاتا ہی

شعر یک بانگ کلاغ و نیم کنجد ✦ نام بت من دران بگنجد ✦ اور قمری کی آواز کی نقل کو کو کی۔ عمر خیام علیہ الرحمۃ کا شعر ہے **شعر** آن قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو ✦ بر گنبد او شہان نہادندی رو ✦ دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ بنشستہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کرین جیسے ترنگا ترنگ وچقاچق کمان اور تیر اور شمشیر کی آواز۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین **شعر** زبیم چقاچق کہ آمد ز تیر ✦ کفن گشت در زیر جوشن حریر ✦ ترنگا ترنگ درخشندہ تیغ ✦ زماہِ در قہا برآوردہ میغ ✦ ترنگ کمانہای بازو شکن ✦ بسے خلق را بردہ از خویشتن ✦ اور یہ ابیات زیب النسا کی اس قسم کی صداؤن سے گونجتی ہین **قطعہ** از صداہاے جہانم چار چیز آمد پسند ✦ قلقل بانگ صراحی چرچر سیخ کباب ✦ مچ مچ بوس و کنار و سرسر شلوار بند ✦ اسیطرح مصیبت مین انسان کا ہاے وائے کرنا خوشی اور تعجب مین واہ واہ کرنا۔

دوسرے اسماے ظروف خواہی وہ زمانی ہون خواہی مکانی۔ اول یعنی زمانی جیسے چون وچوہ گاہ **شعر** گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم ✦ چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیائی ✦ خاقانی رح **شعر**

از دور در فشہا نمائی ٭ گاہے نکنی گرہ کشائی ٭ ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و نشیب و فراز و پیش و پس و زیر و زبر۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا مین فرماتے ہین شعر چپ و راست و پیش و پس زیر و بر زلیخاے بت روے بدسر بسر ٭ اور اسی صورت کا ایک حرف رابط ہوتا ہے جسکو عربی والے جار کہتے ہین بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول مین خواص اسم اُسپر کرتے ہین جیسے مضاف واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی مین یہ بات نہین ہوتی نظامی قدس سرہ فرماتے ہین شعر کہ بسیار ناید برانداکے ٭ یکے برصد آید نہ صد بر یکے ٭ اور خاصۃً ظرف زمانی مین اکنون اور اُسکا مخفف کنون اور نون فردوسی رح شعر ولے اے پسر گاہ آنست نون ٭ کہ سازی یکے چارۂ پُر فسون ٭ اور زمان اور مکان مین مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہین اور ایدر اوسی اِدہر ہندی کے معنون مین ہے مثال ایدر زمانیکی شیواے طوس فردوسی رح کا مشہور شعر ہے شعر بدو گفت ایدر ابی کام تو ٭ نپویم بجز نام تو ٭ یعنی این زمان مثال ایدر مکانی کی فردوسی رح جنگ سہراب و رستم کی داستان مین لکھتے ہین شعر بدو گفت ہومان کہ فرمان شاہ ٭ چنین بد کزایدر نجنبد سپاہ ٭ یعنی ادہر سے۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر گر ایدون در آید فریدون بمن ٭ گرفتار گردد ہمیدون بمن ٭

آیدر زمانی و مکانی

تیسرے اسماے کنایات وہ چند اسم ہین کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چھپا کر بیان کرنا چاہے یا اُس سے پوچھے اُنکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہین کبھی عدد سے کبھی سخن سے۔ اوّل جیسے باہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیون کا ہے اور اسکا مخفف بہمان بالکسر اور بہدان بجاے بہمان کاشیون کا روزمرّہ ہے کہ اُسکو باستار اور امالہ کے ساتھ بیستار بھی کہتے ہین جیسے عربی مین لفظ فلان مستعمل ہے اُستاد رودکی کا شعر ہے شعر اے خواجہ این ہمہ کہ تو بر سیدہی شمار ٭ بادام تر و سنگی و مہمان و باستار ٭ شمس فخری کہتے ہین شعر باوجودت از شہان باستان ٭ چرخ نارد برز بان جز بیستار ٭ غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات مین نکرہ ہین لیکن وقت استعمال بلحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہو جاتے ہین اور یہ ذوالعقول و غیر ذوالعقول ہر دو سے کنایہ ہوتے ہین حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے شعر تو برآورده دست بر بہمان ٭ کہ چرا دست مے برآرد آن ٭ مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہی ہین معنی

اسماے کنایات

باہمان و بہدان و باستار و کابیان

اُستاد المحققین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا متبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ لفظ فلان پر بلا مضائقہ مقدم ہوجاتے ہین چنانچہ امثلہ سے ہویدا ہے عرفی شعر عرفی چہ احتیاج کہ گوید بداستان ٭ کین از فلان مجوے وز بہمان فلان مخواہ ٭ سنائی رحمۃ اللہ علیہ شعر آواز بر آورد کہ اے قوم تن خویش ٭ دوزخ مبرید از پے بہمان و فلان را ٭ انوری شعر در نسبت شاہی تو ہمچو شطرنج ٭ نامست دگر ہیچ چہ بہمان چہ فلان را ٭ علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے شعر نہ چشم چراگہ کند روے ساقی ٭ نہ گوشم بدزدد حدیث نہانی ٭ زمطرب سرود آرزو ہم نخواہم ٭ نگویم فلانی تو یا بہمانی ٭ درویش والاہروی شعر تا بہ براہین ذوالعقول و نجبت ٭ جاے فرود یقین دہند گمان را ٭ زیر نگین تو باد ملک سراسر ٭ زان بکنم عرض بہمان و فلان را ٭ باد بفعل آمدہ زقوہ بعبدت ٭ ہرچہ توان نام سعد کرد قران را ٭ اور ان پر یا کی زیادتی سے فلانی و بہمانی بھی کہدیتے ہین خصوصا فلان کو ہاے مخفی کی زیادتی سے فلانہ بھی کہدیتے ہین مگر بہدان مین یہ دونون زیادتیان مسموع نہین سنجر کاشی شعر بہ تخلص نتوان ہمسری من کردن ٭ چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہمانی ٭ غنیمت رح شعر دلے باید زفیض ناتوانی ٭ جواب چشم بیمار فلانی ٭ امیر خسرو علیہ الرحمۃ شعر صنما بیا کہ خسرو زبراے تست ہر شب ٭ درِ دیدہ باز کردہ کہ فلانہ درآید ٭ شیخ علی نقی شعر شب کہ یک شہر چو من داشت خرابات خراب ٭ بہدان بود و فلان بود نے دانستم ٭ ثانی کنایہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کمیت منفصلہ عددی کی طلب کے لیے استعمال کیا جاوے جیسے چند یہ لفظ اصل مین چہ اور اند سے مرکب ہے اسیواسطے یہ لفظ چند استفہام کے لیے حقیقت اور استخبار کے لیے مجاز سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی مین اند بھی مستعمل ہے۔ مولانا ے روم کا شعر ہے شعر گفتا اراکین ہمہ حلوا بچند ٭ گفت کودک نیم دینارست واند ٭ نظیری کا شعر ہے۔ شعر آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم ٭ تکفیر او بملت ہفتاد و اند کن ٭ اور اندک اسی اند کا مصغر ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد غیر معین کا کنایہ ہے۔ بعضون نے کہا ہے کہ یہ لفظ دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اسکو بضع کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور بعضون نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض پانچ ہون یا تو یا دس ان قلیل مقدارون پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے۔ اور اگر اس عدد

بیان لفظ چند

بیان چند چین و چندان

غیر عین کی قلت و کثرت مین مبالغہ منظور ہو تو بزیادتی حروف مبالغہ یا و نون چندین کہا کرتے ہین مثال ہر دو کی بلفظ و نثر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نثر سے واضح ہے **نثر** گفت این گدائے شوخ چشم مبذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت برانداخت برایند ۔ اور مبالغہ کثرت کی مثالین بہت ہین سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین **شعر** فرو ماندم از شکر چندین کرم ٭ ہمان بہ کہ دست دعا گسترم ٭ **و لہ** عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت ٭ کہ چندین گل اندام در خاک خفت ٭ اور اسیطرح ہ نخست اور نخستین یہان اس مبالغہ سے ابتدائے حقیقی کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجاز اً معنی ابتدائے غیر حقیقی مین مستعمل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعۂ حروف مبالغہ حاصل کیئے گئے ہین الحاق ادات جمع سے بھی حاصل کرتے ہین ۔ سعدی ح فرماتے ہین **شعر** تو در وے ہمان عیب دیدی کہ ہست ٭ زچندان ہنر چشم غفلت ببست ٭ چونکہ یہ دونون لفظ لفظ چند سے ترکیب پاتے ہین تو اُسی کی طرح

نخست و نخستین کا بیان

چند و چندین و چندان استخباری و استفہامی

استفہام و استخبار دونون مین استعمال کیئے جاتے ہین ۔ یعنی جب سوال کے موقع مین واقع ہون استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کم خبر یہ کیطرح استخباری ہین مثال استفہامی کی ظاہر ہی استخباری جیسے اوپر کے اشعار مین از شکر چندین کرم ز چندان ہنر وغیرہ اور فردوسی ح کا یہ شعر بھی اسی معنی مین ہے **شعر** بیاور دچندان زر و خواستہ ٭ ابی آنکہ زو شاہ بدخواستہ ٭ یعنی بہت کچھ زر و مال بغیر طلب بادشہ کے لایا ۔ ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسماے اشارہ آن و این سے مرکب ہو اور ان مین کثرت و قلت کا مبالغہ تعظیمی و تحقیری قرب و بُعد سے لیا گیا ہو اسوقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیئے اور یہ مقدار زمانی ہو یا غیر زمانی یعنی چندان و چندین بمعنی اُسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد جملہ بیانیہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح تر مفہوم ہوتے ہین ۔ نظامی ح **شعر** بہی چہرۂ باغ چندان بود ٭ کہ شمشاد بالا لہ خندان بود ٭ یعنی خوبی چہرۂ باغ کی اُسقدر یعنی اُس زمانہ تک ہوتی ہے کہ الخ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ نہو باعتبار انکی تفہیم و تحقیر کے مبالغہ فی التکثیر والتقلیل سے کنایہ کر لیتے ہین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

تمیز اس کنایہ کی معرفہ نکرہ مقدم موخر مفرد جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہان جمع کم مستعمل ہو موخر التمیز جیسے کہا جاتا ہے آنجا چندمرد بودند ۔ مقدم التمیز سعدی ح **شعر** باعزیزے نشست روزے چند ٭ لاجرم ہمچو او گرامی شد ٭ معرفہ نکرہ مفرد موخر کی مثال ملا نسبتی **شعر** چند عمر م با سر لفش

بسر رفت و ہنوز ۔ چند مشکل حل شدست و چند مشکل ماندہ است ۔ مثال جمع کی انوری **شعر** خیز و از سبی دخان بین و زتاثیر بخار ۔ باد و تن ہر دو کنون چند رسوم عجبست ۔ نظامی **شعر** از پس چند چیز ہای لطیف ۔ واو الحاقیہ ہاے باتشریف ۔ کبھی تمیز کو بقرینۂ مقام حذف بھی کر دیتے ہین نظامی رح **شعر** ہمان خورد کان ناتراش دگر ۔ چنین چند را خاک خار یدسر ۔ اے چند کس را ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تمیز مقدم ہو اور سنو کہ اسکی تمیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے **شعر** چند چند از حکمت یونانیان ۔ حکمت ایمانیان راہم بخوان ۔ بعض مقنین نے رحمہ اللہ تعالے گلستان کے اس شعر کو از تمیزیہ کا شاہد بنایا ہے **شعر** مؤذن بانگ نے ہنگام برداشت ۔ نمے دانست چند از شب گزشت است ۔ میرے نزدیک یہ خطاے فاحش ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر مین لفظ چند محذوف التمیز اور لفظ از تبعیضیہ واقع ہے یعنی چند پاس از پاسہاے شب گزشت ست چنانچہ حضرت نظامی رح فرماتے ہین **شعر** مغنی تو ئی مرغ ساعت شناس ۔ بگو تا ز شب چند رفتست پاس ۔ ورنہ شب سے لفظ از کو جو اظہار للتمیز آیا ہے حذف کیجیے تو مطلب خبط ہو جائیگا ۔ اور اس لفظ چند پر باے زائدہ کا لانا بھی مطلقا جائز ہے ۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے **شعر** فزون تر ز بخل و فزون تر ز ہمت ۔ نشیب و فراز ش بچندین مراتب ۔ اور بمعنی مقدار کے جسکو اردو مین گونہ کہتے ہین خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے **شعر** نورا دگر سپہر صد چندست ۔ مہ شگاف و سپہر ہو بندست اور اسپر جیسے یاے تنکیر و وحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہین یکچند و یکچندے بھی کہا کرتے ہین فردوسی علیہ الرحمۃ شہر بیداد پر رستم کی چڑھائی کرنے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** بہ نخچیر گور و بہی دست برد ۔ از ینگونہ چند خورد و شمرد ۔ مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** آمد الہامش کہ یک چندے بدند ۔ کہ درین غم بر تو منکر میشدند ۔ اور بمعنی تا کے یعنی تعیین زمان کی طلب کے لیئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عرفی کا شعر ہے **شعر** چند زین آتش خسپوش برانگیزی دود ۔ اے بخوش جوہری آئینۂ حسن تو مثل ۔ اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چہ کی طرح اسکو وصلیہ بنا دیتا ہے ۔ نظامی رح کا شعر ہے **شعر** ازان مے کزو شادمانی کنم ۔ اگر چند مستم جوانی کنم ۔ ثالث چنان و چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہین اسیطرح غیر حدیث سے بھی کنایہ کیئے جاتے ہین اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسماے اشارہ آن و این سے مرکب ہے جیسے عرب کذا کہتے ہین ۔ مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رح **شعر** چنین گفت با ہمن اسفندیار

الف صوتیہ

تمیز کا لفظ از کے ساتھ آنا

چندین بر اے زائدہ کا لانا

ثالث چنان و چنین

اگر نشکنی لشکنی کارزار ٭ ظہیر فاریابی شعر گرم سر ذوق گردانی بخدمت ٭ چنان گفتم کہ گفتہ بود واعل ٭ نظامی رح شعر چنان گفتم از ہر چہ دیدم شگفت ٭ کہ دل راہ باور شدن برگرفت ٭ مثال غیر حدیث کی نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر وزیرے چنین شہریارے چنان ٭ جہان چون نگیرد قرارے چنان ٭ ولہ شعر مبین سرور ادر سرافگندگی ٭ چنان شاہ را در چنین بندگی ٭ اور وقت تکرار لفظ جیسے ویسے کے معنون مین بھی مستعمل ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ ورنا توان میزیم ٭ چنان کا فریدی چنان میزیم ٭ یعنے جیسا پیدا کیا ویسا جیتا ہون۔ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہین ص۳۰۲ شعر تو چنین خواہی خدا خواہد چنین ٭ میدہد حق آرزوے منتقین ٭ یعنی تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اقتضاے مشیت ایزدی ہوتا ہے اور اونکے جواب مین کاف بیانیہ کا ہونا واجب ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ تحقیقاً جیسے امثلۂ مذکورہ سے ظاہر ہے اور تقدیراً جیسے تاثیر کا شعر ہے شعر گل چنان بے ثمر بہاے چمن مے پوشد ٭ آنچنان عیب ترا خلق حسن مے پوشد ٭ اے گل چنانکہ الخ۔ اور اگر دوشئے مجہول الحقیقت کا بیان منظور ہوتا ہے چنان وچنین یہ ہر دو لفظ معاً بیان کیئے جاتے ہین شعر اگہ از خویشتن چونیست چنین ٭ چہ خبر دارد از چنان وچنین ٭ اگر ان کنایات توام پر حرف ندا لایا جاوے مفید تحقیر وتذلیل منادا ہوتا ہے جیسے بزبان عوام ہند ایسی تیسی بجاے دشنام بولا جاتا ہے انوری کا شعر ہے شعر بانگ برزد مراخرد کہ خموش ٭ تو کہ باری اے چنان وچنین ٭ اور چنان چون بجاے چنانچہ وچنانکہ مستعمل ہو نظامی رح شعر ہمین را برافروخت از گرد خیل ٭ چنان چون ادیم ہمین از سہیل ٭ فردوسی رح شعر بر خویش بر تخت بنشاختش ٭ چنان چون سزا بود بنواختش۔ چوتھے اسماے اعداد ہین کہ جنسے چندگی آحاد اشیا کی بیان ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے لفظ چند کے ساتھ مثلاً سوال کرین جیسے پوچھین در انجا چند کس بودند تو جواب مین جتنی اکائیان مسئول عنہ کی ہین بیان ہو جائین۔ مثلاً جواب مین یک یا دو یا پنج کس بودند فرماوین معلوم ہو جائے گا کہ پانچ اکائیان ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک اور دو بھی اسماے اعداد سے ہین۔ گو کہ بعض حسّاب نے ان ہر دو کو اور بعض نے فقط ایک کو اعداد مین نہین گنا ہے یہ بات خلاف تحقیق ہے حالانکہ دو اور ایک تو کیا صفر بھی عدد ہے بلکہ محققین کے نزدیک صفر در میان

ان کنایات کا ذوام شرط نہین بلکہ بحسب حال بالتحقیق کے لیئے استعمال ہوتے ہین

ان کنایات توام پر حرف ندا کا لانا یا ان کا مفید تحقیر وتذلیل منادا ہونا بحسب تحقیر کے ہوتا ہے

بیان اسماے اعداد

دو غیر متناہی سلسلۂ اعداد کے ایک واسطہ ہے جو کہ ہم صفر کے اوپر کی جانب کے سلسلہ کو سلسلہ اعداد مثبتہ اور نیچے کی جانب کے سلسلہ کو سلسلۂ اعداد منفیہ کہتے ہین - کیا تماشے کی بات ہے کہ پاؤ آدھ پونہ بالاتفاق عدد بنجاوین ایک اور دو عدد نہونے پاوین پس اُسکی تعریف بھی تعاریف مشہورہ کے سوائے ہونی چاہیئے - چنانچہ میرے اُستاد حضرت ابوالخیرات سید احمد صاحب دہلوی جو بڑے عالم متبحر محقق ممہر تھے اپنے اُستاد رحمہا اللہ تعالےٰ سے یون نقل فرماتے ہین - عدد ایک کمیت منفصلہ ہے جو بولی جاتی ہے ایک پر اور جو ایک سے حاصل ہو اُسپر اور حصول اُسکا یا تو تکسیر سے یا تکرار سے یا زیادت سے یا نقصان سے ہو پس اس تعریف مین ایک بھی شامل ہوگیا اور تکسیر کی قید سے پاؤ آدھ پونہ داخل ہوگیا تکرار کی قید سے دو چار آٹھ اور اُسکی امثال زیادتی کی قید سے تین پانچ سات گیارہ اور اُسکی امثال نقصان کی قید سے صفر اور اعداد منفیہ داخل ہو گئے -

جاننا چاہیئے کہ فارسی مین اصول اعداد عربی کے طریقہ پر بارہ پر منحصر نہین بلکہ یہ ہم مسلک اہل ہند کے ہین اور یہ فرسنداجیون کے وضع کردہ اُصول ہین - فرسنداج مہ آباد کی شریعت کا نام ہے - مہ آباد بزعم آتش پرستانِ ایران ایران کے پہلے پیغمبرون سے ہے اُس کی امت کا فرسنداج کیشانِ نام کرتے ہین کتاب آسمانی دنامہ یزدانی اُن کے زعم کے مطابق جو اُسپر نازل ہوئی اُسکو آبادنامہ اور دساتیر کہتے ہین اور انہین فرسنداج کیشون کے ہان اصول اعداد کے دو سلسلے ہین تفصیل اُسکی اس جدول مرقومۂ ذیل سے واضح ہے -

جدول اصول اعداد کے ہر دو سلسلے

عرف فرسنداج کیشان		سلسلہ اول	سلسلہ دوم
عرف ہندیان			
	اظہار نسبت		
	اسماے اصول		
	اظہار نسبت		
	اسماے اصول		

تعریف العدد علی رائے المحققین ۱۲ اصول اعداد ۱۲ فرسنداجیون کے اصول اعداد کے ہر دو سلسلے ۱۲

اور اُن کے رعشم کے موافق مہ آبادیون کی سلطنت صدزاد سال قائم رہی اور وہ بھی اسطرح کہ سال اُنکا مطابق سال متعارف کے نہین بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورۂ کامل ستارہ بلند کوکب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف مین پورا ہوتا ہے غرض سیارۂ بلند ایوان کیوان کے دورۂ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صدزاد سال زمانۂ قیام سلطنت مہ آبادیان بتلاتے ہین اسیطرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد مین سے ہے جسکو دری زبان مین ده ہزار سے تعبیر کرتے ہین یعنی اُسکی اظہار نسبت ده ہزار سے کیجاتی ہے سعدی رح فرماتے ہین شعر هنوزت سپاس اند کے گفته اند ٭ زبیور هزاران یکے گفته اند ٭ اور چونکہ ضحاک کے اصطبل مین دس ہزار گھوڑا خاص بزین ولجام تیار دوام رہتا تھا اُسکا بیور اسپ لقب کرتے تھے ۔ فردوسی رح آغاز داستان ضحاک مین لکھتے ہین شعر جہان جوے را نام ضحاک بود ٭ دلیر و سبک ساز و ناپاک بود ٭ همان بیور اسپش همی خواندند ٭ چنین نام بر پہلوی راندند ٭ لیکن ان اصول اعداد نے شہرت رواجی نہین پائی جس سے زبان استعمال پر نہین چڑہے ۔ چنانچہ خود فردوسی کو اُس زمانہ مین فارسی زبانون کے لیئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اُس شعر کے خود کہتے ہین شعر کجا بیور از پہلوانی شمار ٭ بود در زبان دری ده هزار ٭ زاسپان تازی بزرین ستام ٭ در ابود بیور چو برد ند نام ٭ اصول اعداد کی تقریب پر بعض شارحین کاملین نکتۂ رسالہ عبدالواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہون نے لک و کرور کو اصول اعداد فارسی مین شمار کیا ہے حالانکہ ہندیان فارسی نگار نے اپنے معاملات روزمرہ مین حساب کتاب کے وقت سہولت فہم کے لیئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لیئے اور محمد قاسم فرشتہ نے جو اپنی تاریخ مین اسی قسم کے الفاظ برتے ہین اور طغرائی مشہدی نے آشوبنامہ مین رودکی شاعر کی مدح مین یہ جو لکھا ہے نثر تا آخر حرکات رقاص قلم صوت چندین لک شعر برلب خواند ہ گر داشت یہ سب اسی پر محمول ہین گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہانکے رواج نے اُن پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک و عرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہوگئے ہندیون کے اختلاطات الفاظ ہندیہ داخل ہوگئے ۔ سنائی رحمہ اللہ تعالی شعر نہ دران دیدۂ قطرۂ پانی عرفی کا شعر ہے ۔ شعر آن باد کہ در ہند گراید جگر آید ٭ سالک کا شعر ہے شعر سیر گشتم

زکھچری ایام ٭ ہوس خوان سیم وزر نگنم ٭ ملا محسن تاثیر گو کہ وارد ہندوستان نہین ہوئے مگر یاران ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار مین الفاظ ہندیہ کا رنگ جماتے ہین **شعر** دگر از شیوہاے راگ رنگش ٭ برقص آرد فلک را ساز چنگش ٭ طغرا **شعر** زپوشیدن آن نگارختن ٭ شدہ پرنیان چیت مچلی پتن ٭ اسے چھینٹ مچھلی پٹن۔ غرض مین نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لیئے حسن تقریب پایا اپنے اجبہ کی فرمانبری مین جو بارہا خواہش کر چکے تھے قلم اُٹھایا سنہ التوفیق وبیدہ ازمتہ التحقیق ٭

نکتہ اختیار بست وہشت حرف در کلام عرب کہ استیفاے اقسام اعداد ازمفردات ومرکبات امتزاجیہ وغیر امتزاجیہ باشد اقتضاے آن میکند کہ ہمگی سی حرف باشند لیکن عوض دو عقد حائل ضروری کہ بست وسی باشد دور اکم کردند

جاننا چاہیئے کہ **نکتہ** بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا اُنگلی سے زمین کریدنے کو کہتے ہین چونکہ یہ فعل اکثر فکر وسوچ مین آدمی سے وقوع پاتا ہے کنایہ فکر سے ہوجاتا ہے جیسے کہتے ہین يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ اَیْ مُتَفَكِّرًا فِيْ اَمْرِهٖ نکتہ بالضم اسیکا اثر ونشان ہے منتخب مین ہے نکتہ بالضم نشانۂ سر انگشت یا سر چوب کہ بر زمین زنند چونکہ سخن باریک وکلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر ونتیجہ ہوتا ہے اسکو نکتہ کہنے لگے اور یہان انہین معنی مصطلحہ مین مستعمل ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولی ہی ہے کہ مابعد سے مضاف بنایا جاوے ورنہ درصورت عدم اضافت مثل باب وفصل بقطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر اور اسکے سر سے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لیئے موجود ہے اور مخزن کی راہ سے یہ خرابی جدی رہیگی کہ جب اختیار خود مبتدا اور اقتضا اُسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس بننے کو مقتضی ہے حاصل اس کلام کا ہوا سو یہ ظاہر البطلان ہے درصورت اضافت یہ خرابی نہوگی کسواسطے کہ اضافت مین تقئید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتۂ اختیار بست وہشت حرف موصوف اور جملہ فعلیہ کہ استیفاے اقسام اعداد ازمفردات ومرکبات امتزاجی وغیر امتزاجی باشد اُسکی صفت چونکہ صفت جملہ فعلیہ واقع ہے صفت کو اُسکی اصل پر لانے کے لیئے جو افراد ہے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت ملکر مبتدا ہوا اقتضاے آن میکند کہ ہمگی سی حرف باشند اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب مین اٹھائیس حرف اختیار کرنیکا نکتہ جو اسماے اعداد کی تمامی قسمون کو ملحوظ رکھکر ہوا ہے کل تیس حرف

اسماے اعداد مفردہ ۱۱

وضع کیے جانے کو مقتضی ہے اسواسطے کہ اسمای اعداد جو اس اختیار کے مقیس علیہ ہین ایک تو مفردات کی قسم سے ہین یہ وہ اسم ہین کہ جنکے لفظ مین کوئی ترکیب نہو وہ کل اصول اعداد احد سے لیکر عشر تک اور مائۃ والف جنکا مجموعہ بارہ ہے اور کل عقود ثمانیہ عشرون ثلثون اربعون خمسون ستون سبعون ثمانون تسعون عربی مین کل یہ بیس اسم مفرد ہین باقی سب مرکبات سو وہ دو قسم کے ہین۔ امتزاجیہ کہ جنکی ترکیب بکمال خلط کی وجہ سے ایسے معرض خفا مین آگئی کہ وہ اسم مرکب ظاہر مین کلمۂ واحد معلوم ہونے لگا یہ نو اسم ہین احدعشر اثناعشر ثلثۃعشر اربعۃعشر خمسۃعشر ستۃعشر سبعۃعشر ثمانیۃعشر تسعۃعشر اور غیر امتزاجی کہ جنکی ترکیب کھلی کھلی ہو کوئی آمیزش اُسکے اجزا مین ایسی نہو کہ ظاہر نظر اُسکو دریافت نکر سکے اور وہ سوائے ان دو قسمونکے جنکا ذکر ہوچکا ہے انتہا ہین احد وعشرون اثنان وعشرون ثلثۃ وعشرون وغیرہ پس اب استیفا اقسام کا اسطرح پر ہوا کہ دس تک کے مفردات اور احدعشر سے تسعۃ عشر تک امتزاجی مرکبات اور احد وعشرون سے تسعۃ وعشرون تک غیر امتزاجی مرکبات چونکہ عشرون وثلثون بھی اسی سلسلہ مین پڑے ہوئے ہین انہین کے ساتھ شمار کرلیا اس مین اسمائے اعداد کی ہر قسم مفردات ومرکبات امتزاجیہ وغیر امتزاجیہ کی موجود ہے۔ استیعاب واستیفاے اقسام بخوبی متحقق ہے اور یہ دو عقد حائل عشرون وثلثون جنکی حیلولت سلسلۂ اعداد مین ضروری اور ناگزیر ہے سو بوجہ اشتراک اسمی اُن دو عقدین حائلین کے جو دو نقطے تقاطع منطقۃ البروج کے ہین جنکو راس وذنب اور جوزہر بھی کہتے ہین بوجہ اُنکے گوزہر ہونے کے شمار اعداد مطلوبہ سے گرادئے گئے کسواسطے کہ منجمین کے نزدیک حیلولت اُن دو عقدون کی منحوس ہے پس دو عقد یعنی عشرون وثلثون کو ساقط کرنے کے بعد اٹھائیس اسم باقی رہ گئے جس سے مقیس ومقیس علیہ مین باہم مطابقت تامہ حاصل ہوگئی اور سلسلہ حروف کو اٹھائیس پر ٹھہرانا علے مذہب المحققین ہے جو ہمزہ اور الف کو اور حروف علت کیطرح متحرک وساکن مانتے ہین یعنی ہمزہ اور الف کو ایک ہی شے جانتے ہین ورنہ سلسلہ حروف کا اُنتیس پر جا ٹھہریگا۔ لیکن اس لیکن پر دو شبہے ہین اول تو یہ کہ ہر دو عدد عشرون وثلثون حائل نہین ہین اور حیلولت فقط ایک عدد عشرون مین ہے اور عقد ثلثون منتہی پر واقع ہے اور اسکے مابعد کے باقی سلسلہ غیر امتزاجیہ کا اعتبار جس سے ثلثون کو حیلولت حقیقیہ حاصل ہو خلاف مقصود ہے ساقط ہے ان بات بنانے کے لیے اتنا جواب دے سکتے ہین کہ یہان حیلولت سے فقط اجتماع مراد ہے اور نکات شاعرانہ مین اسقدر

مناسبت اور اشتراک لفظی و مشارکت اسمی کافی ہوجاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون و ثلثون کو عقود مین شمار کیا عشرہ کو جو وہ بھی مقام متناسب عقود مین واقع ہے اور اُسکی حقیقت بھی عقد بننے کو پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اُسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیلولت بھی اُس مین متحقق ہے عقود مین شمار نکیا یہان اسطرح عذر کرسکتے ہین کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور حد سلسلۂ مفردات پر واقع ہونے سے اُسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کردیا لیکن باوجود ان تمام معذرتون کے کلام ضعف سے خالی نہین کاش مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصول اعداد ہین اور نو مرکبات امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات لے نہایت تھے اور احصاے لانتاہی محال تھا تو اُن مین سے ایک کو جو اُنے درجہ ہے لے لیا جنکا مجموعہ (بحساب ۲۰+۹+۱)=تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی کل قسمون کو نظر کرین جو مقیس علیہ حرف ہین تو حرف بھی تیس ہونے چاہئین لیکن دو عدد دس اور بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی و غیر امتزاجی کے درمیان حائل ہین بمشابہت دو عقد حائل راس و ذنب جو باعتقاد بنے بنیاد پنجمین منحوس ہین الگ کردیا تو کل اٹھائیس رہ گئے اور عشرہ کا اپنی ذات مین شرکت مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلۂ تعداد مفردات مین واقع ہونا اُسکے عقد بننے کے لیئے مانع نہین کسواسطے کہ حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لیئے ایک اُنگلی کا اشارہ کیا اور دو کے لیئے دو اُنگلیونکا جب دسون اُنگلیان پوری ہوگئین رک گیا اب گیارہ کے لیئے ایکمرتبہ دسون اُنگلیان کھول کر دونون کھلے ہوئے پنجون سے اشارہ ایک بار کرکر پھر مٹھیان بندکرکے ایک اُنگلی کھولے گا اسیطرح بیس کے لیئے کھلے ہوئے دونون پنجون سے دومرتبہ اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے کہ دس ایکبار کل اُنگلیونکے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دوبار تیس تین بار تو بیس اور تیس کو عقد کہین دس کو نہ کہین اسکی کوئی وجہ نشفی بخش نظر نہین آتی لیکن ان ہر دو صورتون مین اتنا شبہ قوی رہیگا کہ اسامی اعداد از قبیل لفظ ہین جو مرکب حروف سے ہے مہذا ان اسمون کو مقیس علیہ حروف قرار دیا عقل چکر مین مہرۂ تاویل شش در مین ہے کہ اسامی اعداد بوجہ مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے مقدم بالذات ہونے چاہئین اور اسامی اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حرف ہونیکی وجہ سے تقدم ذاتی و طبعی حروف کو مقتضی ہے درحقیقت یون ہی ہے کسواسطے کہ مرکب کا اپنے اجزا سے حیثیت ترکیب مین موخر ہونا ضروری ہے پس اسمین دور اور تقدم الشیٔ علی نفسہ لازم آیا اسلیئے کہ حرف موقوف

ہوئے اسمای اعداد پر اسمای اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے خود حروف کے اسم و مسمیات پر وہی شبہہ کہ حرف اول مثلاً الف کے لیئے جب اسم وضع ہوا اور وہ اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جو ابھی معرض وضع مین نہین آئے معہذا خود اُس حرف سے مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت در پیش ہے تو یہان بھی دور اور تقدم الشے علے نفسہ لازم آیا پیش نہین چلتا اسواسطے کہ ہمنے پہلے ہی دستورنامہ کے حروف کی تحقیق مین عرض کر دیا ہے کہ جب آواز کیف بکیفیات ارلج زیری بمی پیچاک گُنگی ہوئی تو اس عارض مع معروض کا نام حرف ہوا مثلاً اَحَدَ کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اور کل کے کل حروف کی وضع اسدرجہ مین بسیط ہے اور بعد وضع جمیع حروف مبسوطہ فہم و تفہیم کے تیسیر کے لیئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا خیال اعدہ یادداشت کے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جزو اول عین مسمی کو رکھدیا تا منزل اول مین کوئی دقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بنجائے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس بر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلۂ حروف ہجا بھی مثل سلسلۂ اعداد کے زبان پر روان ہوتے ہین جیسے احد اثنان و ثلث دارلج و خمس دست و سبع وغیرہ اور الف با تا ثا جیم حا خا دال ذال وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمای اعداد منقسم بسہ قسم ہین ویسے ہی اسمای حروف منقسم بسہ قسم ہین یعنی مسروری و ملفوظی و مقلوبی اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ حروف کو جو ان تین قسمون پر منقسم کرتے ہین من حیث الاسم کرتے ہین ورنہ اپنی ذات مین یعنی من حیث ہو ان سب توزیعات سے مبرا ہین یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے مسمیات اور اسما کے منقسم بسہ قسم ہین فتامل انشاءاللہ تعالے اسکا بیان عنقریب آوے گا۔

وتنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد بجہت اشعارست برین کہ مسمیات این اسما از قسم اول ست و اسامی از قبیل ثانی و ثالث

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد مبتدا بجہت اشعارست برین الخ خبر یعنی استیفای اقسام اسمای اعداد پر متنبہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لیئے ہے کہ مسمیات جو ذوات مبسوطۂ مفردہ ان اسمونکے ہین اسمای اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہین اور انکے اسمون کا حال اسمای اعداد مرکبات کا سا ہے

کہ جنکی ترکیب از قبیل امتزاج وغیر امتزاج واقع ہے جیسے مسروری بوجہ بریدگی وحذف حرف ثالث یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف وعامہ مشابہت احد عشر سے رکھتے ہین کسواسطے کہ یہان بھی عاطفہ محذوف ہے اور باقی دونون قسم یعنی ملفوظی ومقلوبی غیر امتزاجی کے مشابہ ہین یا عطیہ کہ مقلوبی جیسے میم ونون وواو بوجہ وحدت اول واخیر کے سرتاپا ایک ہوکر مرکب امتزاجی بنگیا باقی اسمای حروف لی ترکیب غیر امتزاجی رہیگی یا عطیہ کہ دال ذال رازا واو اپنے باہمی انفصال تام کی وجہ سے امتزاج سے دور غیر امتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسمون نے امتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسمون کا جزو اول یا اخیر منفصل رہگیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزا کے مرکب امتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین اس اختلاف تعلق عاطفہ پر مشعر ہے یا عطیہ کہ کل مسمیات از قسم مفردات ہین اور اسامی حروف باعتبار اپنی حقیقت کے مرکب ہین یعنی ہر ایک اسم دو جزو زبر وبینات سے مرکب ہے لیکن بعض اسمون زبر وبینات باہم متصل مثل شئے واحد کے ہین جیسے باتا ثا جیم صاد اور بعض اسمون مین منفصل جیسے الف دال ذال تو اول کو مرکب امتزاجی ثانی کو غیر امتزاجی کہنا مناسبت تمام رکھتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا حروف کے اسماو مسمیات پر مشعر ہو نہین سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہین تو وہ باعتبار ضرورت مثبتہ کل تیس ہین یا باعتبار حقیقت بے انتہا ہین اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہین تو وہ اٹھائیس ہین اور کل حروف اٹھائیس اور اتنے ہی اُنکے اسم جنکا مجموعہ چھبیس ہوا پس باوجود اسقدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم واز قبیل کے تقریبی وتخمینی الفاظ اس رخنہ کو بند نہین کر سکتے۔ ہان اگر مصنف محقق رحمہ اللہ تعالی فقط ذوات حروف کو لیتے جو تیس اقسام اعداد ہین اور وجہ قیاس بھی اول الذکر پھر انہین ذوات حروف مین باعتبار اُنکی حقیقت کے بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان مین مفرد محض ہین جیسے ہ جو فقط سینے سے ہوا کے اُگھڑنے کی کیفیت کو بتلا رہا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب مین بعض ایسی ہین جو فقط مخارج کے دو جزو کے قرع وقلع سے پیدا ہو جاتے ہین جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہین جن مین مع قرع وقلع کے شے ثالث کو بھی گونہ دخل ہے جیسے ہ یہان وہی تصادم شفتین ہے جو ب مین تھا مگر مع اسکے ہوای خیشوم کو غنیت کے لیئے اس مین ایک جدا دخل ہے اسیواسطے میم کو نون اور بے کی

الفصل الثانی فی بیان الحروف

تنبیہ اس طور پر ادا کیا جاے خالی از تنبیہ

قوت مین سمجھتے ہین چنانچہ دُم اور دُنب دونون مستعمل ہین شعر بود دست خرے کہ دُم نبود ش ٭ روزے غم نے دمی فزود ش ٭ سعدی رح مصرعہ میان بیند و چو مروان بگیرد نب حرش ٭ پس اول کو مشابہ مرکب امتزاجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر امتزاجی سمجھین یا فقط عط اسامی حروف مین باعتبار جوڑ توڑ اُن اسامی کی تنبیہ کا اجرا کرتے کیا معنی کہ کسیکو مفرد کسیکو مرکب امتزاجی کسیکو مرکب غیر امتزاجی قرار دیتے مثلاً با تا ثا جیم حا خا سین شین طا ظا عین غین فا میم ہا یا کو جو ایک ذات اور ایک جوڑ ہے مفردات عددیہ احد اثنان ثلث اربع کا مقیس بناتے اور جنکے دو جوڑ ہین خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے اتصال نہو جیسے الف را زا صاد ضاد قاف کاف لام نون کو مرکبات امتزاجیہ احد عشر اثنا عشر ثلثہ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہین مثلاً دال ذال واو کو مرکبات غیر امتزاجیہ احد عشرون اثنان وعشرون کا مقیس بناتے یا باعتبار حساب جمل کسیکو مفرد کسیکو مرکب امتزاجی کسیکو مرکب غیر امتزاجی محسوب کرتے مثلاً با حا طا میم ہا باعتبار حساب جمل مفرد ہین اور واو یا مرکب مزجی اور جیم دال صاد لام وغیرہ مرکبات غیر امتزاجیہ اور مطابقت مقیس و مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضروری نہین اسیقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر ہو جاوے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ٭

آحاد ہر سہ مطلب ان کمیتونکے متصل جو تنکم ہے یعنی معدود حقیقۃً یا حکماً مذکور ہو وہ اُنکی تمیز کہلاتی ہے حقیقۃً عط جیسے پنج مرد پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم تھا معلوم نہین کہ پانچ اور پندرہ مرد ہین یا عورتین آدمی ہین یا جانور درخت ہین یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور حکماً عط جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بود ند جواب مین فقط پنج کہدیا جاوے بقرینہ سوالیہ حکم مین ذکر کے ہوگا۔ اور یہان اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب مین اُسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیئے یا اُس سے خص اُس سے اعم کو تمیز ڈالنا بالکل باطل ہے کہ تحصیل حاصل لاطائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیون کو دیکھا لیکن نہین معلوم کہ وہ مرد ہین یا عورتین تو ایسے شخص کے جواب مین تمیز بھی اُسی درجہ کی بیان کرنی چاہیئے جیسے پنج مرد یہان پنج کس کہنا جائز نہوگا اسیطرح سے اگر اُسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار شے ہین لیکن آدمی ہین یا جانور تمیز نہین کر سکتا اُسکے جواب مین پنج کس کہسکتے ہین اور خاص چونکہ عام سے خالی نہین ہوتا اس سے

اخص کو بھی جواب مین بیان کر سکتے ہین جیسے اسی کے جواب مین بجاے پنج کس پنج مرد کہدیا جاے
تو خاص مین جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اسی درجہ کی غیر مترقبہ تمیز حاصل ہوگی
اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ فارسی مین تمیزان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دو جہان
چہار یار پنج گنج شش جہت ہفت پیکر ہشت بہشت نہ کرسی دوازدہ امام نظامی رح شعر رفتی ز سرای
عرش والا ۔ ہفتاد ہزار پردہ بالا ۔ ولہ اے شش جہت از تو خیرہ ماندہ ۔ بر ہفت فلک براق راندہ ۔
ولہ در خانۂ دین بہ پنج بنیاد ۔ بستی در صد ہزار بیداد ۔ ولہ یک عہد کن این دو بیوفارا ۔ یک دست بکن
چہار پارا ۔ ولہ بنوشتہ بخط خوب خویشم ۔ دہ پانزدہ سطر نغز پیشم ۔ گلستان مین ہے چنانکہ میدانم درین شہر
دو صد زاہد ست اور سند مجموع کی حسان عجم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر این بام نگر بچشم ابدال
باز یچۂ صد ہزار اطفال ۔ ولہ اندر برش از سر فضائل ۔ ہر چار کتب شدہ حمائل ۔ ولہ در دعوت انس ہفت
مردان ۔ برزادیہاے کوہ لبنان ۔ ولہ او شمس وحظیرہ مغرب پاک ۔ نہ حجرۂ خاک او نہ افلاک ۔ اور
اسکی تمیز اور عدد ہر دو کو بصیغۂ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی معنوی کا شعر ہے شعر سالہا پرم زپرّ و بالہا
سالہا چہ بود ہزاران سالہا ۔ اور تمیز کا اپنے اسمای اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے
باب اول کی چوتھی حکایت مین ہے نثر سال دو برین برآمد طائفہ اوباش محلت در و پیوستند ۔ فردوسی
علیہ الرحمہ کا ہجو مین مشہور شعر ہے شعر بسے رنج بردم درین سال سی ۔ عجم زندہ کردم بدین پارسی
اسے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرماتے ہین شعر چو سی سال بردم بشہ نامہ رنج ۔ کہ شاہم بنجشد
بپاداش گنج ۔ اور جس طرح یک یا دو یا چار یا اسی طرح کے قلیل مقدار عددون سے قلت کے معنی حاصل
کرتے ہین اُن سے کوئی تحدید و تعیین عدد مذکور مطلوب نہین ہوتی جیسے نظامی رح شعر چہ بندی دل
خود بران ملک و مال ۔ کہ ہستش یکی رنج و بیشی وبال ۔ اے کمی آن رنج و زیادتی آن وبال ست
اسیطرح صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد وغیرہ مطلق کثرت کے لیے مستعمل ہوتے ہین بلا قصد تعیین عدد
نظامی رح شعر سکندر بدو گفت یک تیغ تیز ۔ کند چرم صد گاو را ریز ریز ۔ اے چرم بسیار گاوان ولہ
شعر جوابش چنان داد خاقان چین ۔ کہ اے در خور صد ہزار آفرین ۔ اے بسیار آفرین ۔
اور اسیطرح اس مشہور الحاقیہ شعر مین شعر ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ۔ ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام ۔
بعض مثبتین تناسخ نے اس شعر مین ہمپر حجت در بارہ تناسخ پیش کی ہے حالانکہ ہمارے اصول دین

مین جو قرآن مجید وسنت نبی حمید ہے صلے اللہ علیہ وسلم اسکا ابطال صاف ہے اب اگر کسی بزرگ کا کلام بظاہر مخالف نظر آئے بتاویل شایستہ اصول دین پر منطبق کرنا انصاف ہے نہ اسکا عکس ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ عُرِضَ عَلَیْہِ مَقْعَدُہٗ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَمِنْ اَھْلِ النَّارِ یُقَالُ ھٰذَا مَقْعَدُکَ حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ خصوصاً حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اس اعتقاد کا سبطل ہے توضرور قائل کو اس قول کے ان الفاظ مستعارہ سے ایسے معانی مادّلہ مقصود ہونگے جو ذرا بھی اپنے اصول دین سے منحرف نہونگے کیا معنی کہ ہفصد وہفتاد سے محض کثرت مراد ہے اور کثرت قالب دیدن سے ایما ہے جانب تجدد امثال جسکے صوفیاے کرام قائل ہین یا اشارہ اس امر کا ہے کہ عالم جمادات وعالم نباتات کے سیکڑون مرحلے طے کرتے نطفہ بنکر پشت آبا مین آئے پھر شکم امہات مین اور یہان بھی بحکم ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظَامًا فَکَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اتنے رنگ دیکھے یا اُس جوگی کے قصہ کی جانب رمز ہے کہ کسی پر عاشق ہو رضاے معشوق کی خاطر کتنے بھیس مین اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اگر یہ تاویل نہ کیجاے بلکہ قالب سے یہی کالبد بدن لیا جاے پھر بھی تناسخ اس شعر مین نہین ثابت ہوتا کیا معنی کہ جب تغیر قالب مین تاویل جائز نہین رکھی گئی تو ہفصد وہفتاد مین بھی تاویل کرنی نہین چاہیئے بلکہ وہی عدد معین ومحدود مقصود ہوگا اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بحسب اصول قائلین تناسخ ہر ایک روح انادی ہے بوجہ اپنی ازلیت وقدامت ذاتیہ کے خداے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اُسکو آزادی ہے تو یہ بات کیسی ظاہر البطلان ہے کہ وہ اس ہفصد وہفتاد کی تنگ قید مین پابجولان ہے کسواسطے کہ جو شے ازلی وقدیم ہوگی ہفصد وہفتاد مین کسطرح محدود ومحصور ہوگی بلکہ ہر عدد خاص کے دائرہ تحدید وحصر سے غیر متناہی مقدار دور ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسماے اعداد دو قسم پر ہین یک سے تادہ اور کل عقود صد تک اور صد اور ہزار اخیر تک باعتبار ہر دو سلسلۂ مذکورۂ فرسندا جیان چہبیس یا انتیس اسم مفرد ہین باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہین یازدہ سے بست تک مرکب امتزاجی کہلاتے ہین کسواسطے کہ انکے اجزا مین ایسا اختلاط پیدا ہوگیا ہے کہ ظاہر بینون کو تمیز بین ہو نہین سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی ایک تودہ کہ بواسطۂ حرف عطف ترکیب پاے جیسے بست ویک سی ودو وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جمعی

مرتبہ ہندسہ ہندی کے اسماے اعداد کے اقسام

نام ہے۔ دوسرے وہ کہ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے سہ صد و صد ہزار و سہ صد ہزار اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے۔ لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کسواسطے کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تمیز ممیز واقع ہونے کی صورت مین ہوتی ہے جیسے امثلۂ مذکورہ سے ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی اُنکے ماورا بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج مرد ہزار اسپ یہان ترکیب تعدادی ہے ضربی نہین سہ صد مین ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہین اور واضح رہے کہ عربی مین فقط ایک حرف عطف کے فاصلے نہونے سے اسمائی اعداد کی امتزاجیہ ترکیب بنجاتی ہے لیکن عجمیون نے امتزاج مین اس کے کفایت نہین کی کہین درمیان دونون جزون کے فقط ایک دعامہ جسکو پرکن کہنا چاہیئے الف وزا کو بڑہا دیا جیسے دوازدہ کہین حرف اصلی کو اُس مین سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہین ان دونون تصرفون کو جمع کر دیا جیسے یازدہ کہین ان دونون قاعدون مین سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدیل بھی اول یعنی تبدیل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازدہ ثانی یعنی تبدیل مع حذف جیسے ہژدہ کہ مشددہ اُسکی اصل ہے بعد حذف تاشین کو ژاے فارسی سے بدلدیا اور ابدال ژا کا شین معجمہ سے رائج ہے جیسے دش دژ بالضم بمعنی زشت کہین صرف حروف دعامہ مین تعلیل کرتے ہین جیسے سیزدہ کے الف کو بجہت کسرہ ماقبل یا سے بدلدیتے ہین اور ہاے مختفی فقط اظہار حرکت اور اتمام کلمہ کے لیئے ہوتی ہے اُسکا لحاظ نہین کرتے مثلاکہ وجہ پرست لگایئے تو الف کو بوجہ کسرۂ ماقبل یا سے بدلکر کیست وچیست کہیئے گا کہین تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہین جیسے پانزدہ شانزدہ اول سے نون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کرکے دعامہ کے بیچ مین ایک نون زیادہ کر دیا اور یہ نون اکثر زیادتیون مین مستعمل ہے جیسے زندمین جو مضارع ہے زدن کا بعض محققین کی راے مین خوابیدہ کا نون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح شعر درین رہ چون خوابیدہ بسے ست ۔ نیارد کسے یاد کا بنجا کسے ست ۔ اسکی تحقیق بسطکے ساتھ بیان مصدر مین کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ کہین عربونکے قدم بقدم چلتے ہین جیسے چہاردہ اور یہ اسمای اعداد خواہی مفرد ہون خواہی مرکب ان پر سیم ماقبل مضموم کا زیادہ کرنا تعیین محل پیدا کرتا ہے اور اُس مین معنی فاعلیت پیدا ہو جاتے ہین جیسے یکم دوم سوم چہارم وچہاردہم وبست وچہارم یعنی چیزیکہ قائم ست باو وحدت واثنینیت وثلثیت وغیرہ لیکن بوجہ ثقالت توالی ضمات دوم کی میم فتح ماقبل کے ساتھ اکثر مستعمل ہے جیسے

تعریف ترکیب تعدادی وضربی کا بیان اور ان مین باہمی نسبت

تعریف ترکیب آمیزشی اعداد

اول سے آخر تک جو حرف ہو وہ حرف شانزدہ کی طرح ہے لیکن اصل سے بھی بجائے دو حرف ثانی کے ایک حرف کر دیا گیا اور ایک حرف دعامہ کے بیچ مین بڑہکر پانزدہ وشانزدہ بنجانے لگے واللہ اعلم بالصواب

غالب دہلوی کا شعر ہے شعر بالجملہ دگر باخودم از خویش حدیثے ست ٭ کز صدق وصفا مایہ دہد صبح دوم را ٭ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہین ۲۲۸ شعر او گمان بردہ کہ این دم خفتہ ام ٭ نے خبر زان کو ست در خواب دوم ٭ کبھی ماقبل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت اول شب رازدہ بر صبح دوم ٭ ابر دت چشم سیہ کردہ بخون مردم ٭ مولوی معنوی رح ۲۸۶ شعر زیر آن باملن یکے بطن سوم ٭ کہ در و گرد و خرد ہا جملہ گم ٭ کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہین ملا منیر بخاری کا شعر ہے شعر چون در شش محرم زاد آن شہ مکرم ٭ تا بسنج مولدش ہم آمد شش محرم ٭ اے در شش محرم۔

جاننا چاہیئے کہ دو اور سہ ہین دو اور سہ ہا فقط اتمام حرکت و استقلالیت کلمہ کے لیئے لائی گئی ہے اصل ان دونون حرفون کی ان لفظون مین عدول و اختفا ہے مثل واو و ہاے چو وچہ کے جیسے ظاہر ہے بہ واسطے وقت لحوق کلمۂ آخر دو گونہ وسگانہ چگونہ کی طرح کہتے ہین مگر بعض وقت بضرورت ہر دو حرفون کو ظاہر و ثابت بھی کر دیتے ہین نظامی رح کا شعر ہے شعر دو پیلان خرطوم درہم کشان ٭ زہر دو یکے بر دو خاہد نشان ٭ فردوسی رح شعر نگوید کسے جز بہ بدنام من ٭ نباشد بہر دو سرا کام من ٭ و لہ نشینیم ہر دو پیادہ بہم ٭ نے تازہ داریم روے و دم ٭ داستان ۹۵ تخت نشینی بہرام مین کہتے ہین شعر مے لعل پیش آور اے روز بہ ٭ چو شد سال گوینده بر شصت و سہ ٭ الحمد للہ رب العلمین نکرہ کا بیان یہان ختم ہو گیا سر دست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ مین آئی لکھدی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا ہے

ھو اللھم بالصواب

المعرفہ

معرفہ ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ ضمیر اسماے موصولہ اور جو اُنکی جانب مضاف ہو اور سنا داپر۔

اول علم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لیئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخش اور اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشون کے نزدیک اسمای اجناس ہین یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی مین کہ یہان کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہین کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہین تو ثبوت عدم انصراف اُسامہ کے لیئے خواہ مخواہ کی علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالی اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

تنکیر سے اُنکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شعر قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود
بایزیدے در خراسان یا ادیبے در قرن ۔

دوسرا اسم اشارہ یہ حقیقت مین آنکھون کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک سے دکھلادینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہین اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر اُسکی محسوسیت مین کوئی حالت منتظرہ باقی نرہی جیسے آفتاب کی دھوپ چراغ کی لَو اور محسوس بالذات بالواسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نکرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے بوسیلۂ روشنی دیکھے جاتے ہین ۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ ایسی شے جسکی محسوسیت مین اصلا واسطہ نہو نظر نہین آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لیئے کوئی علت چاہیئے قال بحر قمقام العلوم العقلیۃ والنقلیۃ لفلك الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اے مالایکون فیہ الواسطۃ اصلا) نظرًا فان المحسوسیۃ امر ممکن فلابد لثبوتہ لشئ من علۃ وھی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کسواسطے کہ ضَو ہے مثلا جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلا مانتے ہین سو وہ بھی جب تک مشیر کی آنکھون کے سامنے نہو معہذا حس بصر مشیر یعنے بینائی اُسکی بھی جب تک صحیح نہو وہ ضَو جسکو محسوس بالذات جانتے ہین ہرگز محسوس نہوگی پس اس سے معلوم ہوگیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ناممکن ہے ۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ اُن پر حس بصر بالکل واقع نہین ہوتی چونکہ وہ خارج مین بالاستقلال بغیر کسیکے ضمن مین ہونے کے موجود ہے اور اُسکو محسوس بالذات کے ساتھ علاقہ قویہ اور تلبس خاص ہے اسیوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہین جیسے اجسام کہ بواسطۂ الوان مُبصَر ہوتے ہین اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے ۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضوا کا بھی مطلقًا محسوس بالذات ہونا سمجھ مین نہین آتا بلکہ اضواء و غیر اضوا مین بدولت اضوا کے الوان ہی مبصر ہوتے ہین جیسے دھوپ کے وقت محض جوّ مین بغیر نظر ڈالنے در و دیوار آسمان و زمین کے ہمکو کوئی شے نہین

۱ اسم اشارہ کی تحقیق محسوسیت کی تحقیق اور اسکے اقسام کی تحقیق بالذات بلا واسطہ ۲ محسوس بالذات بالواسطہ

۳ اسے اواسطہ سے فی ثبوت او سے فی العروض محسوس بالعرض

انوار و اضوا کی محسوسیت بالذات مین کلام ۴

دکھائی دیتی ایک خلا ہی خلا معلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درودیوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ مین زرد زرد اور شب کی چاندنی مین سفید سفید دکھائی دینا خصوصیت ان ستارونکے انوار کی ہے۔ قمر کی زمردی آفتاب کی زردی مریخ کی سرخی عطارد کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اُسی خصوصیت اجرام پر دال ہے جیسے کسی نے کہا ہے قطعہ زحل سیاہ بود صندلی نبود برجیس ؛ برنگ لعل بود سُرخ گونۂ بہرام ؛ چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید ؛ کبود رنگ عطارد قمر زمرد فام ؛ پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی ابصار کی طرح ابصارین سفیر محض ہین۔ جاننا چاہیئے کہ اشارۂ حسیہ امتداد مطلق موہوم کا نام ہے جو مشیر سے نکلکر مشار الیہ تک پہونچے تخصیص اس امتداد کی خطی وسطی وجسمی کے ساتھ باعتبار حالات مشیر ومشار الیہ ہے جیسے اگر جانب مشیر نقطہ مانا جاے اور مشار الیہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطۂ مشیر حرکت اشاری سے امتداد خطی حاصل کرتا ہوا نقطۂ مشار الیہ پر منطبق ہو جائیگا اور اگر مشار الیہ خط ہے اور خط بھی جانب غیر ممتد تو نقطۂ مشیر بوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بنکر اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا خط مشار الیہ کی جانب غیر ممتد منطبق ہو کر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جسکا راس نقطۂ مشیر اور قاعدہ خط مشار الیہ جانب غیر ممتد ہوگا اگر غیر ممتد جانب نہ لیجاوے بلکہ خط کی جانب ممتد مشار الیہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا رہیگا کہ امتداد خطی اس اشار کیطرف خط مشار الیہ مین نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اُسی خط مشار الیہ کے پہونچے گی چونکہ نقطہ بُعد اور امتداد کسی جہت مین نہین رکھتا فقط انطباق پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر مشار الیہ سطح جانب غیر ممتد ہے تو نقطۂ مشیر دونون عرضی وطولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاری سے جسم بنتا جانب غیر ممتد سطح مشار الیہ پر منطبق ہو کر شکل مخروطی حاصل کریگا جسکا راس نقطہ مشیر قاعدہ جانب غیر ممتد سطح مشار الیہ اور اگر سطح کی جانب ممتد مشار الیہ بنائی جاے تو بعینہ جانب ممتد خط کے مشار الیہ کی شکل پیدا ہوگی کسواسطے کہ سطح اپنی جانب ممتد مین سواے ایک بُعد کے نہین رکھتا البتہ فرق اسقدر ہوگا کہ خط مین بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہین ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہو جائیگا یہان سطح مین بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کریگا اور اگر مشار الیہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر ممتد سطح کو مشار الیہ بنانے سے ہوتی ہے

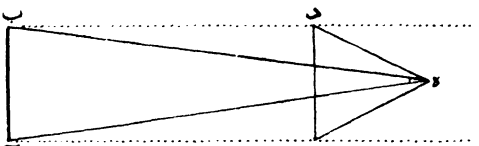
زمین وجو خود کا دن مین زرد اور شب مین سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت ابوام ساکنان ہر اشارہ کے حالات

لیکن فرق یہی ہوگا کہ سطح چونکہ بعد ثالث یعنی استداد عمقی نہین رکھتا ہے فقط انطباق جانب غیر ممتد سطح سے اشارہ ختم ہوجائیگا اور جسم چونکہ ابعاد ثلثہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشارالیہ کے جزو جزو مین نفوذ کر جائیگا غرض فقط مشارالیہ کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہین اگر یہی اختلافات ستہ جانب مشیر بھی لحاظ کیے جائین تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتین پیدا ہونگی۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہان حس سے مخصوص حس بصر مراد ہے یعنی جس شئے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اُسکو چشم بینا کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اُسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ حسیہ ہی کہلائیگا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جس طرح حرکت اشاری سے امتداد پیدا ہوکر مشارالیہ محسوس پر منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ امتداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے سے جاکر منظور و مبصر پر منطبق ہوجاتا ہے لیکن نظر بجز شفاف جسمونکے نفوذ نہین کرتی اشارہ سب جسمون مین نفوذ کرتا ہے اور مدارج محسوسیت کے مدارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور کے جتنے حصہ پر اشعۂ نظر کا انطباق ہوگا اُسیقدر محسوس ہوگا اسیوجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر اُسمین بھی جسقدر سامنے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہین ہوتی کسواسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو اُن اجزا کے ساتھ نہین ہے۔

اور رہی یہ بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دو شے کا نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آنا زاویۂ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہد ہے مثلاً ایک مقدار کے دو خط ب ح اور د س کو ایک نقطہ ہ سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذات مین متوازی کھڑا کرکے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط ہ ب اور ہ ح اور ہ د اور ہ س ایسے ملائین کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہوجائین اور دونون خط متوازی متساوی المقدار اُنکے قاعدہ بنجائین تو مثلث ہ ب ج جسکا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث ہ د س کے جسکا قاعدہ خط قریب ہی اندر آجائیگا تو زاویہ راس مثلث ہ ب ج بنسبت زاویہ راس مثلث ہ د س چھوٹا ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

ھکذا



اور موجود فی الذہن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہین جیسے مجردات کی جانب اشارہ کرنا مجازا ہوا کرتا ہو
غرض اگر شار الیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی رح کا
شعر ہے ص۱۹۲ شعر یکے را بر آری و شاہی دہی ٭ یکے را بدریا بماہی دہی ٭ نہ با آنت مہر و نہ با اینت کین ٭
کہ بہ وان تو ئی اے جہان آفرین ٭ بعض اساتذہ سے مسموع ہے کہ این و آن مین کوئی فرق نہین ایک کو
دوسرے کی جگہ جہان چاہین استعمال کر سکتے ہین جیسے شعر آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من ٭
وین منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے ٭ یعنی اگر این نہ من باشم الخ و آن منم کاندر میان الخ کہدیا
جاے باعتبار معنی کوئی خرابی نہین انتہاے حق یہ ہے کہ نکات معنوی اس راے پر معطل ہوئے جاتے
ہین کسواسطے کہ یہان اسماے اشارہ مین بعد و قرب کا لحاظ نکیا جاے تو اس بلیل گلستان فصاحت
کا چہچہہ بلاغت سے خالی رہجاتا ہے کیونکہ یہان آن نے بتلادیا کہ روز جنگ پشت دکھلانی جو ایک
صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے جتلادیا کہ خاک و خون مین ملنا میدان سے
نہ ٹلنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعت حمید ہے ثانی تفرقہ کے لیئے یون کہدینا مفید نہو گا کہ شعر مشتہد
ہین آن کو بجاے این اور این کو بجاے آن رکھدین اور اُن سے بعد تعظیمی و قرب تحقیری جنپر
اہل معانی کے نصوص دال ہین مراد رکھی جاے وہی خوبی وصف ثانی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی
کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسمای اشارہ ہے نافی اسکا منکر ہے پھر یہ قول نافی کے سفید ہونا
محض وہم ہی جاننا چاہیئے کہ یہان قرب و بُعد امتداد فاصل بین المشیر والمشار الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہی
اور یہ کمی و زیادتی امور اضافیہ مین سے ہے انشاء اللہ تعالے اسکا حال ضمن مین بیان اقسام کے بیان
ہوگا اور اُسکی کوئی حد معین نہین جس سے ہم حکم لگادین کہ یہان تک اشارہ قریب ہے یہان سے
بعید۔ بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کیا جاتا ہے بعض
وقت باوجود غایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے آلۂ اشارۂ قریب پر حرف تصغیر بڑہا کر جو برائے اشعار
صغر فاصل ہے اینک کہدیتے ہین سعدی رح شعر اگر شہ روز را گوید شب ست این ٭ بباید گفت
اینک ماہ و پروین ٭ یعنی کہنا چاہیئے کہ یہ لو چاند اور تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے
ہین کہ کوئی شے اُنکے دیکھنے مین حائل نہین ایسے قریب ہین کہ ہتیلی پر دھرے ہین۔ اور نیز یہ قرب
و بعد امتداد مکانی و امتداد زمانی دونون مین ہوتا ہے مثلاً ہمارے سامنے کچھہ نزدیک و دور فاصلے

سے دو کتابین الگ الگ رکھی ہوئی ہون ہمکو نزدیک کی کتاب منگوانی منظور ہے لانے والے نے دور کی کتاب اٹھائی تو کتاب کی جانب اشارہ کرکے کہینگے آنرا بگزار این را بیار یہ مثال قرب وبعد امتداد مکانی کی ہے اسیطرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام وحادثہ جناب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت باہمی بیان کرین تو این حادثہ ازان واقعہ ازبس عظیم ست کہین گے یہ امتداد زمانی کی مثال ہے اس عمومیت مین اینک مصغرہ بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اسکو ذکر شارالیہ سے بے نیاز کر دیا گویا بجاے شارالیہ یہی کاف تصغیر ہے پس اتنی بات مین یہ مصغرہ اپنی اصل سے ممتاز ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ وپروین مثال قرب زمانی کی عرفی کہتے ہین شعر اینک بزبان رساندم ازدل ٭ تا داغ کنم دل سمارا ٭ اسکا مخفف نک بھی مستعمل ہے مولانا ے روم ہدہد کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان مین فرماتے ہین شعر گر بہ بطالانست دعوے کردنم ٭ نک نہادم سر بپیش ازگردنم ٭ یاد رہے کہ اسماے اشارہ اپنے مشارالیہ کے ساتھ جمع ہو جایا کرتے ہین بخلاف ضمائر کہ وہ اپنے مرجعون کے ساتھ نہین جمع ہوتے جیسے آن مرد واین زن کہسکتے ہین او مرد نہین کہتے ہان تقدم ضمائر اپنے مرجعون پر خصوصاً فارسی مین مطلقا جائز ہے سعدی رح کا شعر ہے شعر نہ عجب گر فرود نفس ٭ عندلیب غراب ہم قفس ٭ اور تعاکس مصرعین مروی نہین عرفی کا شعر ہے شعر شمائل تو نوید بنور سان چمن ٭ زبان کلکش ازان گشت گلفشان نرگس ٭

اسماے اشارہ جب اپنے مشارالیہ کے ساتھ ہوتے ہین تو علامت جمع ان اسماء پر نہین آتی مشارالیہ پر لاحق ہوتی ہے جیسے آن کسان واین کتابہا اسواسطے کہ جب اشارہ اور مشارالیہ ایک جگہ جمع پڑتے ہین بسبب اتحاد کے بمنزلہ شئے واحد کے بنجاتے ہین اگر یہ اسماے اشارہ بغیر مشارالیہ کے تنہا ہون علامت جمع انہین پر لائی جائیگی جیسے آنان واینان اکثر ذوی العقول کے لیئے آنہا واینہا اکثر غیر ذوی العقول کے لیئے شعر شراب لعل کش وروے مہ جبینان بین ٭ خلاف مذہب آنان جمال اینان بین ٭ اشارہ اور مشارالیہ کی ترکیب کو اتصافی کہنا عموماً میری پسند نہین کسواسطے کہ صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور تراکیب فارسیہ مین خصوصاً کیونکہ اس مین ایک فکّ علامتِ اتصاف کی قباحت اور بڑھکر ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ترکیب کو بدل سبدل منہ کہا جاوے یا تمیز ممیز کسواسطے کہ اسماے اشارہ مبہمات

سے ہین واللہ تعالے اعلم۔ نکات فارسی کے دانا بہار فرزانہ فرماتے ہین کہ ام بالکسر اشارہ قرب کے لیئے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا زمنۂ ثلثہ رفتہ و شب و سال کے غیر مسموع میری سمجھ مین یہ بات نہین آئی کسی طرح دل کو نہین بھائی ہان یہ بات سمجھتا ہون کہ یہ مستقل ظرف ہی دی و پار و پریر کیطرح جیسے اردو مین آج اور کل اور اب اور پرسون۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دی پار پریر جائز الاتصال ہین اور لفظ ام از منۂ ثلثہ سے ممنع الانتقال اسیوجہ سے ضمائر متصلہ کیطرح تحقق مین غیر مستقل سمجھا جاتا ہے مولوی معنوی قدس سرہ ۲۰۹ شعر اے زنان با طفلکان میدان روید ٭ تا زبخشہائے شہ شادان شوید ٭ آنچنانکہ پار مردان را رسید ٭ خلعت و ہر کس ازیشان زر کشید ٭ ولہ رح ۳۲۹ شعر بر وشاعر شعر سوی شہریار ٭ بر امید بخشش و احسان پار ٭ ولہ رح ۲۰۴۳ شعر جنگ میکردند حمالان پریر ٭ تو مکش تا من کشم حلش چو شیر ٭ شاید کسیکو اپنے اردو ترجمہ سے یہ شبہ پڑے کہ امروز و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات بھی کہتے ہین حالانکہ اردو مین جیسے اس سال کہتے ہین ویسے ہی اُس سال بھی کہتے ہین ورنہ ترجمہ انکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظروف ہین نہ اسم اشارہ دوسری خرابی یہ ہے کہ اشارات مین قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو آن سب سے اخیر کے زمانہ کو کہین بلکہ ہم حضرت آدم علے نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو آن کے ساتھ اشارہ کرین پھر حضرت نوح علے نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو بنسبت اُس زمانہ کے قریب جانکر این کے ساتھ اشارہ کر سکتے ہین یہ بات ام مین متصور نہین خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر ہے غرض مین۔ نے بہ نیت تشحیذ اذہان مبتدیان مقتضاے قیاس کو ذکر کر دیا کہ ام کا ان وجوہات سے اسم اشارۂ قریب ہونا سمجھ مین نہین آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع النظر فاضل ہے اسکی تصحیح قول مین ایک تاویل کرتا ہون وہ یہ ہے کہ بعض اساتذۂ قدیم کے کلام مین لفظ ایمہ بجاے این یعنی اسم اشارۂ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی شروانی فرماتے ہین شعر پس مگو کایمہ ہمہ آدمی اند ٭ آدمی نیست شیطان شیم ست ٭ یعنی پس مگو این ہمہ آدمی ہستند الخ ولہ شعر ایمہ مگو کہ آسمان اہل برون نمی دہد ٭ اہل چو نامد از عدم چیست گناہ آسمان ٭ یعنی این مگو کہ آسمان لایق و شایستہ کسان بیرون نمی آرد اے پیدا نمی کند الخ پس اس لفظ مین جہان تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ مین آتا ہے کہ یہ لفظ مبدل و مزید علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدۂ تبدیل میم بانون این سی ایم بنا اور اُسپر

نظام کی تحقیق

دی و پار و پریر اور ام کا بالاتصال

ایمہ بجاے این مستعمل ہونا

لفظ ایمہ کی حقیقت

ہائے مختفی کی زیادتی سے اُئیہ کہنے لگے جیسے کام سے کامہ وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل یعنی اُئیہ خلاف اصل ہے جہانتک ہو سکے اس مین تخفیف کرنی چاہیئے تو جیسے متقدمین نے اس مبدل کے مزید علیہ کو اپنے کلام مین استعمال کیا انہون نے اُسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے ساتھ جو بجاے دعامہ زائدہ واقع ہے حذف کرکے اُم کو اپنے کلام مین برتا غرض اس مبدل کی دونون طرفین رواج پاگئین مگر حالت توسطی یعنی اُیم تحتانی کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نیز لفظ مین چونکہ تخفیف کیگئی تھی معنی مین یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ ام کو از مئنہ ثلثہ روز و شب و سال کے ساتھ مقصور رکھا اور حضرت بیدل رحمہ اللہ نے شام و صبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت اشب کا اطلاق شب گذشتہ پر بھی آتا ہے کس لیئے کہ شب گزشتہ آجکے دن کی (جس مین اُسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری کا شعر ہے **شعر** تا روز مکیدم سر انگشت حلاوت ✤ زان قند کہ امشب زشکر خند شکستم ✤ امیر خسرو رح **شعر** تو شبانہ می نیائی بہ بر کہ بودی امشب ✤ کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد ✤ جس طرح شب بقرینہ مقالیہ بمعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے **شعر** آنکہ شب داد تو بہ ام زشراب ✤ امشبم باز دیدست و خراب ✤ اے آنکہ دی الخ۔ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانہ حال مستعمل کرتے ہین شاپور کا شعر ہے **شعر** ہوا خوش ست چو طاؤس گلستان مست ست ✤ جہان از دست کہ امروز در جہان مست ست ✤ عرفی **شعر** دیوانگی محبت تو ✤ کامروز مسلم ست مارا ✤ چنانچہ فقط روز بمعنی مطلق زمانہ و وقت بولا جاتا ہے صائب **شعر** شبے کہ جلوہ کند مے بجام ما صائب ✤ سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما ✤ سیاہ روز مین اگر روز بمعنی مطلق وقت نہ لیا جاے بلکہ روز کو اپنے حقیقی معنون مین رکھین پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی شب مین کیا مناسبت ہوگی۔ اسیطرح آبروے متاخرین شیخ علی حزین کا شعر ہے **شعر** روز یکہ حجت از خلق خواہند در قیامت ✤ روے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت ✤ ورنہ قیامت کا تو ایک ہی دن ہے پھر روز یکہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ اسی طرح نظامی رح فرماتے ہین **شعر** بروز جوانی و نوزادگی ✤ زدوم لاف پیری و افتادگی ✤ فردوسی رح حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ مین فرماتے ہین **شعر** ہمہ مردم مصر پیر و جوان ✤ ہمہ شان بدل در ہمہ نیز دگمان ✤ کہ اے کاش این بندہ بخریدمے ✤ شب و روز ہر روز مے دیدمے ✤ اے ہر وقت دیدمے ۔ واللہ تعالےٰ شانہ اعلم بالصواب ✤۔

تیسرا ضمیر اور وہ ایک اسم ہے جو بحسب وضع متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرتا ہے اور نیز ایک اختصاصاً

کے ساتھ بطور راز اور بھید کے اپنے مرجع کو بتلاتا ہے بسبب اسی اختصار تکرار بیان کے وقت بجای
اُس مرجع ماتقدم کے اسکو لاتے ہین جیسے نظامی رح **شعر** شہ از کار دار او پیکار او ٭ سخن راند و پیچید
در کار او ٭ بعض وقت یہانتک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کر دیتے ہین
فقط اُسکے منوی مراد ہونے پر کفایت کرتے ہین اور یہ عمل ضمائر مرفوع و منصوب و مجرور سب مین جاری
ہے اول جیسے سعدی رح فرماتے ہین **شعر** گفتم کہ گلے بچینم از باغ ٭ گل دیدم و مست شد ببوی ٭
اے مست شدم۔ ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** وان یکے افشاند گرد از رخت او ٭
وان یکے بوسید دستش را و رو ٭ اے رویش را مثال مجرور کی جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** دیدۂ سعدی و
دل ہمراہ تست ٭ تا نہ پنداری کہ تنہا مے روی ٭ یعنی دیدۂ سعدی و دل او۔ ہمنے بطریق رازا و بھید
اسلیئے کہا کہ تا فے الجملہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو در اصل یہ امر درست ہے کسواسطے کہ من و تو گو کہ
اخص الخواص ہین لیکن بہ نسبت زید عمرو کے اُن مین ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ ہر شخص من و تو بننے
کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجاے نام یہ لکھدیوے کہ اس خط کا لکھنے والا
مین ہون آپ اُسکی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا نہوئے تو آپ کیونکر تعین کرینگے کہ فلان ہے
اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا
بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلے اللہ علیہ وسلم جواب مین انا انا فرمایا یعنی مین تو مین
بھی ہون اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہین کہ تم فلان ہو بخلاف اعلام کہ وہ مشترک ہی کیون نہون
اسقدر ابہام اُن مین نہین ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضمائر اکثر اپنے
سابق الذکر مرجعون کی جانب ناظر ہوتے ہین یعنی منظور و مقصود ضمائر انکا مرجع ہے اور وہ اُنکے ابہام
مین ایسا سما گیا ہے جیسے جی مین راز تخم مین درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل
رکھتے ہین بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے ہان وہم جاتا ہے کہ ضمائر خطاب و تکلم پر اطلاق اس اسم
کا مجاز در مجاز ہو کسواسطے کہ لفظون مین اُنکا کوئی مرجع نہین ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جاے تو اُنکے
کمال حضور و عینیت کے ظاہر کرنے کے لیئے مرجع کو ذکر نہین کرتے ورنہ باعتبار لفظ ابہام مین کوئی
فرق معلوم نہین ہوتا چنانچہ دیکھیئے زید میگفت کہ من با خالد موافقت کنم و او با من مخالفت مے ورزد
اور زید میگفت کہ او با خالد موافقت کند و خالد با وے مخالفت مے ورزد ضمیرین اور مرجع دونو جگہ

ضمائر مین بہ نسبت اسماے ظاہر خفا و ابہام ہے

وجہ تسمیہ

موجود ہین مگر ایک جگہ لفظ غائب راجع کرتے ہین لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام دونون مین برابر رہے گا واللہ تعالے اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر مین سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس مین بھی مرفوع اور اُسمین بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس مین بھی فعل ماضی کی سب سے بدرجہا اول الاول ہے جب واضع نے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول المشتقات ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جسوقت مبتدا کے ساتھ (جو در اصل اُس فعل کا مبدا و مصدر یا نائب مناب اُنکا ہے) ترکیب پاتا ہے ہم اُس فعل مین ایک شے کو پاتے ہین کہ وہ اُسی فعل کے مبدء واحد غائب کو بتلاتی ہے جسکے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کر دیتے ہین لیکن ظاہر مین اُسکا کوئی وجود معلوم نہین ہوتا صورت نظر نہین آتی باطن اور درونہ فعل مین ایسی سمائی ہوئی ہے جیسے دل سینہ مین بلکہ جیسے بھید دل مین پس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسبت تامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال خیز تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقیماندہ جمع غائب و حاضر و متکلم اسیطرح کل منصوبات و مجرورات کی ضمیرین ہی کہلاتی ہین گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہین لیکن اسی کی اخوات ساری ہین نقل کے لیئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہان یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ ضمائر منفصلہ از روے استقلال و استغنا عن الاتصال مشابہ اسماے ظاہر کے ہین لہذا یہ مستحق اوّلیت ہونی چاہئین مین عرض کرتا ہون کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن با این ہمہ بیان وجہ تسمیہ مین ضمیر ستر کو اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینون نوع مین نوع اسم شرف اولویت و اولیت سے ممتاز ہے بعد ازان اقسام اسم مین اسم مظہر کو بوجہ عدم ابہام زیادہ شرف ہے اور ان مین بھی فواعل و مبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیئے جاتے ہین پس جبکہ ہمنے اس قسم خاص یعنی اسم مظہر کو مبدا کسی فعل کا بنایا اور اُسکے ساتھ اُسکے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ مبدا کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہونیکے تھا لفظ مین بھی باقی رہے جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ مین پس ہمنے اسی اول مرحلہ مین فعل کے اندر ایک ضمیر ستر غائب کو رابط و مظہر مبدا پایا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فواعل چونکہ مبادی افعال و مصدر افعال ہین اپنے افعال پر اُنکا ذاتاً تقدم واجب ہے اسیطرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہوگئے ربط و تعلق کے لیئے ایک ضمیر ان افعال موخرہ مین ضرور لاتے ہین تا معلوم ہو جائے کہ یہ

فعل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و متکلم و نائب ہین سے کون اس فعل کا مبدا بنا ہے خصوصاً جب مبادی متقدمہ جنکو اہل عرف مبتدا کہتے ہین غائب ہون اُس ربط محض کو جو مظہر صنف فاعل تھا غیبوبت صیغہ کے سوا غائب عن الحواس یعنی مستتر لاتے ہین تا غیبوبت مبدا بخوبی متحقق ہوجاے کسواسطے کہ اسماے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہین اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب ہین نہ حاضر نہ متکلم ایک درجہ اطلاق مین ہین البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوگا اسیوجہ سے بندہ مے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے ہین شرف خطاب مین ہوتے ہین چنانچہ جواب ندا کی خطابی ضمیرین اس امر کو مبرہن کرتی ہین لیکن استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لیئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہمنے اپنے رسالہ زمرشت افشار مین مدلل کر دیا ہے اُن بیانات کی یہ مختصر گنجایش نہین رکھتا واللہ تعالے شانہ اعلم بالصواب ۔ واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع و مآب ضرور ہوگا مثلاً ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کیطرف اور ضمائر مجرور عام ہین خواہ فاعل کی جانب انکا رجوع ہو خواہ مفعول کی جانب لیکن ترکیب مین مضاف الیہ یا مدخول حرف جار بنے رہتے ہین چنانچہ امثلۂ آتیہ سے انکا حال بخوبی منکشف ہوجائیگا ۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے ۔ لیکن فارسی مین تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو اضمار قبل الذکر کہتے ہین عمدہ مین ہو یا فضلہ مین مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ مین جائز نہین رکھتے ۔ سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** چو بام بلند پش بود خود پرست ٭ کند بول و خاشاک بر بام پست ٭ **و لہ** شکم تا بنا فش بر یدند مشک ٭ قدح را بر و پشم خونی پر اشک ٭ عرفی **شعر** نظر بہ بخت حسودت کشاد زان او یافت ٭ سپیدی مژہ در بد و غنوان نرگس ٭ نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہوجاتے ہین اس باب مین تخصیص ضمیر واحد متکلم کی کوئی سمجھ مین نہین آتی **شعر** صلاح کار کجا و مین خراب کجا ٭ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭ نظامی رح **شعر** چو بر ہستی تو من ہست راے ٭ بے حجت انگیختم دلکشاے ٭ کبھی علامت اتصاف کو بضرورت حذف بھی کر دیتے ہین ۔ خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** پادشاہا در بہار دولت مین بنیوا ٭ ہستم آن بلبل کہ چو عنقاست مثل من عدیم ٭ حیاتی گیلانی **شعر** چنانچہ بخشش دیوانہ ہست برحاہش ٭ بخاک پایش من بندہ آرزومندم ٭ مثال ضمیر جمع کی عبدی اشتر خانی کا شعر ہے **شعر** عشق از گلشن

اسماے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہین

ضمیر اپنے مرجع پر مقدم ہونا چاہیئے

ضمیر مطلقاً موصوف واقع ہوجاتی ہے تخصیص اختصاص کی کچھ قید نہین

رسوائی پاید نامان ۔ یک گل داغ جنون بر سر مجنون زدہ است ۔ مولوی معنوی قدس سرہ شعر وزورا از بانگ تو بگزاشتم ۔ من تو خرا آدمی پنداشتم ۔ نظامی ؎ شعر چہ باید رصد گاہ داراشدن ۔ بجز یہ دہی آبشکار اشدن ۔ شما زیر کان از سر یاوری ۔ چہ گوئید چون باشد این داوری ۔ اور شاہنامہ مین جو اوشور بخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرہنگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک جگہ جمع ہونے سے او بمعنی آن کہدیا یہ مسامحت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ گرسیوز و افراسیاب کی تجہیز و تکفین کے بیان مین لکھتے ہین شعر بخوا باندش پس برافراز تخت ۔ بگرید فراوان براو شور بخت ۔ اے برافراسیاب کہ شور بخت است ۔ بعض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہین یا تو اس لیئے کہ مطابقت کا خیال نہین کرتے یا اُس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہین فیضی فیاضی کا شعر ہے شعر از کنہ کمال اوچہ یابیم ۔ ما پرتو ہمدان آفرینش ۔ حیاتی گیلانی ۔ شعر یاد آن وقت کہ با دلشدہ را یارے بود ۔ ہر کسے را بسر کوے کسے کارے بود ۔ اور یہ متصل و منفصل پر منقسم ہوتی ہے ۔ متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر مستعمل نہو اسی وجہ سے اُسکو غیر مستقل کہتے ہین ۔ منفصل وہ ہے کہ علٰحدہ بھی مستعمل ہو سکو اسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان مین سے تین قسم پر ہے اسواسطے کہ ضمائر یا مسند الیہ اور مسند واقع ہوتے ہین یا مفعول یا کسی جار کے تحت مین اگر اول ہے مرفوع کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور ۔ واضح ہو کہ یہ نام مجوزۂ اہل عرب ہین اسلیئے کہ اُن کے ہان مسند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہی

جدول المضمرات المرفوعة المتصلة

جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ن د	ی	ی د	م	ی م
شلا گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

ضمیر واحد غائب کہین مستتر رہتی ہے جیسے ماضی کی بحث مین کہین بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع مین اور وہ دال ہے ماقبل مفتوح جیسے کند و گوید مین اُسکو اسلئے مستتر کر دیا کہ ماضی کا خاتمہ دال یا تا پر ہونا واجب ہی پس اگر یہ دال ضمیر غائب بھی اُس پر لاتے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع کی وجہ سے جو ثقالت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی ۔ جاننا چاہیئے کہ ہمنے ثقالت عامہ کو محذور

ٹھہرایا ہے نہ ثقالت مطلقہ کو تا معترض ستدن کے ماضی ستد و گشتن کے مضارع گردد کو بطریق نقض پیش نکرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ ثقالت بُری تھی تو ستدن مین جو ماضی ستدن کی ہے اور گردد مین جو مضارع گشتن کا ہے کس لیئے اختیار کیگئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو رشت افشار کی بحث مطلق مین ملاحظہ کرین۔ اور جاننا چاہیئے کہ ان ضمیرون کو بقرینہ مقام مقدر بھی کردیتے ہین سعدی رح شعر گفتم کہ گلے بچینم از باغ ۔ گل دیدم و مست شد ببوے ۔ نظامی رح شعر نیاورد دم از خانہ چیزے نخست ۔ تو دادی ہمہ چیز دمن چیز تست ۔ شعر القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود ۔ در باز کرد و باز بہ بست از پس استوار ۔ ہاتفی رح شعر اگر من ہراسان شدی از سخن ۔ نماندی مرا در جہان رنج بن ۔ جامی رح شعر بجاے نیل من بودی چہ بودی ۔ زپا بوسش من آسودی چہ بودی ۔ اگر غور کیجیے تو تسلیم حذف جزو معتدبہ سے بلا ضرورت کلام مین نقصان ماننا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت التفات ہے رہا بعض شراح گلستان کا غیبت اور التفات مین عاطفہ کو فارق رکھنا بالکل بے اصل ہے۔ اسیطرح ضمیر اور مرجع مین باعتبار افراد وجمع اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کمّی کا لحاظ نہین کرتے۔ حزین کا شعر ہے شعر شکرت چہ گویم اے مژہاے دراز دست ۔ نگذاشتی بدست کسے اختیار من ۔ شفائی کہتے ہین شعر خوبان اصفہان چو شفائی پسند نیست ۔ خیزم ازین دیار بشہر دگر روم ۔ جامی قدس سرہ فرماتے ہین شعر پرستاران پرستاریش کردی ۔ ہواداران ہواداریش کردی ۔ نظامی رح شعر

ملوک طوائف بفرمان او ۔ کمر بستہ بر عہد و پیمان او

جدول ضمائر منصوب و مجرور متصل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ش	شان	ت	تان	م	مان

جاننا چاہیئے کہ ماقبل ان ضمائر متصلہ کا در صورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش وکت کو بکسور الاول پڑہنا جیسے اکثر ہندوستان مین مروج ہے قول مرجوح ہے راجح یہی ہے کہ فتح کے ساتھ پڑہین اسلیئے کش اور کت اصل مین کہ اَش اور کہ اَت بقیاس سائر ہمزات مضمرات جو بعد ہاے مختفی کے تحمل حرکت کے لیئے لائے جاتے ہین بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسوے کاف ہمزہ کو گرا کر اَش ضمیری ش یا تا یا میم کو چہ وکہ کے ساتھ وصل کرین تو وہ ہاے مختفی جو بضرورت اتمام

ضمائر مرفوعہ متصلہ کا بقرینہ مقام مقدر ہونا

بیان التفات

ضمیر و مرجع مین کبھی مطابقت کمّی کا لحاظ نہین ہوتا

ضمائر متصلہ کے ماقبل ہمیشہ مفتوح رہنے کی تحقیق

کلمہ شُل واو تو کے کلمہ پر لاحق ہوگئی تھی ساقط ہوجائیگی چشْ اور کشْ اور کتْ اور کمْ بالفتح رہجائیگا نظامیؒ

شعر بہ ہر چش رسد سازگاری کند ✦ فلک بر ستیزندہ خواری کند ✦ خسروؒ شعر این قدم عرصہ دزین

ملک ہست ✦ کم نرود سوے دگر پایہ دست ✦ اے کہ نرود دستم۔ امیر خسروؒ شعر بیشتر از جنبش این دارو گیر ✦

باعثہ بود مرا در ضمیر ✦ کم زچہ رود دست بران در شود ✦ کین شرفم زود میسر شود ✦ اے در ضمیر من کہ مرا از چہ

بران در رسیدن میسر آید۔ غالب شعر منم کم بود در طراز کلام ✦ شہنشہ پیمبر سپہبد امام۔ یہ تعلیل و تخفیف

بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور نون نافیہ لایا جاتا ہے تو کزاور

نز بالفتح پڑھتے ہین۔ سعدیؒ شعر عزیزے کہ ہرگز درش سر نتافت ✦ بہ ہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

خسروؒ شعر گرسنہ زانی کہ درین تنگنائے ✦ نان زملک مے طلبی نزخدائے ✦ چنانچہ مخفف نیز اور

نافیہ مین مابہ الامتیاز یہی فتح ماقبل وکسرہ ماقبل ہے پھر کش اور کت اور کم مین کسرہ کی وجہ نسفی بخش نہین

نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع مین جہان کہین یہ ضمیرین وصل پاتی ہین اُنکے

ماقبل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلمشْ قلمتْ قلمْ کتابش کتابتْ کتابمْ وغیرہا چنانچہ

بعض مقنین نے شین مصدری اور شین ضمیری مین مابہ الامتیاز کسرہ ماقبل و فتح ماقبل شین کو رکھا ہے

دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کشْ وکتْ بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس

غیر اولیٰ ہے لیکن کزا بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اسواسطے کہ یہان سے کوئی ہمزہ مفتوحہ حذف

نہین ہوا بعض وقت اُس ہمزہ کو بحال رکھکر بوجہ کسرہ ماقبل یاے تحتانی سے بدلدیتے ہین جیسے چیست

وکیست مین لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رہجاتی ہے اور بعض وقت کیست وچیست

کے ہمزہ کی طرح ساقط ہوجاتی ہے ہر دو کی مثالین حضرت مولوی معنویؒ کے اشعار سے واضح ہے

شعر مادرش از خشم گفتش ہین خموش ✦ کیست افگند این شہادت را بگوش ✦ وله این کیست آموخت

اے طفل صغیر ✦ کہ زبانت گشت در طفلی جریر ✦ واللہ تعالیٰ اعلم۔ امثلہ منصوبہ متصلہ ضمیر ونکے مولانا جامیؒ

شعر ✦ بہ تا نیش اگر داری مسلم ✦ بدان ماندکہ گوئی روح اعظم ✦ وله مرہ شان قرض دستان نیم جبہ ✦

فان القرض مقراض المحبہ ✦ وله مے عشقت دہد گرمی دستی ✦ دگر افسردگی وخود پرستی ✦ فردوسیؒ شعر

اگر راستینان بود گفتگو ✦ بہ نزدیک ہنتان بود آبرو ✦ وگر ہیچ کژی گمانے برم ✦ بزیر پے پلتان بسپرم ✦

سعدیؒ شعر در بغ آدم زان ہمہ بستان ✦ تہی دست رفتن سوے دوستان ✦ او دریغ آدمرا۔ ترکیب نحوی اس شعر

در بغ آدم زان ہمہ بستان ✦ تہی دست رفتن سوے دوستان ✦ او دریغ آدمرا۔ ترکیب نحوی اس شعر

ترکیب نحوی شعر

ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالین

شین ضمیری و مصدری کا مابہ الامتیاز

بعض وقت ہمزہ ماقبل ضمیر گرا دیا جاتا ہے

ضمائر متصلہ مجرورہ کی مثالین

کی یون ہے۔ آمد صیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو منجملہ افعال ناقصہ ہے۔ رفتن بمصدر معروف مضاف۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم یہ ذوالحال۔ تہی دست۔ حال۔ سوے دوستان بمضاف ومضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول بہ ہے۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ مبدل منہ۔ ہمہ بوستان بمضاف ومضاف الیہ ملکر مشار الیہ بدل اسم اشارہ مع مشار الیہ یعنی بدل مع مبدل منہ کے ز کے ساتھ مربوط ہوکر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول بہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آمد کا۔ دریغ اسکی خبر ہم۔ آمد کا مفعول بہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہین گلستان مین ہے۔ دشمنان اسیر آمدند۔ یعنی دشمن قید ہوگئے۔ دشمن اسم۔ اسیر۔ اسکی خبر۔ مثال جمع کی فردوسی رح شعر بایران بمردان نخوانند مان ✤ زنان کمر بستہ دانند مان ✤ مثال مجرور متصل ضمیرون کی جیسے کتابش قلمت کاغذم۔ جاننا چاہیئے کہ کبھی ان جمع کی متصل ضمیرون کو جمع کی منفصل ضمیرون سے استعارہ کرلیتے ہین یعنی یہ متصل ضمیرین لفظا ومعنی منفصل ضمیرون کے قائم مقام مستعمل ہوجاتے ہین۔ فردوسی رح سورۂ یوسف کی شان نزول مین لکھتے ہین شعر پیمبر چنین گفت کاین استان ✤ کہ شان من شفیعم برغیبدان ✤ اے اوشان را من شفیعم۔ اور محتمل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہو ای من شفیعشان ہستم۔ مولوی معنوی رح شعر از سو دوزخ بزنجیر گران ✤ میکشم تان تا بہشت جاودان ✤ ورنہ رسم الخط مین اپنے ماقبل سے منفصل لکھا جانا درست نہو گا کش کیطرح کشان من شفیعم الخ اور می کشمت کی طرح می کشتان لکھنا چاہیے تھا غرض یہ امثلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تھین جو بجاے منفصلہ مستعمل ہوئین اور ضمائر مجرورہ متصلہ کی مثالین جو بجاے منفصلہ مستعمل ہوی ہین ہم آگے بیان کرینگے جیسے میان شان بدیدہ فرق اندک کیا معنی کہ انکے مضافون پر کسرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال مین لیجانے یعنی متصلہ کو منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مفردہ متصلہ کے اسلیئے کہ واحد کی متصل ضمیرین یک حرفی ہوتی ہین بلا استناد کسی کلمہ کے اُنکا تنہا آنا ممکن نہین اسقدر استقلال اُن مین پیدا ہونہین سکتا کہ وہ بجاے ضمائر منفصلہ اپنی جمعون کی طرح مستعمل ہون اسیواسطے درصورت اضافت اُن کے مضافون پر سے علامت اضافت وجوبا ابدا اُٹھالیجاتی ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ جب کسی دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر اُنکا بروز وظہور نہین ہوتا تو یہ دوسری شے کیلئے خود سہارا اور مستند کب بن سکتے ہین پس تست اور تش کو تواست اور تواش کا مخفف سمجھنا چاہیئے

آمدن کے فعل ناقص ہونے پر شاہد

مجرور متصل ضمیرون کی مثالین

ضمائر مجرورہ متصلہ کا بجا منفصلہ استعمال

ضمائر مفردہ متصلہ کا ضمیرین منفصلہ سے نہین مستعمل ہونے مین

تست اور تش کو تواست اور تواش کا مخفف سمجھنا

جیسے ترا تورا کا اور ترا من را کا مخفف ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسکا بیان ضمائر منفصلہ مین آئیگا۔ ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانا سے روم کا شعر ہے **شعر** بے خودی نامد بخود تشش خواندہ ٭ اختیار از خود نشد تشش خواندہ۔ اے تو او را خواندہ۔ اور کبھی یہ شین ضمیر متصل منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی رح پیغام سلم و تور کا فریدون کے پاس پہونچانے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** بگفتش بدان شاہ کشتہ پسر ٭ پیام دو فرزند بیداد گر ٭ اے بگفت بدان شاہ۔ **وله** چو او را بدیدش جہان شہریار ٭ نشاندش بر خویشتن نامدار ٭ اے چو او را بدید **وله** چو شاہ آنچنان دید بر پای جست ٭ گرفتش سر و دست رستم بدست ٭ اے گرفت سر و دست رستم۔ اسی طرح ضمیر متکلم مع الغیر منفصل بھی زائد آتی ہے۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالےٰ اخیر مین آویگا۔ اور یہ ضمائر متصلہ منفردہ اپنے مضاف سے ایسی ملجاتی ہین کہ گویا جوہر کلمہ مضاف بنجاتی ہین بخلاف ضمائر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہین جیسے مولانا جامی کا شعر ہے **شعر** کنیزان را بہ پیش او بپا کرد ٭ بخدمت سر و بالاشان دو تا کرد **وله** ز شیرینی دہانشان در شکر خند ٭ ز لعل و زر ہمہ بر مو کمر بند ٭ جنگ سکندر و فور مین فردوسی رح فرماتے ہین **شعر** نوازش کنون من بافزون کنم ٭ ز دلتان غم و ترس بیرون کنم ٭ سنائی رح **شعر** از دست تو شست بر دہا نان خوردن ٭ خوشتر کہ بدست خویشتن نان خوردن ٭ مولوی معنوی رح **شعر** آنش گوید ہر دو عالم آن تست ٭ جملہ جانہا مان طفیل جان تست ٭ کبھی انکے مضاف پر علامت اضافت لے آتے ہین۔ یعنی انکو بجائے منفصل استعمال کرتے ہین۔ مولانا جامی **شعر** میان شان چو دیدہ فرق اندک ٭ بعینہ ہر یکے چون آن دگر یک ٭ کبھی تنہا بلا استثناء و مستقلا نائب مناب ضمیر مرفوع منفصل مستعمل ہوتے ہین۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** ز چینی بجوید کسے مردی ٭ کہ جز صورتے نیست شان آدمی ٭ اے او شان آدمی۔ امیر خسرو رح **شعر** دزد متاع من و با من بجوش ٭ شان بزبان آوری و من خموش ٭ اے او شان بزبان آوری۔ غالب دہلوی **شعر** با من این خشم و کین در یغ در یغ ٭ من چنان تان چنین در یغ در یغ ٭ اے من چنان شما چنین۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

جدول ضمائر مرفوع و مجرور منفصل

کبھی ضمیر متصل بھی اپنے اتصال پر بجائے منفصل مستعمل ہوتی ہین

فوائد جمع متصل کبھی اپنے اتصال اصلی پر رہتی ہین اور کبھی علامات اضافت لے آتی ہین

کبھی علامات اضافت منفصلات کی طرح انکے مضاف پر داخل ہوجاتی ہے

ضمائر منفصلہ جو تنہا بلا استثناء مستقلا نائب مناب ضمیر منفصل کے مستعمل ہوتے ہین ان کو بعض نحوی ضمیر ذوالوجہین کہتے ہین کیونکہ یہ ضمائر ذوالوجہین ہوتے ہین ایک اعتبار سے مرفوع دوسرے اعتبار سے مجرور

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
او - وے	اوشان - ایشان	تو	شما	من	ما

جیسے گفتِ او یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت مین ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر نبود ر۔

جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اورا - ورا - وےرا	اوشانرا - ایشانرا	ترا	شمارا	مرا	مارا

جاننا چاہیئے کہ وے مرادف او ممکن ہے کہ ایک مستقل ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُوی کا مخفف ہو اور اُوی مین یاے تحتانی اُسی قسم کی ہے جو بعد مدّ تین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت مین آئیگا فردوسی رح فرماتے ہین شعر ہرآنکس کہ ازراہ یزدان گبشت ٭ ہمان عہد اُوی وہمان باد دشت ٭ یعنے عہد او وباد دشت ہر دو برابر ست۔ ایضا در حمد سراید شعر ازو شادمانی وزو مردمی ست ٭ ازویت فزونی زویت کمی ست ٭ سعدی رح شعر چنوے خردمند فرخ نہاد ٭ ندارد جہان تا جہانست یاد ٭ اسواسطے کہ ازویت مرکب ہے از اُوی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنوے مخفف ہے چون اوے کا غرض اُسی اُوے مین سے جب الف حذف کیا گیا واؤ ساکن رہگیا تو بوجہ تعذر سکون ابتدائی اُسپر حرکت فتح کی دیگئی کیونکہ وہ اخف الحرکات ہے۔ سعدی رح شعر گفت انچہ دیدازکرمہاے وے ٭ شہنشہ ثنا گفت برآل طے ٭ اہل توران بہ نسبت او کے وے کو زیادہ استعمال کرتے ہین اسیطرح جب ضمیر منصوب اُورا پر سے الف گرادیا جاتا ہے وَرا بالفتح کہا جاتا ہے اُسکو ویرا کا مخفف ماننا تعلیل در تعلیل تخفیف در تخفیف ہے رہا ترا مین جو مخفف تورا ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اُوی مین جیسے الف حذف ہوکر وی رہگیا اُسی اُوی مین سے واو حذف ہوکر اِی بالکسر رہجاتا ہے لیکن الف کا ضمہ بجاے یاے تحتانی کسرہ سے بدلدیا گیا چنانچہ اُسکی جمع ایشان مستعمل ہے۔ جامی قدس سرہ شعر نمی دانم کہ بایشان چہ کین داشت ٭ کہ زیر خاکشان آسودہ نگزاشت ٭ یعنی ان دونون قسمون کے تخفیفی صیغون مین یون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف مین آگیا ہے اُسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جسکا اخیر تخفیف مین آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص ہو یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرا جاے اور اُسکا نقصان

ضمیر واحد غائب کی تخفیف تفصیلی اور اسکو ضمیر جمع غائب ایشان کی تخفیف تفصیلی کی طرح سمجھنی چاہیئے

ضمیر جمع غائب ایشان کا بیان

حرف اول کمالیت افراد سے غرض اول مین تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی مین تکمیل لفظی ہمنے حذف واو کو حذف اخیر اس لیئے قرار دیا کہ یہان یاے بعد مدہ در اصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ ان دونون تخفیفون مین بمنزلۂ جوہر کلمہ اسکو وجوب عارض ہوگیا اور نیز اشتراک السنہ پر نظر کرین یہ امر بخوبی ظاہر ہوسکتا ہے جیسے عربی مین ھو اور ھی پس اُو اور اِی اُوسی ہُوَ وہی کا مبدل ہی اور ہاے ہوز کا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اسیطرح ہندی مین وہ اور یہ اوسی ہُوَ اور ہی کا قلب ہے مان امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہُوَ اور ہی مین فرق ہے اور اُو اور اِی مین اس قسم کا فرق نہین ۔ واللہ تعالے اعلم ۔

اشتراک السنہ اوہ اور ہو اور اِی اور وہ اور یہ ہی

ضمائر منصوبۂ مفردہ مین سواے اُورا و وَیرا کے حاضر و متکلم مین صیغہاے مخففہ کا استعمال اکثر ہے صیغہاے اصلی شاذ و نادر برتے جاتے ہین ۔ سامعائی ہمدانی کا شعر ہے **شعر** بسکہ عادت دل من را بمروت باشد ✦ نگزم گر ہمہ انگشت ندامت باشد ✦ آگاہ ہو جائین کہ ضمائر منفصلۂ غائبہ بحسب اصل ذوی العقول کی ضمیرین ہین ۔ لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لیئے استعارہ کر لیتے ہین نظامی رح کا شعر ہے **شعر** می کوہ مرا رہ بمنزل برد ✦ ہمہ دل برند او غم دل برد ✦ لیکن میرے نزدیک اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین اساتذہ اہل زبان سے دونون موقعون پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت ثابت ہے مہذا قیاس بھی اسیکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح **شعر** مہندس بسے جوید از رازشان ✦ نداند کہ چون کردی آغازشان ✦ مگر جب اُنپر کوئی رابط وغیرہ آجاتا ہے تو اُسکے اتصال کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر مستقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہین پس اُن متصل ضمیرون کی طرح ذوی العقول و غیر ذوی العقول ہر دو مین بالاتفاق انکا استعمال جائز رکھتے ہین ۔ سعدی رح **شعر** بترسد خردمند ازین بحر خون ✦ کزو کس نبرد دست کشتی برون ✦ **ولہ** چو خرما بشیرینی اندوہ پوست ✦ چو بارش کنی استخوانے در دست ✦ مثال وے کی **ولہ** در خرمی بر سراے بہ بند ✦ کہ بانگ زن ازوے بر آید بلند ✦ واضح ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہون یا منفصلہ اُن مواضع مین مستعمل ہوتے ہین کہ جہان زبان اُردو مین لفظ اپنا بولا جاتا ہے ۔ اپنے اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اون کو بمعنی خود کہنا مین پسند نہین کرتا اس پر طرہ یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہین یہ خلاف تفحص ہے ظہوری **شعر** نہد خور بہر طرف دامے ز نازش ✦ کزان رو پر توی گردد شکارش ✦ سعدی رح **شعر** ترا کے میسر شود ہیچ کام ✦

ضمائر متصلہ غیر مستقلہ کا ایسی جگہ استعمال جہان اردو مین لفظ اپنا بولا جاتا ہو ۔

ضمائر منفصلہ غائبہ بحسب اصل ذوی العقول کی ضمیرین ہین لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لیئے استعارہ کر لیتے ہین

کہ با دوستانت خلاف ست وجنگ ۔ سعدی رح **شعر** چو من نام مردم بزشتی برم ۔ نگویم بجز غیبت مادرم ۔
اسی معنی مین ضمائر منفصلہ بھی مستعمل ہوجاتی ہین ۔ نظامی فرماتے ہین **شعر** چو خاقان خبر یافت از کار او ۔
کہ آمد سکندر بہ پیکار او ۔ **ولہ** بدانست مانی کہ در راہ او ۔ بدان حوضہ چینیان چاہ او ۔ خسرو علیہ الرحمہ
فرماتے ہین **شعر** چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست ۔ از دگرے پرس کہ عیب تو چیست ۔ نظامی رح **شعر**
چنان گرم کن عزم رایم بتو ۔ کہ خرم دل آیم چو آیم بتو ۔ فردوسی رح بہرام کی بہن سے خاقان کی منگنی
کرنے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** بہ از من ندیدم ترا کتخدائے ۔ بیارائے این پردۂ مادرائے ۔
غرض اس معنی مین تخصیص ضمائر متصلہ کی بجا نہین کبھی بحکم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہین
مولوی معنوی قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے **شعر** گفت پیغمبر صباحے زید را ۔ کیف اصبحت اے
رفیق باصفا ۔ گفت عبد اومنا باز اوش گفت ۔ کو نشان از باغ ایمان گر شگفت ۔ **ولہ** اوگر زان وآنا
اندر پیش ۔ سید و چون دید ویرانی ویش ۔ **ولہ** روغن اندر دوغ پنہان میشود ۔ ہر چہ مے سازی
تو اش آن میشود ۔ **ولہ** کہ اگر حق ست او پیدا ش کن ۔ ور نباشد حق زبون ماش کن ۔ **ولہ** دیدۂ
عقلت بدو بیرون جہد ۔ طعن اوت اندر کف طاعون نہد ۔ سعدی رح **شعر** اگر یک شخصے سنت حقیر نمود ۔
تا درشتی ہنر نہ پنداری ۔ اور بعض مواضع مین لفظ خود پر ضمائر متصلہ بنظر تاکید مزید لاحق کرتے
ہین جیسے نظامی رح کا شعر ہے **شعر** سخن بر بدیہہ نیاید صواب ۔ بوقت خودش دادہ باید جواب ۔
اسکا بیان بحث حروف مین آویگا ۔ انشاء اللہ تعالے شانہ ۔

ضمائر پر خواہ وہ متصلہ ہون یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہین فردوسی رح بیژن کے بحیثیت مجرمانہ
افراسیاب کے روبرو ہونے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** نہ بینی کہ این بد کنش ریسنا ۔ فرو فی
سگالد ہمی بر منا ۔ اے بر من **ولہ** من از بادشاہیت آباد ما ۔ بزرگان فرخندہ بنیاد ما ۔
اے آبادم اور ضمیر جمع متکلم در صورت مضاف الیہ زائد بھی لائی جاتی ہے ۔ فخر المتاخرین علی حزین
کا شعر ہے **شعر** صف مژگان تو گر سایہ بدریا فگند ۔ خار قلاب شود در بدن ماہی ما ۔ ای در بدن ماہی ما ۔
چوتھا **موصول** یہ وہ اسم ہے کہ اُسکے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل نہ ہے جس مین ایک ضمیر
اُسی موصول کیطرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہین بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ تو مبتدا
کہہ سکتے ہین نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضاف الیہ وغیرہ اور اُس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ملا ہوا ہے صلہ اور اُسکے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب پھرتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اُس اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عائد اور رابط کہتے ہین۔ اسماے موصولہ کہ وچہ جیسے عربی مین مَنْ وما سعدی رح کا شعر ہے **شعر** اے کہ پنجاہ رفت در خوابی ۔ مگر این پنج روز ۔ یا بی **ولہ** ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ۔ رفت و منزل بدیگرے پرداخت ۔ یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے مصرعہ مین مرکب فعل ہین لیکن انکے بیچ مین فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہوگیا ہے اور انکے درمیان سے ایک حرف وصل کہیئے یا عاطفہ محذوف ہے اور وہ واو ہے یا ہاے مختفی اسیواسطے اصل اسکی ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمدہ ساخت عمارت نو را ہے اسکی نظائر بہت سی ہین نظامی رحمہ اللہ تعالے معراج مین فرماتے ہین **شعر** تن او کہ صافی تر از جان ماست ۔ اگر شد بیک لحظہ آمد رواست ۔ اے بیک لحظہ شد و آمد یا شدہ آمد یہان فاصلہ ظرف کا ہے **ولہ** در فشان یکے تیغ چون چشم گور ۔ ہلاک در و رفتہ چون پاے مور ۔ بر آہیخت آمد بران تند شیر ۔ نشاید شدن سوے شیران دلیر ۔ لیکن واو اور ہاے مختفی کے موضع استعمال مین فرق ہے درصورت واؤ دونون فعلون مین مطابقت شرط ہے یعنی اگر اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع چاہیئے اسی طرح غیبت و خطاب و تکلم مین باہم موافق ہونے ضرور ہین اور ہاے مختفی اس قید مطابقت سے پاک ہے لیکن فعل ملحق بہا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان مین نسبت عموم من وجہ کی متحقق ہوگی ملا ضمیری کا شعر ہے **شعر** سینہ واکردہ بگلشن چو خرامان گزرد ۔ بلبل از جان گزرد گل زگریبان گزرد ۔ جیسے زید نزد من آمدہ بنشست یعنی بیٹھنا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی فعلونکے فاعلونکا اتحاد واجب ہے اگر فاعل مغائر ہونگے ترکیب باقی نرہے گی۔ اس قسم کی تقدیر اُردو مین بھی مع الفاصل وغیر فاصل دونون طرح مستعمل ہے جیسے کہتے ہین کھا چکا لے بھاگا لا دیا آ لگایا یہ سب بلا فاصل کی مثالین ہین اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے **شعر** وہ آئی تو غافل اُسکو پایا ۔ آغوش مین آ گلے لگایا ۔ آمد بر سر مطلب ۔ ہر کا لفظ عموم افراد کے لیے ۔ وہ مضاف ہے جانب کہ موصولہ ۔ آمد معطوف علیہ ۔ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ ۔ ساخت معطوف بتقدیر حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ ملکر صلہ ۔ اور دونون فعلون مین جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عائد و رابط ۔ اور صلہ مع موصول مضاف الیہ ہر کا اور مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا ۔ رفت فعل لازم ۔ اس مین ضمیر فاعل

حرف وصل یا عاطفہ یعنی واو اور ہاے ہوز مختفی کے استعمال مین فرق

ملا ہوا کا مفہوم ۔ اردو مین بھی مع الفاصل اور عاطفہ اور وصل کے سادہ بھی بیچ مین لاتے ہین جیسے کہا کیا اور غیرہ ۔ کھا چکا لے بھاگا لا دیا

مستتر جانب مبتدا راجع وہ ذوالحال۔ واؤ حالیہ۔ منزل پرداخت کا مفعول بہ۔ بدیگرے متعلق پرداخت اور پرداخت فعل متعدی اسکی ضمیر بھی جانب مبتدا راجع۔ اور پرداخت مع فاعل اور مفعول اور متعلق کے ملکر حال۔ اور حال مع ذوالحال کے فاعل رفت کا۔ رفت مع اپنے فاعل کے خبر۔ اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکر جملۂ اسمیہ۔ پس ان معنون کی تقدیر پر جو بظاہر لفظ آمد زائد لایا گیا ہے از روے لطائف بلاغت فاعل کے تردد وسعی ومحنت کشی پر شعر ہے جیسے یہی نکتہ لفظ آورد کی زیادتی سے ناصر علی علیہ الرحمہ کے شعر مین ملحوظ ہے **شعر** خیال بیکسی من وفا بیادش داد ❊ بجاے شمع دل آورد وبر مزارم سوخت ❊ ورنہ ہر کہ عمارت نوساخت اور دل بر مزارم سوخت۔ ادائے مطلب کو کافی تھا۔ ایک اور طرح بھی اس جملہ کی ترکیب کر سکتے ہین۔ ہر کہ آمد موصول صلہ اور مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا۔ عمارت نوساخت خبر۔ اور رفت ومنزل الخ بدستور مذکور خبر بعد خبر۔ ایک اور طرح بھی ترکیب اس جملہ کی ہو سکتی ہے۔ ہر کہ موصول متضمن معنے شرط۔ عمارت نوساخت ورفت ومنزل الخ معطوف ومعطوف علیہ اسکی جزا۔ بعض میانجیون کا اس شعر پر اعتراض ہے کہ "بہت سے بچے پیدا ہوتے ہین مرجاتے ہین پس عمارت نوساخت کا مفاد بخوبی سمجھ مین نہین آتا" اس قسم کے اعتراض قابل التفات نہین عمارت نوساختن یعنی نوآباد کرنا مراد اس آبادانی سے دنیا مین وجود نو کا پانا ہے۔ یعنی جو کوئی دنیا مین آیا اپنے قدوم سے اُس مین ایک نئی آبادی لایا جب وہ مرگیا اس منزل کو جو دنیا ہے اوروں کے لیئے خالی کر دیا۔ ان معنون کی رو سے لفظ ہر کی عمومیت پورے طور سے ثابت رہ سکتی ہے کیا حیوان کیا نبات کیا جماد وغیرہ وغیرہ۔ ہان کہ موصولہ جو ذوالعقول کے لیئے موضوع ہے تغلیباً اشرافۃ العاقل بولا گیا اور یہ تکلف فقط ہر کی عمومیت سنبھالنے کی خاطر کیا گیا اور جو معنی ہم پہلے بیان کر آئے ہین اُس مین کوئی تکلف نہین معہذا اگر لفظ ہر کا اندیشہ تھا تو اُسکو عمومیت حقیقیہ کے لیئے لینا کیا ضرور ہے بلکہ عمومیت عرفیہ مراد ہو سکتی ہے واللہ اعلم بالصواب اور بہت جاے عمومیت حقیقیہ کے لیئے بھی آتا ہے فردوسی علیہ الرحمۃ جنگ رستم وخاقان مین زمزمہ سنج ہین **شعر** (۱۹۴) جہان را بلندی وپستی توئی ❊ ندانم چہ ہر چہ ہستی توئی ❊ یہ بات بعض مورخین کے نزدیک مشہور ہے کہ فردوسی کا یہ شعر مقبول بارگاہ صمدیت ہوا جو موجب اُنکی نجات کا ہوا لیکن بنظر انصاف دیکھا جاے نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ❊ پناہ بلندی وپستی توئی ❊ ہمہ نیستند ہر چہ ہستی توئی ❊

مین کس غضب کی بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہے چونکہ یہ شعر اپنے ماقبل و مابعد سے مربوط ہے بغیر تشریح اشعار ماقبل و مابعد لطف حاصل نہو گا۔ مختصر عرض کرتا ہون ؎ خدایا جہان پادشائی تراست زما خدمت آید خدائی تراست ۔ خدایہ صیغہ فاعل ترکیبی کا ہے ازروے لفظ مرکب ہے خود اور آ سے جو امر ہے آمدن کا چونکہ کثرت استعمال تخفیف کو مقتضی ہے واو حذف ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ الف اور واو مدہ کے بعد خاصکر افعال مین یاے تحتانی جواز اً بڑھا دیا کرتے ہین اور ترکیب کے وقت تحمل حرکت کے لیئے وجوباً جیسے آی وگوی اور آ دگو اور آید وگوید اور یہان بھی بوجہ ترکیب حرف ندا زیادتی وجوبی ہے اور اسکے جزو ثانی صیغہ امر کی فعلیت سے حدوث کا شبہ محض وہم ہے۔ قابل التفات نہین معہذا جب تک کہ اُسکے فعلیت کا لحاظ بلکہ لحاظ اُسکی ترکیب سے اُٹھا کر شے واحد نکر دیا جاے معنی فاعلیت ترکیبی کے پیدا نہین ہوتے اسیواسطے یہ ترکیبی صیغے صفات کے مساوی سمجھے جاتے ہین اور اسماء صفات مین کوئی حدوث کا قائل نہین ورنہ واجب بھی اسم صفت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب اور ندا کے لیئے فارسی مین اسی بالکل کثیر الاستعمال ہے تو ما سوا اور حروف ندائیہ کے الف کا اختیار کرنا حدیث شریف کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو اقطع کی امثال مین جھٹپٹنا ہے اسواسطے کہ جو لفظ پہلے زبان سے نکلے وہ نام خداوند عظم شانہ نکلے بخلاف اور حروف ندائیہ کے کہ اُن مین بوجہ تقاضاے صدارت یہ بات ممکن نہ تھی معہذا چونکہ شیطان انسان کا عدو مبین ہے ہر طرح سے اُسکے اہلاک اور نجات کی راہ زنی کے درپے ہے تو سوا اسکے کہ اُس خداوند غالب و قاہر جلّ و علا کے حریم حمایت و حماے حضور مین ہو کر پناہ گزین ہون دشمن سے امن پانے کی کوئی صورت نظر نہین آتی تو پہلے ہی بصیغۂ حاضر افتتاح کلام کیا اور دعواے جہان بادشاہی کو بلباس خطاب جو جواب ندا ہے بیان کیا اور یہ مصداق تعوذ ہے سبحان اللہ العظیم کس بلاغت سے ان ہر دو مضمون تعوذ و تسمیہ کو ایک عبارت مین بیان فرمایا۔ جہان بالفتح بمعنے عالم و روزگار تحقیق اسکی صفت شبہ کے بیان مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پادشائی بقاعدۂ تبدیل پادشاہی سے پادشائی کر لیا یا بقاعدہ حذف گیا و گیاہ گواہ و گوا جیسے سعدی ؎ شعر پسران وزیر ناقص عقل ۔ بگدائی بر دستار فتند ۔ روستازادگان دانشمند ۔ بوزیری بادشا فتند ۔ فردوسی ؎ شعر چو دستور باشد مرا بادشا ۔ ازیشان سوارے نمانم بجا۔ بعد حذف ہا وقت الحاق

ہ ۔ یہ شعر جو لفظ ضرا کا مستعمل باضافہ ہونا بتلا رہا ہے اسکے استعمال باضافہ کی وجہ تحقیقی سے بحث ہے اور اسکے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ اصل مین صفت ہے اور صفت کے استعمال مین اضافت کی حاجت نہین ہوتی اور اسکے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ اصل مین صفت ہے اور صفت کے استعمال مین اضافت کی حاجت نہین ہوتی

ہ ۔ ہی علامت حاضر ہے تیسرا شخص مستقبل کا ہے جیسے پائی وہ دوڑے جاے پائی وہ دوڑے اور جا پائی جاے پائی وہ جاے پائی وہ جاے پائی وہ

یائے مصدری تعلل حرکت کے لیئے ہمزہ بڑہا دیا غرض یہ جملہ جہان پادشائی تراست دعوی ہے اور لفظ تراست مین را بجائے لام جارہ کے تخصیص کا کلمہ ہے اب اس دعوی پر دلیل لاتے ہین چنانچہ اخیر مین خود فرمایا ہے۔ چو شد حجت بر خدائی درست + زما جار مجرور متعلق آید کے اور تقدم ظرف کا اپنے متعلق پر مفید حصر۔ آید فعل ناقص بمعنے ہونے کے یا فعل تام بمعنے شہود۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ اس موقع مین اظہار خدمت جو عین عبادت ہے بیجا ہے معہذا علت یعنی اثبات دعوای جہان پادشائی مین اسکو کیا دخل اور ما سے اکثر اپنے بنی نوع مراد ہوتے ہین کیلیئے کہ وہ قریب ہین تو حصر خدمت یعنی عبادت در نوع انسان کب روا ہے جب ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون آیا ہو اگر شرکائے جنس عالی مراد ہین تو بیشک کل مخلوقات کی خدمتگزاری ظاہر ہوگئی لیکن فقط سب مخلوق کی خدمتگزاری دلیل بادشاہت نہین ہوتی" جواب ان باتونکا یہ ہے کہ جب انسان سب سے اشرف ہوکر خدمتگزار ہوا تو جمیع مخلوق اُسکے ضمن مین تبعاً و قہراً آگئی اور زما کا تقدم مقتضی حصر ہے اور حصر مطلق یعنے حصر کلی وہی ہے جو لازوم مساوی کے درجہ مین ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور ہین ویسے ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلے گا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور ہم عبودیت ہی کے لیئے ہین تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہوگا۔ مولوی معنویؒ شعر تاج ازان اوست و آن ماکمر + وای او کز خود دارد گزر + پس ظاہر ہے یہان مقصود اظہار عبادت نہین بلکہ اظہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہین لیکن اُس سے بالکل الگ خارج بھی نہین غرض یہان تک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شرکائے جنس عالی یعنی مخلوقات مین سے کوئی لایق پادشاہت و حکمرانی نہین۔ حکمرانی اور پادشاہت کے لایق ایسی ذات چاہیئے کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہو سو سب سے پہلے اور سب احسانون کا کشکول اعطائے وجود ہے اسواسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اسیکے وسیلہ سے ہین تو بیشک وہی پادشاہ ہے جو خود آیندہ ہے اپنے وجود باجود مین وہ کسیکا محتاج نہین لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست پر اکتفا نکیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسیکو کیا کسواسطے کہ حکمرانی اور پادشاہت جانب محکوم توجہ قوی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات مین جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو اُن تجلیونکے الوان مین ملون پاتا ہے جیسے رنگین آئینون کی قندیل کا عکس بحسب رنگ آئینہ ہوتا ہے

ع

اس لفظ کا خود آپ سے کیا معنی ہونا اور آپ سے اس معنی کا مستفاد ہونا اور مطلع کا اسکے متعلق ہونا ہوچکا اسلئے یہ الجھن شتاقان حکیم خواجہ الدین شتاقی کی بھی آپ ہی دور ہوگئی ہوگی ع

وصف تو کجا بعقل ما در گنجد

اگر خود آپ ہی اپنی تراست کا دعوی نہ کرتے تو ہم آپ کی تراست کا کیونکر دعوی کرتے اور جب آپ ہی کے دعوے کے دلائل آپ ہی سے مستفاد ہوئے تو پھر آپ ہی کے دعوے کے دلائل آپ ہی سے مستفاد ہوئے

یعنی جس شئے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اُسی رنگ مین نظر آویگا پس اپنی غفلت اور قصور ادراک سے یقین کر بیٹھتا ہے کہ یہ اُسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ارباب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کر لی تا ہر وقت پیش نظر رہے لیکن اُس خداوند جل وعلا شانہ کا خود موجود ہونا اور ونکے وجود بخشش کو مستلزم نہین تھا تو فرماتے ہین ؎ پناہ بلندی وپستی توئی ٭ ہمہ نیستند ہرچہ ہستی توئی ٭ پناہ سے یہان مابہ القیام مراد ہے یعنی مابہ القیام پستی وبلندی تو ہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی وبلندی کا تجھی سے ہے اور بلندی وپستی سے وصف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد ہوتے ہین یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کرکے جمیع افراد مراد لیتے ہین ۔غرض ہر ایک کا مابہ القیام وہی ذات پاک ہے اُسکا کوئی مابہ القیام نہین وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے ۔اور پناہ کے ظرف کو حذف کر دیا یعنی کس امر مین وہ پناہ ہے نہین بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لیئے ہر امر وجود وبقا وغیرہما مین وہی پناہ ہے یعنی ہر شے کا ہر امر مین وہی مابہ القیام اور محتاج الیہ حقیقی ہے تو خود بخود آنیوالا بھی وہی ہوگا اور سب اُسکے وجود باجود سے مستفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ حقیقی پس جب ہر شئے ہر امر مین اس درجہ کو اُسکی محتاج ہوئی تو پھر اُسکو ہست ہی کیا کہیئے حقیقت مین وہی ہست ہے تمام اُسکے آگے نیست ہین اب ہمہ اوست کہیئے یا ہمہ از وست سب درست ہے یہ جادہ نہایت اسلم ہے بڑی بات اسمین یہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لیئے تخصیص بلندی وپستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت وعبدیت یعنی خدائی وخدمت ادائی سابق الذکر ہے اور ہستی ایک صیغہ نہین بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ستی ۔ممکن ہے کہ ہستی حاصل مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف یعنی ہستی ست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکر صلہ موصول کا اور موصول وصلہ ملکر ہر دو تقدیر پر مبتدا اور توئی اسکی خبر ہان اتنا شبہ باقی رہیگا کہ تقدیر اول پر صلہ اور خبر کے دونون عائد خطابی ہین اور موصول غائب ہے تقدیر ثانی مین عائد خبر خطابی ہے اسکی نظائر بہت سی ہین اس قسم کے طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے زمانہ مین ہوئے " یاران شعر مراد مدرسہ کہ برد " فرمایا لیکن اس ثانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باریتعالی کو عین ذات مانتے ہین

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تو لف ونشر معکوس کیطرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر مفاد لفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہین تاطبائع دقت پسند وسہل طلب ہر دو لطف اندوز ہون ؎ ہمہ آفریدی زبالا و پست ✦ توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست ✦ آفریدن کسی شئے کو عدم سے وجود مین لانیکا نام ہے پناہ کی تحقیق مین معلوم ہوچکا کہ ہر شے کا مابہ القیام وہی ہے تو وجود وبقا کی پناہ بھی اُسی سے ہے اور جو مابہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا تو اُسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شئے اُس شئے کے اور حالات سے اقدم اور اصل اعظم ہے ۔ زبالا و پست سے ہمہ کے بیان ڈالنے مین اُسی عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہین کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے اُنکے موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اُسکو توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض وجواہر سب کا جن جن پر ہست کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست خدائی تراست کے مساوی ہے اور زبالا و پست مین زا کو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہین اس صورت مین ہمہ کی عمومیت بقرینۂ زبالا و پست مقصر ماسوائے بالا و پست مین رہیگی اور بالا و پست سے آبائے علوی وامہات سفلی مراد ہونگے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلثہ کا ذکر ہوگا لیکن پھر کلام آفرینش ابوین وعالم مجردات ومرکبات ناقصہ مین رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہدیا توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقولی ڈھکوسلے نہ سمجھے جائین سو برعایت اسی بالا و پست کے مشاہدات سے تمثیلاً ثابت کرتے ہین ؎ توئی برترین دانش آموزناک ✦ زدانش قلم رانده برلوح خاک ✦ برترین صیغۂ تفضیل صفت دانش کی آموزناک مین لفظناک نسبت فاعلی کے لیئے بمعنی آموزگار لیکن محقق اُستادیہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغۂ فاعلیت کے لیئے آتا ہے جیسے زار وستان مبالغۂ ظرف کے لیئے آتے ہین یعنی بہت دانش سکھلانیوالا زدانش یا تو یون کہیئے کہ بیان قلم ہے یا بیان قلم راندن جو ضمن مین قلم رانده کے ہے ۔ دانش حاصل مصدر دانستن بمعنی علم بقرینہ آموز اور یہ اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل وعلا شانہ عَلَّمَ اٰدَمَ الآیہ جو باعث برتری وتفوق برملک تھا پس لفظ برترین کا یا تو اسواسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے ۔ برترین مین یا دونون مبالغۂ صفت کے لیئے یعنی اُس علم کا مادہ اور اصل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن

برتری ہوگیا اور پھر یہ برتری رتبہ کیفیت مین ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کمیت وتعداد مین یا کیفیت وکمیت ہر دو مین یعنی اوروں کو چند چیزون کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علے نبینا وعلیہ السلام کو بہت سی چیزون کا اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب الٰہی سے کیونکر شرفیاب ہوتے معلوم ہوا کہ علم تھا مگر جیسا اور جتنا کہ حضرت آدم علے نبینا وعلیہ السلام کو علم حقائق ومعرفت ذوات وخواص واسماے اشیاء واصول علم وقوانین صناعات وکیفیت آلات القا کیا گیا تھا نتھا کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا تو ہر چیز کی معرفت وعلم دیا گیا تا کار خلافت سرانجام پاوے بلکہ تعالے شانہ نے اپنے دست قدرت سے اس کالبد خاکی کے ایسے قواے متبائنہ واجزاے مختلفہ رکھے کہ جو مستعد الادراک معقولات ومحسوسات وتخیلات وموہومات کا ہوا یہان تک کہ ہنوز روح پائین بدن مین نہین پہونچی تھی کہ بمجرد عطسہ شکر الٰہی مین الحمد للہ فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علے نبینا وعلیہ السلام لینا بقرینۂ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہین تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار علم عالی ہے اور تونے ہی لوح خاک پر حرف علم کے لکھے اس سے وہی اجزاد قوی متبائنہ ومختلفۂ مستعدۃ الادراک مراد ہین یا یہ کہ علم آموزی ولوح خاک مین تخصیص حضرت آدم علیہ السلام کی نکرین بلکہ بوسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لیئے یہ حکم ثابت کردین۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب غرض اس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جزو دلیل خدائی تراست کا مفاد ہے حجت پوری ہوگئی تو دلیل پوری ہوگئی پس دعوی اسی کے ساتھ پادشاہی جہان کے اختصاص کا ثابت ہوگیا تو کہتے ہین ؎ چو شد حجتت بر خدائی درست ✦ خرد داد بر تو گواہی نخست ✦ یعنی جب حجت تیری خدائی پر پوری ہوگئی تو عقل نے تسلیم کرلیا پہلے تیری گواہی دی کہ بیشک پادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے تخصیص خرد اسواسطے کہ وہ مدرک کلیات وجزئیات ہے تطبیق دلیل وتصدیق دعوی اسی کا منصب ہے گواہی صفات وذات خداوندی کی عین ایمان ہے موجب سعادت دوجہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ بے شک قابل شاباش وآفرین ہے دوسرا ساتھ ہی اسکے پیشہ گزرتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ شئے ہے جو دلائل وحجج پر نظر کرکے اسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرور ہے

کہ وہ قابلیت بھی عطا کردۂ لم یزلی ہو تو کس خوبی سے دونون مضمون کو ایک عبارت مین ادا کرتے ہین ؎ خرد را تو روشن بصر کردۂ ٭ چراغ ہدایت تو بر کردۂ ٭ یعنی ایک تو خرد کی مح روشن بصر کے ساتھ۔ دوسرا روشن کنندۂ بصر خرد اُسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی درصورت اولی بصر مضاف خرد مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کردۂ اور جب کہ خرد کو قابل مدح پایا اُسپر توجہ تام کی صدر نشین بہت اُسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہین دیتی۔ جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے حکیم شہادت سے محروم مرگئے گمراہی کی اندہیری مین سنہاسے بدتر گزر گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانیہ ہدایت کے ہر دو معنی مشہور یعنی راہ مطلوب نمودن یا بمطلوب رسانیدن یہان ممکن۔ برکردن بمعنی بلند کرنے کے مجازاً اُسکو مطلق روشن کرنا کہدیتے ہین اسواسطے کہ جو چیز جسقدر بلندی پر روشن ہوگی اُسیقدر دور دور تک پرتو افگن ہوگی اسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہین ہوتی ستارون کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تو نے ہی اوپر سُلگا دیا کہ مثل آفتاب کے عالمتاب ہے چاہے کوئی شپرچشم اُسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہوئے کہ خرد کو تو نے روشنی بصر دی اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی ۔۔ یا برکردن بمعنی نزدیک بتقدیر مضاف الیہ یعنی برش کردۂ یا برادکردۂ۔ یا برکردن بغیر تاویل مطابقۃً روشن کرنے اور چراغ سُلگانے کے معنی جبکا ترجمہ مطابقی ہندی مین بالنا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہیلی مین فرماتے ہین ؎ جب بالا تھا سب کو بھایا ٭ جب بڑا ہوا کام نہ آیا ٭۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے شہادت توحید مین جو عین ایمانی اعتقاد ہے حکم تیقنی ضروری ہے ایسے موقع مین ندانم چہ بمقابلۂ ہمہ نیستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ہ

جاننا چاہیئے کہ لفظ ہر کو موصولیت مین کچھ دخل نہین محض تعمیم کے لیئے آتا ہے یہ بات شیخ شیراز کی شعر سے صاف ظاہر ہے **شعر** ؎ گر کشور آباد بیند بخواب ٭ کہ دارد دل اہل کشور خراب ٭ **ولہ** ؎ حرامش بود نعمت بادشاہ ٭ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ٭ اور جس موصول پر کہ ہر داخل ہوتا ہے اُسکے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونون جائز ہے۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** ؎ ہمہ آفریدی زبالا و پست ٭ تو ئی آفرینندۂ ہر چہ ہست ٭ **ولہ** ؎ اے کارکشائے ہر چہ ہستند ٭ نام تو کلید ہر چہ بستند ٭

موصول پر لفظ ہر کے داخل ہونے عائد کے مفرد و مجموع لانے دونون جائز ہے۔

عائد کے صیغۂ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ یہ صیغۂ جمع کا خود افرادی ہے اور جمع افرادی مین ہر ہر فرد جدا جدا مراد ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ محض تکثیر کا فائدہ دیتا ہے فردوسی جنگ افراسیاب و کیخسرو کے بیان مین پشنگ کی ستایش کرتے ہین **شعر** بلشکر چنو نامدارے نبود ۔ بہر جاے چون او سوارے نبود ۔ اے در ہیچ جا۔ اور یہی کہ وجہ استفہام کے لیئے بھی آتے ہین جیسے عربی مین مَن و ما استفہامیہ قرار پاتے ہین انوری کا شعر ہے **شعر** کہ بر فروزد ہر بامداد مطلع صبح ۔ کہ بر فراز د ہر شب بصد صبح شفق ۔ اور لفظ چہ کبھی استخبار کے لیئے بھی آتا ہے اور یہ استخبار کبھی کثرت کے لیئے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ بحری کے سبب نظم کتاب مین فرماتے ہین **شعر** زیک قافیہ چند زائد سخن ۔ چہ خرما کشاید زیک نخل بُن ۔ اسیوجہ سے لفظ چند حقیقت مین چہ و اند سے مرکب ہے استخبار کے لیئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے کنایات کی بحث مین مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذوالعقول کے لیئے اور چہ کا غیر ذوالعقول کے لیئے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجازاً اسکا خلاف بھی آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمہ کا نیک بخت کیست و بدبخت چیست فرمانا اسی بنا پر کسی نکتہ کے لیئے مجازاً مستعمل ہے یعنی بدبختون کو لایعقل شمار کیا نہایت ذلیل و خوار کیا کیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے اندوختہ مال و متاع سے بغیر نفع اُٹھائے خست کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مر گئے۔

اور نیز چیست حقیقت شے کے سوال کے لیئے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی اول جیسے یہ **شعر** ۵ چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے ۔ حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے ۔ اسواسطے کہ مصفا جوہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعیہ نہین اُسکی ادعائی ماہیت ہے۔ ثانی یعنی ماہیت حقیقی جیسے انسان چیست زندہ گویا اور اصل اس یاے تحتانی کی جو چیست و کیست مین ہے ہمزۂ مفتوحہ ہے اور ہاے مختفی جو اِنہای حرکت و اتمام کلمہ کے لیئے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دیگئی اور کبھی بحکم ضرورت حرکت فتحی ہمزہ کی اُس یاے مبدلہ پر بحال رکھتے ہین۔ مولانا ے روم قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** این دران حیران شدہ کان برچیست ۔ ہر چندہ آن دگر را نانی ست ۔ **وہ** رب اعلی گردئیست اندر جلوس ۔ بہر یک کرمی چیست این چاپلوس ۔ اور چہ ہست بھی یہان بن سکتا ہے لیکن یہ مروی نہین۔ اور یہی کہ وجہ اسماے اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہین۔ نظامی رحمہ اللہ علیہ کا **شعر** ہے ۵ پناہ بلندی و پستی توئی ۔ ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی ۔ یعنی ذلک الذی

بیان جمع افرادی کا

بیان بعض مقامات کا جہان استعمال تکثیر کا فائدہ دیتا ہے

کہ وجہ بھی استفہام کے لیئے استعمال

بیان جا کا استخبار

مین استعمال

کہ اور جا حقیقی و مجازی

استعمال کے بیان

حقیقت کا بحقیقت

شے کے سوال

مین داخل ہونا

کبھی بحکم ضرورت ہمزہ کی حرکت

کہ وجہ کا اسماے اشارہ

کے ساتھ بھی استعمال

اور بعض مقننین کی یہ راے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماے موصولہ سے ہے مبنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستعمل آنا متصور نہین یہ شرط طاہر الاطلاق ہے اور نیز اسکے صلہ مین دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تو ضمیر دوسرا کاف ۔ اور بعض صہبا کش مخمخۂ تحقیق کی راے جہان آراے اُس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اُس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نرہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئیگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہون نے مثال دی ہے کسیکہ عاقل ست سخن ماگوش کند اس مین لفظ کس موصول ہوا اور بنام خداے کہ جان آفریدہ مین لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائیگا پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا ۔ میرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یا ہے ملحقہ ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہین اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اُس اسم کی جسکو انہون نے موصول مانا ہے ۔ نظامی رح **شعر** کرا باز گونہ بود پیر ہن ✤ نہ حاجت بود بازگشتن بہ تن ✤ کرا یعنی لمن ۔ اور یہی کاف یعنی اسم کے آکر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎ کراجا و دان ماذن امید نیست ✤ کہ گیتی ہمین جاے جاوید نیست ✤ یہان دو بات یاد رکھنے کے لایق ہین ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لیئے بھی مستعمل ہونا جیسے نظامی علیہ الرحمہ فرماتے ہین **شعر** شمے کہ نہ از تو نور گیرد ✤ از باد بروت خود بمیرد ✤ دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہونا ۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے **شعر** دوران کہ فرس نہادۂ تست ✤ باہفت فرس پیادۂ تست **ولہ** دولت کہ نشانۂ مرادست ✤ در حق تو صاحب اعتقادست ✤ **ولہ** سررشتۂ غیب ناپدیدست ✤ بس قفل کہ بنگری کلیدست ✤ خصوصاً لفظ ہر اور اسماے اشارہ کے بعد مُلّا طاہر غنی رح کا شعر ہے ؎ ہر کس کہ گشت عریان در پیرہن نگنجد ✤ نظامی قدس سرہ **شعر** آن مے کہ چو اشک من زلال ست ✤ در مذہب عاشقان حلال ست ✤ لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہین جیسے بعض نے اُسکے عدم کو واجب کہدیا ہے ۔ نظامی رح کا شعر ہے ؎ ہر نیک و بدے کہ در شمارست ✤ چون در نگری صلاح کارست ✤ **ولہ** بر ہر زر ہے کہ نیزہ راند ✤ یک حلقہ دران زرہ نماند ✤ جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎ آن موئے کہ میگوئی میانش ✤ آن سر یکہ مے خوانی دہانش ✤ آن نور یکہ تابد از جبینت ✤ کہ دارد ماہ را سر بر زمینت ✤ بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت مین اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہین ۔ کسی اُستاد کا

شعر ہے ؎ ہر آن کسے کہ کند پیروی اہل خرد ٭ بہ ہیچ وجہ ملالے بحال او نرسد ٭ اسی طرح ہمہ کے مدخول پر یا لاتے ہین اسوقت اس ہمہ کو کل افرادی کے معنون مین سمجھنا چاہیئے سعدیؒ فرماتے ہین شعر چو دست از ہمہ حیلتے درگسست ٭ حلال ست بردن بشمشیر دست ٭ جسطرح ہر کبھی کل مجموعی کے معنون مین بولا جاتا ہے سعدیؒ فرماتے ہین شعر وقتے افتاد فتنہ در شام ٭ ہر کس از گوشۂ فرا رفتند ٭ ولہ ہمہ کس بمیدان کوشش دراند ٭ ولے گوئے بخشش نہ ہر کس برند ٭ اور ہر کو موکد ہمہ کے ساتھ بھی کرتے ہین امیر خسروؒ شعر عالم برحق نہ تعلیم کس ٭ ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس ٭ ولہ تخت پدر کز پئے پائے منست ٭ ہر ہمہ دانند کہ جائے منست ٭ نظامیؒ شعر بجز مرگ ہر مشکلاتے کہ ہست ٭ بچارہ گرے چارہ آید بدست ٭ کبھی اظہار کلیت افرادی کے لیئے ہر کے مضاف کو مکرر بھی لاتے ہین۔ فردوسیؒ شعر زہر گونہ گونہ درخشان درفش ٭ جہانے شدہ سرخ و زرد و بنفش ٭ البتہ بعد ضمائر کے ابداً یا نہین لاتے۔ نظامیؒ کا شعر ہے شعر تو کہ جوہر نہ نداری جائے ٭ چون رسد در تو دہم شیفتہ رائے ٭ شعر منکہ طرف کلاہ بشکستم ٭ حیدریم قلندرم مستم ٭ نظامیؒ شعر ما کہ جزوے ز شمع گردونیم ٭ با تو از ہفت پردہ بیرونیم ٭۔ ہمارے اس دعوے کو کہ موصول یہی کاف ہے اردو کا لفظ جو قوی کرتا ہے چنانچہ خمخانۂ کش مصطبۂ تحقیق آرائی سیہ مست بادۂ دقیقہ کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اردو قواعد مین لفظ جو کو اسمائے موصولہ مین شمار کیا ہے یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ یہ سب توصیفی جملے ہین چونکہ اوصاف مین اصل افراد ہے یہ کاف جملہ وصفیہ کے سرے پر اسیواسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت مین مفرد کے ہو جاے اور درمیان خبر اور وصف کے میز بنجاے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی ضرورت نہین پڑتی۔ اور اس کاف کو موصولہ کہیئے یا موصوفہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ مین آیا ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر مین شعر مابلبلان بلند نہ سازیم خانہ را ٭ خوش کردہ ایم خانۂ یک آشیانہ را ٭ اے مابلبلان کہ بلند انخ۔ سراج المحققین آرزوؒ نے جملہ نعتیہ کو بدون کاف کے اوپر اسمجھا اسکو بیان فرما دیا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ مابلبلان مبتدا۔ بلند نسازیم خبر ہو۔ اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر بعد خبر۔ عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہو گیا۔ اور اسیوجہ سے صاحب مجالس النفایس نے ریاضی کے اس شعر کو شعر بستارہ است در گوش آن ہلال ابرو ٭ زرے

ہر آن کسے کہ کند پیروی اہل خرد ٭ بہ ہیچ وجہ ملالے بحال او نرسد ٭

ہم کا کبھی بجز ہی سارے جملون مین بولا جاتا ہے

سعدیؒ کے شعر مین

ہر کے اور ہمہ کے ساتھ بھی کرتے ہین

امیر خسروؒ کے شعر مین

اور بعض جگہ بعد ہونا

نظامیؒ کے شعر مین

ضمائر کے بعد ابداً یا تو صیف نہین لاتے

نظامیؒ کے شعر مین

ہمارے دعوے کو کہ موصول یہی کاف ہے اردو کا لفظ جو قوی کرتا ہے

کہ کے متعلق صہبائی مرحوم کا بیان

کبھی اس کاف کو حذف بھی کرتے ہین۔

سراج الدین آرزوؒ کے شعر مین

صاحب مجالس النفایس کی اصلاح

حسن بخور شیدے زند پہلو ٭ ناپسند ٹھہرایا اسطرح اصلاح دی ؎ زروے حسن دُرگوش آن ہلال آبرو ٭ ستارۂ است کہ باہاہ مینزند پہلو ٭ مین عرض کرتا ہون کہ جب اساتذہ کے کلام مین اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات وتسویلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسی رح فریدون کے محل کی تعریف بزبان قاصد سلم وتور فرماتے ہین شعر چو رفتم بنزدیک ایوان فراز ٭ سرش باستارہ ہمی گفت راز ٭ اے ایوان کہ سرش الخ اوران اشعار مذیلہ مین امام فن تحقیق صاحب قول فیصل کی یہی راے ہے حزین شعر زہر بلبل صداے برنخیزد صید زاع اولیٰ ٭ ہماے کو نہ بخشد دولتے ازوے مگس بہتر ٭ اے ازہر بلبل کہ الخ صائب شعر ہرکس فشاند برمن پرشور پشت دست ٭ ازجہل زد بخانۂ زنبور پشتِ دست ٭ اے ہرکس کہ فشاند الخ مولوی معنوی قدس سرہ شعر ازجنون مے گشت ہر جا بدجنین ٭ ازجہل آن کور چشم دوربین ٭ اے ہرجاکہ بدالخ ۔ہان جب کہ اس کاف کو موصولہ نہ کہین بلکہ اَنْ مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا مؤوّل تسلیم کرلیا جائے وہ اشعار مستشہدہ مزبورہ متاوّل یعنے محذوف الموصوفات سمجھے جائین گے جیسے شعر اے کہ بنجاہ رفت مین منادا محذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اُسکے قائم مقام اسیطرح شعر کہ دارد دل اہل کشور خراب مین بادشاہی کہ دارد الخ اسیطرح شعر کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ مین ندیمے کہ ہنگام فرصت الخ اسی طرح شعر ہرکہ آمد عمارت نوساخت ۔مین ہرکس کہ آمد الخ محذوف ماننا پڑے گا۔ اور علے الخصوص اوپر کے دونون شعرون کے کافون کو تعلیلیہ قرار دینا اور ارجاع ضمیر فاعل کو سیاق وسباق کے حوالے کردینا یعنی یہ معنے کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ رعیت کا دل دُکھانا اور نعمت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع ومحل کا نہ دیکھنا از قبیل تاویل مالا یرضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبہ کہ درصورت موصولیت کاف ہرکس کہ گشت عریان الخ اور دوران کہ فرس نہادہ الخ اور اسی کی امثال مین درمیان موصوف وصفت کے باعتبار تنکیر وتعریف باہم مطابقت نرہے گی سو یہ کچھ نہین کسواسطے کہ یہ امور اور یہ دقایق خصوصیات کلام عرب سے ہین اور درصورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ وصفیہ کو مؤوّل بمفرد بنانے کے لیئے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جاے تو کوئی یہ شبہ کرے کہ مثلاً شعر اے کہ بنجاہ رفت و درخوابی ۔مین منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اُسکی صفت مین جملہ جوقوت مین

؎ فردوسی رح جلد سوم صفحہ ۱۱۲۸ طالقان مین فرودآمدن فریدون ازمرکب وبرآمدن آن تابہ ایوان مرصع ایران سواران می گردند گرد او کہ سران سواران باو ہمے بست ٭ الخ

کاف کو موصولہ ماننے کی صورت مین اشعار مذکورہ پر اعتراض

کاف کے موصول ماننے کی صورت مین اعتراض عدم مطابقت موصوف وصفت من حیث التعریف والتنکیر

نکرہ کی ہے کسطرح درست ہوسکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو در صورت موصولیت کا ف بیان ہوا معہذا یہان سرے سے وہ شبہ ہی نہین پڑتا کسواسطے کہ ورود مابعد لحوق وصفیت ہے یعنی موصوف مع الصفت منادا کیا معنے کہ اُس شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصفت غفلت ہے یعنی کہتے ہین اے غافل مغفل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجکو مہلت ملجاے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

یاد رہے کہ اسماے اشارات اور اسماے موصولہ اس لیئے مبہمات کہلاتے ہین کہ جب تک انکا مشار الیہ اور صلہ بیان نہوگا سامع پر صاف طور سے عیان نہوگا۔

پانچوان وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چارون معرفون مین کسی ایک کی طرف ہو اور افاضہ تعریف کا مضاف الیہ سے مضاف مین بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن مرد اور ثانی یعنی بواسطہ جیسے غلام کسے کہ بامادرش گفتگوے داشت۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے

شعر توئی آفرینندۂ ہر چہ ہست ٭ **ولہ** اے کارکشاے ہر چہ ہستند ٭ نام تو کلید ہر چہ بستند

جب اضافت کا نام درمیان آگیا اور نیز میرے اُستاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کردن سواسوقت امتثالاً لامر الاستاد علیہ الرحمۃ جو امر اپنے نزدیک محقق ہے مختصر سا یہان لکھدیا جاتا ہے۔ ٭

الاضافۃ المعنویۃ

جاننا چاہیئے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن اس اضافت اور نسبت سے دو جدے جدے اجنبی کلمون کو متعین اور کسیقدر متحد کرنا اور حکم یگانگی کا لگانا منظور ہوتا ہے اسیواسطے معنون مین بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کرلیا اور احکام لفظی مین بھی امتزاج کو شمار کرلیا معنوی اتحاد مثلاً اضافت معنوی مین مضاف الیہ اگر معرفہ ہے مضاف مین بھی اُسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہین نہین گیا ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃً یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینون باتون مین سے ایک بات بھی

ثابت نہوگی تو وہان اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو مین نسبت تباین کی متحقق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہین۔ مضاف الیہ یا تو مضاف کے لیئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اُس اضافت کا اضافت بمعنی برود رنام ہے جیسے سوارِ اسپ و آبِ کوزہ و سخن امروز و وعدۂ فردا اور اگر باہم ظرف ومظروف کا علاقہ نہین ہے تو اضافت بمعنی برائے وہ رہے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہونگے یا نہونگے۔ اگر اول ہین یعنی باہم علاقہ تشبیہ کا رکھتے ہین تو چاہیئے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف مین اضافت بیانیہ کہتے ہین۔ بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جاے جیسے گلِ رخسار چشمِ نرگس۔ مثال اول مین جزو انسانی مشبہ ہے ثانی مین مشبہ بہ اور نقارچی رعد مین انسان بتمامہ مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس مین اور زیادہ ہے کہ رعد خود نقارہ اور خود نقارچی اور یہان اضافت تشبیہی مین اضافت جمع کی جانب مفرد من حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع ممتنع ہے لیکن اُستادون کے کلام بلاغت نظام مین جو وارد ہے جیسے ملاظہوری کہتے ہین **نثر** گلِ ترانہاے تر بر شاخسار صوت وصدا مانیدہ۔ بلبل شیراز گلستان مین چہکتی ہے **نثر** کلاہ شکوفہ بر سرِ اطفالِ شاخ نہادہ" سو وہ مفرد یعنے گل اور شاخ ان امثلہ مین اسم جنس ہین اُنکی یہ شان ہے کہ واحد اور کثیر سب پر بولے جاتے ہین اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین کیجاتی ہے جب کہ وہ افراد وجمع مین اختلاف رکھین جیسے مردان مرد و جان جانان و بانو بانوان صورت اولی مین مضاف الیہ اور ثانی مین مضاف اسم جنس ہے یعنی مردانِ مردان و جانانِ جانان فردوسی (اول بیتی) علیہ الرحمہ کا شعر ہی **شعر** بگردان لشکرش آواز کرد ✤ کہ اے نامداران و مردانِ مرد ✤ افراسیاب کا خامین چھپے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہین **شعر** کجا آن دلیران و مردان مرد ✤ بہ پیشت ستادہ بروز نبرد ✤ فریبرز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو راضی کرنے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** وزان پس گو پیلتن پہلوان چنین گفت کاے بانوے بانوان ✤ معنی باعتبار اس تاویل کے ظاہر ہین کہ یہ لوگ اپنی شیری اور دلیری کی وجہ سے مردون کے مرد بنگئے۔ یعنی اور مرد اُنکی گرمی شجاعت کے آگے ہنرلہ عورتونکے سرد بنگئے جیسے فحل آفاق کہتے ہین۔ نظامیؒ **شعر** عروسی چنین شاہ را بندہ باد ✤ بران فحل آفاق فرخندہ باد ✤

اضافت بمعنی برود

اضافت بیانیہ یا تشبیہی

اضافت تشبیہی کا بیان جس مین جمع کی جانب مفرد اور مفرد کی جانب جمع مطابقت شرط ہے

ایک جنس کے دو اسمون کی اضافت مین تاویل

اسی طرح اور جانین بہ نسبت ان جانون کے کثیف ہین تو یہ جانین باعتبار اُن جانون کے جان اور وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ مین ہوگئین ایسے ہی بانوے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر لفظ جمع کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید مین بسبب ناحضرت ابراہیم علیہ وعلے نبینا الصلوۃ والسلام کی ذات واحد پر اُمۃ کا اطلاق آیا۔ نظامی رح سکندر کے دعوائے پیغمبری کے سفر کے بیان مین فرماتے ہین شعر گزین کرد ہر مردے از کشورے ۔ بمردانگی ہر یکے لشکرے ۔ اور ایکطرح بھی تاویل کرسکتے ہین کہ مضاف مفرد جمع کے معنون مین نہ لیا جاے بلکہ مضاف الیہ جمع کے تعدد سے سمٹکر شے واحد بنجاے پھر اب اس مین دو احتمال ہین ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ مین آکر شخص واحد بنگئین۔ اور یہ اُس شخص واحد کے لیئے بمشابہ جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا واضح کرتا ہے شعر عقل عقل وجان جان اے جان توئی ۔ عقل وجان خلق را سلطان توئی ۔ گویا یہان اضافت مجازی ہے۔ دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانون سے بنی ہے پس معلوم ہوگیا کہ باعتبار معنی ان مین حمل بالمواطات درست نہوگا گو کہ باعتبار صورت حمل مواطاتی تو کیا عین عینیت ہے خصوصاً جانِ جان مین ورنہ جب کہ اضافت درصورت مساوات بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہین درصورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبون مین موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت مین ایراد موصوف سے جو وصف مُہتم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اُسی کی تاکید کردیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط صورت کے مرد نہین واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جانِ جان وغیرہ یہان ان باتون سے کچھ بحث نہین اور اضافت حقیقی مین یہ تکلفات نامنظور ہین اُسکی ترکیبین ایسی تاویلات سے دور ہین جیسے غلامانِ زید و فلکِ ثوابت بلا تاویل درست ترکیب انکی دلچسپ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اگر مضاف مضاف الیہ باہم مشبہ بہ نہون بلکہ مناسبات مشبہ بہ کی اضافت جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پاے فکر ناخن اجل یہان فکر کو جی سے ہی جی مین حیوان کے ساتھ تشبیہ دیکر مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤن اُسکے لیئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ دل ہی دل مین تشبیہ دے کر اُسکے لیئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو استعارۂ تخیلیہ کہتے ہین اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متبائن اسمون مین

اضافت مجازی

اضافت تملیکی
اضافت ظرفی

اضافت واقع ہو جن مین تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہو اُسکو اضافت بمعنی مرو برائے کہتے ہین یہ کئی قسم پر ہین۔ اوّل تملیکی یہ بھی یا تو اضافت ملک کی مالک کی طرف ہوگی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے غلام زید و خداوند خانہ و خدائے جہان یعنی غلام مر زیدرا و خداوند مر خانہ را۔ دوسری اضافت اپنی سعدیؒ کا شعر ہے شعر علے الخصوص کہ دیباچۂ ہمایونش ✤ بنام سعدِ ابوبکرِ سعد بن زنگیست ✤ اے سعد بن ابوبکر بن سعد بن زنگیست۔ فردوسیؒ شعر از ایران بیامد کہ گو پیلتن ✤ فریبرزِ کاؤس و آن انجمن ✤ نظامیؒ شعر نوآئین ترین شاہ آفاق بود ✤ نیازادۂ عیصِ اسحاق بود ✤ اے عیص بن اسحاق بود۔ اس سے کوئی یون نہ سمجھ جائے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا محذوف یا مقدر ہے بلکہ اضافت کی تخصیصات مین سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافت بمعنی مرو برائے اضافت حقیقی کے لقب سے اسواسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب مین اعلےٰ درجہ کی اور اصل اضافت ہے اور جو مقصود کہ اضافت سے ہے وہ اس مین پورا پورا حاصل ہے۔ یہ بھی سُن رکھو کہ غلام زید مین مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اُسیوقت ہوگی کہ جب متکلم اور مخاطب مین وہ غلام معہود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہین چلتا کسواسطے کہ ممکن ہے زید کے ہزار غلام ہون پھر بغیر معہودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کر سکتے ہین کہ فلان غلام ہے۔

اگر مضاف مضاف الیہ مین باہم حمل درست ہوگا تو ان دونون مین چار نسبتین متحقق ہونگی اول مساوات خواہ مرادفت مین جیسے مردم آدمی و زرِ طلا و طلاے زر۔ خواہ صدق مین جیسے مردم گویا و دریاے آب و پستانِ شیر۔ دوسری اضافت خاص کی عام مطلق کیطرف جیسے شنبۂ روز چونکہ امر مہتم اور مقصود اہم اضافت کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف مین پیدا کرین اور درصورت مساوات یہ امر ممکن نہین۔ بصریئین اضافت کی ان دونون قسمون کو ممتنع جانتے ہین لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا شعر وجود مردم دانا مثال زر طلاست ✤ کہ ہر کجا کہ رود قدر و قیمتش دانند ✤ نظامیؒ شعر بفرمان او زر گر چیرہ دست ✤ طلاے زر بر سر نقرہ بست ✤ وله بمرجان زپیروزہ بنشاند گرد ✤ طلاے زر انگند بر لاجورد ✤ اور یہ شعر فردوسیؒ کا شعر

پس آگاہی آمد بافراسیاب ٭ کہ آتش برآمد زدریاے آب ٭ **ولہ** چنان دیدم اے سروسیمین بخواب
کہ بودی یکے بیکران رود آب ٭ نظامی رح **شعر** چنان پشہ را بچنگ عقاب ٭ کم از قطرہ دان پیش
دریاے آب ٭ فردوسیؒ کیخسرو کی داستان مین دنیا کی بیوفائی بیان کرتے ہین **شعر** چنین ست
کردار این چرخ پیر ٭ ستاند زفرزند پستان شیر ٭ متاول ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ زر طلا و طلاے زر
سے یا تو زر و طلاے خالص مراد ہے اسواسطے کہ بہ نسبت جمیع فلزّات کے سونا قیمتی شئے ہے اور سونا
بھی باعتبار بانگی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زر یا طلا مین جو مضاف واقع ہے اور اُس زر یا طلا
مین جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ جو طلق زر کو سیم و مس و آہن کے ساتھ ہوتی ہے
تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زر طلا سے درصورت اضافت زر جانب
طلا سکہ طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول دفلوس کو کہتے ہین محمد قلی سلیم کا شعر ہے **شعر** کردند دلخ
کہنہ و نو جمع در دلم ٭ ہمچو زر قمار سفید و سیاہ و سُرخ ٭ اور طلاے زرد صورت اضافت طلا
جانب زر سونے کے ورق مراد ہین۔ چنانچہ یہ معنی کتب لغت مین مصرح ہین اور اسی طرح دریا و رود
کبھی خشک بھی ہوتے ہین کبھی جاری بھی رہتے ہین یہان مضاف الیہ کی ملابست سے اُس
بات کا جتلا دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن مین آب موجود ہے اسیطرح پستان کبھی دودھ سے
پر ہوتی ہین کبھی دودھ اُن مین نہین ہوتا چنانچہ شیخ علی حزین خرابات مین قحط کا حال بیان
کرتے ہین **شعر** بطرے چو پستان بے شیر شد ٭ زخشکی چو بیکان گلو گیر شد ٭ تو حسرت کے قابل
اُنہین پستانون کا چھنجانا ہے جن مین بچہ کے لیئے دودھ موجود ہے حق یہ ہے کہ یہان دعواے
مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہین جسکی تاویل کیجائے ہان اس شعر کی تقریب پر ایک بات
یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب حالی نے جہان آبروے متاخرین حزین کی خرابات اور حضرت
سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ
حزین نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہین ہے بوستان سے پانسو
برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اُس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے
تتبع مین صرف کی ہے کوئی کرشمہ اُسکی مثنوی مین ایسا نہین پایا جاتا جسکو دیکھکر جی پھڑک اُٹھے
پہلا شعر ہے شنیدم کہ در عہد بہرام گور ٭ نمود از قضا قحط سالی ظہور ٭ ہموار اور صاف ہے اُس مین

زنانہ آنکہ آن در پستان او
شیر نباشد
مین جو رکاوٹ ہے
صیغہ تفوق مین ساوی
مین متبع سے پس
زر طلا و طلاے زر
و دریاے آب
و غیرہ مثالون مین

صاحب حیات سعدی کے
محاکمہ جو خرابات
و خرابات پر کیا ہے
مولف کا بیان ہے۔

کوئی خوبی قابل ذکر نہین۔ دوسرے شعر (چو صحرائے محشر زمین تف گرفت ٭ بہ دریوزۂ آسمان کف گرفت) مین زمین تفتہ کو صحرائے محشر سے تشبیہ دینا تعریف الشئ بالمجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر مین قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحرائے محشر اور تمام اعتقادیات خود تمثیل کے محتاج ہین اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہین کھل سکتی۔ تیسرا شعر (سحاب سیہ دل نشد مہربان ٭ بحالِ لبِ تشنۂ خاکیان) بوستان کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جو ذوالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان مین شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے شعر خبر شد بمدین پس از روزبیست ٭ کہ ابر سیہ دل برایشان گریست ٭ مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسنا دونون باتین ٹپکتی ہین اور حزین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونون معنی ویسے صاف نہین نکلتے۔ چوتھا شعر (بخیلی نمود ابر بر کائنات ٭ بہد زمین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے ؎ چنان آسمان بر زمین شد بخیل ٭ کہ لب تر نکرد ند زرع و نخیل ٭ مگر شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرت ناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جل جاے۔ پانچوین شعر (ز خشکی در اندام خاک دوتوہ ٭ عروق شجر شد چو رگہاے کوہ) کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہین شعر کا مطلب صرف اسقدر ہی کہ زمین کی خشکی کے سبب درختون کی رگین پہاڑ کی رگون کی طرح سوکھ گئین تھین پس اندام اور دوتوہ کے لفظ کو افادۂ معنی مین کچھ دخل نہین ہے۔ چھٹی شعر (زتاب فروزندہ مہر بلند ٭ زمین مجمر و دانہ بودش سپند ٭) مین صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگیٹھی کیطرح جلتی تھی اور تخم جو اُسپر ڈالا جاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین۔ ساتوین شعر (ببطے چو پستان بے شیر شد ٭ ز خشکی چو پیکان گلو گیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضاے مقام ہے۔ نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کردے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے"۔ انتہے۔

میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار مین غور و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس محاکمہ مین انصاف کیا گیا - بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زدہ کلام بہ نسبت اجنبی اور کبھی ایک آدھ وقت کے سُنے ہوے سخن کے دل پر بھی چڑھ جاتا ہے پسندیدہ اور بلغ نظر مین آتا ہے اس مین شک نہین کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونون کتابون کی مقبولیت یعنی گلستان بوستان کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو انکے مقابلہ مین تصنیف ہوئین ہرگز نصیب نہین ہوئی اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ کسیکا کلام مایۂ بلاغت و پایۂ فصاحت مین اس حد کو نہین پہونچا بلکہ باوجود ان تمام خوبیون کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی مین بلا رو رعایت نہ کسیکی خوشامد کی تمنا نہ لوم لائم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ - نہ سبقت لیجانے کی آرزو - محض صدق عزم و خلوص نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہان تک کہ خوشامدی شاعرون کی طرح اپنے پادشاہ کی مدح مین مبالغہ کرنا پسند نہین کیا اور صاف کہدیا **شعر** مراطبع زین نوع خواہان نبود ٭ سر مدحت پادشاہان نبود ٭ پس ایسے شخص کے لیئے قبولیت عالم بالا کی استقبال کرتی ہے ستارہ اسکی پیرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے اسکی تاثیر کی کشش سے کسیکا دل سرتابی نہین کرسکتا اسکے یہ معنی نہین ہین کہ جو کلام اسکے مقابلہ مین ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے - اب ہم خرابات کے ان سات شعرونکی نسبت یہی کہین گے کہ بغیر امعان نظر محاکمہ کردیا گیا چنانچہ ہمنے اوپر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ سے بلفظہ اُس محاکمہ کی نقل کردی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جاے ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتونکے آغاز مین ہے **شعر** شنیدم کہ در وقت نزع روان ٭ بہ ہرمز چنین گفت نوشیروان ٭ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین صحراے محشر کیطرح تپنے لگی سب نباتات جو اُسپر تھی جلکر خاک سیاہ ہوگئی زمین ہتیلی کی طرح (جو بال سے خالی ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہوگئی زمین کی اس حالت سے یون معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتیلی پسار رہی ہے اور زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جسکے دل مین حشر و نشر کا اعتقاد ہنگامۂ رستخیز کی دہشت راسخ نہین قیامت کے شدائد سُنتے سُنتے ایسا خیال پک گیا ہے کہ براے العین مشاہدہ ہو

بلکہ شواہد اثبات اُل سے مفقود ہوا ہے

عوام تک نے ساختہ اپنے روزمرہ مین کہتے ہین قیامت کی گرمی پڑرہی ہے یہانتک کہ بمعنی شدت وبمعنی امرغریب یہ لفظ کنایہ ہوگیا ہے خود شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین شعر دہی زانی نہ تکلف برسعدی نشست ٭ فتنہ نشست چو برخاست قیامت برخاست ٭ کسی اُستاد کا شعر ہے شعر آفتاب از آتشم انگارہ ٭ صبح محشر از گریبان پارہ ٭ اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا شعر مراسینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا ٭ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا ٭ پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف الشیٔ بالمجہول قرار دینا غضب ہے قیامت ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ جب گدا اگر کسی کے آگے ہاتھ پسارے وہ شخص اگر سخی کریم ہے مہربان ہوگا اُسپر رحم کھائے گا یہی مہربانی اور ترحم سبب عطا وبخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ مسبب سبب کا تابع ہوتا ہے اور جہان سبب کا وجود ہی متحقق نہو وہان مسبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس مین بڑی بلاغت ہے کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کردی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پسارنے پر رحم تک نہ کرنیکو بتلانا بہت دل دُکھاتا ہے زیادہ افسوس مین ڈالتا ہے یہان یہی مناسب ہے نہ گریہ وعطا کی نفی اور کلام شیخ رحمۃ اللہ علیہ مین جہان فرمایا ہے "ابر سیہ دل برایشان گریست" گریستن وعطا کا ثبوت انسب ہے کیا معنی کہ یہان شہر مین کے قحط زدون پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل سخت جانون کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکھکر رو دینے کے ساتھ اُس برسنے کو تعبیر کرنا بڑا بلیغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترحم ہے تو مقام نفی مین سرے سے علت شئے کی نفی کردینی جیسے حزین کہتے ہین البلغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ اور عطا کی نفی کرتے نفی ترحم کی بخوبی سمجھ مین نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اُسکو رحم آیا ہو مگر ناداری یا اور کسی وجہ سے عطا نکیا۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کا کلام مقام موجب واثبات مین ہے وہان اگر فقط ثبوت علت یعنی بیان ترحم پر کفایت کرتے بے شک اتنا بلیغ نہوتا۔ چوتھے شعر کا محاکمہ تو غضب ہے یعنی یہ فرمانا کہ "شیخ کے بیان مین اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا زیادہ حسرتناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جلجائے" مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر جلجانا مستفاد ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے "بہمہ زمین سوخت طفل نبات ٭" نبات تخم کو نہین کہتے جس لغت مین چاہین دیکھ لین ہر درخت اور ہر یا دل کو جو زمین پر جم آوے نبات کہتے ہین تو کھڑی کھیتی پر بھی

اطلاق نبات کا ہوسکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلادیا کہ نا تمام نارسیدہ درخت اور کھیتیان مراد ہین گویا اُسی نے رحمی اور نامہربانی کا ثبوت دیتے ہین کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلانے کے ایسی سیہ دلی کہ ذرہ رحم نکیا یہانتک کہ ننہے ننہے واجب الرحم بچے جنپر ہر کوئی ترس کھاتا ہے افسوس ہے کہ گہنوارے مین جلکر خاک سیاہ ہوگئے۔ ہان البتہ تخم کا زمین مین جلجانا چھٹے شعر سے مستفاد ہے جہان کہا ہے "زمین مجمر دانہ بودش سپند" انشاء اللہ تعالےٰ اُس موقع پر عرض کیا جائیگا۔ اور اُسکا پہلا مصرعہ "بخیلی نمود ابر بر کائنات" اسکے قبل کے شعر کی توضیح اور بیان ہے کیا معنی کہ سحاب کی سیہ دلی اور نامہربانی کا ظہور کس رنگ مین اور کس صورت مین ہوا نا معلوم تھا یا اسقدر برسے کہ گاؤن بہ جائین کھیتیان گل سڑ جائین یا اس درجہ بارش بند ہوجاے کہ تخم زمین مین جلجائے جمے ہوے پودے جلکر خاک ہوجائین اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشنہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما ہوسکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کردی کہ وہ نامہربانی بخل کی زمی مین نمودار ہوئی ہان شیخ علیہ الرحمتہ نے بخیلی کو خوب نبھایا کہ ابر بخیل نے زرع و نخیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا حلق انکا تر ہوتا۔ اور حزین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوختِ لازم لازم تشنگی ہی کیون نہو بخیلی کے ضلع کو نبھانے مین قاصر ہے ایسے قصور تو سب مین موجود ہین۔ پانچوین شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودے اور ہر ہاول جلکر خاک ہوگئے کوئی یہ خیال نکرے کہ بڑے بڑے درخت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے خشک نہوئے ہون اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھنچ جانے سے بڑے درخت سوکھا نہین کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کردی اور کہدیا "زخشکی درانداہم خاک دو تو" عروق شجر شد چو رگہاے کوہ" یہان عرق سے اصل اور بیخ اور جڑ مراد ہے رگین اور پتون کی نسین مراد نہین چنانچہ اس معنی مین اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اصل السوس کو کہتے ہین عروق الصفر بھی اسطرح عروق الاصف۔ بیخ کبر عروق الطیب زرنباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑین ہین اور لفظی ترجمہ بھی اُسکا بیخ خوشبو ہے عروق بیض بوزیدان کو کہتے ہین وہ بھی سفید سفید جڑین ہین اور لفظی ترجمہ بھی اُسکا بیخ سفید ہے۔ اور رگ کوہ وہ پہاڑونکی جڑین کہئے یا رگین جو زمین کے اندر اندر پھیلتی ہین بعض جگہون پر کنوان وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہین جیسے

رگ ابر پارۂ ابر کو کہتے ہین جو بادل سے مستطیل اور دراز نکلے ہوئے ہون۔ اندام جسم کو کہتے ہین جو ذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شئے کا جسطرح کثیف اور گاڑھے جسمو نمین دیر پا ہوتا ہے اجسام لطیف مین نہین ہوتا باوجہ لطافت اجزا کے بہت جلد مستحیل ہوجاتا ہے چنانچہ عطریت کسی شئے کی جسطرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے روغن مین شریک کرنے سے اُس مدت تک نہین ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اُسقدر پانی کی شرکت سے نہین ٹھہرتی اسیطرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہد اور قوام شربت کے متفاوت ہے اسیطرح پانی کی رطوبت کا طول مکث جسطرح خاک کی آمیزش سے ہوگا ہوا وغیرہ مین رکھدینے سے نہوگا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے مین رکھتے ہین تا خشک نہو اگر زیادہ دنون تک رکھنا ہو ریتے کو پانی مین تر کرکے پانون کو اُس مین دبا دیتے ہین پس لفظ اندام سے اسی امر پر تنبیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دوتوہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے یا ریگ کی ایک تاہ جسقدر دیر ایک شئے کو تر رکھے گی دوہرا کپڑا یا دوتاہ ریت سے زیادہ دیر تک وہ شئے تر رہے گی تو اس شعر مین بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہین کہ درختون کی جڑین جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہونچ گئی تھین جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پہاڑ کی رگون کیطرح خشک اور ہمرنگ خاک ہوگئی تھین اب انصاف کرنا چاہیئے کہ اندام اور دوتوہ کے لفظ کو افادہ معنی مین کیونکر کہا جاسے کہ دخل نہین غرض بڑے بڑے درختون کی جڑون کا جو زمین کی تہ در تہ مین ہین سوکھکر سخت پتھر بنجانا فقط بارش کے بند ہوجانے سے نہین دھوپ کی تیزی آفتاب کا نے نقاب زمین کو انگیٹھی کی طرح تپانا اُسپر اور غضب کردیا اور بارش کی امید پر جو تخم زمین مین ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل بھن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ مین یہ فرمانا کہ "فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہین گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہوجاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتین لانی بلاغت کے خلاف ہین" حیرت مین ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسیطرح بلکہ اور زیادہ اسکے لیئے بلندی اور اوج گرائی ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اُسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار

آنے کو کہتے ہین۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہونچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے، بہ نسبت دن کے حصون کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ جانتے ہین اور اوج گرائی اس معنی مین نیچے کی معمولہ متداولہ کتب مین موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روز مرّہ مین دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہوگیا کہتے ہین کیون نہ کہین علم ہیأت مین دائرہ نصف النہار کی تعریف مین غایۃ ارتفاع الشمس ان وصولہا الیہا مصرح موجود ہے۔ ہان اگر مطلقاً ہر بلندی کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجایش بھی تھی حالانکہ بلندی کو البعدیت لازم نہین طول مسافت اور شے ہے ارتفاع اور شے یہ امر برہان اور دلیل کا محتاج نہین اور تخم کا سپند کیطرح جل بھن جانا اس امر پر دال ہے کہ بالکل بارش نہوئی اور بہت عرصہ سے نہوئی پس جسقدر بارش سے بُعد ہوگا قحط بھی اُسیقدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکسالی کو تخم کا زمین مین جلجانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہین کہ شدت خشکسالی مین کم و بیش پیش آتے ہین اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہوجانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہوئے ایسا بڑا زمانہ نہین گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہوئی دیکھیئے زمین پر تخم جم آئے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر تحکم ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور خوگر ہوجاتے ہین اُنکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہین کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ اناج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چمڑے کی صراحیان جو بسبب تحفّن و تسدّد انبزہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھین خالی پڑی رہین چونکہ چمڑے کی تھین سوکھ سوکھ کر بوڑھی عورتون کی سوکھی ہوئی پستانون کی طرح جا بجا سے سکڑ گئین گلے اُنکے تنگ ہوگئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلاف مقتضے سمجھی جاے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلاف مقتضے سمجھنا چاہیئے کسواسطے کہ یہان بھی یون کہہ سکتے ہین کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہین ہوسکتی کہ قحط کی شدت ہورہی ہے ہان جب تک کہ اس مقدمہ کو یہان مسلم نہ کرلین کہ یہ عشق

کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے "این خمار از خوردن گندم بود" جب خشک سالی
کی وجہ سے اناج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اُس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادۂ عشق فنا ہو گیا
اب صورت عشق کا فیضان باطل ہو گیا یہ امر علوم حکمیہ مین ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر
مادہ کے ممکن نہین۔ اور یہان عشق سے عشق حقیقی مراد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اُسکو قحط زائل نہین
کر سکتا اُسکا مادہ تجلیات ذو الجلال و الجمال عزاسمہ ہین جو قلب بشر مین چمک جاتی ہین باقتضاے
کشش جمالیہ و جذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود رفتہ بلکہ از ما سوا گسستہ با جمیل جلیل پیوستہ
کر دیتی ہین کہ سواے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہو جاتا ہے پس وہی وہ اُسکی نظر و نہین
سما جاتا ہے ہمہ اوست کہنا اُسکے لیئے درست آتا ہے پس خشک سالی تو کیا ہے قیامت بھی اُسکے
مادہ کو فنا نہین کر سکتی چنانچہ مسلم ہے **شعر** عشق آن باشد کہ کم نگردد ٭ تا باشد ازان قدم نگردد ٭
عشقے کہ نہ عشق جاودانیست ٭ بازیچۂ شہوت جوانی ست ٭ معہذا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہین
یاران فراموش کردند عشق۔ یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے۔ گو کہ آپ فے الحقیقت مکمّل تھے
مگر مکمّل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمّل نہین کہتا بلکہ رند اور بزہ کار ہی سمجھتا ہے غرض جیسے
وہان ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا ہونا ہے یہان خشکی صراحی کا سبب میوہ
اور اناج سبکا گم ہو جانا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہے لطف ادا و طرز بیان دو وَاللّٰہُ تَعَالٰی
شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ کجا بود
مطلب کجا تا ختم ٭ مین اپنے مقصود سے کسقدر دور جا پڑا اوپر یہی بیان تھا کہ اضافت اُن دو
اسمون مین جنمین باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ بہ نسبت مضاف کے عام
مطلق ہو بصریئین کے نزدیک ممتنع ہے اور مین یہ عرض کرتا ہون کہ اضافت اُسجگہ ممتنع ہے
کہ جہان مقصود اضافت کا حاصل نہو اب ظاہر ہے کہ جہان مضاف مضاف الیہ سے خاص
مطلق ہو گا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہو گی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ اُلٹا تخصیص سے تعمیم کیجانب
جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کھو لینا ہے یہ قلب موضوع ہے پھر اس صورت مین تصحیح اضافت
کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے رہا دو مساویون مین اضافت کا امتناع اس مین مجکو کلام ہے اسواسطے
کہ جب تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا اسہی فقط توضیح کا حاصل ہو جانا صحت اضافت کیلیئے

کافی ہے ہان جہان کہین یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت نے شک وشبہ متنع ہے اسواسطے کہ تعریف وتخصیص وتوضیح مین جوصحت اضافت کے شروط ہین عطف منع خلو کے لیئے مانا گیا ہے - تیسری عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دوحال سے خالی نہین یا تو اضافت موصوف کی صفت کیطرف ہوگی جیسے روز جمعہ علم فقہ - کتاب گلستان پیل محمود جانب غزنی - نظامی رح **شعر** مرا پیل بار از تو مقصود نیست ٭ کہ پیل تو چون پیل محمود نیست ٭ یہ اضافت بھی بمعنی مرو برائے ہے لیکن عرف مین اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہین اور بعضے توضیحی وتخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہین مین عرض کرتا ہون کہ یہ موشگافیان زبان عرب کا حصہ ہین - چونکہ عربی مین موصوف وصفت کے درمیان باعتبار تعریف وتنکیر مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعۃ وعلم الفقہ وجانب الغربی مین مثلاً مطابقت مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لیئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی مین ترکیب اتصافی واضافی کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارۂ غربی روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہے کہ مبنی بنائی اتصافی ترکیب کو چھوڑکر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اضافت صفت بجانب موصوف

یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال - سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے **شعر** بزرگی وعفو وکرم پیشہ کن ٭ زخردان اطفالش اندیشہ کن ٭ چوتھی مضاف مضاف الیہ مین باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت مین یا تو ایک دوسرے کے لیئے اصل اور مادہ ہوگا یا نہ ہوگا - اگر ایک دوسرے کے لیئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا درصورت اول یعنی اگر مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی بمعنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیو مردم یعنی دیو یکہ از مردم خیزد - نظامی رح کا شعر ہے **شعر** زمازندران نایدالا دو چیز ٭ یکے دیو مردم دگر دیو نیز ٭ **ولہ** ازین دیو مردم کہ دام ودد اند ٭ نہان شوکہ ہمصحبتانت بدند ٭ چنانچہ عربی مین شیاطین الانس کہتے ہین جیسے اس آیہ وافی ہدایہ مین وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا - اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زر انگشتر وفولاد خنجر وسنگ صنم اضافت حقیقی بمعنی برائے ومراد ہوگی حزین کا شعر ہے **شعر** از بتکدہ تا کعبہ رہے نیست برہمن ٭ سدرۂ خود

ساختہ سنگ صنم را ۔ اور بعض وقت بغیر اس علاقہ کے کہ مضاف الیہ مادہ مضاف ہو اضافت
بمعنی از آجاتی ہے ۔ ملغزای شہدی شعر دل آزاری بود کردار ناصح ۔ نباشم از چہ رو بیزار ناصح
اے بیزار از ناصح ۔ مین عرض کرتا ہون کہ یہ تو زیع اقسام اضافت کی جو بمعنی مرد بر و در و از کی
گئی ہے باعتبار اُنکے مفہوم محلل کے ہے ورنہ سبکو ایک قسم یعنی اضافت بمعنی مرہنادے سکتے
ہین اسواسطے کہ صحت اضافت کے لئے ادنے ملابست کفایت کرتی ہے جیسے دست دریغ
دبلیناس شہ و شبستان خزاضافت بادنی ملابست ہے سعدی رح شعر بہ تندی سبک دست
بردن بہ تیغ ۔ بدندان بردلشت دست دریغ ۔ نظامی رح شعر بلیناس شہ نیز گنجے تمام ۔ ہم از
مشک پختہ ہم از مشک خام ۔ بنزد جہان داور خویش برد ۔ جہان داوری بین کہ چون پیش پرد ۔
وصیت سکندر وقت وفات کے بیان مین ہے شعر ہوائے کز و سنگ خارا گداخت ۔ چو نیروی
تن بود با ما بساخت ۔ کنون در شبستان خزو پرند ۔ چو نیرو نماندہ شدم دردمند ۔ غرض مظروف
کو اپنی ظرف اور انگشتر کو اُسکے زر کے ساتھ مثلا جو ایک اختصاص ہے صحت اضافت کیلئے
بمعنی مر
کافی ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب ۔ اگر ایکدوسری کے لیے اصل اور مادہ نہین ہے اور باہم
نسبت من وجہ متحقق ہے تو یہان بھی یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوگی جیسے دیرگاران
سپاہ و ہندی تیغ و تقویم خرد ۔ نظامی رح شعر چو ہندوے بازیگر گرم خیز ۔ معلق زنان ہندی تیغ تیز
فردوسی بہرام کی ایسیابان کی لڑکیون سے شادی کرنے کے بیان مین لکھتے ہین شعر دگر ہفتہ
آمد بہ نخجیر گاہ ۔ خود و موبد و دیرگان سپاہ ۔ جامی رح شعر ز تقویم خرد بہروزیم بخش ۔ براقلیم
سخن فیروزیم بخش ۔ استشہاد اس شعر کے ساتھ اُسوقت ہو سکتا ہے کہ ز تقویم کی زا کو بیانیہ
قرار دین اور مصدر کو بمعنی مفعول لے کر مع اُسکے مضاف الیہ کے بہروزی کا بیان بنائین
یعنی خرد مقوم واو کی تشدید اور فتح کے ساتھ ۔ اور اس مصدر مضاف کو بمعنی مفعول لینے سے یہ
اضافت اضافت لفظی نہین بنجاتی اسواسطے کہ اول تو اضافت لفظی کے لیے صیغۂ صفت کا
مضارع کے معنون مین ہونا شرط ہے اور جو اسم فاعل و اسم مفعول کہ مصدر کی صورت مین
آتا ہے وہ ضرور دوامی و استمراری معنی پاتا ہے دوسرا ہر اسم فاعل و اسم مفعول مضارع کے
معنون مین نہین ہوتا اسیواسطے اس قسم کی ترکیب کو کلیۂ اضافت لفظی کا حکم نہین لگا سکتے یا موصوف

بیان اضافت بمعنی مرد بر و در و از کی
بیان اضافت بمعنی از
بیان اضافت بمعنی مر
بیان اضافت صفت بموصوف

کی اضافت صفت کی طرف جیسے نماز پیشین بمسجد جامع - آسمان دنیا -
مگر یہان بھی میری وہی گذارش ہے کہ ان مثالون مین باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت
کا قائل ہونا اور پھر بتکلف متاوّل کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرور و
محلی باللام ہونے یعنی عدم مطابقت در اعراب و تعریف و تنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب مین
یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے جیسے مسجد الجامع صلوۃ الاولے سماء الدنیا غرض فقدان
مطابقت نے جو شرط ترکیب وصفی ہے نحاۃ عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متاول کرنے پر
مجبور کر دیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متاول یعنی درمیان سے
ایک اسم کو جو واقع مین مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا جیسے صلوۃ الساعۃ الاولی مسجد الوقت
الجامع اور جانب الغربی اس آیہ وافی الہدایہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ مین جانب الجبل یعنے
الطور الغربی - پس غور کرنا چاہیئے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اور ان شروط سے معرّا ہے اس
زبان مین ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنوی
ہے کیا معنی صرف لحاظ معنی ایک دوسرے کے لیئے جُدا شناس بنا ہوا ہے پھر ضرورت داعیہ
اور کون سی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑ کر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے
حالانکہ خود کلام عرب مین جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلّی باللام ہوتا ہے تو اُسکو بغیر تاویل مرکب
توصیفی مانتے ہین چنانچہ لفظ دنیا بروزن فُعلیٰ مؤنث ادنیٰ جو دنوّ بمعنی نزدیک شدن سے مشتق ہے
دونون طرح کلام عرب مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی مین استعمال کیا جاتا ہے
جیسے الحیوۃ الدنیا والعدوۃ الدنیا والجمرۃ الدنیا والسماء الدنیا دوسرا بمقابلہ آخرت کے
اس جہان فانی کا نام رکھ لیا اسوقت اُسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہوجائیگا اگرچہ یہ نام بھی نظر
قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہوگا جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۔ واكتب لنا فی
هذه الدنيا حسنة وفي الاخرة مین اور اسی غلبہ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی
بلاتاویل درست ہوجاتی ہے جیسے ثواب الدنیا وحرث الدنیا وسماء الدنیاء مجمع البحار مین ہے
الجمرۃ الدنیا ای القریبۃ الی منا فعُلیٰ من الدنو وھی اسم لھذہ الحیوۃ لبعد الاخرۃ عنھا والسمآء
الدنیا لقربھا من ساکنی الارض ویقال سماء الدنیا بالاضافۃ - منتہی الارب مین ہے والسماء الدنیا

این آسمان لقربہا من ساکنی الارض وکذا سماء الدنیا بالاضافۃ اسی طرح ومکر السئی ولا یحیق المکر السئی۔ اوّل اضافت کے ساتھ بتاویل مکر العمل السئی دوسرا اتصاف کے ساتھ آیا ہے غرض جب زبان فارسی مین ترکیب توصیفی کے لیئے کوئی جدی شرط نہین بلاتامل ان مرکبونکو موصوف صفت کہنا چاہیئے اور بلاضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف مین پڑنا صواب نہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنون مین استعمال کیا ہے نظیری کا شعر ہے شعر ہرکہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت ✦ دیدۂ نے معرفت را در دو دنیا نور نیست ✦ اے در دو عالم۔ یہ بھی سن رکھو کہ جسوقت ترکیب اتصافی اور اضافی ایک جگہ جمع پڑتی ہین۔ اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہین توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضاف سے منفصل کرکے بعد مضاف الیہ کے ملحق کرتے ہین اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے ہین جیسے نام فرخ نوشیروان سعدیؒ شعر زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل ✦ کز ہستیش بروے زمین یک نشان نماند ✦ اور کبھی تابع عرب کے ہوجاتے ہین سعدیؒ شعر پسران وزیر ناقص عقل ✦ بگدائی بروستا رفتند ✦ روستازادگان دانشمند ✦ بوزیری پادشا رفتند ✦ اے پسران ناقص عقل وزیر۔ اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کردیتے ہین تا اتصال مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے۔ فردوسیؒ جلد دوم شاہنامہ کے اخیر مین بیان کرتے ہین شعر کہ این نامۂ شہریاران پیش ✦ بہ پیوندم از خوب گفتار خویش ✦ یعنی از گفتار خوب خویش۔ سوائے اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضاف مضاف الیہ کے بیچ مین جائز ہے۔ اول یعنی فاصلہ درمیان موصوف صفت کے جیسے نظامیؒ کے اس شعر مین شعر سپیدہ برد رومی ازشبم درد ✦ برد تیغ من سرخی از روے زرد ✦ اے سپیدۂ رومی۔ ان مواضع مین صاحب موہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہین۔ میرے نزدیک یہ تکلف ہے دوسرا یعنی فاصلہ درمیان مضاف مضاف الیہ کے اور اس فصل کے بارہ مین کوئی خصوصیت است رابط کی نہین است رابط کے سوا دوسرے الفاظ بھی فاصل بنجاتے ہین۔ فردوسیؒ پشنگ اور افراسیاب کی گفتگو کے بیان مین لکھتے ہین شعر چو دست تور باشد مرا باد شا ✦ از ایشان سوارے نیامد بجا اے دستور باشاہ مرا باشد۔ سعدیؒ شعر بگ درختان سبز در نظر ہوشیار ✦ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

"دنیا کو مطلق عالم"

ترکیب اضافی و اتصافی ایک جگہ جمع ہوجاتی ہین اور اتصال کو ہوتا ہے

اے دفتر معرفت۔ وحید شعر اے وحید از مژہ چون ابر بہ ہنگام وصال ٭ گل بہار آمدہ وقت ست
بیان حذف مضاف
سے آشنا میہا ٭ اے وقت مے آشنا نیہا۔ اور یہ بھی سُن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ
کو باقی رکھتے ہین جیسے سعدی کے اس شعر مین شعر سنگ بہ گوہر اگر کاسۂ زرین شکند ٭ قیمت سنگ بیفزاید و
زر کم نشود ٭ اے قیمت زر۔ نظامی ج شعر مبین رنگ طاؤس و پر و ناز او ٭ کہ چون گربہ زشت آمد آواز او ٭
بیان حذف مضاف الیہ
اے چون آواز گربہ۔ کبھی بقرینۂ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہین جیسے شعر دیدۂ
مضاف الیہ کی تقدیم
سعدی و دل ہمراہ تست ٭ تا نپنداری کہ تنہا میروی ٭ اے دل سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف
مضاف کی تقدیم
کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گیہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سرایردہ۔ یہ امر سماعی ہے اس مین
قیاس کو دخل نہین یعنی جس مضاف الیہ کو چاہے اُسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت مین
مخل ہو گا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فصحا مین عیب اور عجز کا
صفت کی موصوف پر تقدیم
قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استادونکے نثر کلام مین یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی موصوف
پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہین جیسے کوتاہ خردمند بہ کہ نادان بلند۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

احکام لفظیہ مین امتزاج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی مین کل کلمات مبنی علے السکون ہین اور یہ بھی
ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت دو مستقل جدے جدے اسم تھے سکون پر
مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علے السکون رکھے جائین لفظون مین امتزاج ہی کیا حاصل ہو
جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسیطرح اب بھی رہتی تو بنائے سکون مضاف کو
جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اُٹھا کر بجائے اُسکے جنبش کسری رکھدی جسکو علامت اضافت
کہتے ہین تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے کسیقدر لفظی اتحاد بھی ہو جائے جیسے عربی مین حذف تنوین اور
نون کا اس امتزاج کے لیئے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین تصریح کر دی ہے
فَلَمَّا اَرَادُوا اَنْ یَّمْزُجُوا الْکَلِمَتَیْنِ فَرْجًا یَکْتَسِبُہٖ الْاُوْلٰی مِنَ الثَّانِیَۃِ التَّعْرِیْفَ وَالتَّخْصِیْصَ
حَذَفُوْا مِنَ الْاُوْلٰی عَامَّۃَ تَمَامِ الْکَلِمَۃِ گویا اسوقت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ
کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بنگیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شذوذ مستثنےٰ ہین اور ان مین بھی دو طرح
بیان ان مضافون کا جن پر علامت اضافت نہین لائی جاتی
کے ہین ایک تو وہ کہ جنکے مضاف پر علامت اضافت نہین لائی جاتی جیسے چون دجز و سر و ہمہ سعدی

کا شعر ہے **شعر** من تکیہ بر ملک دنیا و پشت ٭ کہ بسیار کس چو تو پرورد و کشت ٭ **ولہ** ہر کہ شاہ آن کند کہ او گوید ٭ حیف باشد کہ جز نکو گوید ٭ لیکن یہ شعر اسد اللہ خان غالب کا **شعر** ساز از دم نائیست چون نے زمزمۂ ما ٭ اے ماہمہ ہیچ تو واے تو ہمہ ما ٭ متداول ہے۔ اور اُن مضافون پر بھی علامت اضافت نہین لائی جاتی جنکے مضاف الیہ مین فصل واقع ہوگیا ہو جیسے دستور باشد مرا بادشاہ وقت ست می آشامیہا و دفتر لیست معرفت وغیرہ مین اور یہی حال موصوف وصفت کے فاصلہ اور حذف علامت اتصاف کے بارہ مین سمجھنا چاہیئے جیسے سپیدہ بر دروی مین۔ دوسرے وہ مضاف ہین کہ جنکو اکثر بغیر علامت اضافت کے استعمال کرتے ہین بہ آمر کبھی مضاف کی خصوصیات سے ہوتا ہے جیسے لفظ صاحب اور سر اور ابن اور نبیرہ اور پسر اور میر اور عاشق اور نیم اور پس اور ولی سعدیٔ **شعر** مگر صاحبدلے روزے زرحمت ٭ کند در کار درویشان دعاے ٭ **ولہ** زبان در دہان خردمند چیست ٭ کلید در گنج صاحب ہنر ٭ **ولہ** زصاحب غرض تا سخن نشنوی ٭ اگر کار بندی پشیمان شوی ٭ امثلہ سر کے جیسے سرمایہ۔ سرچشمہ۔ سرحلقہ بمعنی سردار جماعت سرداستان بمعنی عنوان داستان سرد فتر سرسورہ سرطوق اُس حلقۂ کلان کو کہتے ہین جو سرے پر زنجیر کے ہوتا ہے اور کلس کو بھی کہتے ہین جو ملمع کرکے گنبدون پر نصب کرتے ہین۔ کلیم کا شعر ہے **شعر** گر حلقۂ دام ست وگر حلقۂ زنجیر ٭ سرحلقہ کدام ست بغیر از من دیوانہ ٭ میرزا رضی دانش **شعر** تا ہست حرف زلف تو سرداستان ما ٭ پیچیدگی برون نرود از زبان ما ٭ میر محمد افضل ثابت **شعر** بخون رقمزدہ طغراے خط پیشانی ٭ برنگ سرخی سرسورہاے قرآنی ٭ سعید اشرف دریا کی تعریف مین لکھتے ہین **شعر** خروشان موجہایش چرخ تسخیر ٭ دروگرداب چون سرطوق زنجیر ٭ طاہر وحید مسجد کے گنبد کی تعریف مین کہتے ہین ٭ **شعر** زسرطوق گنبد بگردون رسید ٭ چو پیرے کہ اورا پراندمرید ٭ لفظ ابن کا جیسے **شعر** علے الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش ٭ بنام سعد ابو بکر سعد بن زنگیست **شعر** خدیو عرصۂ عالم محمد شاہ بن تغلق ٭ کہ در بزم جہانداری سکندر زیدش چاکر ٭ اور لفظ نبیرہ فردوسی علیہ الرحمہ کے اشعار مین **شعر** نبیرہ فریدون شبان پرورد ٭ زراے بلند این کے اندر خورد۔ **شعر** نبیرہ فریدون پیوند شاہ ٭ کہ ہم تاج دارند و ہم جانگاہ۔ **شعر** نبیرہ سماعیل پیغمبرست ٭ کہ پور براہیم نیک اخترست ٭ **شعر** نبیرہ پشنگے فریدون نژاد ٭ نباید کہ پیچے تو سر راز داد ٭ اور لفظ پسر جیسے پسر عم و پسر عمہ وغیرہ

بیان اضافت مضاف الیہ کا فصل سے واقع ہونا اور علامت اضافت نہ لانا

مضاف الیہ کا موصوف کے بعد آنا

صاحب ہمراہ۔ نظامی رح شعر (دوبیتی فرزانہ صاحب ہم آمد ٭ دلایت ستان بگرفتند عجم را)

ملک شرفی شعر دیرینہ ہمدمے کہ دلم زخمدار اوست ٭ مارا برادرست تراگر پسر عم ست ٭ کسی اُستاد کا شعر ہے شعر آن پسر ہمشیرۂ سید عماد خوشنویس ٭ آن برادر زادۂ شمس الحق شیرین ادا ٭ میر معز فطرت شعر دلم بردہ زکف بازآن پسر بلے رحم بزارے ٭ متاع آرزو ارزان کنے مطلب گران سازے ٭ اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجمن میر بار میر چوپان میر دہ میر دیوان میر سامان میر سپاہ میر سلاح میر شب میر شکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کار وان میر لشکر میر مجلس میر منزل میر میدان اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہین چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک مین بحیثیت وزن عروضی کچھ فرق نہین تو ان الفاظ مین فک وثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان کے لہجہ سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدّر بہ الف ہو تو الف کے گر جانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے جیسے میر آب بمعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے شعر خضر نتواند بآب زندگی از ما خرید ٭ منصب میرابی سر چشمۂ آئینہ را ٭ اسی طرح میر آتش داروغہ توپخانہ۔ آرزو کا شعر ہے۔ شعر لشکر اہل سخن را خرد ٭ آرزو میر آتشم شیخ آذر لیست ٭ اسی طرح میر آخر داروغہ اصطبل۔ محمد سعید اشرف شعر بسکہ در اصطبلش آمد باخت اسپ خویش را ٭ در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار۔ امیر خسرو شعر رفت امیر آخر و آورد زود ٭ ہر چہ در اطراف جہان بود بود ٭ اسی طرح میر آش بمعنی خوان سالار۔ اسی طرح میر انجمن۔ اور لفظ عاشق کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بناگوش عاشق بلاؤ عاشق جماع عاشق سخن عاشق صحبت عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نغمہ عاشق نیام ابو طالب کلیم شعر میرساند خوشہ اش خود را بہ ابر از شوق برق ٭ مزرع امید ما از لبکہ عاشق آفت است۔ صائب اصفہانی شعر چون سبو تا ہست نم از زندگی در پیکرت ٭ دستگیری کن مے آشامان عاشق بادہ را ٭ و لہ ندارد صفحۂ دوران چون من عاشق بناگوشے ٭ ندارد حسن خط چون من غلامے حلقہ در گوشے ٭ فوقی یزدی شعر بودین خسیسان عاشق بلاؤ ٭ زخر پہلوے شان ہمہ حرص گاؤ۔ و لہ چو من عاشق جامے کو دران روز ٭ کہ برفرہا داو میزد دو صد گوز۔ ظہوری شعر درین انجمن کیست عاشق سخن ٭ کہ عشقے نورزید با شعر من ٭ صائب شعر سر نمی پیچد بترک سر ز تیغ آبدار ٭ انقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا۔ و لہ عالم روشن بچشمش زود میگردد سیاہ ٭ ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست ٭ ظہوری شعر بناز ک دلیہاے خواری کشان ٭ بلبہاے خاموش عاشق فغان ٭ و لہ بعصیان عشقبازیہاے ما چیست ٭

چرا عفوت چنین عاشق گناہ است ۔ شفائی شعر گلبن مہر و وفا را مرغ عاشق نالہ ام ۔ لب بخند بندم زاغان تا گلے بر شاخ ہست ۔ صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمۂ ماتازہ کرد ۔ نالۂ بلبل کجا تنہا بفریاد م رسد ۔ کلیم شعر زدستش آنچہ ناید انتقام ست ۔ کہ تیغ کینہ اش عاشق نیام ست ۔ اور لفظ نیم کا جب مضاف ہوتا ہے ہمیشہ کے لیئے مقطوع الاضافت دیکھا گیا اور یہان بھی میر کی طرح لفظ نیم کا موقوف الآخر ہے لہجہ اہل زبان سے اسکی فک علامت اضافت کا حال دریافت ہوگا جیسے نیمروز نیمشب نیمقطرہ نیمان نیمرخ ۔ سعدی رح شعر ظالمے را خفتہ دیدم نیمروز ۔ گفتم این فتنہ است خوابش بُردہ بہ ۔ نظامی رح شعر چو در نیمشب از تو جویم پناہ ۔ بمہتاب فضلم برافروز راہ ۔ عرفی شعر بہ نیم قطرہ شرابے کہ باز نیماند ۔ پس از پیالہ کشیدن بساغر از لب یار ۔ سعدی رح شعر نیم نانے گر خورد مرد خدائے ۔ بذل درویشان کند نیمے دگر ۔ اور لفظ اول کا ہر دو طرح مستعمل ہے جیسے اول شب یعنی پاس اول شب ۔ نظامی رح شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم ۔ بہ تسبیح نامت شتاب آورم ۔ حاجی محمد جان قدسی شعر چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم ۔ ہمچو طفلان اول شب خواب مے آید مرا ۔ اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا ۔ میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چرا اندیشی امروز ۔ ازان فردا کہ پس فردا ندارد ۔ اسی قبیل سے ہین پدر زن برادر زن شاہجہان ۔ ولی نعمت ولی دولت کافر نعمت ولی عہد مالک رقاب ۔ نظامی رح شعر زیارتگہ اصل داران پاک ۔ ولی نعمت فرع خواران خاک ۔ **ولہ** دگر بارہ دولت درآمد بکار ۔ ولے دولتے با سخن گشت یار ۔ میر صبحی مانند انی شعر تو کافر نعمتے صبحی وگرنہ ۔ بخون دل تنعم مے توان کرد ۔ صائب شعر اگر بر زخم کافر نعمتان باشد گران پیکان ۔ زبان شکر گردد زخم مار اندر دہان پیکان ۔ نظامی رح شعر بزرگان لشکر نمودند جہد ۔ کہ با آن ولی عہد بندند عہد ۔ جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ ۔ آفتاب مکرمت ظل آلہ ۔

یہان تک وہ امر بیان ہوا کہ فک علامت اضافت جو خصوصیت مضاف سے ہوتا ہے اب اون مضاف الیہونکا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسرۂ اضافت تخفیف مین آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب یہ دو لفظ جب مضاف الیہ واقع ہون انکے مضاف پر سے اکثر کسرۂ اضافت کو گرا دیتے ہین ۔ جامی رح شعر بنامیزد چہ زیبا صورتے بود ۔ کہ صورت کاست اندر معنی افزود ۔ نظامی رح شعر چو ایزد بمن نعمتے

ع کہ مضاف الیہ کی خصوصیت سے کسرۂ اضافت کا گرنا

ع و اے عجب بر اضافت کسرۂ تا چہ حد

ع چنین خطاب ولی عہد را سزد

درفزود ۔ سپاس انگیزد م چون نباید نمود ۔ اور لفظ آب سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ مین دول بالضم کوزۂ آب کو کہتے ہین کمال اسمٰعیل **شعر** چو دول این یکے ریسمان درگلو ۔ چو چرخ آن یکے کندہ بر بر دو پا ۔ ۔ اور یہ بھی جان لینا ضرور ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام رکھدیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اُسوقت مغلوب ہو جاتا ہے اسمیت غالب ہو جاتی ہے اس حال مین اسکا مقطوع الاضافۃ ہونا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ میزاب سیلاب تالاب اور جامہ خوک جامہ خواب شب خون جو مقابل روز خون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہین کمال اسمٰعیل **شعر** خنک کسیکہ ازین بادہ مست و بیخبرش ۔ بغل گرفتہ زمجلس بجامہ خواب کشید ۔ ابوالبرکات منیر **شعر** شب چو دل سر میکند حرفے زدرد ہجر دوست ۔ گریہ شبخون میزند افسانہ در خون میرود ۔ ملا شانی تکلو **شعر** رائے تو رایتے ست کہ گیسوے پرخمش ۔ شبخون روشنی بشب تار میزند ۔ اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہون اُسوقت علامت اضافت ظاہر کر دیجاتی ہے فردوسیؒ سکندر اور فور کی جنگ کے بیان مین لکھتے ہین **شعر** خروش آمد از دشت کاے دوستان ۔ سرمایۂ مرز ہندوستان ۔ باقر کاشی **شعر** در دول ماشنیدنی نیست ۔ مکشا سر داستان مارا ۔ قلی میلی **شعر** دوران بکلید مہ نو شانگہ عید ۔ بکشاد سر طوق اسیران رہا کرد ۔ امیر خسروؒ **شعر** میلے بخسروت نشد اے آب زندگی ۔ تا آنکہ سیل آب جز اندر نشیب نیست ۔ طغرا **شعر** پہلوے مسجد یکے تل آب ۔ بود پاک چون چشمۂ آفتاب ۔ سعدی **شعر** نگویند از سر بازیچہ حرفے ۔ کزان پندے گیرد صاحب ہوش ۔ حافظ رح **شعر** اے صاحب کرامت شکرانہ سلامت ۔ روزی تفقدی کن درویش بینوا را ۔ بابا فغانی **شعر** چہ عیش از مستی یکساعت شب تیرہ روزان را ۔ کہ آتش از غم فرداو بود در جامۂ خوابش ۔ سعدی رح **شعر** پسر نوح با بدان بنشست ۔ خاندان نبوتش گم شد ۔ نظامی رح **شعر** ازان پیش کار دشب خون شتاب ۔ چو دراج در دہ صلاے کباب ۔ اسکا مقابل روز خون بھی آتا ہے ۔ حکیم نزاری قہستانی **شعر** کنم اینک خبر دارت کہ چونست ۔ شب خون مصلحت یا روز خون ست ۔ ان امثلہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض موقعون مین ان الفاظ مین اثبات کسرہ اضافت کا ہوتا ہے مگر کم اسیواسطے ہم نے پہلے کہدیا ہے کہ فک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر استعمال کیے جاتے ہین اسیطرح جب ضمیر متصل کیسکے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتابم کتابشان کتابتان کتابمان اسکی تحقیق ضمیر کے بیان مین گزر چکی ۔ اب سنو جب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکبہ اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر مستعمل ہوتے ہین تو یہی کثرت استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولے۔ اور جن مضافونکے اخیر مین نون بعد مدہ ہو جیسے شبان کمان یا ہاے مختفی یا یاے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے ساتھ بھی مستعمل ہوجاتے ہین مگر اکثر نہین بہت کم تو یہان بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت اضافت مین ہوگی۔ خاقانی **شعر** ضمیر من امیر آب حیوان ٭ زبان من شبان وادی ایمن۔ بدر چاچ **شعر** روے زمین چو تیر شد راست زنوک کلک تو ٭ جز کجی کہ در کمان ابرو طاق دلبرست۔ سعدی رح **شعر** بماند سالہا این نظم و ترتیب ٭ ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جاے ٭ اے ذرہ خاک۔ نظامی رح **شعر** گرفتم ہمہ آہن آری زردم ٭ در آتشکدہ ما چہ آہن چہ سوم ٭ اے آتشکدہ ما۔ خاقانی رح **شعر** جملہ بدین داوری بر در عقاشدند ٭ کوست خلیفہ طیور داور مالک رقاب ٭ اے خلیفہ طیور۔ مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنہ پاکان برد۔ اے پردہ کس۔ سعدی رح **شعر** اے کہ شخصے منت حقیر نمود ٭ تا در شتی ہنر نہ پنداری۔ اے درشتی ہنر۔ مولوی معنوی رح **شعر** پیر پیر عقل باشد اے پسر نے سفیدی موے اندر ریش و سر ٭ اے سفیدی موے نظامی رح **شعر** بہی چہرہ باغ چندان بود ٭ کہ شمشاد بالالہ خندان بود ٭ یہ بھی سن رکھو کہ اگر مضاف کا اخیر حرف الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یاے تحتانی تحمل کسرہ کے لیئے زیادہ کیجاتی ہے جیسے دانا ے راز۔ اس بارہ مین الف مقصورہ اور ممدودہ ایک حکم مین ہین۔ عرفی **شعر** مصر ویران کرد رود در وادی ایمن نہاد ٭ رود نیل شوق یعنی گریۂ موساے من ٭ **شعر** بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظ سحر خیز کہ دعاے صبحگاہے اثرے کند شمارا ٭ مگر جسوقت جانب ضمیر متصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق یاے تحتانی کا واجب نہین رہتا جیسے عصاش دعاش مصرعہ حسن زیباش خیل عشق آورد ٭ امیر خسرو رح **شعر** مور کہ بر سقف رود بے قیاس ٭ پاش بلغزد چو در افتد بطاس ٭ در صورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح دیجائیگی اور باوجود جانب ضمیر متصلہ اضافت نہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فاریابی کے اس شعر مین **شعر** نثار مجلست از چرخ گوہرے بادا ٭ کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ بحکم ضرورت ہے نیاید آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضاف کا واؤ مدہ کلمۂ ثنائی کے اخیر مین واقع ہو جیسے بو خورو مو وغیرہ یا متوالی الحرکات کے جیسے رفو سبو گلو نکو وغیرہ تو یہان بھی الف والے

مضافون کی طرح جنکا بیان ابھی اوپر گذرا تحمل کسرۂ اضافی کے لیئے یاے تحتانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوے گل۔ روے زمین۔ موے سر۔ اور سبوے آب۔ گلوے صراحی وغیرہ۔ اور جب ضمیر متصل کیجانب انکی اضافت کیجاتی ہے یا کے ساتھ اور بغیر یا کے یہ دونون امر جائز ہوجاتے ہین۔ جیسے بوش روش بویش رویش اور سبوت گلوت سبویت گلویت۔ حافظ رح **شعر** لطف باشد گر بنوشی ازگدا ہاروت را ٭ تا بکام دل بہ بیند دیدۂ ماروت را ٭ اے روے ترا۔ اگر کلمۂ غیر ثنائی متوالی الحرکات نہو جیسے ابرو۔ بازو۔ پہلو۔ گیسو۔ ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضافات کی طرح کسرۂ اضافی پر کفایت کرین جیسے رفیع کے اس شعر مین **شعر** توان بمعنی وحدت حسن یا رسید ٭ ہلال ابرو او مطلعیست در توحید۔ **مصرعہ** در پہلوے من نشست آن شوخ ٭ شاہی سبزواری **شعر** دو روزہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی ٭ چو عمر بالب ساغر گذشت وگیسوے چنگ ٭ خواہ کلمۂ ثنائی اور متوالی الحرکات کی واؤ کی طرح یا تو صرف یاے تحتانی ملحق کرین جیسے خواجہ کرمانی کے شعر مین **شعر** برآرندۂ تیغ صبح از نیام ٭ کشایند چین زابروے شام ٭ حکیم زلالی شب کی تعریف مین لکھتے ہین **شعر** ز تنگی آن چنان پیچیدہ درہم ٭ کہ موئیدہ بروگیسوے ماتم ٭ یا بعد الحاق یاے تحتانی بوجہ عدم تعذر ثقالت توالی ماقبل یا کو اذا حرک حرک بالکسر وبمناسبت یا کسرہ دیتے ہین پس یہ کسرہ کسرۂ اضافی اور یا یاے اشباعی نہ ہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر مین **شعر** طلب کرد خاقان آفاق را ٭ گرہ باز کرد ابروے طاق را ٭ نظامی رح **شعر** درم پہلوے پہلوانان بہ تیغ ٭ خورم گردۂ گردنان بیدریغ ٭ صائب **شعر** بید مجنون گیسوئے ماتم پریشان کردہ است ٭ تا کرا قسمت شہید سنگ طفلان کردہ است۔ اور جب ضمیر متصل کیجانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادتی یاے تحتانی وبغیر یا دونون طرح مستعمل ہے لیکن سائر ضمائر متصلہ کے ماقبل کیطرح اسکو بھی حرکت فتح دیجائیگی جیسے ابروش ابروت پہلوش۔ پہلوت ابرویش پہلویش۔ ابرویت۔ پہلویت۔ اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثقالت دفع کرنے کے لیئے احف الحرکات یعنی حرکت فتح دیجاے جیسے پہلوش ہندوش۔ حافظ رح **شعر** اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را ٭ بخال ہندوش بخشم سمرقند وبخارا را ٭ غرض یہ واؤ واؤ مدہ ثنائیہ ومتوالیہ سے احکام لفظی مین ممتاز ہے مگر لفظ سو بحکم شذوذ جمیع احکام مین شریک واؤ متوالی الحرکات

ہے جیسے مصرعہ۔ زمان زمان سوے من کن بعین لطف نگاہ ۔ نظامی رح شعر سوے مخزن آوردم اول پسیچ ۔ کہ سستی نکردم دران کار ہیچ ۔ ولہ تو اے پہلوان کامدی سوے بن ۔ نگہدار پہلو زپہلوی من واللہ تعالے شانہ اعلم بالصواب ۔ اور اگر حرف اخیر یاے تحتانی مدہ ہو بوجہ عدم تعذر ثقالت کسرہ اضافی پر کفایت کرنا اور نظر براخوت الف وواؤ مدتین یاے تحتانی کا بڑھانا یہ دونون امر جائز ہین اول جیسے حافظ رح کے اس شعر مین شعر ساقی بہ بانگ نیازی بزدان کمے بیار ۔ تا بشنوی زصوت مغنّی ہو الغنی ۔ طالب آملی ۔ شعر آہم مکن اے شرم بہ نزدیکی آن کو ۔ شاید بغلط یار زمن دست بشوید ۔ دوسرا امر یعنی یاے تحتانی کا زیادہ کرنا اس مین پھر دو باتین ہین ایک تو بوجہ اجتماع ساکنین یاے اول کو بموافقت یاے مابعد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اسکے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہین نظامی رح شعر کسے را کہ قہرے تواز سر فگند ۔ بہ پامردئی کس نگردد بلند ۔ اسکو اشباع نہ سمجھین ۔ دوسرا یہ کہ یاے اول کو اسی حالت سکون مین رکھکر یاے ثانی کو بحکم اذا حرک حرک بالکسرہ دیتے ہین اور اور پھر چونکہ اسمین قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کردیتے ہین ۔ حافظ رح شعر خنگ چوگانی چرخت رام شد درزیر زین ۔ شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوے بزن ۔ اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضاف ہوتا ہے تو ماقبل اس ضمیر کا متحرک بحرکت فتح رکھا جاتا ہے جس طرح ان ضمائر کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم ضرورت اس یاے ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کردیتے ہین مولوی معنوی رح شعر صد گمانست بود در پیغمبر یم ۔ با چنین برہان و این خلق کریم ۔ مگر یہ کم آتا ہے ۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا ہاے مختفی ہے تو چونکہ اس مین صلاحیت کسرہ قبول کرنے کی نہین ہے تحمل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کردیا جاتا ہے جیسے بندۂ خدا مجھ سے پوچھیے تو وہ یاے تحتانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یا بھی ہمزہ کی شکل مین آتی ہے اسیوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تحتانی کا واقع ہوجاتا ہے ۔ مولوی معنوی رح کا شعر ہی شعر لیک میگویم حدیث خوش نبی ۔ برامید آنکہ تو کنعان نہ ۔ مہستی دبیر شعر بارو سے چو نوبہار ۔ باغوے دئی ۔ باما چو خمار و باد کرکس چو مئی ۔ بخت بد ما ہمی کند سست پئی ۔ ورنہ تو چنین سخت کمان نیئ ۔ ایک لطیفہ ذرا غور کرنیکے قابل اور حظ لینے کے لایق عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین کہ واضع حروف وصور حروف حکیم مطلق جَلَّتْ حِکْمَتُہٗ نے معنی لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت تو یہ

اخیر حرف مضاف کا اگر مختفی ہو تو علامت اضافت کیا ہوتی ہے

تحقیق حرف مختفی جو اضافت کی علامت ہوتا ہے

بیان حرف ہمزہ جو بعض اوقات حرف مختفی کی جگہ آتا ہے

رکھدی جسطرح تمہید مین اس رسالہ کی مبرہن ہوچکا ہے پھر شکل حروف مین کیونکر اہمال تناسب کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پوچھتا کہ ہمین یہ شکل کیون ملی وہ کیون نہ ملی اور حکم آیۂ وافی الہدایہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ سے یہ نہ سمجھنا کہ مالک مختار نے جس طرح چاہا بمناسبت و بلا مناسبت وضع کردیا بلکہ اُسکا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہمکو اپنی نے سمجھی سے مناسبت پر پہنچے نہ لیجا کر خواہ مخواہ اعتراض مین مُنہ نہین کھولنا چاہیئے پس اُن حروف کی یہ خاص خاص شکلین اور صورتین بھی ضرور خاص خاص مناسبتون کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان دقائق غامضہ پر ہماری نظر نہ پہونچے مثلاً اس شکل (ک) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہٖ نصف بالائی حصہ یا کا ہے بلکہ کامل یا ہے صرف ایک دامنہ جو روانی قلم مین نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اسکے بالائی سرے کو نکالہ تجیئے دیکھیئے (ک) کامل واو ہے - اور جو اسکے انحنا کو لحاظ کرین ایک مرتعش کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہی چنانچہ غالب فرماتے ہین مصرعہ الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس مین کیفیت ان تینون حروف علت کی بالقوۃ موجود ہے تو حالت فتحی مین الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمی مین واو کی شکل لیتا ہے حالت کسری مین یا بنجاتا ہے جیسے مامون مومن ایمان - آمدم برسر مطلب اور وہ گرہ گی سی شکل جسکو ہاے مختفی کہتے ہین میرے نزدیک کوئی حرف جوہر کلمہ کا نہین بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر کی ہے - اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگارون نے کلمات فارسی مین ماقبل ہاے مختفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میانجیون نے مکتبون مین اسیکو رواج دیا ہے یہ خطا ہے چنانچہ کلام اساتذہ اُسکے فتح پر دال ہے - میرزا غالب کا شعر ہے شعر شورش آمادہ رفتہ اند ہمہ + ہم برین جادہ رفتہ اند ہمہ + در نوردگزارش زدہ ہا + کردہ انداز نشاط عربدہ ہا + لیک در بعض جا نہ در ہمہ اش + لفظ ماری ہوی ست ترجمہ اش + دیکھیئے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ کا جادہ اور عربدہ اور ترجمہ کو ڈالا ہے - یہ الفاظ عربی کے ہین انکا ماقبل اخیر مفتوح ہے اور یہان اختلاف روی کا قائل ہونا تحکم ہے - ہان ہاے ظاہر کا ماقبل البتہ مکسور بکسرۂ اصلی رہتا ہے لیکن اس ہا کے اور حرف ماقبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رَہ بمعنی طریق بفتح ماقبل و کَہ بمعنی جَبَل بضم ماقبل و دِہ بمعنی قریہ بکسر ماقبل عارضی اسواسطے کہ اول سے الف ثانی سے واؤ ثالث سے یاے تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے - راہ و کوہ معروف ہین مگر دیہ خیر رح

کے اس شعر مین **شعر** قدرے چون برین نمط بشتافت ٭ راہ اندر سواد دیہے یافت ٭ میر حسن دہلوی
شعر سلامت از دل و دین حسن چہ میپرسی ٭ نہ دیہ ماند نہ دہقان چہ واجب ست خراج ٭ غرض جہان
حرف علت حذف نہوگا ضرور قابل اُس ہا کا مکسور بکسرہ اصلی ہوگا مثلاً بہ وکہ ومہ وگرہ وفربہ وزہ ۔
سعدی رح کا شعر ہے **شعر** چو از قومے یکے بیدانشی کرد ٭ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را ٭ نمے بینی کہ گاوے
در علف زار ٭ بیالاید ہمہ گاوان دہ را ٭ **ولہ** آن شنیدی کہ لاغرے دانا ٭ گفت روزے بابلہ فربہ ٭
اسپ تازی اگر ضعیف بود ٭ ہمچنان از طویلۂ خربہ ٭ فردوسی رح اشکبوس پر رستم کے تیر چلانے کی تعریف
کرتے ہین **شعر** قضا گفت گیر و قدر گفت دہ ٭ فلک گفت احسن ملک گفت زہ ٭ اور لفظ زہ بفتح زا
معجمہ جیسے مولوی معنوی قدس سرہ کے ان اشعار مین ۱۵۶ **شعر** تا نگیرد مادران را در وزہ ٭ طفل در زادن
نیابد ہیچ رہ ٭ ۲۰۸ **ولہ** پیش مے آمد سپش میرفت شہ ٭ جملۂ شب ہیچ حامل وقت زہ ٭ اصل اس ہا کی الف
ہے یعنی یہ زہیدن کا حاصل مصدر ہے اور زہیدن زادن سے مجہول ہے معنی مین اسی زادن
کے ہے جیسے شرط اس جعل کی ہے بحث مصدر مین اسکی تحقیق آجائیگی انشاء اللہ تعالے مولوی
معنوی قدس سرہ فرماتے ہین **شعر** رزقہا را رزقہا او میدہد ٭ ورنہ گندم بے غذاے کے زہد ٭
اے کے زاید ۔ اور زہ بمعنی زادہ یعنی بچہ کے معنون مین بھی مستعمل ہے جیسے آفرینش حاصلمصدر
بمعنے آفریدہ یعنی مخلوق مستعمل ہوتا ہے اور اسی سے زہدان بچہ دان یعنی رحم کو کہتے ہین ۔ رہا لفظ
دہ کا جو عدد معروف ہے سو وہ لفظ ہندی دس کا مفرس ہے جیسے ماس سے ماہ بمعنی قمر اسی پر
ہمزہ نفی کا لگا کر اماس کہتے ہین اور ہمزہ نفی کے لیئے جیسے ہندی زبان مین آتا ہے فارسی زبان
مین بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اکثر جگہ دساتیر مین لفظ اخواستی بمعنی غیر ارادی واجنبان بمعنی
غیر متحرک آیا ہے اسیطرح امیر بمعنی نامیرندہ یعنی حی غرض اماس وہ شب جس مین چاند بالکل
نہین نکلتا بلکہ اس لفظ دہ کو مفرس ہی کیا کہیئے توافق واشتراک دو زبانون کا سمجھنا چاہیئے ۔ رہا
مبادلہ سین کا ہاے ہوز کے ساتھ اکثر ہے جیسے راہ بمعنی طریق اس معنی مین لفظ راس جسکا مزید علیہ
راستہ ژند پاژند یعنی لغت باستانی فارسی مین مستعمل ہے اور آماس وآماہ بمعنی ورم اور جستن ورستن
بالفتح بحث مضارع مین جہ ورہ ہوجاتے ہین ۔ شرف شفروہ کا شعر ہے **شعر** خصمت ار فربہی یافت
زمعجون غرور ٭ چہ شود فربہی طبل زآماہ بود ٭ مگرخہ اور خہ اور پہ یہ بعض الفاظ ایسے ہین کہ انکا

بابت مثال دیہہ کی
نظارہ بفتح زا معجمہ کی بحث مین
بحث مصدر مین
نظارہ وہ کی تحقیق
جو عدد معروف ہے
سے ہے
ہندی زبان مین بھی آتا ہے
فارسی
خہ اور پہ یہ کا
تلفظ کے بیان مین

ماقبل اخیر مفتوح نہے۔ حکیم زلالی ایاز محمود مین لکھتے ہین شعر صراحی بر قدح چون کبک قہقہہ ٭ زدو گفتش کہ اے گلدستہ خرخہ ٭ اور پہ پہ وہ وہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہ وا کرنے مین استعمال کیا جاتا ہے جیسے شعر بوحدت فرد نادری ہیچگہ سر ٭ چو حلوا خوری زود گوئی کہ پہ پہ ٭ شعر چہ میگفتم و در چہ پرداختم ٭ کجا بود اشہب کجا تاختم ٭ آمدم بر سر مطلب چونکہ ہاے مختفی ہاے ظاہر کی ہمشکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہین دیکھتے علم ہیات مین جب دوائر و قسی کی پیمائش کرتے ہین ساٹھ پر آکر سہ لکھدیتے ہین حالانکہ باعتبار حساب جمل فقط س کے ساٹھ ہوتے ہین اگر یہ شکل واقع مین مستقل حرف سمجھی جاتی پینسٹھ بنجاتے لیکن مادۂ تاریخ مین اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت و شکل مکتوبی پر ہے اصلیت اور واقعیت ملحوظ نہین ہوتی جیسے مشدد جو کہ اصل مین دو حرف ہین یہان ایک ہی اعتبار کیا جاتا ہے اسی بناء پر تاء عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل مین لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی مین ہا بنجاتی ہے اسکے اعداد مین فضلاے موخرین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی مین اس طور پر واقع ہو کہ تلفظ مین بھی تا ہی پڑھی جاے اسوقت اسکے عدد چار سو ہی لیے جائینگے اور وہ جملۂ تاریخی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہو مگر وہ کلمہ جس مین یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے رحمۃً للعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر نہ آخر رحمۃً للعالمینی ٭ زمحرومان چرا غافل نشینی ٭ اسیطرح جنۃ النعیم و کعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس مین کچھ شک نہین کہ اس صنعت مین فقط مکتوبی کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملفوظ کا کچھ بھی اعتبار نہین ہوتا۔ اسیوجہ سے خدائی پادشائی مین اگرچہ ایک ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بلحاظ صورت مکتوبی دو یا شمار کیجاتی ہین اور انکے عدد بیس لیے جاتے ہین اور عبدالرب عبدالرحمن مین الف لام اگرچہ ملفوظ نہین مگر بلحاظ مکتوب انکے عدد اکتیس لیے جاتے ہین راے مشدد ایک ہی شمار کیجاتی ہے فقط دو سو اسکے عدد لیے جاتے ہین اگرچہ بولنے مین دو رے بولی جاتی ہین۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی و غیر عربی ہین ہا کے لیے مختص ہے میری سمجھ مین نہین آتا البتہ غیر عربی کے لیے یہ اختصاص ثابت کرلو بجا ہے مگر عربی مین یہ شکل تا اور ہا دونون مین مشترک ہے لیکن مابہ الامتیاز اور جداانساس اوپر کے دو نقطون کا وجود اور عدم ہے جیسے حا اور خا راو ز شکل مین مشترک نقطہ سے ممتاز ہین ہان اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی مین ہا

تا و ہا در حالت وقفی مین بنجاتی ہے جسکے اعداد مین فضلاے متاخرین کا اختلاف ہے

ضمائر پادشائی کی ہمزہ کی عدد لیا یعنی چاہیئے۔

بجاتی ہے تو اُسوقت اُسپر نقطے بھی دیے نہ جائینگے اور عدد بھی پانچ ہی لیئے جائینگے جیسے علیہ الرحمہ ورب الکعبہ۔ اور آیات کریمہ قرآنی مین جو باوجود وقف نقطے دیے جاتے ہین باعتبار ماکان حالت اصلی کے لیئے ہے تانو آموزون کو تہجی کے وقت دقت نہ پڑے غرض نظم الفاظ تاریخ عبارت عربی ہو یا غیر عربی مگر وہ کلمہ جس مین یہ تاے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ وفات جو یگانہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنۃ مثواہ سے نکالی ہے اور اس تاء جنت کے چار سو عدد لیئے ہین بہت درست ہے اور اُسپر غلام علی آزاد جیسے بے بدل ادیب بلند اندیشہ فاضل نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جاسے کہ سخت ہٹ دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت کی عبارتون مین جیسے فیضی کی مواردالکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تاکا لانا اور اُسکو مہملہ سمجھنا بوجہ تنگی مقام وضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی مین واقع ہو بحسب املاے عجمی دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چار سو لیئے جائینگے جیسے صاحب مخبر الواصلین حضرت شیخ الشیوخ عقد سلسلۃ الاولیا رحلۃ العلماء والفقراء صاحب النسبۃ العلیا الشیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی تاریخ وفات مین لکھتے ہین شعر آنکہ شیخ الشیوخ عالم بود ✦ زبدۂ اولیاے اعظم بود ✦ عمدۂ واصلین شہاب الدین ✦ قدوۂ کاملین شہاب الدین ✦ سال نقلش بگفت ارض وسما ✦ ساکن اوج جنت والا ✦ ملا حیدر ذہنی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات مین لکھتے ہین شعر تاریخ وفات فایضاے مرحوم ✦ کردند رقم کہ شد برحمت واصل ✦ اور اگر حرف قوی حرکت کے لیئے جو بہ نسبت حرف کے ضعیف ہے علامت بننے کو کوئی مانع سمجھے تو عربی کا نون اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حروف کے علامت حرکات ہونے کے امتناع کو اُٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ قواعد نگارون کے کلام سے بھی اشارۃً یہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جواہر الحروف است کے استعمال کے بیان مین تحقیق کرتے ہین کہ است الف کے ساتھ اُس جگہ پر آتا ہے کہ جہان کلمہ متحرک الآخر ہو اب اگر ہاے مختفی بھی کوئی حرف مستقل جوہر کلمہ سے مان لیا جائے پھر کلمہ متحرک الآخر ہی کہان رہا۔ فارسی کے مستاد فخر المتاخرین نواب اسد اللہ خان غالب دہلوی درفش کاویانی مین ضمیر خطاب ت کے بیان مین لکھتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اُس جگہ وصل پاتا ہے جہان کلمہ ہاے غیر اصلی مختفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لیئے لایا گیا ہے " تا پدید آید کہ ہاے ابنہاے حرکت را وجود

حرف حرکت کیلئے علامت بننے کا

اعتباری ست نہ وجود حقیقی لاجرم جز بوساطت ہمزہ بحرف دیگر نمیتواند پیوست" اور ہفت قلزم کی ساتویں جلد مین مصادر جعلی کے بیان مین لکھتے ہین "از اندیشہ اندیشیدن دہاے مظہر حرکت را حذف کردند" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہا مظہر حرکت و علامت کلمات متحرک الآخر ہے غرض میری پریشان تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ ہاے مختفی قائم ہے وہ متحرک الآخر دائم ہے اور اضافت کا تقاضا ہے کہ اُسپر کسرہ اضافی ضرور ہو تو ہم اُسکی حرکت لازمی کو چھیڑ نہین سکتے مگر حروف لازم الحرکت پر ایک الف متحرک زیادہ کرتے ہین جو کہ حروف علت مین سے ہر جنسے ہمیشہ دعامون اور زیادتیون مین کام لیا جاتا ہے وہ پہلا حرف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ماقبل اس ہا کا مفتوح ہوتا ہے اور فتح کے بعد بہ نسبت اور حروف علت کے الف کا زیادہ کرنا انسب ہے پھر اُس الف زائدہ پر کسرہ اضافت لایا جاتا ہے اور اس قسم کے الف متحرک کو عرف مین ہمزہ کہتے ہین اور اگر یاے وحدت یا تنکیر یا تعظیم یا خطاب کی اُس پر لائی جاتی ہے تو رسم الخط مین کوئی صورت اُسکے لیئے الگ نہین ہوتی یہی ہمزہ اُسکے ادا کی خاطر کفایت کرجاتا ہے جیسے لفظ بندہ کا سعدیؒ کے اس شعر مین **شعر** حکمت محض ست اگر لطف جہان آفرینؔ خاص کند بندہ مصلحت عام را ؛ یعنی کسی ایک بندہ کو خاص کرے۔ اور یہ وہی یاے مجہول ہے جو اور اسمون پر ان معنون کے لیئے داخل ہوتی ہے لیکن ہمزہ ماقبل یا صرف تحمل کسرہ کے لیئے واجب کی گئی اور نیز صیغہ واحد حاضر سے اس فعل کے جس کو ماضی قریب نام دے رکھا ہے اسکا پتہ لگتا ہے اسواسطے کہ کردہ مثلاً واحد حاضر کا صیغہ ہے اور واحد حاضر کی ضمیر یاے معروف ہے اور است والی گردان مین ایک الف متحرک قائم مقام فعل ناقص کے چلا آتا ہے تو یہان بھی ایک الف متحرک اور یاے ساکن صورت ہمزہ کے لیئے ہوئے ہین۔ اور عزلی کی تادات جو حالت وقفی مین ہا بنگی ہین گو اس قسم کی علامت حرکت نہین ہین لیکن عمومیت احکام کے لیئے انہین کے تابع کردیا جیسے روضۂ رضوان ترجمۂ قرآن اور ان چار حرفون یعنی الف اور واؤ اور یاے مدہ اور ہاے مختفی کے سوا سب جگہ مضاف پر کسرہ واجب ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

الف اور یاے تحتانی علامت کاہمزہ مین موجود ہونیکا ثبوت۔

الحمد للہ والمنۃ اضافت معنوی کا مختصر سا بیان لکھ چکا اب اضافت لفظی کا کچھ تھوڑا سا پتہ بتلا دیتا ہون ملاحظہ فرمائیگا۔ کیا کیا جاے خاطر کی تشویش اور طبیعت کی کاہلی یہ دونون امر ایسے ہاتھ دھوکر میرے پیچھے پڑگئے ہین کہ کسی کام مین دل نہین لگتا۔ اللہ تعالےٰ میرے حال پر رحم فرماوے ؛

الاضافۃ اللفظیۃ

صیغہاے صفت کو اُنکے معمولون کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضارع کے معنو مین ہونا شرط ہے جیسے نویسندۂ نامہ و کشندۂ نخ اور غیر معمول کیطرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہین بنتی جیسے خواہندۂ مغرب و داناے طوس سعدی رح فرماتے ہین نشر خواہندۂ مغرب وصف بزّازان حلب مے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا الخ بعض نسخون مین یاے نسبت کے ساتھ خواہندۂ مغربی آیا ہے اب ترکیب اضافی ہوگی اور جولوگ کہ مغربی یعنی زر مغربی کے لیتے ہین اسوقت البتہ اضافت لفظی ہوگی مگر یہ معنی لینا مجاز بے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہاے صفت معنی مضارع کے نہ رکھین بلکہ دوام و استمرار اُنکے معنون مین پایا جاے بحکم اذا فات الشرط فات المشروط اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ اُنکی اضافت اپنے معمولونکی طرف ہو جیسے۔ مصرعہ آفرینندۂ ہر چہ ہست۔ غرض ان دونون صورتون مین اضافت معنوی ہوگی ہمنے یہان اضافت لفظی مین اس امر سے بحث نہین کی کہ اُسکے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی مین تخفیف ہے اسواسطے کہ زبان فارسی مین معرفہ اور نکرہ کے احکام بخوبی نہین کھلتے یہ تمام وسعت زبان عربی مین خداداد ہے جیسے رَجُلٌ اور الرجل مین تعریف و تنکیر کا فرق ہوگیا بخلاف فارسی کے اُس مین ایسا کوئی تفرقہ اور حد انتساس نہین اور ہمنے فقط اپنی تحقیقات مین یمن و برکت حاصل کرنے کی نیت سے اتباع زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی تقسیم کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب معرفون مین سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر مین شعر اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ٭ از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم ٭۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے متعین ہوگیا فلان دوست ہے کسواسطے کہ دانا بینا جسوقت ندا کرتا ہے تو اُسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے ہان اگر کوئی اندھا ندا کرے اور کہے اے جانیوالے میرا ہاتھ پکڑلے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار مین گھرا ہوا یا کنوئین مین گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچانے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہونچو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کسواسطے کہ یہان کسی کی تعیین نہین۔ اب سنو کلمات ندا کے معاملہ مین جنکا بیان بحث حرف مین آئیگا مین ابوعلی کا تابع ہون انکے حرف ہونے مین مجھے کلام ہے میرے نزدیک اُنکا اسماے افعال ہونا تحقیق مقام ہے

اور اس کے معنی اَقْبِلْ یعنی متوجہ ہو کے ہین۔ رہی یہ بات کہ انکا فاعل اُنہین اسماے منادا کو مانین یا کوئی ضمیر اسماے افعال مین مستتر سو میرے نزدیک انہین اسماے منادا کو اسماے افعال کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی اُستتار ضمائر وغیرہ تکلف سراسر ہے۔ اب کلمۂ ندا کو بجوانہم کے قائم مقام کرنے کی ضرورت رہی نہ اُسکے مفعول کہنے کی احتیاج۔ گو کہ نحویون مین اسیکا رواج ہے۔ کسواسطے کہ نحات عرب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو اُنکو کہین فاعل اور کہین مفعول کھینچ تان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی مین نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی اُن سے دور پڑا۔ واضح رہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہین تو منظور یہ ہوتا ہے کہ اُن غائبون کو مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کرلین اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظرون سے مستور ہو یا مُنہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن آواز ندا کرنے والے کی اُس تک پہونچتی ہو تو اُسکو تعیین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی وہ ہے جیسے کوئی سامنے روبرو اپنے بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیون نہو یہان خوب ہوشیاری اور توجہ دلی کے ساتھ اُسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیبوبت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال ندا کا ہے یعنی حقیقۃً ندا اُسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اُسکی پکار کو سُنے اور جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اُسکو پکارنا مجازاً ہوتا ہے جامیؒ فرماتے ہین

شعر دریغا اے فلک باما نہ چہ کردی ✦ رسانیدی آفتابم را بزردی ✦ اس سے معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سُن نہین سکتا اُسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر بیٹھے ہوئے اپنے شوق مین مطلوب کو ندا کرتے ہین گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کی جانب ندا ہوتی ہے شوق و عشق مین منادا ے حقیقی کو اپنی ندا کا سُنانا کچھ مقصود بھی نہین ہوتا فقط اُس تصور اور خیال کے ساتھ دل پردازی کیجاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق مین حاضر رہتی ہے اسیطرح مُنہ مُنہ مین پکار لینا کہ اُسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہونچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آلہ ندا کا لفظون مین مذکور ہو ندا تحقیقی کہلاتی ہے جیسے یا زید۔ اگر مذکور نہ ہو ندا ے تقدیری کہتے ہین جیسے **شعر** نظامی بسا صاحب آوازۂ ✦ کہن گشتی و ہمچنان تازۂ ✦ یعنی اے نظامی الخ اسیطرح کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اُسکو ذکر نہین کرتے ذکر کرنا تو اُسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

غائب حقیقی

غائب مجازی

ندا حقیقی
ندا مجازی

ندا تحقیقی و تقدیری کا بیان

نکتہ اُسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اُسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے شعر
اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست ٭ یارب بہ بینم آنرا در گردنت حمائل ٭ کبھی جل بھنکر
اپنے خشم و غضب کا مورد بنانے کے لیئے جیسے کہتے ہین شعر شاہد معنی عیان و مابصورت
ملتفت ٭ اے درون جہل خون اے روے نادانی سیاہ ٭ یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی
پر غصہ اُتارتا ہے اور کہتا ہے اے جہل تیرا دل خون ہو جاے اے نادانی تیرا کالا منہ۔ کبھی
اس غصّہ اور ملال مین ایسا مضطر اور عجول ہو جاتا ہے کہ آلۂ ندا کے ذکر کیئے تک صبر نہین ہوتا
خان آرزو کا شعر ہے شعر گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردہ تو با من ٭ بفلک ترا رسانم کہ گہے اثر نکردی
اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعمیم منادا ملحوظ ہوتی ہے تو بھی منادا کو ذکر نہین کرتے اُسکی جگہ اُسکی صفت کو قائم مقام
کرتے ہین تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہو جاے اور عذر ترک منادا بھی مسموع صائبؔ کا
شعر ہے شعر چہ محو ناخدا گردیدۂ اے از خدا غافل ٭ چونکہ یہ صفت جملہ نہین مصدر بکاف رابط
نہین سعدی ؒ شعر اے پسندیدہ حیف بر درویش ٭ از برائے قبول منصب خویش ٭ تا دل بادشہ
بدست آری ٭ حیف باشد کہ حق بیازاری ٭ یعنی اپنے نفع کے لیئے غریب مسکینون پر ظلم کرنا بادشاہ
کی خوشامد مین حق جل و علا کو ناراض کرنا بے شک تذلیل و تحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ
مین ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کسیکی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے بفحواے نامش بزبان نگفتم از
بیخرد لیست منادا کو ذکر نکرنا جیسے سیاؤش اپنے قتل کے وقت خداے عزوجل سے التجا کرتا ہے۔
شعر سیاؤش بنالید بر کردگار ٭ کہ اے برتر از گردش روزگار ٭ اے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا بُرا
یا بھلا اثر تیری ذات پاک تک نہین پہونچتا تیری ذات پاک اُس سے برتر ہے۔ بجاے منادا اس
خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایما کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ اسیطرح
تعجب و تحسر و تمنا کی محویت مین منادا کا ذکر کرنا بھولجاتا ہے انکے امثلہ آگے آتے ہین غرض اس قسم کے
نکات معنوی بیان کیئے جائین یہ دستور نامہ کا ہیکو رہیگا بستان خیال ہنجائیگا فقط آپکی لطف اندوزی
کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کر دیا حاصل کلام یہ ہے کہ ندا ہے، غائب معرض خطاب مین آتا
ہے اسواسطے بعد ندا کے یعنی جواب ندا مین وجوباً صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر ہے
لیکن یہ نکتہ ذرا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت ندا مین وہ اسم جسکو ندا کر رہے ہین بزرخ یعنی

آلۂ ندا کے ذکر نہ کرنے مین نکتہ

کبھی کبھی منادا کے ذکر نہ کرنے مین نکتہ

عین حالت ندا مین وہ اسم جسکو ندا کرتے ہین باعتبار حقیقت حضور و غیبوبت مین ہونے کے بزرخ ہوتا ہے اور باعتبار استعمال عرب کے انصیغہ خطاب کا فارسی مین بھی بعینہا استعمال پاتا ہے

بین بین حاضر و غائب کے رہتا ہے نہ تو اُسکو پوری طرح غائب ہی کہیئے نہ حاضر اسیواسطے ان حالت توسطی مین استعمال ہر دو صیغون کا غائب ہو یا حاضر جائز ہے یہ امر اُسوقت بخوبی مبرہن ہوتا ہے کہ موصول یا موصوف پر جسکی صفت جملہ ہو ندا واقع ہو لیکن عربی مین صیغہاے غائب کا استعمال اکثر ہے حاضر کا کمتر اسواسطے کہ جسکو ہم پکارتے ہین وہ غیبوبت حقیقی یا مجازی مین ہو گا اگر یہ بات نہوتی ندا کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی پس اُسکو ندا کرنا غیبوبت سے نکال کر خطاب مین داخل کرنے کے لیئے ہوتا ہے تو جب تک ندا پوری نہو گی وہ غیبوبت سے شرف خطاب مین نہین آسکتا یعنی عین حالت ندا مین وہ پورے طور سے مخاطب نہین بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نرہا لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کر کے احکام غائب کے اُسپر جاری کئے جاتے ہین یا یہ کہ منادا اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسماے ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہین تو یہان بھی لفظ کے اعتبار سے منادا غائب ہوا پھر اب غائب کیطرف ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ جان کر استعلا حالت ندا مین غائب ہی رکھتے ہین۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب منادا حالت ندا مین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گویا ایک اطلاق کے درجہ مین آگیا تو اُسکے لیئے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہیئے اور خارج مین مطلق کا کوئی وجود نہین تو ناچار اُسکو فرد کامل کی زمی مین لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا رسالہ زمشت افشار مین ہمنے مبرہن کر دیا ہے یہ مختصر ان توطیہ اور تمہیدون کی گنجایش نہین رکھتا جیسے ارشاد ہدایت بنیاد ہوتا ہے یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا نبی کا شعر ہے **شعر** یَا مَنْ تَحَکَّمَ فِی نَفْسِیْ فَعَذَّبَنِی ٭ وَمَنْ فُؤَادِیْ عَلٰی قَتْلِیْ یُضَافِرُہٗ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولی کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہ غائب کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبوبت سے حیز خطاب مین کامل طور سے نہین داخل ہوا تو گویا ابتک غائب ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی یہ وجہ ہے کہ وہ غیبوبت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب پورا غائب نرہا گویا مخاطب بنگیا اور یہ کلام عرب مین بہت کم ہے شاعر کہتا ہے **شعر** مِنْ اَجْلِکِ یَا الَّتِیْ تَیَّمْتِ قَلْبِیْ ٭ وَاَنْتِ بَخِیْلَۃٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ ٭ مگر فارسی مین صیغہ حاضر ہی کا بیشتر مستعمل ہے جیسے **شعر** اے کہ از خزانۂ غیب ٭ گبر و ترسا وظیفہ خور داری ٭ مولوی معنوی رح فرماتے ہین **شعر** گوش نہ اے تو طلبگار صواب ٭ بشنو این اشکال و شبہت را جواب ٭ اور غائب بھی مستعمل ہے مگر کمتر جیسے نظامی رح حمد مین فرماتے ہین **شعر** اے جہان راز ہیچ سازندہ ٭ ہم نوا بخش و ہم نوازندہ ٭

وجہ استعمال غائب منادا

وجہ استعمال حاضر منادا

اور نیز اس مین یہ بات بھی ہے کہ عربون نے لفظ اور معنی دونون کی رعایت کی معنون کی رعایت یہ ہے کہ پہلے سے اُسکو غیبوبت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غیبوبت اُسکی ناقصدرہ گئی تو اُسکو ابھی سے بہ نسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت لفظی یہی ہے کہ منادا اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صوری کی جانب ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ سا ہے۔ یا یہ کہ عربون نے ما کان کا اعتبار کیا فارسیون نے مایول کا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ کلمات ندائیہ یا و ایا و ایی بالکسر وا رے یہ سب صدارت کو مقتضی ہین جیسے یارب۔ اہل فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر بمعنی ہاے وا سے کے لیتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ درد و مصیبت کے وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اُسکو معنون مین ہاے دوا سے کے کرلیا اسی بنا پر صائب اصفہانی نے اپنے شعر مین اسکی جمع یار یہا تراشی ہے **شعر** چہ محنا خدا گردیدہ اے از خدا غافل ۔ ندارد این سفر بادِ مرادی غیر یار یہا ۔ اور یاے تنکیر کا اسیوجہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا مولوی معنوی رح فرماتے ہین **شعر** نیز روزے باخدا زاری نکرد ۔ یار بے نا مد از و روزے بدرد ۔ سعدی **شعر** نترسی کہ پاک اندرونی شبے ۔ برآرد ز سوز جگر یارب ۔ مثال ایاکی فردوسی کا شعر ہے **شعر** ایا شاہ محمود کشور کشاے ۔ گر از من نترسی بترس از خداے ۔ اور اے بھی بوجہ توافق لسانین عرب و عجم مین مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہین اور عجم بالکسر جیسے ائے کریم اور ارے تحقیر کے موقع مین مستعمل ہوتا ہے شرف شفائی کا شعر ہے **شعر** ارے گیدی تو کجا شعر کجا درک کجا ۔ لاف چیزے کہ ندانی چہ زنی پیش کسان اور الف ندائیہ منادا کے اخیر مین لاحق ہوتا ہے جیسے **شعر** کریما بخشاے بر حال ما ۔ کہ ہستم اسیر کمند ہوا ۔ اب سنو کلمات ندا کو ایک سے زیادہ ایک منادا پر لانا بعلت حصول استغنا ممنوع سمجھا گیا ہے چنانچہ زونی نحاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہین الممنوع اجتماع آلتی التعریف لاستغناء حاصل باحدھما لیکن بعض وقت استماع مدح کے موقع مین زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یا کمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و افسوس جتلانے کے لیئے جو ندا پر ندا کیجاتی ہے متاول ہے یعنی یہان یہ نہین ہوتا کہ ایک ہی منادا پر ادات ندا دو بار لاے جاتے ہون بلکہ جسطرح کلمہ ندا مکرر ہے تکرار منادا بھی مقدر ہے فردوسی رح جنگ بیژن و ہومان مین لکھتے ہین **شعر** بدادار گفت اے جہان داورا ۔ سزد گر بدین خستہ دل بنگرا ۔ یعنی اے دادار اے جہان داور۔ بیژن کا محل شاہی مین منیژہ کے ساتھ داخل ہوکر گھیرا جانا بیان کرتے ہین **شعر** چنین گفت

کاے کردگارا مرا ۔ رہائی نخواہد بدن ایدرا یعنی اے خدا اے کردگار۔ چنانچہ کلمہ ندا اے کا جو صدارت کو مقتضی ہے منادا با حرف ندا سے موخر واقع ہونا اس امر کو محقق کرتا ہے جیسے عرفی کے اس شعر مین **شعر** داور اے نہ سزاے تو ہمین تعریف ست ۔ کہ عدیم ست عدیلیت چو خداوند علیم ۔ یعنی اے داور اے شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق مین الف کو جو منادا کے اخیر مین ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہین بلکہ ایک زائد محض سمجھین جسطرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگرامین ہے یا اُس قسم کا زائد سمجھا جاے جو ندبہ اور استغاثہ کی خصوصیات سے مدصوت کے لیئے لایا جاتا ہے یا جسطرح عرب یا غلامی کی یاے متکلم کو الف سے بدل کر یا غلاما کہتے ہین اور فارسی مین بھی بعض مقننین نے ملاذا معاذا کے الف کو متکلم کا مانا ہے اگر فارسی مین الف متکلم کا ثابت ہو جاے یہان منادا پر الف متکلم کا خاصہ کہہ سکتے ہین یعنی اے کردگار اے کردگارمن ۔ پس بہرحال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارۂ تکرار کلمہ ندا صاحب صولت فاروقی کا اعتراض نے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب و تہدید و استغاثہ و ندبہ کا دربارۂ استعمال آلات ندا خصوص استغاثہ و ندبہ کے لیئے وا بھی لاتے ہین میر مغیث ہمدانی محوی کا شعر ہے **شعر** وا فریادا از عشق وا فریادا ۔ کارم بیکے شوخ نگار افتادا ۔ گر داد من شکستہ دادا دادا ۔ ورنہ من و عشق ہر چہ باد اباد ۔ اور ندبہ کے وقت یعنی کسی نعمت کے زوال و فوت پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے پر ان ندائیہ حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ[۱۲۹] مین سیاؤش کی خبر موت سُنکر پیران ویسہ کا زاری کرنا **شعر** ہمیگفت زار اے سزاوار تاج ۔ کہ چون تو نہ بیند دگر تخت عاج ۔ مقتل مین سیاؤش کو موے کشان لیجاتے ہوئے دیکھکر فرنگیس ندبہ کرتی ہے[۱۳۰] **شعر** بگفت این و روے سیاؤش بدید ۔ دو رُخ را بکُند و فغان بر کشید ۔ کہ شاہا دلیرا گوا سرورا ۔ سرافراز شیراوکند آورا ۔ بایران بر و بوم بگزاشتی ۔ سپہدار را باب پنداشتی ۔ کنون دست بستہ پیادہ کشان ۔ کجا افسر و گاہ و گردن کشان ۔ پرستم کا مرگ سیاؤش پر زاری کرنا[۱۳۱] **شعر** ہمی گفت رستم ایا نامدار ۔ ندیدست دوران چو تو شہریار ۔ اسیطرح اظہار تعجب و حسرت و آرزو و استغاثہ و تہدید کے لیئے بھی ندا کرتے ہین جیسے قتل سیاؤش کے بیان مین فردوسی کہتے ہین[۱۳۲] **شعر** بزد دست و ریش شہنشہ گرفت ۔ بخواری کشیدش بخاک اندر افگند نظامی رح **شعر** شہ ارملک عالم گرفت اے شگفت ۔ من آنزا گرفتم کہ عالم گرفت ۔ حسرت مین جیسے **مصرعہ** اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ تمنا اور آرزو مین جیسے **شعر** مرا اے کاشکے مادر نزادے ۔

تجرید حسرت و استغاثہ کیلئے ندا کا آنا

اگر زادے کسے شیرم نداد ے ؛ درحقیقت خصوص ان مواقع مین منادا محذوف ہوتا ہے تا معلوم ہوجاے کہ متکلم اپنے تعجب و تحسر و تمنا مین ایسا محو ہے کہ اُسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کا بھی دھیان نہین رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندا ہے مثلاً اے شگفت یعنی اے مخاطب تعجب ست رہا قواعد عربیہ مین ان پر لام وغیرہ کا لانا اور استغاثہ کی بحث مین درج کرنا اُس زبان کی ترکیبونکی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے **شعر** بداد ار گفت اے جہان داور ا ؛ سزد گر بدین خستہ دل بنگرا۔ اور تہدید جیسے **شعر** ایا شاہ محمود کشور کشاے ؛ گر از من نترسی بترس از خداے ؛

المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لیئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار و عدم اعتبار مصدر و حاصلمصدر کا جداشناس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہون جیسے رفتن و زدن یا صادر نہون بلکہ اُس غیر کے ساتھ محض اتصاف و قیام کا علاقہ رکھتے ہون جیسے زیستن و مردن و بودن و شدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہین کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہین بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہاے صفات اُس سے نکلتے ہین۔ جاننا چاہیئے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے۔ مین اپنے اکثر خیالات کو اس مقام مین بعض فضلاء کے خلاف پاتا ہون لیکن امر اپنے نزدیک محقق ہے وہی معرض عرض مین لاتا ہون۔ ذرا نظر غور سے دیکھا جاے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر مین تین درجے ہین ایک مطلق مصدر جو درجہ مین لابشرط شی کے ہے یعنی اُس مین نہ اعتبار وجود سازجیت حدث کا ہے نہ اُسکے عدم کا۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لاشے کے درجہ مین ہے یعنی اُس مین ازروے وضع حدث سازج معتبر ہے یعنی اُس مین نسبت جانب فاعل تا کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر مین ماخوذ نہین بخلاف فعل کے اسیوجہ سے فعل کو ازروے عمل اصل قرار دیتے ہین اور مصدر کو فرع ہان ازروے اشتقاق اُسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس مین نسبت فاعل تا ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف و مجہول یہ درجہ بشرط شئے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا چاہتے ہین وہ مصدر مطلق ہے جس مین ازروے وضع حدث سازج معتبر ہے چونکہ مطلق خارج مین اپنا ذاتی اور اصلی وجود

مصدر کی تین درجے

فعل ازروے عمل مصدر کی نسبت اصل اور مصدر ازروے اشتقاق فعل سے لیئے جاتے ہین

نہین رکھتا تو ضرور مصدر مقید کے ضمن مین ہوگا جیسے آراستن زید و ستودہ شدن بکر۔ اور اگر وہ کسی سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور وضعی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جعلی وغیر وضعی لیکن مصادر جعلی ہون یا اصلی اُن سے اشتقاق افعال کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال وصفات کا ہو تو کامل التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن و کردن جنسے گفت گفتہ گوید گوئی گوینده اور کرد کردہ کند کن کنندہ مشتق مین

مصادر ناقص التصریف

اور نہ ناقص التصریف و مقتضب کہلاتا ہے جیسے آختن و سختن اسکی بحث مضارع مسموع نہین مگر فارسی مین کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہین دیکھا گیا البتہ عربی مین موجود ہے جیسے أَفْكَلَ اَحْمَدُ کے وزن پر کانپ اُٹھنا اُسکے معنی ہین جیسے کہتے ہین اَخَذَهُ اَفْكَلُ اِذَا اِرْتَعَدَ مِنْ بَرْدٍ اَوْ خَوْفٍ اسی لیئے تعریف مصدر مین اشتقاق افعال کو جو ضروری مانا گیا ہے تحقیقی و تقدیری ان دونون مین عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر معدوم المشتقات کو بھی شامل رہے یہ امور سماعی ہین قیاس کو اس مین دخل نہین۔

مصادر معدوم الاشتقاق

مصدر کی علامت

مصدر کی علامت فارسی مین نون ہے بعد تا کے یا دال کے بشرط حصول صیغۂ ماضی بعد ازالۂ نون جیسے گفتن و کردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن و آبستن بوزن دانستن و خویشتن بوزن ریشتن مصادر نہین گو کہ ان کے اخیر مین نون بعد تا یا دال ہے مگر شرط (حصول صیغۂ ماضی بعد حذف نون) نہین پائی جاتی تو بحکم اذا فات الشرط فات المشروط یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ (بمعنے رہ کردن و آویختن)

مصادر کی تین حال لازم متعدی مشترک

اور مصدر کے تین حال ہین لازم یا متعدی یا مشترک لازم جیسے آمدن و رفتن متعدی جیسے کردن و گفتن مشترک جیسے سوختن و کشادن **شعر** آخر دیدم کہ در وفا و مہرت ؛ گر دل سوزم (متعدی) نسوزدت دامانے ؛ اے دل را سوزم (لازم) **شعر** در خم زلفش دل دیوانہ دار و پیچ و تاب ؛ چون کشاید زلف بکشاید گرہ از کار ما ؛ اے کشاید زلف را (متعدی) (لازم)۔ اور متعدی کی دو قسم ہین۔

مصادر معروف

معروف و مجہول۔ معروف وہ ہے کہ جس مین فاعل کی جانب اسناد کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن و گفتن صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہین کردن زید کار را و گفتن او سخن را۔

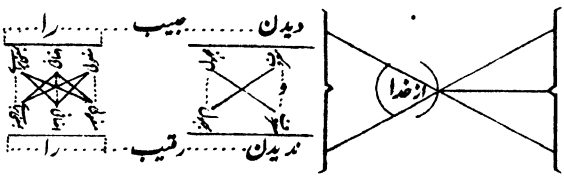
مصادر مجہول

مجہول وہ ہے کہ صلاحیت اسناد مفعول کی رکھے جیسے ترکیب مشہور کردہ شدن و گفتہ شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہین کردہ شدن کار و گفتہ شدن سخن۔ یہان یہ بات بھی مدنظر رکھین کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو معروف و مجہول کے لیئے استعمال کرنے مین اہل عرب کے ہمقدم بھی ہو جاتے ہین جیسے نظامی رح دارا کے مارے جانے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** چو در نسل ماکشتن آمد نخست ؛ کشندہ نسب کرد بر ما درست ؛

فارسی مین بعض کلمات معروف و مجہول کے لیئے ایک ہی صورت

سعدی ؎ شعر اگر عاشقی خواہی آموختن ٭ زکشتن فرح یابی وزسوختن ٭ اے کشتہ شدن۔ نظامی ؎ شعر بخود گم شوم خلق را رہنمائے ٭ ہمایون زکم دیدن آمد ہمائے ٭ اے کم دیدہ شدن۔ اسی طرح لفظ دیدن کا اس مشہور شعر مین شعر می خواہم ازخدا ونمی خواہم ازخدا ٭ دیدن حبیب را ونہ دیدن رقیب را ٭ لیکن یہ سند اسوقت واضح تر سمجھ مین آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لف ونشر غیر مرتب لیئے جائین یعنے شاعر کہتا ہے کہ مین خدا سے چاہتا ہون کہ رقیب کو نہ دیکھون اور خدا سے مین نہین چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی یہ نہین چاہتا کہ کوئی شخص اُس کو دیکھے اس شعر کے معنون مین اور بھی احتمالات ہین چونکہ وہ اکثر بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہین اسوقت جو کچھ میری سمجھ مین آئے لکھدیتا ہون اگرچہ بعض معنی مفید استناد نہون غرض شاعر کہتا ہے کہ مین خدا سے چاہتا ہون کہ حبیب کو مین دیکھون یا حبیب مجکو دیکھے (اس صورت ثانی مین را اضافی ہوگا یا بمعنی برائے) اور رقیب کو مین نہ دیکھون یا رقیب مجکو نہ دیکھے یا حبیب رقیب کو نہ دیکھے یا رقیب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونون صورتون مین را اضافی یا بمعنی برائے ہوگا) اور یہ کل معنی دونون مصدرون کو معروف قرار دینے کی تقدیر پر ہین اگر دونون مصدر مبنی للمفعول یعنی مجہول بنائے جائین یہ معنی ہونگے کہ مین خدا سے چاہتا ہون دیکھے جانے حبیب کو یعنی مین اُسکو دیکھون اور رقیب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی رقیب کو مین نہ دیکھون یا حبیب نہ دیکھے اور خدا سے نہین چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی رقیب کا یا کسی غیر کا حبیب کو دیکھنا اور نہ دیکھنا رقیب کو کسی غیر کا یا رقیب کا کسی غیر کو اسوقت بھی را اضافی یا بمعنی برائے ہوگی یا نہ دیکھے جانے رقیب کو یعنی کوئی غیر شخص اُسکو نہ دیکھے یعنی ہمین کوئی غرض نہین کہ کوئی غیر شخص رقیب کو دیکھے یا رقیب اس غیر کو یا نہ دیکھے۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہین کہ مصرعہ ثانی میخواہم کے متعلق کردیا جائے اور نمیخواہم کا مفعول مقدر مانا جائے یعنی نمیخواہم غیر ازین چیزے دیگر۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہین کہ خواہم ونخواہم کے دو متضاد صیغون سے جو تعمیم مفہوم ہوتی ہے اُس سے یا تو اپنی تمام آرزو اور کل خواہش یعنی مقصود حصر مضمون مصرع ثانی کو ٹھہرالین تقدیر اسکی اسطرح کیجائے کہ مین چاہتا ہون جب اور نہین چاہتا ہون جب مطلوب یہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے بیر۔ اسکے سوا خدا سے کچھ نہین چاہتا یا اس تعمیم سے استغاث کا حصر مطلوب ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اپنی مراد جو مصرع ثانی مین مذکور ہے چاہون تو اپنے خدا سے اور نہ چاہون تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

نہین چاہتا۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لف ونشر مرتب وغیر مرتب وغیرہ اس جدول مذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہین ملاحظہ فرمائین۔



ترکیب مصدر اصلی وضعی

ترکیب مصدر جعلی

پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا گیا ہو یعنے وہ اپنی وضع اوّلی مین مصدر ہو اسی سبب سے اُسکو وضعی بھی کہتے ہین جیسے کردن ورفتن وغیرہ۔ جعلی وہ ہے کہ وضع اوّلی مین بذات خود مصدر نہین وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب سے وضع ثانوی مین جاکر وہ مصدر بنگیا ہو اسی وجہ سے اُسکو غیر وضعی بھی کہتے ہین اور وہ ترکیب بحسب استقرا اسم پر علامت مصدر دَن کی لگانی اور اُنکے بیچ مین ایک دعامہ یعنی پرکن یاے تحتانی داخل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہین اس سے کہ جامد ہون یا مصدر ہون یا مشتق۔ اور اسماے جامد بھی عربی کے ہون خواہ فارسی کے پھر اُس مین بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم جامد سے ترکیب مسموع نہین اگرچہ قیاس اسکو بھی متفقی ہے اوّل جیسے مکیدن ومدنیدن وابابکریدن وعُمَریدن یعنی اُنکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطرزی کا شعر ہے **شعر** مدنیدیم پس از مکیدن ۔ نہ بکس حیلہ دفکریدن ۔ مرقد پاک نبی طوفیدیم ۔ عُمَریدیم وابابکریدیم ۔ ثانی یعنی فارسی کے اسماے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن دیر کرنا۔ پرہیز سے پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی رح **شعر** شکوہید دارا زنزلی چنان ۔ حسد را بود تیز ترشد عنان ۔ ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی رح **شعر** پاہی کہ سکسار خواندشان ۔ پلنگان جنگی گماندشان ۔ اسیطرح چراغ سے چراغیدن یعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے جو آواز شمشیر وتیر وکمان وغیرہ سے ترنگیدن بنالیتے ہین امیر الدین اومانی کا شعر ہے **شعر** زکوب گرز وترنگیدن حسام بود ۔ فضاے معرکہ ہمچون دکان آہنگر ۔ اور مصادر بھی خواہ عربی کے ہون خواہ فارسی کے خواہ ہندی کے اوّل جیسے طلبیدن وفہمیدن وطلوعیدن وسیریدن میر بجی شیرازی کا شعر ہے **شعر** شد موے سپید وخبرم نیست زغفلت ۔ چون خفتہ کہ غافل زطلوعیدن صبح ست ۔ ملاشانی بکلو

مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب

مصدر جعلی کی اسم جامد فارسی سے ترکیب

مصادر عربی سے مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر فارسی کے مصدر جعلی کا ترکیب

شعر جہان در سایۂ خرشید من معمور و من محروم ٭ بکام غیر مے سپرد عجب سیارہ دارم ٭ ثانی یعنی ترکیب مصادر فارسی سے لیکن وہ مصادر صورت مین امر حاضر کی آتے ہین جیسے روئیدن و کوبیدن و خیسیدن و کاویدن و گسلیدن و کاہیدن و آویزن و رہیدن و آگنیدن۔ نظامی رح **شعر** چو ماشورۂ ہندوانی برنگ ٭ میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ۔ ظہوری **شعر** نکاہیدۂ یک جواز بود خویش ٭ زخلوت نشینی بگو سود خویش ٭ جامی رح **شعر** بکوہِ قاف رفتن پا برہنہ ٭ وزانجا سنگ صدمن آوریدن

مصادر ہندی کے مصدر جعلی کا ترکیب

سعدی رح **شعر** بگوشش فرو گفت کاے ہوشمند ٭ بدانگے زجانے رہیدم زبند ٭ ثالث یعنی مصدر ہندی کے ساتھ ترکیب یہان بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہون جیسے ماریدن و چلیدن۔ اُستاد عنصری کا شعر ہے **شعر** اگر مارے وگر دمے ہست طبعش ٭ بصحراش چون مار و کژدم بمارے ٭ خسرو **شعر** از چل چل تو پاے من زار شد کچل ٭ من خود نمی چلم تو اگر مے چلی بچل ٭ میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر ہے **شعر** عالمے را بکشتی گر بجفاے چلدت ٭ ہر چہ خواہی بکن اے شوخ بماے چلدت لیکن الفاظ ہندیہ کی ترکیب اکثر مطائبہ مین مستعمل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی الاصل نہ ہون بلکہ توافق و اشتراک لسانین کی وجہ سے فارسی مین بھی مستعمل ہو گئے ہون مثلاً چل چال کا مخفف ہو جسکا حاصل مصدر چالش آتا ہے سعدی رح **شعر** بیا تا درین شیوہ چالش کنیم ٭ سر خصم را سنگ بالش کنیم ٭ جسطرح فعل رابطہ ہے ہیند زبان دری اور ہندی مین مشترک ہے حافظ رح کا شعر ہے **شعر** ساقی اگرت ہواے مائے ٭ جز بادہ میار پیش مائے ٭ مولاناے روم قدس سرہ القیوم فرماتے ہین[۳۱۵] **شعر** گفت یارب گر ترا خاصان ہیند ٭ کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند ٭ اور یہ مصادر فارسی کے ہون خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہین اگرچہ جداگانہ مستقل افرادی حالت مین کل کے کل بمعنی مصدر مستعمل ہوتے نہین دیکھے گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن بمعنی مصدری مولوی معنوی کے شعر مین **شعر** بر جہید و سنگ پران کرد و چوب ٭ جملگان بگرفتند ازبیم کوب ٭ اسیطرح لفظ ہندی کی ترکیب مین جیسے ماریدن مین مارچنانچہ کہا جاتا ہے ندا کی مار سخت ہے۔ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ جب پہلے ہی سے ان مین معنی مصدری موجود و حاصل تھے پھر اس تکلف سے اُس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے مین عرض کرتا ہون کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع صلاحیت اشتقاق نہین رکھتا اب اس ترکیب خاص

بیان آن مصادر کے جو ہندی اور فارسی مین مشترک ہین

[۳۱۵] اسکا مخفف ہندی مین ہیتا ہے اور فارسی مین ہشتن ہوا ہے ہشتن کا ماضی شد ہوا ہے ہشتہ ہوا ہے ہشتہ ہوا ہے ہشتہ

کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس مین صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس یہ تحصیل امر جدید ہوئی نہ تحصیل حاصل اس صورت مین کہ یہ خود مصادر امر صورت سے مجعول ہین تو انکو مصادر مصارعی کہنا خوب نہین - اسمائے مشتق کے جعل مین سوائے مشتقات فارسی مسموع نہین اسمین بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگہداشتن وکشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہین اگرچہ ہمنے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بہ نسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی ہے

کیا معنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی تن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائین کوئی معنی دالفظ نہین بنتا فقط اس جعل خاص کی علامت ہے - بخلاف نگہداشتن وکشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ یہ دونون اسم مصادر ناقصۂ جزو مرکب کی خبر ہین فافہم ولاتغفل - غرض صیغۂ حالیہ کی ترکیب جیسے خوراندین گریانیدن خنداندین خوابانیدن - لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت یک مفعول کی حاصل ہوگی سعدی رح **شعر** بہ نرمی و آہستگی کردہ چیر ✦ طعامش خوراند درویش سیر ✦ اور مشہور شعر ہے ع بخندانم بگریانیم جہان را ✦ سائب **شعر** بہ بیداری چہ خواہد کرد یارب بانظر بازان ✦ کہ خوابانیدن تیغست خوابانیدن چشمت ✦ اور اس مین تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یاے دعامہ کو حذف کر دیتے ہین جیسے رواندین سے روان دن جسکا مخفف راندن مستعمل ہے ونشاندن ورماندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف مین دعامہ جو ایک حرف زائد ہے محذوف ہوا ہے اکثر یہی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف ماقبل نون کو حذف کر دیتے ہین - جیسے خوابانیدن سے خوابنیدن اور اس سے خوابنید وخوابنیدہ وغیرہ مشتق ہے - فردوسی رح رودابہ دختر مہراب اور زال زر کے تعشق کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** سیہ مژہ برنرگسان دژم ✦ فروخوابنید نرد ہیچ دم ✦ اے فردوخابانید نظامی رح **شعر** درین رہ چو من خوابنیدہ بسیست ✦ ندارد کسے یاد کاینجا کسے ست ✦ لیکن خاص اس مصدر مین جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جامد خواب سے مجعول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا - واضح ہو کہ لفظ خواب مین دو اعتبار ہین ایک باعتبار اسکے وہ اسم جامد ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور مادہ خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے حاصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے فرع خوابیدن کی ہے یہ فرعیت واصلیت باعتبار لفظی اشتقاق کی ہے ورنہ حاصل بالمصدر کی

بحث مین یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ حاصل بالمصدر اصل اور منشائے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔
صہبا کش مصطبۂ نازک خیالی دریانوش خمستان نکتہ سرائی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے
اس خوابیدہ کے نون کو نازنین کے نون کیطرح زائد مانا ہے۔ آپ غور کرین یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جب جعل
خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہین یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی
کے لیئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جعلیہ مین عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت
ولزوم کے باب مین پہلے سے تھی بعد جعل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابیدن کا زائد مانا
جائے تو بمعنی ولفظ عین خوابیدن ہوا جسکا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابیدن کو کہین متعدی مستعمل ہوتے
نہ سنا دیکھا۔ اگر بحسب رائے بعض متقنین اسکو خفتن کے امر سے مجعول کرین تو بھی اسمین بقاے حالت اصلی
مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذا فات الشرط فات المشروط خوابنیدن
وخوابیدن کا ایک جعل نہوگا ایسے نازک خیال نغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چومن
خوابیدہ بسے ست) کوئی اور مثال جس مین اس مصدر کا کوئی فعل مستعمل ہو شاید نہین ملی جس سے
امر تعدیت ولزوم بخوبی آشکارا واضح ہوتا خوابیدہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ
مجہول کا ہے اور مجہول قوت مین لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر ہوا الحمد للہ والمنۃ مین نے
اس امر کے ایضاح کے لیئے شعر فردوسی رح کا ؎ سیہ مژہ برنرگسان دژم ٭ فرو خوابند و نرد بیچ دم
پیشکش نظر تحقیق جویان کردیا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصدرون پر بائے زائد بہت کم شاذ ونادر آتا ہے
افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی
ہے سعدی رح کا شعر ہے شعر ؎ چون برآرد مہمات کس ٭ کہ تواند از خود براندن نفس۔ وله چہ خواہی
از طارم افراشتن ٭ ہمینست بس از بہر بگذاشتن ٭ فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ مین لکھتے ہین
شعر ؎ کنون چارۂ بایدم ساختن ٭ دل از کار گیتی بپرداختن ٭ ہان شاہنامہ مین کاؤس کو سودابہ کے
فریب دینے کے داستان مین جو بسودن کا لفظ آیا ہے اُس مین با جو ہر کلمہ ہے اور وہ تخفف ہے بپسودن کا یعنی
چھونا شعر ؎ ندیدا ز سیاؤش چنان نیز بوے ٭ نشان بسودن ندیدا ندروے۔ دوسری جگہ اسکا مشتق بھی
مستعمل ہے شعر ؎ بتان را بشاہ نوآئین نمود ٭ کہ بودند چون گوسپر نا بسود۔ اور بپسودن میر معزی کے شعر مین
شعر ؎ سینۂ نرمش چو بپسودم بزیر پرنیان ٭ گفتم این سینہ بنرمی پرنیانی دیگرست ٭ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ مین

حاصل بالمصدر اصل اور منشائے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔ صہبا کے نزدیک خوابیدن کے نون کو نازنین کے نون کیطرح زائد مانا ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جب جعل خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہین یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی کے لیئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جعلیہ مین عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت ولزوم کے باب مین پہلے سے تھی بعد جعل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابیدن کا زائد مانا جائے تو بمعنی ولفظ عین خوابیدن ہوا جسکا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابیدن کو کہین متعدی مستعمل ہوتے نہ سنا دیکھا۔ اگر بحسب رائے بعض متقنین اسکو خفتن کے امر سے مجعول کرین تو بھی اسمین بقاے حالت اصلی مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذا فات الشرط فات المشروط خوابنیدن وخوابیدن کا ایک جعل نہوگا ایسے نازک خیال نغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چومن خوابیدہ بسے ست) کوئی اور مثال جس مین اس مصدر کا کوئی فعل مستعمل ہو شاید نہین ملی جس سے امر تعدیت ولزوم بخوبی آشکارا واضح ہوتا خوابیدہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ مجہول کا ہے اور مجہول قوت مین لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر ہوا الحمد للہ والمنۃ مین نے اس امر کے ایضاح کے لیئے شعر فردوسی رح کا ؎ سیہ مژہ برنرگسان دژم ٭ فرو خوابند و نرد بیچ دم پیشکش نظر تحقیق جویان کردیا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصدرون پر بائے زائد بہت کم شاذ ونادر آتا ہے افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی ہے سعدی رح کا شعر ہے شعر ؎ چون برآرد مہمات کس ٭ کہ تواند از خود براندن نفس۔ وله چہ خواہی از طارم افراشتن ٭ ہمینست بس از بہر بگذاشتن ٭ فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ مین لکھتے ہین شعر ؎ کنون چارۂ بایدم ساختن ٭ دل از کار گیتی بپرداختن ٭ ہان شاہنامہ مین کاؤس کو سودابہ کے فریب دینے کے داستان مین جو بسودن کا لفظ آیا ہے اُس مین با جو ہر کلمہ ہے اور وہ تخفف ہے بپسودن کا یعنی چھونا شعر ؎ ندیدا ز سیاؤش چنان نیز بوے ٭ نشان بسودن ندیدا ندروے۔ دوسری جگہ اسکا مشتق بھی مستعمل ہے شعر ؎ بتان را بشاہ نوآئین نمود ٭ کہ بودند چون گوسپر نا بسود۔ اور بپسودن میر معزی کے شعر مین شعر ؎ سینۂ نرمش چو بپسودم بزیر پرنیان ٭ گفتم این سینہ بنرمی پرنیانی دیگرست ٭ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ مین

مصادر کے اخیر مین الف زائد لاحق ہوتا ہے

جو بیان مصادر کے لیئے خاص ہوگا بخوبی کیجائیگی انشاء اللہ تعالے اور یہ بھی سن لو جیسے افعال مین الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر مین الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رفتنا و کشتنا۔ فردوسی شیرین و گرگین کی داستان مین لکھتے ہین شعر ۲۰۵ بہ گرگین چنین گفت پس بیژنا ٭ کہ من پیشتر سازم این رفتنا ٭ و لہ ۲۰۶ چہ باشد مرا گفت ازین کشتنا ٭ مگر کام بد گوہر اہرمنا ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

الحاصل بالمصدر

بیان حاصل بالمصدر

واضح ہو کہ مصادر مثلاً زدن زید و کوفتن بکر مین معنی مصدری یعنی اتصاف زید و بکر کا حالت زدو کوب کے ساتھ امر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جسکا منشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و بکر کے ساتھ قائم ہے اسی حالت کو جو منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہین اور یہ حالت دوسری شے یعنی زدہ و کوفتہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ متعلق ہونیکا نام مصدر مجہول ہے جیسے زدہ شدن و کوفتہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے ساتھ اعتبار کر لیے جائین یعنی زننده و کوبنده کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اس زننده و کوبنده کی ذات متصف بآن حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل کہتے ہین جیسے زنندگی و کوبندگی۔ مولوی معنوی رح شعر او بفرمود ست مان این بندگی ٭ نیست ما را از خود این کوبندگی ٭ اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی زدو کوب کو زدہ و کوفتہ پر نظر کر کے اسکی ذات کے محل وقوع زدو کوب ہونے کو عقل انتزاع کرے تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زدگی و کوفتگی لیکن درصورت اضافت مصدر معلوم بسوے فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے پس زدن زید و کوفتہ شدن بکر اور زنندگی و کوفتگی کا (چونکہ اضافت مین قید خارج اور تقیید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان مین فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار کریں باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکریں تغائر ہے۔ غرض حاصل بالمصدر مین بھی دو اعتبار معروف و مجہول کے کیئے گئے ہین معروف جیسے گفتِ عالم و آفرینشِ خدا و جنبشِ افلاک و رفتارِ اسپ اور مجہول جیسے دوختِ جامہ و تراشِ قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یون کہا جائے دوختِ جامہ و تراشِ قمیص زیباست تو دوخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کیا معنی

حاصل بالمصدر کی معروف و مجہول کا اعتبار

کہ دوزندہ اور تراشندہ تو درزی ہے جامہ اور قمیص دوختہ اور تراشیدہ ہین تو دختگی و تراشیدگی اُسکا مفاد ہوا یہ حاصلمصدر مجہول ہے اور یہ بات محض مسامحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر دن یا تن نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدری دیوے اُسکا حاصل بالمصدر نام رکھین حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی ہین جسکو بہم حالت کہہ آئے ہین اور وہ منشائے انتزاع معنی مصدری ہے پس یہ معنی جس صورت مین پائے جائین وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت مین مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیون نہو ہان اُس حالت کے لیئے اُس مرتبہ مین تعلق القاعی و وقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی تعلق القاعی حاصل بالمصدر کا زمی مصدر حقیقی مین ظہوری کے اس شعر مین شعر ؎ خطش سرمہ پرور چشم دیدن ؎ زسازش حلقہ در گوش شنیدن ؎ یعنی چشم دیدن ناظر کی سرمہ پرور بھی منور ہوتی ہین۔ ثانی یعنی تعلق وقوعی حاصل بالمصدر کا زمی مصدر حقیقی مین جیسے نظامی کے اس شعر مین شعر ؎ نشست از بر بارہ کوہ دش ؎ ہمایون بر فتار خوش ؎ یعنی دیدار بارہ منظور کا ہمایون یعنے از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب سہی مگر اُس حالت قائمہ کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر مین ہماری تحقیق کے خلاف ہوگا کیا معنی کہ حاصل بالمصدر مین سے توسل اور آلہ متبادر ہوتا ہے اور وہ اس امر کا شعر ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدری یعنی علت اور سبب مصدر ہے تو وہ محصل مصدر ہوا نہ حاصل بالمصدر بنابران فرزانہ فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے حاشیہ مین لکھدیا ہے والحاصل بالمصدر ہی الہیئۃ القارۃ المترتبۃ علیہ ای علی المصدر انتہے۔ اول تو حاصل بالمصدر کا مصدر پر مترتب ہونا نا صواب ہے چنانچہ ہمنے عنوان بیان مین اتباعاً لصدر الشریعۃ و بحر العلوم بیان کر دیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاے انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارہ ہونا بھی باطل ہے اور بعض فضلا نے اُسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولہ کیف مین داخل کیا ہے وہ بھی باطل ہے۔ کسواسطے کہ بعض حالات مین سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی مین حرکۃ کہتے ہین سو علوم حکمیہ مین مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیف پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی سمجھ مین آتی ہے کہ حاصل بالمصدر مین باتعدیہ کی قرار دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیئات اور کئی ترکیبون مین رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیئات

حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ

حاصل بالمصدر حقیقی مصدر حقیقی ہے اور اسکا حاصل ہونا یعنے متعلق ہونا ۱۲

ہیئت مین جیسے فردوسی نبرد سہراب ورستم کی داستان مین لکھتے ہین شعر میائید یک تن
بہ آورد گاہ ۔ مسازید جستن نمونے رزم راہ ۔ ظہوری شعر بہ ادایش ادا رسید نہا ۔ عاشق گفتنش
شنید نہا ۔ اور اس صورت مین حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زی مین آتا ہے یعنی مفعول بھی
مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر مذکور مین گفتنش کا لفظ بمعنی گفتارش اے سخن او ۔ نظامی شعر ہمہ خون
خامست نوشیدنم ۔ ہمہ چرم خامست پوشیدنم ۔ اے چیز یکہ فعل نوشیدن من بر او واقع ست
آن خون خامست ولباس من چرم خام ست ۔ دوسرا صورت مین مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تنہا ایک
مفرد صیغہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف اللفظ متجانس المعنی بترکیب عطفی ہون ۔ اول جیسے نظامی ح
حمد مین فرماتے ہین شعر بحکم آشکارا بحکمت نہفت ۔ شناسندہ حیران ازو وقت گفت ۔ امیر خسرو شعر
آنکہ بہ بدگفت گرفتست خو ۔ نیک نگوید کہ نیاید ازو ۔ سعدی ح شعر گفت عالم بگوش جان بشنو ۔ ورنہ ماند
بگفتنش کردار ۔ یہ حاصل بالمصدر بمعنی مفعول کے ہے یعنی گفتہ عالم اے سخن عالم اور نیز یہان ہا
مفعولی کی تخفیفا حذف ہوجانے کا احتمال بھی ہے جیسے دانستن کی اسم فاعل مانندہ پرسے ہاے
فاعلی کو تخفیفا حذف کرکے مانند کہتے ہین اور بعض وقت ہاے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہین
فردوسی فریدون کی داستان مین لکھتے ہین ۔ شعر بہ بالا چو سرو و برخ چون بہار ۔ بہر چیز مانندۂ
شہریار ۔ مثال مذکور مین اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی
اضافت کرسکتے ہین ۔ فردوسی ح شعر زشب نیمۂ گفتِ سہراب بود ۔ دگر نیمہ آرامش وخواب بود یعنی
بزم رستم مین آدھی رات تک سہراب کا ذکر رہا ۔ اسیطرح حاصل بالمصدر خورد اس معنی مین مستعمل
ہوتا ہے جسپر خورندہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام ۔ نظامی ح شعر بفرمود کارندخوانہاے خورد ۔
ہمین نقل انہاے نادیدہ گرد ۔ اے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ یہان خورد حاصل بالمصدر اپنے
معنون مین ہے اور اضافت کے لیئے ادنے ملابست کفایت کرجاتی ہے ۔ ثانی یعنی دو صیغے جو
بصورت ماضی مرکب بترکیب عطفی ہین جیسے سعدی ح فرماتے ہین شعر انگشت تعجبی جہانے
ازگفت وشنود ما بندان ۔ ایساہی آمد ورفت یا رفت وآمد نظیری شعر جز رفت وآمد نفسے نیست
بود ما ۔ جاوید زیست ہر کہ ازین یک دو دم گزشت ۔ اور نیز ان دونون ماضیون مین فصل روابط
کا بھی جائز ہے نعمت خان عالی شعر عالی تو از کدام طرف حرف مے زدی ۔ روزے کہ دادو

حاصل بالمصدر مطلق ماضی کی بھی ہوتا ہے یعنی ہر زمانہ کے ماضی مین آتا ہے یعنی جو ہر زمانہ کے ماضی کے معنی پر دلالت کرتا ہے یعنی مفعول ہوتا ہے اور اس صورت مین فاعل کی نسبت ہر زمانہ کے ماضی کی طرف ہوتی ہے

حاصل بالمصدر دو ماضیون کو عطفی ترکیب سے

حاصل بالمصدر فصل روابط کے ساتھ

بستد نازو نیاز بود ۔ **شعر** زو سخن بر لب نظیری خوش ۔ عشق در گفت و در شنود آمد ۔ تیسرا امر واحد حاضر کی صورت مین اور اسکا حال بھی افراد و ترکیب کے بارہ مین بالکل اُن مصادر کا سا ہے جو بصورت صیغۂ ماضی آتے ہین اول یعنی افراد جیسے نظامیؒ فرماتے ہین **شعر** گریزندگان را دران ریختیز ۔ نہ زو رہائی نہ راہ گریز ۔ سعدیؒ **شعر** اگر گنجے کنی بر عامیان بخش ۔ رسد ہر کتخدائے را برنجے ۔ یہان مصدر بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق ۔ نظامیؒ در بیان مناظرۂ حکماء ہند با سکندر فرماتے ہین **شعر** دو پرکار برزد جہان آفرین ۔ درین آفرینش دران آفرین ۔ اے درین آفریدہ و دران آفریدہ اسے دو جہان اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اسے مقبول و مختار و بُرین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قاش خربزہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے سعدیؒ **شعر** تواضع کند ہوشمند گزین ۔ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین ۔ مولویؒ[۱۳۲] معنوی **شعر** چون بریدا و داد اور ایک بُرین ۔ ہمچو شکر خوردش وچون انگبین ۔ لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ بریدن کی بحث امر بقیاس گزیدن بالضم و آفریدن بُرین آتی ہے یا نہین سو عرض کرتا ہون کہ اسکے امر مین بُر و بُرین دونون قاعدے جاری ہین ۔ انشاء اللہ تعالےٰ اسکا بیان بحث فعل مین آجائیگا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس سے بُرش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے ۔ طاہر وحید قاش فروش کی تعریف مین لکھتے ہین ۔ **شعر** مرا نیست غیر از غم تو خورش ۔ زدنیا مرا بس بود یک بُرش ۔ اے یک قاش اور ثانی کم مستعمل ہے جس سے بُرین و بُرینش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے ۔ نظامیؒ **شعر** ولے باید اندیشہ را تیز و تند بُرینش نباید بتیشیر کند ۔ اے برندگی نباید الخ اسیطرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر آگندن بمعنی پُر کردن سے ۔ فردوسی داستان دفن سہراب مین لکھتے ہین[۱۳۳] ۔ **شعر** ہمیگفت اگر خمہ زرین کنم ۔ زمشک سیہ گردش آگین کنم ۔ ثانی مرکب بترکیب عطفی عالم نشین کشور نظم فرماتے ہین **شعر** اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکین ۔ از شمع مپرسید کہ در سوز و گداز ست ۔ اسی طرح در سوز و در گداز فصل رابط کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے ۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت مین جامیؒ **شعر** بظاہر با ہمہ گفت و شنود داشت ۔ ولے دل جاے دیگر در گرو داشت ۔ یہان شنود کا مخفف مرخم کہہ نہین سکتے ۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واؤ مفتوح الماقبل ہے ایسا ہی گفتگو یہان بوجہ کثرت استعمال واو فاصل حذف کر دیا گیا اور ایسے ہی شست و شو نخست و پز

حاصل بالمصدر امر حاضر کی ذیل مین

حاصل بالمصدر صورت امر حاضر مفعول سے معنون مین

بریدن بمعنی قطع کا امر بُرین بھی آتا ہے

حاصل بالمصدر امر حاضر کی صورت مین

اور بعض وقت اسکا عکس یعنے امر اور ماضی کی صورت مین مولوی معنوی رح شعر اندرین اندیشہ تشویشش فزود ۔ کہ جزاو انیست اینجا باش وبود ۔ پانچوان صیغۂ ماضی کے اخیر مین الف ور اکا لحق جیسے رفت سے رفتار گرفت سے گرفتار ۔ کبھی اس ترکیب مین مصدر مبنی للمفعول بھی آجاتا ہے جیسے غزالی مشہدی کے اس شعر کے مصرعۂ ثانیہ مین ۔ شعر کس بخوبان پر پچہرہ گرفتار مباد ۔ چکس را بہ چنین قوم گرفتار مباد ۔ اے گرفتہ شدن مباد ۔ اور محتمل ہے کہ الف ور انسبت کے لیئے لایا گیا ہو اور صیغہ ملحق بہما حاصل بالمصدر ہو اور وہ حاصل بالمصدر کبھی تو مبنی للفاعل آتا ہے کبھی مبنی للمفعول یہ دونون امر لفظ دیدار مین مثلاً بخوبی متحقق ہین اور جب اس نسبت کو مصدر مجہول پر مانیئے دیدار سے منظورات مراد ہونگی جیسے چہرہ وغیرہ جسکو طلعت کا ترجمہ سمجھیئے مثلاً ماہ طلعت ماہ دیدار منیرہ وبیزن کی عاشقی کی داستان مین فردوسیؒ کا شعر ہے ۔ شعر فرستادم مر دایہ راچون نوند ۔ کہ روز یرآن شاخ سرو بلند ۔ نگہ کن کہ آن ماہ دیدار کیست ۔ سیاوش مگر زندہ شد یا پریست ۔ اور جب اس نسبت کو مصدر معروف پر مانیئے تو دیدار سے ناظر مراد ہونگے جیسے چشم وغیرہ ۔ فردوسیؒ پیران کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین ۔ شعر بدید ند کشتہ بدیدار خویش ۔ سپہبد برادر جہاندار خویش ۔ اور اس لفظ گرفتار سے جو غزالی مشہدی کے شعر مین مذکور ہوا ہے شبہ مین نہ پڑجائین کہ اس مین الف اور انسبت کا نہین کسواسطے کہ وہ لفظ متاوّل ہے کیا معنی کہ وہان مصرعۂ ثانیہ مین لفظ گرفتار مرخم واقع ہے یعنی اسکے اخیر سے یاے مصدری محذوف ہوگئی ہے جیسے نادان و نادار سے الف فاعلی حذف ہوکر مرخم ہی اکثر مستعمل ہوتے ہین بعض وقت بلا ترخیم الف بھی آتے ہین اسکا بیان مشتقات مین بالتفصیل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکی نظائر بلا ترخیم یاے مصدری خریداری وغیرہ موجود اور خود لفظ گرفتاری بھی مستعمل ہے اور یہ کل ترکیبین سماعی ہین قیاس کو اس مین دخل نہین اور اسماے جامد پر اکثر اس کلمہ نسبت مین سے بہ نظر تخفیف فقط رالملحق ہوتا ہے جیسے انگشتر وزیور ۔ اور زیور مین واؤ باے موحدہ کا مبدل ہے جیسے سیب سے سیو ۔ بعض مقننین نے زیب اور کلمۂ نسبت ور کے ساتھ مرکب مانا ہے جیسے ہنرور مگر بوجہ قرب مخرج بقاعدۂ بستر باے موحدہ حذف ہوگئی ۔ میرے خیال مین یہ بات آتی ہے کہ ہنرور مین ور کوئی نسبت کا کلمہ نہین بلکہ ور مخفف آور کا ہے جو امر ہے آوردن کا

پس ہنرور سرور و آور صیغۂ فاعل مرکب از اسم و امر ہے یعنی ہنرآور داد آور سرآور چنانچہ سربرآوردہ بھی کہتے ہین اسکی مثال بلاتخفیف دل آور اور دلاور موجود ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

حاصل بالمصدر صیغۂ ماضی مطلق کے اخیر مین یاے معروف کے الحاق سے

چھٹا صیغۂ ماضی کے اخیر مین یاے معروف کا الحق جیسے کاستی و پنداشتی۔ پیشواے سخنوران شیواے طوس فرماتے ہین **شعر** ولیکن نہ ہنگام پنداشتی ست ✤ کہ ہنگام مہر و گہ آشتی ست ✤ **ولہ** توشاہی کنی کے بود راستی ✤ پدید آید از ہر سو کاستی ✤ اسی قبیل سے ہے کشادی یعنی کشادگی مرشد یزدجروی قلعہ کی تعریف مین کہتے ہین **شعر** کہ در تسخیر قلعہ در دلی ✤ کاسمان ہست ازو یکے منظر ✤ در بلندی چو دست شاہ جہان ✤ در کشادی چو دست این چاکر ✤ ساتوان امر کے اخیر مین الف کا بڑھانا

حاصل بالمصدر امر حاضر کے اخیر مین الف کے بڑھانے سے

جیسے رہ بالکسر سے رہا یعنی رستگاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** گراید و نکہ از جنگ این اژدہا ✤ بریدہ بے و پوست یابم رہا ✤ **ولہ** اگر یابم از جنگ این اژدہا ✤ بدین روزگار جوانی رہا ✤ آٹھوان امر کے اخیر مین شین معجمہ ماقبل مکسور کے لگانے سے جیسے دانش و کنش و آفرینش۔ کنش یعنی کردار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلا نے فرمادیا۔ فردوسی رح گودرز کے ہاتھ سے پیران ویسہ کے قتل ہونے کی داستان مین فرماتے ہین **شعر** سرش را ہمی خواست از تن برید ✤ چنان بد کنش خویشتن را ندید ✤ اور آفرینش نظامی کا شعر ہے **شعر** ہر اندیشہ کان بود در ضمیر ✤ خیالے بود آفرینش پزیر ✤ اے خلقت پزیر۔ اس ترکیب کا

آم حاضر کے اخیر مین شین ماقبل مکسور کا الحاق

حاصل بالمصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے جیسے یہی آفرینش بمعنی آفریدہ اے مخلوقات۔ سنائی رح **شعر** آفرینش نثار فرق تو شد ✤ بر مہین چون حسان زاہ نثار ✤ یہان آفرینش بمعنی آفریدہ مراد اس سے دنیا ہے اور سعدی کے اس شعر مین **شعر** وگر نغز و پاکیزہ دارد خورش ✤ شکم بندہ خواہند و تن پرورش ✤ صرف خورش حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیر مجرور مضاف الیہ یعنی خوراک خود اگر نغز و پاکیزہ دارد اور اچنان و چنین خوانند اب تن پرورش کا قافیہ بلاتکلف درست بنجاتا ہے اس سے میری یہ غرض نہین کہ خورش یعنی حاصل بالمصدر نہین آتا یا شین مصدری شین ماقبل مفتوح کا قافیہ نہین بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلاتکلف معنی لفظ کے بن سکے پھر تکلف مین کیون پڑیئے اور خورش اس معنی مین بھی آتا ہے جس پر فعل خورندہ کا واقع ہوتا ہے یعنی ماکول و طعام۔ نظامی رح **شعر** بشہ گفت نوشابہ بکشاے دست ✤ بخوان این خورشہا کہ در پیش ہست

مین جہان کسرہ کے ساتھ ہے وہان بمعنی اسم مفعول کے ہے یعنی آفریدہ

شین ضمیری کا شین مصدری کو سانہ قافیہ واقع ہونا

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لیئے یہ کسرہ ماقبل شین ما بہ الامتیاز جداشناس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور علامت اور لازمۂ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر بغیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا لازمہ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اُسکا مشروط و ملزوم ہے ہرگز متحقق نہ ہوگا۔

ترک اولیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی تعبیر کرنا ترک محظور سے اور ترک مباح کی تعبیر کرنا ترک اولیٰ سے

مگر اُستادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے گئے سچ ہے ؎ کفر گیرد کاملے ملت شود ٭ جیسے طغرائی مشہدی نے اپنے شعر مین مثلاً لفظ دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہان کہا ہے **شعر** روز و شب دریچۂ مشرق و مغرب بازست ٭ ورنہ از تنگیٔ این خانہ نفس میگیرد ٭ اور نظامی رح نے صُحُف متحرک الاوسط کو اپنے اشعار مین ساکن باندھا ہے جہان فرمایا ہے **شعر** گہ از لوح ناخواندہ عبرت پذیر ٭ گہ از صحف پیشینیان درس گیر ٭ اور امیر معزی نے نصر بمعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر مین متحرک باندھا ہے **شعر** تا کہ بگیتی مدوست از طرب ٭ تا کہ بجالم نصرست از ظفر ٭ از طرب آباد مدد برمدد ٭ و ز ظفر آبا نصر بر نصر ٭ ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلہ بلاغت بیانی خاقانی رح اور دیگر اساتذۂ کلام نے شین مصدری مکسور الماقبل کو اپنے اشعار مین مفتوح باندھا ہے۔ خاقانی رح **شعر** حاتم کرم و نظام بخشش ٭ بل ہر دو رکابدار رخشش ٭ نظامی رح **شعر** سنان کش یکے نیزہ سی ارش ٭ بہ آب جگر یافتہ پرورش ٭ لیکن یہ امر کہ کسرۂ شین مصدری تابع فتح شین ضمیری کے ہوگیا ہے یا فتح ش ضمیری تابع کسرۂ شین مصدری کے ہوگیا ہے اہل زبان کے لہجہ سے واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اسیکو ہے کہ حرکت مصدری مین تصرف کیا جائے اس لیئے کہ ایک اور موقع مین بھی اسی حرکت مصدری مین تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذۂ سخن نے اپنے اشعار مین بحکم ضرورت شین ضمیری مکسور الماقبل کو ساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیوہ طوس فردوسی رح کے اس شعر مین **شعر** تو این را دروغ و فسانہ مخوان ٭ بیک سان تو روش زمانہ مدان ٭ یا سرے سے یہ بحث عیوب قوافی کے حوالہ کر دیجاے مگر اس مین اتنا نقص ہے کہ اُستادونکے کلام مین عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہرحال اس عیب خاص کو جو بسبب اختلاف فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہین چنانچہ نورالدین احمد عروضی نے مثال اصراف کی

شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کرکے دکھلایا ہے اسی قبیل سے ہے قافیہ بالتہ کا بہ کے ساتھ۔ خلاق معانی خاقانی کے اس شعر مین **شعر** در سفت خراس نیست بالتہ ٭ روغن گری از زبان من بہ اور عالمے مفتوح اللام کو ظالمے کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے **شعر** چو خواہد کہ ویران کند عالمے ٭ نہد ملک در پنجۂ ظالمے ٭ اور اس عیب خاص کا نام سناد اشباع ہے۔ مگر یہان بھی میری وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتحہ سے بدلکر مفرس کرلیا گیا جیسے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ مین برابر مفتوح[۱] العین کے قافیہ واقع ہین اور تفریس کے لیئے یہ ضرور نہین کہ حروف ہی کی تبدیل ہوا کرے تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہین لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوجائیگی کہ یک فنی و ہرفن صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ "یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعرون کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے فردوسی **شعر** برفتند شادان دل و خوش منش ٭ پُر از آفرین لب ز نیکی دہش **ولہ** زدادار نیکی دہش یاد کرد ٭ بدم پوستہا را پر از باد کرد ٭ دہش کا منش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل ہے قافیہ واقع ہونا دھوکے مین ڈالتا ہے اگر غور کیجیئے دھوکے کی کوئی بات نہین چنانچہ ہم نے اوپر ثابت کردیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہان بھی برعایت لفظ منش دہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہیئے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل ہے جسکو قواعد نگارون نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اُردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی دینے والے خداوند کی تعریف مین تر زبان تھی۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی دہش کی شین زائد سمجھی گئی اس لیئے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہین ہوتی اور مصدری معنی بھی یہان درست نہین بیٹھتے تو دوسرے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع مین نہین ہے کہ خواہی نخواہی اُس شین کا ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ ادائے مطلب مین اُس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہین ہوتا اسی پر قیاس کرکے زائد فرمادیا اگر بغور ملاحظہ فرمایئے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالے شانہ کے ساتھ ہر بار ہر ذکر مین اپنا انتساب کیئے جانا بندہ کے لیئے موجب غایت سعادت و سبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی قافیہ کے لیئے کفایت کرتا ہے

حضرت صہبائی نے جو فرمایا ہے کہ شین مصدری کسی کو الماقبل مکسور زائد بھی ہوتا ہے

[۱] اسرار التفسیر فی آرزو اپنے رسالہ مین لکھتے ہین کہ ظالم جن فارسی لغات عام لغط عام کرکے فتح لام سے نقل کرتے ہین کسی محقق سے نقل نہین کیا ہے جن لغات مین ظالم بکسر لام ہے وہ لغات بھی ہمارے نزدیک صحیح نہین ہیں بلکہ لغت صحیح یہ ہے کہ ظالم بفتح لام ہے کیونکہ ظالم بکسر لام اسم فاعل ہے ظلم سے اور ظلم بمعنی تاریکی ہے اور ظالم بفتح لام اسم فاعل ہے ظلم سے بمعنی ستم و جور و جفا کے اور ظالم بکسر لام بمعنی تاریک کے ہے اور ظالم بفتح لام بمعنی ستمگار کے ہ

فخر و عزت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ یہان متکلم اپنی ذات کو منتسب نہین کرتا جسکی حکایت کرتا ہے اُسکا انتساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت و سعادت لذت حاصل کرتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ نوان اسم اور صیغۂ ماضی واحد غائب کی صورت مین نظامی رح **شعر** بجان بردو خود ہر کے گشت شاد ٭ کس از کشتن کس نیاورد یاد ٭ دسوان اسم اور امر حاضر کی شکل مین نظامی رح **شعر** بخون ریزمن لشکرے ساختی ٭ بشمخون کنان سوے من تاختی ٭ گیارہوان جو اسم جامد کہ معنی وصفی رکھتا ہو اُسپر الف کا بڑہانا جیسے پہن سے پہناذاخ سے فراخا۔ ظہوری **شعر** در کمالات اے خرد پہنا بین ٭ کم ز رشحہ پیش او دریا بین ٭ بارہوان اسمای جامد و غیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔ لیکن اگر وہ اسم ملحق مصدر عربی ہے تو اُسکو صفت کے معنون مین لیکر پھر یاے مصدری لاحق کرتے ہین جیسے صفا و سلامت خود مصدر تھی اُنکو بمعنی صاف و سالم کے لے کر بزیادتی یاصفائی و سلامتی کہتے ہین اور مصدر عربی کو صفت کے معنون مین لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا بمعنی صاف صائب کا شعر ہے **شعر** بصد خون جگر دل را صفا کردم ندانستم ٭ کہ چون آئینہ روشن شد بروشنگر نے ماند ٭ اسیطرح سلامت بمعنی سالم دانش کا شعر ہے **شعر** بزم مانور زعکس مہی روشن دارد شمع اگر مرد سر شیشہ سلامت باشد ٭ اے سالم باشد اسکو از قبیل زَیْدٌ عَدْلٌ سمجھنا نہ چاہیئے۔ اسواسطے کہ یہان عدل اپنے حقیقی مصدری معنون مین ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنون مین لیکر اُسپر یاے مصدر لے آتے ہین سعدی رح **شعر** تأمل در آئینۂ دل کنی ٭ صفائی بتدریج حاصل کنی ٭ امیر خسرو **شعر** دولبتانش دولیمون پر ز نوست ٭ بسختی و صفائی چون بلوست ٭ ملاشانی **شعر** چہ فراغ بالی آزاد کہ تو سر دہی ز بندش ٭ چہ سلامتی کسے را کہ تو نشنوی سلامش ٭ اسیطرح خلاص بمعنی رستگار۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے **شعر** عقل نگزارد مرا یکدم ز در و سر خلاص ٭ رہبر فی کو تمام اسازد ازین رہبر خلاص ٭ در قیامت کن خداوندا سلیم خستہ را ٭ ز آتش دوزخ بآب روے پیغمبر خلاص ٭ پھر اس صیغۂ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے معنی مصدری حاصل کرتے ہین۔ جلی خراسانی کا شعر ہے **شعر** زفر طرمحمت شاہ دین عجب نبود ٭ کہ در خلاصی ماکرد صد و فاز نجیر ٭ ولی دشت بیاضی **شعر** راضی بخلاصیم نشد مرگ ٭ مردیم ولے نیاز مندیم ٭ صائب **شعر** نیست نے سرگشتگی ممکن خلاصی زین محیط ٭ تا بساحل از دو صد گرداب

بے باید گزشت ٭ اگرچہ یہ صیغے عربی کے مصادر ہین اور استعمال انکا عربی مین معنی مصدری ہین ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم معنی صفت کے اُس سے لیئے گئے ہین اب اُسپر یاے مصدری کا الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی مین بمعنی صفت نہین مستعمل ہوئے اُن پر یاے مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے اِنتظاری۔ حضوری۔ زیادتی۔ غلطی۔ فضولی نقصانی وغیرہ ہین اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اُسکو باطل سمجھتی ہے۔ چونکہ کلام فصحاے عجم کا اس قسم کے تصرفات سے مملو ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متاول سمجھنا چاہیئے۔ ظہوری **شعر** در انتظاری اشک حنائی بودم ٭ رسید وقت زشوق نگارے گریم ٭ **شعر** حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو حافظ ٭ متی ما تلق من تھوی دع الدنیا وامھلھا ٭ صائب **شعر** بر خاک غنی را بمردم درویش ٭ اگر زیادتی ہست حسرتے تا چند ٭ **ولہ** بر جسم آن قدر کہ فزودیم ہمچو شمع ٭ شد مایۂ زیادتی اشک و آہ ما ٭ حافظ **شعر** مژہ سیاہت ار کرد بر خون ما اشارت ٭ زفریب او مبینش غلطی مکن نگارا ٭ **شعر** از فضولیہاے خود صائب نجالت مے کشم ٭ منکہ باشم تا کنم تلقین کہ رحمت کن مرا ٭ نظامی **شعر** گہر خرچہار اندو گوہر چہار ٭ فروشندہ را با فضولی چہ کار ٭ خاقانی رح **شعر** بہر ناسازی در سازو دل بر ناخوشی خوش کن ٭ کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی ٭ درویش والہ ہروی **شعر** ز تنگ عرصگی فکر جز بمحبت تو ٭ نمیرد سخن از تنگناے نقصانی ٭ پس بنظر ظاہر عرفی کے اس شعر پر ؎ بعہد جلوۂ حسن کلام من اندوخت ٭ قبول شاہد نظم کمال نقصانی ٭ ملا ابو البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنا نہین تو اور کیا کہا جاے محقق فرزانہ بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیئے اس یا کو نورہانی ارمغانی فلانی بہمانی زیانی کی یا کی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ مین معروف و مجہول کا امتیاز نہین رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جس کو بتغیر لہجہ معروف پڑہا کرتے ہین مگر میرے نزدیک یہ متاول ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا دخول جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو صفت کے معنون مین لے کر یاے مصدری اُس پر داخل کرتے ہین جیسے خلاصی وغیرہ مین اور کبھی اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجرید کر لیجاتی ہے جیسے زیادتی و نقصانی وغیرہ مین اسکی نظیرین موجود ہین جیسے حور خود حور اکی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرد کر کے بطریق فارسی الف و نون جمع کا اُسپر لاحق کرتے ہین جیسے **شعر** حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الخ فصحاے عجم اس قسم کے

تصرفات کے مجاز سمجھے گئے ہین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب اگر وہ اسم مصدر نہو تو اُسکے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغۂ صفت قرار دے کر یاے مصدری اُسپر لاحق کرتے ہین جیسے خرو بوم کا مشبہ وصف حماقت و نحوست ہے تو اس لفظ بوم و خر سے احمق و منحوس مراد لکھکر خری و بومی سے حمقی و منحوسی کے معنے لیتے جاتے ہین مولوی معنوی ح **شعر** نم نہ بارد ابر از شومی او ٭ شہر شد ویرانہ از بومی او ٭ اسیطرح جسوقت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی علمیت کا انسلاخ کیا جاتا ہے فقط اُنکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتمی بمعنی سخاوت۔ رستم سے رستمی بمعنی جوانمردی زلیخا سے زلیخائی بمعنے معشوقی۔ جامی ح **شعر** زلیخا از زلیخائی رمیدہ ٭ وزان صورت بمعنی آرمیدہ ٭ اور اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہین اُنکی دلالت عام ہوجاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہین غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہون یا غیر اعلام اُن مین عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خرد شیر دو مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُنکے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب منحصر اُسی نوع مین نرہا بلکہ جن مین یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اس اسم کا اطلاق بے غائلہ درست ہوگا اور اعلام کی تنکیر مین بھی یہی سر ہے جیسے **شعر** چونکہ بے رنگی اسیر رنگ شد ٭ موسیے با موسیے در جنگ شد ٭ **شعر** قرنہا باید کہ تا از فضل حق پیدا شود ٭ بایزیدے در خراسان یا اویسے در قرن ٭ اگر وہ خود صیغۂ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہین جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہاے مختفی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاذ الاساتذہ اذکی الجہابذہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائی ح اور صاحب قوانین دستگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہاے مختفی جیسے دلسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ مین زائد محض بھی مانا ہے اپنی تحقیق پر ان اشعار سے شاہد گزرانا ہے فردوسی ح **شعر** مرا پویۂ بود کم بود خواست ٭ بدل سوزگی جان ہمی رفت خواست ٭ انوری **شعر** انوری گر خرد گیہا میکند ٭ تو بزرگی کن بر و خردہ مگیر ٭ سعدی ح **شعر** برو تا زخوانت نصیبے دہند ٭ کہ فرزندگانت نظر در نہند ٭ میر معزی **شعر** اندرون من قمریگان ساختہ بربط ٭ واندر گلوے فاختگان دوختہ طنبور ٭ یہ امر پسند نظر تحقیق نہین کیا معنی کہ دلسوزگی دلسوزہ اور یاے مصدری سے مرکب ہے، ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اسمٰعیل کا گواہ عادل ہے **شعر** مجمر آسا سنزد ار پاے کشد بر دامن ٭ زانکہ دلسوزۂ خلق ست در و چون مجمر ٭ پس کاف عجمی اسی ہاے مختفی

اعلام و غیر اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہین اُنکی دلالت عام ہوجاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہین غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہون یا غیر اعلام اُن مین عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے

بعض کا یہ قول کہ یہ کاف فارسی دلسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان کے کاف کو بدون انقلاب از ہاے مختفی زائد محض مانا ہے

کا بدل ہے اور دلسوزہ در اصل دلسوز یعنی اسم امر کی صورت مین آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ عمومیت خاصۂ صیغۂ صفت ہے اُس پر ہاے تسمیہ لگاکر معنون مین یک گونہ خصوصیت حاصل کرلی پس دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہوسکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اُس شخص کو کہین گے جو اورون کے حال پر رحم کھاوے۔ غیرونکی مصائب پر اپنا دل جلاوے جسطرح خود مراد سے خود مرادہ امیر خسرو دہلوی **شعر** فرمان نبرند زانکہ ہستند ٭ از غایت ناز خود مرادہ ٭ اسیطرح خردگی مین کاف فارسی ہاے مختفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ بمعنے ریزۂ ہر چیز و اسباب فرومایہ وعیب ان سب معنون مین مستعمل ہے معنی اول جیسے خردۂ قلم اے ریزۂ قلم خردۂ مینا اے ریزۂ میناے شکستہ اور معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازار بند وغیرہ کم بہا چیزونکے بیچنے والے کو کہتے ہین اور معنی ثالث یعنی عیب اُسی شعر کے مصرعۂ ثانی مین خردہ مگیر موجود ہے اور انتساب شئے کے لیئے ادنے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت مین مذکور ہوا پس باعتبار معنی اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرۂ ہیقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اسپر ہاے نسبت کے لگانیسے یہ معنی ہوئے کہ انوری حقارت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرمائین اُسکے عیب سے درگزرین باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومائگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کرین اور باعتبار معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو منتسب بہ عیب ہین یعنی معیوب ہین آپ بزرگی کرین اور عیب گیری نکرین غرض خاصہ طور پر خردگی مین کاف فارسی خردہ کی ہاے مختفی کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شبہ پڑا ہو کیا معنی کہ خرد و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ اگر غور کیجیے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہین یہان بزرگی عمر کی نہین باعتبار خلق کے ہے اسکے لیئے تقابل خرد کا ضروری نہین۔ امیر خسرو **شعر** خردہ نگیرند بزرگی کنند ٭ دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند ٭ شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اُسی مضمون کو ان الفاظ مین ادا کیا ہے **شعر** اگر من ناجوانمردم بکردار ٭ تو برمن چون جوانمردان گزر کن ٭ اور فرزندگان مین کاف عجمی نہین کاف عربی تصغیر و ترحم کے لیئے لایا گیا ہے یعنی بقیاس طفلک فرزندک مصغر پر الف ونون جمع کا لگاکر طفلکان کی طرح فرزندکان کہدیا۔ صاحب درفش کاویانی مرزا غالب دہلوی ریدک وکودک کے کاف کو بھی اسی قسم کا تصغیری فرماتے ہین فقط ریدو کود کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہین چنانچہ لکھتے ہین

کاف تازی بپارسی در آخر اسما معنی تصغیر دہد چون مردک مردمک وکودک وریدک ہمانا کود وردید ترجمۂ طفلست انتہے۔ مگر فقط ریدو کود بمعنی طفل کسی اُستاد کے کلام مین نظر نہین آیا البتہ ریدو کود پاخانہ اور کھات کے مضمون مین آئے ہین چونکہ بچے اکثر گرہ موت مین آلودہ رہتے ہین ریدک وکودک اُنکا نام ہو گیا پس اس کاف کو چوشک وتیرک کے کاف کیطرح نسبت کا کاف سمجھنا چاہیئے اب اگرچہ وجہ تسمیہ سے قطع نظر کرلی گئی امردون اور نابالغ لڑکون کو بولنے لگے ہین۔ منوچہری کا شعر ہے شعر شاد باش ومی ستان از ساقیان وریدکان ؛ ساقیان سیم ساعد ریدکان سیم ساق ؛ غرض فرزندکان مین کاف تازی تصغیری ہے کاف عجمی زائد نہین۔ بہار باغ تحقیق باغ وبہار تدقیق صاحب جواہر الحروف اپنے رسالہ مین تحقیق فرماتے ہین واگر قرینہ دالّہ باشد درغیر کلمۂ ذات الہا نیز ہمین عمل کنند چنانچہ درین بیت میر معزی فرد اندرومن قمریگان ساختہ بربط ؛ واندر گلوے فاختگان ساختہ طنبور ؛ اے مہیا موجود شدہ است بربط و طنبور۔ واحتمال بودن کاف تازی برقیاس طفلکان خطاست وہذا غایۃ التحقیق فی ہذا المقام ولامزید علیہ" انتہی کلامہ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ قمریگان مین کاف فارسی زائد محض ہے غیر مبدل بہا اور اس مقام مین اسی کو انتہا درجہ کی تحقیق قرار دیتے ہین مین عرض کرتا ہون کہ قمریگان قمریہ بالہا کی بطریق فارسی جمع ہے صاحب حیواۃ الحیوان نے اسکی بڑی تحقیق کی ہے اور فرماتے ہین قری طائر مشہور کنیتہ ابوزکری وابوطلحۃ وھو حسن الصوت والانثی قمریۃ الخ منتہی الارب مین ہے قُمْرِیَّۃ بالضم والیا بشددۃ مرغے ست از جنس فاختہ قَمَاری وقُمْر بالضم جمع یا مادہ قُمْرِیَّہ ست ونر سَاق حُرّ انتہی پس معلوم ہو گیا کہ قمریگان مین کاف فارسی زائد نہین بلکہ بعوض الہا ہے اور تخفیف یا فارسیون کا تصرف ہے جو تمامی نسبتی یاؤنمین جائز رکھتے ہین اب کیون کر مان لیا جاے کہ صاحب جواہر الحروف کا قول غایۃ التحقیق لامزید علیہ ہے فقط حسن ظن نے یکے بعد دیگرے آنکھ بند کیے اتباع کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور یہان یہ بات بھی سن رکھیئے کہ اہل عجم بغیر ارادۂ تسمیہ وتانیث ہا تحتی زیادہ کرتے ہین جیسے کام کامہ معشوق معشوقہ میرزا محمد قلی سلیم طہرانی۔ شعر مفلس چو شدیم رو بدو آوردیم ؛ معشوقۂ رونے نوائیست خدا ؛ نظامی رح شعر کامۂ دل گرچہ زجان خوشترست ؛ عاقبت اندیشی ازان خوشترست ؛ سعدی رح شعر بکامۂ دل دشمن نشیند آن مغرور ؛ کہ بشنود سخن دشمنان دوست نماے ؛

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تیرہوان بعض اسماء جامد بغیر کسی ترکیب وغیرہ کے مفید معنی مصدری ہوتے ہین جیسے شہرسارہ مہمان مرزار فیع واعظ شعر زلف اور ازبردن دل غیر ۔ موبمو شہرسار بایستی ۔ اسے شہرمندگی محتمل ہے کہ یہ مرخم ہو اسواسطے کہ شہرساری بھی مستعمل ہے۔ شاہی سبزواری شعر مے کشد سرو پیش بالایت ۔ شہرساری زقد کوتہ خویش ۔ لفظ مہمان فارسی اور ہندی مین مشترک ہے ہندی مین بمعنی ضیافت آتا ہے اسواسطے کہ اسکے اصلی معنی ہندی مین تعظیم وتکریم کے ہین اور ضیافت مین بھی ضیف کی تعظیم وتوقیر ہی منظور ہوتی ہے اور فارسی مین ضیف اور ضیافت دونون معنون مین آتا ہے۔ اول یعنی بمعنی ضیف مشہور ہے ثانی یعنی بمعنی ضیافت جیسے سعدیؒ کے اس شعر مین شعر کہ باشند مشتے گدایان خیل ۔ بمہمان دارالسلام از طفیل ۔ نظامی ۔ شعر بمہمان شہ بود خاقان چین ۔ دو خرشید بایکدگر ہم نشین ۔ امیر خسرو شعر دل رفت ومہمان او گفت آن او یم آن او ۔ گر ہست این دل آن او آخر از آن من کجا ۔ اور یہ لفظ جب ضیف کے معنون مین ہوتا ہے اُسپر یاے مصدری بھی لے آتے ہین۔ نظامی شعر کہ شہ راہ بدپاے مزدی شگرف ۔ بمہمانی شہ کند گنج صرف ۔ ملوکانہ مہمانیے سازدش ۔ جہان درسم مرکب اندازدش ۔ واللہ تعالیٰ شانہ اعلم۔

المشتق

مراد ہماری یہان مشتق سے اسم مشتق ہے اور وہ مصدر سے نکلا ہوا اسم ہے اور اپنے مصدر کے معنی حدثی پر تضمناً اُسکی دلالت بھی ہوتی ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور حالیہ۔ اسم فاعل وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اُس شے کے لیے وضع کیا جاتا ہے جسکے ساتھ وہ فعل یعنی معنی مصدری حدثی قائم ہوتے ہین جیسے کنندہ۔ اور کبھی یہ معنی بعض خاص خاص ترکیبون سے بھی حاصل کرتے ہین۔ ایک تو اسم کو امر واحد حاضر کے ساتھ ترکیب دینے سے جیسے جان آفرین۔ اور اس اسم وامر کے درمیان کبھی کوئی فاصل بھی آجاتا ہے اور وہ فاصل یا اُس اسم کا مضاف الیہ ہوگا جیسے سعدیؒ فرماتے ہین ع نہ بینی کہ چون بار مردم کش است ۔ یا اُسکی صفت جیسے ع اصم بہ کہ گفتار باطل نیوش ۔ یا ظرف جیسے ع حکیم سخن برزبان آفرین ۔ وزور در پنجۂ شیر شکن ۔ اور بعض اساتذہ کے کلام مین اس ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول یعنی اسم پر یاے مجہول اور جزو ثانی امر پر لفظ می بھی زیادہ کیا جاتا ہے یعنی فاصلہ ان دو لفظون کا مابین اسم وامر اسم فاعل ترکیبی

بیان مشتق

بیان اسم فاعل

جایز رکھا گیا ہے سید حسن اشرفی کا شعر ہے **شعر** من غزلے مے سرائے سوے گلے مے نگر ۔ او طرب مے فزائے شاخ گلے مے شکن ۔ بعض قواعد نگارون نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو اسم فاعل کے معنون مین فرما دیا۔ اور بعضون نے مطلق فاصلہ کو جائز مانا ہے اور ہر دو فریق نے شعر حکیم سخن بزبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم اور نہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پیدا ہوتی ہے جیسے ہیچمدان و ہیچمگار و ہیچمیرز۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جزو اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب وہ افعال متعدیہ سے ہو مفعول بہ ہوا کرتا ہے جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آلہ ہوتا ہے جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چرا اسے آنکہ چرید اور شب ست لیسے ہی شب دزدرات مین چوری کرنے والے کو اور شب گزرات مین کاٹنے والے یعنی کھٹمل کو کہتے ہین اور کبھی جزو ثانی کے معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار بخش کیسکہ بخشیدن او بسیار ست و سخت کاش اسے کوشیدن او سخت ست اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہوگا جیسے خدائے یا صفت ہوگا مگر اسکا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہوگا جیسے تیز رو اسے کیسکہ سیر او سریعست ۔ و زود خیز نظامی ؒ **شعر** وشاقان موکب رو و زود خیز ۔ بدیدار تازہ برفتار تیز ۔ یا بواسطہ جیسے بیمار خیز اسے کیسکہ خاستن او مثل بیمار ست ۔ نظامی ؒ **شعر** فریبندہ چشمے جفا جوے تیز ۔ دوا بخش بیمار و بیمار خیز ۔ یا ظرف واقع ہوگا خواہ مکانی ہو جیسے مسند نشین و تارک نشین و خانہ خیز اسے جائے نشستن او مسند و تارک است و جاے خاستن او خانہ است ۔ نظامی ؒ **شعر** زمین را منم تاج تارک نشین ۔ ملرزان مرا تا نلرزد زمین ۔ **و لہ** گہے باچنان گوہر خانہ خیز ۔ چو بوطالب راکنی سنگریز ۔ خواہی زمانی جیسے شب افروز و صبح خیز اسے زمانہ روشن شدن او شب ست و وقت خاستن او صبح ست نظامی ؒ **شعر** شب افروز کرنیکہ تا بد زدور ۔ زبے نوری شب زند لاف نور ۔ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے ہم نشست ۔ سعدی ؒ **شعر** بشولے خردمند زان دوست دست ۔ کہ با دشمنانت بود ہم نشست تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر مین الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا دار سے دارا مخلص کاشی **شعر** دلا بصرفہ قدم نہ کہ در طریق معاش ۔ سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ۔ چوتھا صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف ورا زیادہ کرنے سے جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار بمعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت مین بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے ۔ اس لفظ کو شفیع کے

آخر مین الف زیادہ کرنے سے اسم فاعل کی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا ہوتی ہے

اسی طرح امر کی ترکیب سے بھی معنی فاعلیت پیدا ہوتی ہے

دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے

تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر مین الف زیادہ کرنے سے

چوتھا ماضی مطلق کے اخیر مین الف ورا زیادہ کرنے سے

معنون مین کنایہ کرتے ہین۔ فردوسیؒ کیکاؤس کے قتل سیاوش پر مطلع ہونے کے داستان مین لکھتے ہین **شعر** بر یدند از تن سر شاہوار ۔ نہ فریادرس بود و نہ خواستار ۔ اے نہ کس فریادرس بود و نہ کسے شفیع۔ یہان یہ بھی احتمال ہے کہ الف ورا نسبت کے لیئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدر مین محقق ہو چکا ہے۔ یہان سے اُن اسماے غیر مشتقہ کا بیان ہے جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے ہین گو کہ وہ مانحن فیہ سے نہین مین اسواسطے کہ ہمکو مشتقات کا بیان منظور ہے لیکن تبعاً انکا ذکر بھی ضرور ہے تا بیننده کو فی الجملہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامد ہو خواہ مصدر عربی معنی مین فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامی ح **شعر** مگر جادوان ازمن آموختند ۔ کہ از موم خود خواب را دوختند ۔ اور مصادر عربی جیسے رضا و کرم و ضمان بمعنی راضی و کریم و ضامن حیاتی گیلانی **شعر** عطیہ فیض رسانست و جرم عفو پذیر ۔ بہر چہ ہست رضائیم غم چرا داریم ۔ سعدیؒ **شعر** بگریست گیاہ و گفت خاموش ۔ صحبت نکند کرم فراموش ۔ احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہو خصوصاً مثال ثانی مین یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقۃً جانب کرم ہی ہو اسواسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق صحبت ملحوظ رکھتے ہین تو اُسی کرم کا اقتضا ہے گو کہ وہ وصف ذی شعور نہین مگر نسبت کے لیئے اسقدر اصلیت کافی ہے۔ لفظ ضمان **شعر** دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا ۔ باز آ کہ من بعفو گناہت ضمان شدم ۔ اے ضامن شدم اسی طرح خبر بمعنی خبیر۔ ہاتفی ح **شعر** خبر شد ازان قصبہ والی مصر ۔ کہ آمد خلل در حوالی مصر ۔ استاذی قلندر حسین الطہر رحمہ اللہ الاکبر اپنے مرشد واعظ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم کی تعریف مین لکھتے ہین **شعر** واعظ نہ سحر گر کہ انیست ۔ در علم خبر خبر کہ انیست ۔ دوسرا اسم پر یاے تحتانی زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی مین جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی مین صفت کا صیغہ ہو جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامیؒ **شعر** عجب ماند زان کار نظارگی ۔ بعبرت فرو ماند یکبارگی ۔ کسواسطے کہ فقط نظارہ بھی بدون یاے تحتانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کیخسرو اور افراسیاب کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** سپہر اندران جنگ نظارہ بود ۔ ستارہ شمر سخت بیچارہ بود ۔ مہیر سے نزدیک یہ یاے تحتانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً ارزندہ بمعنی قیمتی اسیطرح نسبت کو معنی فاعلیت مین دخل ہے چنانچہ اسکی نظیرہاے مختفی نسبت فاعلی و مفعولی کے لیئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مدح رستم بزبان سہراب فرماتے ہین **شعر**

اس الف ورا مین نسبت کا احتمال بھی ہے

اسماے غیر مشتقہ کا بیان فاعلیت مین مستعمل

بالقصد عربی

یا صدر عربی

زیادہ کرنے سے

یا مصدر عربی

یا اسم فارسی

یا اسم عربی

یا اسم فارسی

یا اسم عربی

یا اسم فارسی

یا اسم

گمانے برمن کہ اورستم ست ؛ کہ چون او نبرد بگیتی کم ست ؛ اے نبرد کنندہ۔ جس طرح گارو ناک کا لفظ آموزگار و آموزناک مین۔ نظامیؒ شعر توئی برترین دانش آموزناک ولہ نیوشندۂ خواہم از روزگار ؛ کہ گویم بدو راز آموزگار ؛ مگر دونون مین فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو متضمن ہے اور لفظ گار مین یہ بات نہین جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ۔ نظامی سبب نظم کتاب سکندر نامہ بحری مین فرماتے ہین شعر مرا کاولین پرورشگار بود ؛ ولی نعمتے دردہش یار بود ؛ اور یہ لفظ پروردگار کا مطلق مربی کے معنون مین مستعمل ہے فردوسیؒ فرماتے ہین شعر چو دستان کہ پروردگار منست ؛ تہمتن کہ خرم بہار منست ؛ اور دوسری جگہ لکھتے ہین شعر شما پاک پروردگار مینید ؛ ہمان از پدر یادگار مینید ؛ نخواہم کہ آید شمار از گزند ؛ مباشید با من بہ بد یار مند ؛ بعض قواعد نگاران تحقیق پیشہ نازک خیالان نغز اندیشہ نے یاے فاعلی کو مصادر فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامیؒ کا اپنے دعوی پر شاہد گزرانا ہے شعر توانا و دانا بہر بودنی ؛ گنہ بخش و بسیار بخشودنی ؛ میری رائے مین بودنی اور بسیار بخشودنی ظرف صورت فصل وہی یاے لیاقت ہے جو مصادر فارسیہ پر آتی ہے اور واو رابطہ حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے مبتداے محذوف کی اور مبتدا و خبر واو رابطہ حالیہ سے ملکر حال ہوا گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بمنزلہ علت کے ہے کیا معنی کہ وہ گناہ بخش ہے اسلیئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخشایش بسیار کی رکھتا ہے۔ اور لفظ بسیار کا مبالغہ بخشایش کے اظہار کے لیئے لایا گیا ہے جس طرح عربی مین لفظ رحیم مبالغہ کے لیئے غرض یہ یاے لیاقت ایسی ہے جیسے کشتنی گردن زدنی سوختنی مین۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاے لیاقت مصدر مبنی للفاعل پر لاحق ہوگی تو اس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی مین موجود کی ہستی کی اور بخشودنی مین بخشایندگی کی لیاقت کا اثبات ہے۔ اور اگر وہ یاے لیاقت مصدر مبنی للمفعول پر آویگی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کریگی جیسے کشتنی و سوختنی مین قتیل و حریق کے کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامیؒ دوسری جگہ مناجات مین اسی بخشودنی کو مبنی للمفعول فرماتے ہین شعر توئی خالق بود ہر بودنی ؛ بہ بخشاے بر حال بخشودنی ؛ اور ظرف صورت وصل یعنی بغیر واو بسیار بخشودنی مین وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر لاحق ہوا کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرنا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے

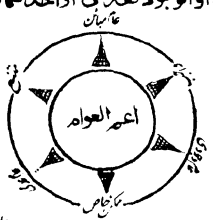
واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کمیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کمیت کی وہی بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا **شعر** بیا ساقی از بادہ بردار بند ❊ یہ پیمائے ہیمودن باد چند ❊ بعض نسخون مین ہیمودن باد چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جداً مستقل ہوگا۔ مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے **شعر** بجنبید جنبیدن باشکوہ ❊ چو از زلزلہ کالبد ہاے کوہ ❊ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا **شعر** نگہ کردشوریدہ در من فقیہ ❊ نگہ کردن عالم اندر سفیہ ❊ مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظہ ہوگا اسکی نظائر بہت سی ہین۔ نظامی رح سفارت سکندر بنوشابہ کی داستان مین فرماتے ہین **شعر** جوابم بفرماے گفتن براز ❊ کہ تارہ نو ردوم سوخانہ باز ❊ مولانا ے روم قدس سرہ ۲۱۶ **شعر** قاصد ازابر عصایت دست نے ❊ تو بنجپ اے شہ مبارک خفتنے ❊ ان دونون مثالون مین مفعول مطلق بغیر لفظہ مظہر کیفیت فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ مین زائدہ مجہول ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر مولانا ے روم کے شعر قاصد ان رابر عصایت الخ مین نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے بخوبی واضح ہے۔ اور جن لوگون نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے معنون مین خاص کر لیا ہے درست نہین اُن دونون معنون مین وہ دونون لفظ مستعمل ہین مگر اول بمعنی ترحّم و ثانی بمعنی اعطا کثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدی رح **شعر** کریما بہ بخشاے بر حال ما ❊ کہ ہستم اسیر کمند ہوا ❊ اے رحم کن بر حال ما ❊ **و لہ** خور و پوش دہ بخشائی و راحت رسان ❊ نگہ مے چہ داری ز بہر کسان ❊ اے بخور و بپوش و بدہ الخ میرزا محمد طاہر وحید اعتماد الدولہ محمد بیگ کے خط مین لکھتے ہین **نثر** بخشائندہ پیرایۂ وجود و کسوت پوش آراستگان بزم شہود الخ اے عطا کنندۂ پیرایۂ وجود الخ امیر خسرو **شعر** نہ من زان فگندم درین کو چہ رخش ❊ کہ یا بم ز بخشایش شاہ بخش ❊ فیم ۱۴۱ ان حرلفیان بسیار جوے ❊ کہ در کار خواہش کنند آبروے ❊ مولوی معنوی رح **شعر** تو شب و روز از ۱۴۲ ان قوم عمر ❊ چون شب و روزے بدہ بخشاے عمر ❊ اور ثانی جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** بخشید بر حال مسکین مرد ❊ فرو خورد خشم سخنہاے سرد ❊ اے رحم کرد الخ نظامی رح **شعر** کہ شاہا مرا یکدم درخورست ❊ اگر بخشی از کشوری بہترست ❊ اے عطا کنی الخ اور اسیطرح رستنی بمعنی نامی مین یاے لیاقت مصدر مبنی للفاعل پر لائی گئی ہے۔ نظامی رح فرماتے ہین **شعر** سر نامہ نام جہاندار پاک ❊ پر آرندۂ رستنیہا ز خاک ❊ گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی صیغہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق بغیر لفظہ

مفعول مطلق پر بار زائد مجہول ہے نہ معروف

رستنی بمعنی نامی یاے لیاقت ہے نہ فاعلی

جب ہی ہونگے جب وہ کسی نسبت کی صفت ہو اگر استعداد و قوت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہاں بھی بیان نسبت کے لیئے ہو جاتا ہے جیسے قوت نامیہ۔ اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اُس یائے ملحقہ سے مستفاد ہوتی ہے یعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا یعنی کہ بودن یعنی ہستی جسکو زبان عربی مین وجود کہتے ہین اور جو چیز لیاقت وجود کی رکھے وہ ممکن الوجود ہوئی مگر شدنی و بودنی مثلاً جو واجب الاقتضا ہو جیسے فردوسیؒ سہراب کے رستم کو خودکشی سے روکنے کی داستان مین لکھتے ہین شعر ازین خویشتن کشتن اکنون چہ سود ۔ چنین رفت واین بودنی کار بود ۔ اور ناشدنی کا حاصل ایک امتناع پر جا ٹھہرتا ہے ہماری تحقیق کے کوئی منافی نہین اسواسطے کہ امکان سے وہ امکان علم جسکو اعم العوام کہتے ہین مراد ہے جو واجب اور ممتنع اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان هو سلب الضرورة اما عن الجانبین فخاص و اما عن الجانب العدم فوجودیٌ او الوجود فعدمیٌ اواحدهما فقط فمبائنٌ اوبلاقید فقط فاعم العوام هکذا



کذا افاده الاستاذ العلام الامجد مولانا سیدنا المولوی سید احمد قدس سره الله الاحد الفرد الصمد۔ اور غالب دہلوی کے اس شعر مین شعر بودنی بخش خوب و زشت توئی ۔ رونق کعبہ و کنشت توئی ۔ اور نظامی رح کے اس شعر مین ص۱۴۹ شعر نخوردہ خورشہاے بایستنی ۔ ہم از گو سپندان شایستنی یائے معروف نسبت کے لیئے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شایستنی و بایستنی کا بایستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جا ٹھہرے گا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اُس شئے کے لیئے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زدہ و کردہ۔ اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہین جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعر مے کند بلبل گمان باغبان صیاد را ۔ مرغ دست آموز شاخ گل چہ داند دام چیست ۔ لفظ دست یہان آموز کا ظرف واقع ہے۔ اور بعض قواعد نگارون نے فقط صیغۂ امر واحد حاضر کو بمعنی مفعول کہا ہے اور مثال مین لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سند گزرانا ہے شعر تواضع کند ہوشمند گزین ۔ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

میرے نزدیک یہ درست نہین کسواسطے کہ گزین حاصل مصدر بمعنی مفعول ہے اسکی تحقیق سے نظائر بیان حاصل بالمصدر مین گزر چکی ہے۔ اسیطرح اسم اور نہی کی ترکیب سے اسم مفعول ترکیبی متصف بصفت عدمی حاصل ہوتا ہے جیسے کس مپرس۔ دوسرا اسم اندماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے آدمی زاد و دست پخت۔ نظامی رح **شعر** ہمین روشنک راکہ دخت من ست ✦ بدین نازکی دست پخت من ست ✦ تیسرا امر کے اخیر مین الف کے زیادہ کرنے سے جیسے پزیرا۔ نظامیؒ **شعر** پزیرا سخن بود شد جاے گیر ✦ سخن کزدل آید بدل پذیرد ✦ چوتھا ماضی مطلق پر الف ورا کے زیادہ کرنے سے جیسے گرفتار و دیدار و گشتار یعنی مقتول۔ فردوسیؒ قتل پیران کی داستان مین فرماتے ہین **شعر** چوگودرز ان گرد دیدار گشت دل نامداران بے آزار گشت ✦ خلاق معانی خاقانی رح محرمان حج بیت اللہ کی تعریف مین فرماتے ہین **شعر** بر چہرۂ تیغ آسمان وار ✦ جوہر ز برہنگی است دیدار ✦ استاد فرخی **شعر** ہنوز سیخ یکے پیش میر بردہ نبود ✦ ازان شکار کہ از تیر میر شد کشتار ✦ یہان احتمال ہے کہ الف ورا النسبت کے لیئے ہو جسطرح بیان حاصل بالمصدر مین محقق ہوچکا ہے۔ اب یہان سے وہ اسماے غیر مشتقہ بیان کیئے جاتے ہین جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی مفعولی کا افادہ کرتے ہین۔ اول اکیلا مصدر عربی بغیر کسی ترکیب کے مفید معنی مفعولی ہوتا ہے جیسے تسلی و عذر و اختیار و تربیت و خلاص۔ ظہوری کا شعر ہے **شعر** از بخت درین شہر تسلی مے باش ✦ دریاے صور را دُر معنی مے باش ✦ سعدی رح **شعر** آن راکہ بجاے تست ہردم کرمے ✦ عذرش بنہ ار کند ہزار ستمے ✦ **ولہ** کنج صبر اختیار را لقمانست ✦ ہر کرا صبر نیست حکمت نیست ✦ مولوی معنوی رح **شعر** تربیہ آن آفتاب روشنیم ✦ زین الاعلے ازان بر میزینیم ✦ اے تربیت یافتۂ آن آفتاب الہ حافظ رح **شعر** خونم بریز و از غم ہجرم خلاص کن منت پزیر غمزۂ خنجر گزار مت ✦ دوسرا اسم کے اخیر مین یاے تحتانی کے الحاق سے جیسے شکاری و کاغذ مہری طالب آملی **شعر** پیکان ترا بر غبت دل ✦ چون سبزۂ تر خورد شکارے مچمل ہے کہ یاے تحتانی یہان نسبت مفعولی کے لیئے ہو جیسے نسبت فاعلی کے لیئے لائی جاتی ہے چنانچہ انکی نظیر لفظ رنجہ و بندہ مین ہاے مختفی ہے نظامیؒ **شعر** بے بندہ بندی آزاد کرد ✦ نیز دان بسے نیکوئی یاد کرد ✦ جیسے نسبت مفعولی کے لیئے لفظ گار بھی آتا ہے نظامی رح **شعر** چو ہستی بہ پندمن آموزگار ✦ بدین روز تمشاندت روزگار ✦ اسواسطے کہ آموزندہ تو ناصح ہے۔ اسم ظرف اور اسم آلہ بھی

اسم اور امر کی ترکیب سے

اسی قسم کی ترکیبون سے حاصل ہو جاتے ہین اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج خیز یعنی جاے خاستن موج۔ آب خیز جاے خاستن آب امیر خسروؒ شعر دیدہ بہ کشتیش بدانگونہ تیز ٭ کاتشے برخاست از ان آب خیز ٭ اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہین سکتے اسواسطے کہ خاستن بمعنی متعدی مسموع نہین اس ترکیب مین جزو اول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسیطرح دو اسمون کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ چارون طرف سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان و زار و سار و بار و لاخ و لان و کند و دان پس ستان جیسے ہندوستان و میستان و یوسفستان و بلبلستان فردوسیؒ شعر زخون رود گفتی میستان شدہ است زنیزہ ہوا چون نیستان شدہ است ٭ مولوی معنویؒ شعر آب را در غور ہا پنہان کنم ٭ چشمہا را خشک و خشکستان کنم ٭ صائب شعر این چہ لطف ست کہ بر خود نظر انداز د ٭ یوسفستان شود از پرتو عارض بدنش ٭ اور ستان کی سین کو متحرک رکھنا بھی جائز ہے فردوسیؒ گنگ دژ کی تعریف مین لکھتے ہین شعر بہر گوشہ چشمہ و گلستان ٭ زمین سنبل و شاخ بلبلستان ٭ خاقانیؒ شعر سازی پے نزہت روانہا ٭ و زمزلفہ سمنستانہا ٭ اور اسکا مخفف سان بھی مستعمل ہے فرخی شعر گر ز جود تو نسیمے بگزرد بر زنگبار ٭ ور ز خشمے تو سمومے در وزد بر ہندسان ٭ ہندوان را آتش سوزندہ روید شاخ شاخ ٭ زنگیان را شوشہ از مسکن برآید خیزران ٭ فردوسیؒ شعر بسے شارسان گشت بیارسان ٭ بسے بوستان نیز شد خارسان ٭ شارسان مخفف شارستان اور شار بمعنی عمارت اور یہ مبدل شہر ہے اور شہرستان بمعنی شہر کلان یعنی ایسا شہر کہ اور شہرونکے لیئے بنزلہ ظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہرون کو مشتمل ہے یہی معنی نہاوند کے ہین کسواسطے کہ نہ بالکسر بمعنی شہر ہے اور زار جیسے کارزار یوسف زار ہندوزار۔ گلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابازار ہے اسواسطے کہ بازار مین اکثر کھانے پینے کی چیزین فروخت ہوتی ہین پھر بعد مین مطلق سُوق کے معنی مین اس لفظ کو استعمال کرینگے۔ سعدیؒ شعر اے تہیدست رفتہ در بازار ٭ ترسمت برنیاوری دستار ٭ ولہ چہ مردی کند ضعیف کارزار ٭ کہ دستش تہی باشد و کارزار ٭ عرفی شعر بہ برقع مہ کنعان کہ ہست حسن آباد ٭ بجلہ گاہ لیخا کہ بود یوسف زار ٭ ابوطالب کلیم شعر نزوید سبزہ در ہر جا نمک زار ست حیرانم ٭ کہ خط چون سبز و خرم میکند لعل لب اورا ٭ عرفی شعر فروغ شعلۂ قہرت فتد چو در ارحام ٭ بچشمہ زار بزاید سمندر از خرچنگ ٭ زلالی شعر چو آتش سوے ہندوزار بگزشت ٭ بخار سوختہ خیل شرر گشت ٭ اور سار جیسے چشمہ سار

چند حروف کی ترکیب سے معنی ظرفی متضمن مبالغیت و کثرت ہونے مین

ستان کی سین کو متحرک رکھنا

ستان کا مخفف سان بھی مستعمل ہے

شار کی تحقیق

زار کا بیان

لفظ بازار کی تحقیق

لفظ سار کا بیان

وچاہسار وکوہسار صائب شعر نے رویم چوماہی بچشمہ سارندہ ٭ چو تیغ جوہر ذاتی بس ست جوشن ما ٭
فردوسیؒ شعر کشان بیژن گیو از پیش دار ٭ ببر دند بستہ بدان چاہ سار ٭ اور سار ان اور سارہ اسیکا مزید علیہ
جیسے کوہساران وکوہسارہ وکتف سارہ صائب شعر راہ رو را بال وپر ہست سختیہاے دہر ٭ کوہساران
مے شود سنگ فسان این سیل ما ٭ فرخی شعر برکشیدند کبہسارۂ غزنین دیبا ٭ برنوشتند زکہپایۂ غزنین بلحم ٭
حکیم مختاری شعر بکتف سارہ برآوردہ زالوزا دبار ٭ بچشم خانہ فرورفتہ دیدہ ازنا ہار ٭ اور اسکا مخفف
سر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فردوسیؒ شعر منیژہ بیامد بدان چاہ سر ٭ دوان خوردنیہا گرفتہ بہر ٭ ممکن ہے
کہ یہ کلمہ جو لفظ سار سے مرکب ہے مقلوبی ہو اور لفظ سار مزید علیہ سر کا ہو جیسے نگونسار سرنگون کا مقلوب
اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شعر مین جو رستم اور شنگل کی رزم مین مذکور ہے شعر از ایران بیامد دلاور
ہزار ٭ زرہ دار باگرزۂ گاوسار ٭ گاوسار مزید علیہ گاو سر ہے کسواسطے کہ گرز رستم کا شکل سر گاو تھا
چنانچہ اُس گرز کی گاوچہر بھی صفت کہتے ہین اسی داستان مین فردوسیؒ فرماتے ہین شعر چو نگکیدن
گرزۂ گاوچہر ٭ تو گفتی ہمین سنگ بارد سپہر ٭ بلکہ گاوسر و گاوسرہ بھی اُسکی صفت واقع ہوئی ہے۔

لفظ بار کا بیان

اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور بار جیسے جوبار رود بار وزنگبار وہندو بار وگنجبار اور یہ
دونون لفظ زنگبار وہندو بار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہین نظامیؒ شعر زلب رود
خیزان لب رود بار ٭ فشاندہ زرخسار گیتی غبار ٭ کمال اسمعیل شعر بخاتم تو کہ دریاش تا کمرگاہ است
بخامہ ات کہ لبسر میرود بہندو بار ٭ اور جویبار کو تخفیف یاے تحتانی جوبار بھی کہتے ہین ملا مفید
بلخی کا شعر ہے شعر نصیب صاف دلان ست عیش این گلشن ٭ ہمیشہ سرو سہی درکنار جویبار ست ٭

جوبار کو تخفیف یا جوبار بھی کہتے ہین

بیان لاخ کا

فردوسیؒ شعر بیارم نشانش برتخت یار ٭ وزان پس کشایم درگنجبار ٭ اور لاخ جیسے سنگلاخ و
دیولاخ۔ صائب شعر روشندلان زسختی ایام خوشدل اند ٭ کز سنگلاخ آب سبکتر کند گزر ٭ و لہ
دیولاخ ست جہان درنظر وحشت من ٭ تامرارہ بہ پرستخانۂ عزلت دادند ٭ اور لان جیسے تریاق

بیان لان کا۔

لان مولوی معنویؒ شعر سروری زہر ست جز آن روح را ٭ کو بود تریاق لانی زابتدا ٭ اور کند جیسے

بیان کند کا۔

نارکند بمعنے نارستان یعنی باغ انار واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغیت کو متضمن ہین یعنی اپنے

لفظ دان کا بیان۔

مدخول کی کثرت اور انبوہی کا افادہ کرتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب بعض محققین لفظ دان
کو اسی قبیل کا فرماتے ہین مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ جس اسم کے ساتھ

لفظ دان کا بیان

ترکیب پاتا ہے وہ اسم اکثر مظروف ہوا کرتا ہے جیسے قلمدان وجزودان وگنجدان. محمد سعید اشرف شعر
آمد آن شوخ وبراوراق دلم گردیدورفت ٭ جزودان سینہ را ازیکدگر پاشیدورفت ٭ نظامیؒ شعر گراتہند
آمدتوہستی ودرخش ٭ گراوگنجدان شدتوئی گنج بخش ٭ اسیطرح حبردان حبر بالکسر یعنی سیاہی حبردان دوات
یحییٰ کاشی تاریکی شب تار کی تعریف مین کہتے ہین شعر یک قلم از تیرگی شب ہجران ٭ پرزسیاہی
شدہ چون حبردان ٭ اور کبھی مادہ جیسے چرمدان ہمیانی چرمی مولوی معنویؒ شعر چونکہ حق و باطلی
آمیختند ٭ نقدوقلب اندر چرمدان ریختند ٭ ولہ کہ درین کشتی چرمدان گم شدہ است ٭ جملہ را جستیم
نتوانی تورست ٭ مگرلفظ چرم بمعنی جلد بسکون راسے مہملہ ہے برفزن نرم وگرم اور چرمدان مین را
متحرک ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب. واضح ہو کہ یہان اسم ظرف سے وہ اسم مراد ہین کہ اُن مین اس
ترکیب خاص سے معنی ظرفی پیدا ہو جائین اسکا کوئی جزبالاستقلال ظرفیت پر دال نہ ہو اسیوجہ سے
تماشاگاہ و درسگاہ ونہاوند وباز جاے بمعنی ماوا و روزگار وشب خانہ و گنج خانہ وشبگاہ وغیرہ
ان مین نہین شمار کیے گئے اگرچہ گنج خانہ گنجدان کے معنی مین ہے اور چارموج ان مین یعنی ظرف
ترکیبی شمار کیا گیا. اور یہ بھی یاد رہے کہ ستان اور کندہ ہی ہندی کے اُستھان اور کھنڈ ہین اُستھان
بالفتح والہاء المخلوطہ مطلق جاے اور مکان کو کہتے ہین. اور کھنڈ بالفتح والہاء المخلوطہ والدال الہندی
حجرہ وغیرہ کے معنی ہین ہے مگر ہندی ہی بلا استقلال مستعمل ہوتے ہین فارسی مین ضمائر متصلہ کی طرح
بغیر کسی اسم کے نہین مستعمل ہوتی اسیوجہ سے حروف مین شمار کیے جاتے ہین لیکن افادہ کثرت و
انبوہی کا ان مین بڑھا ہوا ہے نیز خصوصاستان جس طرح ظرف مکان کے لیے آتا ہے ظرف زمان مین
بھی استعمال پاتا ہے جیسے تابستان وزمستان یعنے زمانہ بسیار گرمی وزمانہ بسیار سردی سو یہ بات
اس زبان کی خصوصیات سے ہے. بعض وقت یہ الفاظ بغیر ارادہ کثرت بھی استعمال کرتے ہین
جیسے شبستان بمطلق رات کے رہنے کے مکان کو کہتے ہین اسیطرح چاہسار ورخسار شعر مذکور مین
اسواسطے کہ جس مین بیژن قید ہوا وہ ایک ہی کنوان تھا البتہ اس مین اس تاویل کی گنجایش ہے
کہ وہ کنوان جس مین بیژن قید تھا چونکہ بہت بڑا تھا کئی کنوونکی وسعت اور عمق اُس مین تھا مجازا
چاہ سار کہدیا. اسیطرح رودبار وجویبار کو سمجھنا چاہیئے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب.
اسم آلہ بھی اسم اور امر کی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے جیسے گمسران باد زن جارو منزل شناس

یہان جزو اول جزو ثانی کا مفعول یہ واقع ہے نظامی ؎ شعر زمین راشود میل منزل شناس ٭ بتری و خشکی ساند قیاس ٭ بعض وقت امر پر ہا سے تسمیہ نسبی کے الحاق سے معنی اسم آلہ کے حاصل کرتے ہین جیسے شان سے شانہ کنگھی کے معنی ہین اور شان شاندن کا امر ہے اور شاندن بال سلجھانے کے معنون مین آتا ہے اور شانہ بھی اسی بات کا آلہ ہے۔ امیر خسروؒ شعر چو شانم سر زلف آشفتہ را ٭ برقص آورم فتنۂ خفتہ را ٭ نسبت کے لیئے اونے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے چونکہ اس ہا کا مفتوح الماقبل ہونا شرط ہے اگر اس ہا کے ماقبل ایسا کوئی حرف واقع ہو جس پر حرکت کا لانا متعذر ہو تحمل حرکت فتحی کے لیئے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے ہیمودن سے پیما صیغہ امر کا ہے اسکا اخیر قبول حرکت سے عاری ہے وقت الحاق ہاے نسبی آلی نون زیادہ کیا گیا تو پیما سے پیمانہ بنا اسیطرح گرس بمعنی بھوک سے گرسنہ مگر یہان ہاے نسبت غیر آلی ہے سیر یحیی شیرازی شعر غریبے کہ آید بشہر صفاہان ٭ عجب نیست گر گرس و سہ ماہیرد ٭ اور نون کی زیادتی افعال اور اسما مین شایع ہے جیسے زدن سے زندہمہ سے ہمگنان وغیرہ واللہ تعالی اعلم بالصواب

بیان اسم حالیہ

اسم حالیہ یہ مشتق شمار مشتقات عربیہ سے زائد ہے کیا معنے کہ عربی مین کوئی خاص صورت نوع حالی کے لیئے فعل سے مشتق کرنے کی نہین وضع کیگئی جیسے فارسی مین آلہ اور ظرف کے لیئے نہین وضع کی گئی مگر فارسی مین صیغہ اسم حال کا فعل سے مشتق ہوتا ہے اسکے لیئے ایک خاص صورت معین ہے جیسے اسم فاعل و اسم مفعول کیلئے خاص خاص صورتین از روے اشتقاق معین ہین وہ یہ ہے کہ امر حاضر پر الف و نون زیادہ کرنیسے جیسے افتان و خیزان و گریان امیر خسروؒ شعر گریان جگرے زمین کشادند ٭ وان کان نمک در و نہادند ٭ اور اسکے ایراد سے متکلم کو یہ منظور ہوتا ہے کہ فاعل یا مفعول بالیا تحلق بہما کی ہیات یا کوئی کیفیت بیان کرے جیسے گریان جگرے زمین کشادند ٭ مین قبر کھودنے والون کی کیفیت بیان کرتے ہین کہ روتے ہوئے قبر کھودتے تھے۔ فردوسیؒ افراسیاب کی گرفتاری ہوم کی زبانی بیان کرتے ہین شعر بکوہ اندر آورد شش ازیان ٭ خروشان و نوحہ کنان چون زنان ٭ یعنی ہوم کہتا ہے کہ افراسیاب کو پہاڑ پر لے گیا اس حال مین کہ وہ عورتون کی طرح روتا چیختا تھا۔ اور خود اسم فاعل اور اسم مفعول بھی حال واقع ہوجاتے ہین جیسے فردوسیؒ سلطان محمود کی ہجو مین لکھتے ہین شعر بنالم بدرگاہ یزدان پاک ٭ فشاننده بر سر پراگنده خاک ٭ عرفی شعر آمد آشفتہ بخوابم شبے آن مایۂ ناز ٭ بروش مہرزا

وبنگ صبر گداز ٭ اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عقوبت مکن عذر خواہ آمدم ٭ اور کبھی صفت مشبہ کے صیغے مطلقاً کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہوجاتے ہین جیسے مردہ مشتقات مین سے سعدیؒ کے اس شعر مین شعر یا زر بہ بر دو دست کند خواجہ در کنار ٭ یا موج روزے افگندش مردہ بر کنار ٭ اور روسیاہ دو اسمون کی ترکیب سے نظامیؒ شعر عقوبت مکن عذر خواہ آمدم ٭ بدرگاہ تو روسیاہ آمدم ٭ اور روے بر خاک عجز اسم اور ظرف کی ترکیب سے یعنی بتوسط حرف جار یہ تینون صیغے صفت مشبہ کے ہین سعدیؒ شعر روے بر خاک عجز مے نالم ٭ بہر سحر گہ کہ باد مے آید ٭ یہان عذر خواہ و روسیاہ و روے بر خاک عجز آمدم و مے نالم کی ضمیر مرفوع متکلم سے اور مردہ افگندش کی ضمیر غائب منصوب سے حال واقع ہے بعض محققین نے روے بر خاک عجز کو جملہ قرار دیکر بلبل گلستان فصاحت پر عدم ربط کا الزام لگایا ہے سو یہ محض بے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روے بر خاک عجز دست بدل و دست بر سر و دست بسر کی طرح جوکنایہ عاجز اور حیران سے ہین اور چشم بر در و چشم بر راہ و گوش بر آواز و گوش بر راہ کی طرح جوکنایہ منتظر و متر صد سے ہین صفت مشبہ ہے بدل از شعر چہ سلیمانیست اے غافل ٭ دانہ گیری ز مور دست بدل سعدیؒ شعر آن سرور کائنات وآن فخر بشر ٭ جبرئیل امین زر قرب او دست بسر ٭ صائب شعر اے جادۂ سودائے تو ہر رشتہ آہے ٭ در ہر گزرے چشم براہ تو نگاہے ٭ کسی استاد کا شعر ہے شعر او رفت و دلم باز نیامد ز برش ٭ من چشم بدر گوش برہ بر اثرش ٭ معہذا ضمیر مستکن کا ظرف مین موجود ہونا نحویون کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالیت کے لیئے چونکہ کسی اسم کا دال بر ہیات ہونا کافی ہوجاتا ہے بعض جامد غیر مشتق بھی حال واقع ہوجاتے ہین جیسے لفظ یار مصرعہ اولے مین فردوسیؒ شعر نخواہم ز ایرانیان یار کس ٭ بپے رخش و ایزد مرا یار بس ٭ واضح ہو کہ جب جملہ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس مین عائد و رابط کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذوالحال سے مربوط کردیوے اور یہ رابط کبھی صرف واؤ ہوتا ہے کبھی ضمیر فقط۔ کبھی واؤ اور ضمیر ہر دو جملہ فعلیہ جیسے محمد قلی میلی شیرازی کا شعر ہے شعر مردم و برزندگانم رحم مے آید کہ تو ٭ خون آن بیدادہا داری کہ با کردہ و برزندگانم رحم مے آید۔ مردم کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اس مین واو اور ضمیر دو رابط ہین اور فعل بھی بمنزلت ہے اور فردوسیؒ فریبرز کی کوہ ہمابون پر لشکر لیجانے کے داستان مین لکھتے ہین

حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول ترکیبی کی نسبت مین

روے بر خاک عجز می نالم مین عدم ربط کا الزام کیسا ہے

وسنسکرت بھاشا دونون مین جملہ حالیہ کا ربط

جامد غیر مشتق بھی حال واقع ہوتا ہے

جملہ حالیہ مین ربط و عائد کی ضرورت

شعر شب تیرہ را تا سپیدہ دمان ٭ بیاید بخوید برہ بر زمان ٭ یہان بخوید فعل مضارع غائب منفی حال ہے اور رابط صرف ضمیر ہے تر ایک ہے اور وہی فاعل بھی ہے ۔ برہ بر ظرف مستقر متعلق فعل یا شبہ فعل

حال متداخلہ محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال در حال کہتے ہین ۔ زمان بمعنی توقف ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ بخوید کا بخوید فعل اپنے فاعل رابط اور مفعول سے مل کر حال ہوا بیاید کی ضمیر غائب مستتر کا ضمیر غائب مرفوع مستتر ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوئی

امشبان بیاید کا اور مصرعہ اولی شب تیرہ را تا سپیدہ دمان مفعول فیہ ۔ یا تا غائیہ ۔ سپیدہ دم مضاف شب تیرہ مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مجرور ۔ جار و مجرور متعلق بیاید ٭ سپیدہ دمان مین الف ونون مزیدتان جیسے بامداد بامدادان امشب امشبان ۔ مولوی معنوی شعر ورگہ بادر نیستت خیز امشبان ٭ تا ہمچو فسق شحنت راحیان ٭ اسیطرح الف نون ہمستان مین مولوی معنوی شعر این جہان نیست چون ہستان شدہ ٭ وان جہان ہست بس پنہان شدہ ٭ یعنی مزید علیہ سپیدہ دم ٭ را اضافی ہے تا بیاید شب امشب بیاید ۔ یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جمل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے ہین یا انکے کسی متعلق سے دوسرا حال واقع ہوجاتا ہے اسکو حال در حال یا حال متداخلہ کہتے ہین جیسے اوپر بیان ہوا اور کبھی

حال مترادفہ ایک ذوالحال کے چند حال متساوی الرتبہ واقع ہوتے ہین انکو حال مترادفہ یا حال بر حال کہتے ہین فردوسی ہ رزم رستم و شنگل مین لکھتے ہین شعر بیک زخم صد نیزہ کردی قلم ٭ خروشان و جوشان چو شیر ژیم ٭ خروشان و جوشان کردی کی ضمیر مرفوع سے متساوی الرتبہ حال ہین اور جملہ اسمیہ جیسے سعدی کا شعر بہ بدبختی و نیک بختی قلم ٭ بگردید و ما ہمچنان و شکم ٭ و ہمچنان و شکم بگردید کی ضمیر مرفوع مستتر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت خجل ٭ تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل ٭ ان دونون مین فقط ایک واؤ رابط ہے ۔ کبھی بنظر تاکید صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے ہین اسوقت اول پر سے الف ونون حالیہ کا تخفیفاً حذف کرنا بھی جائز ہے تا دونون صیغے ملکر بمنزلہ ایک صیغہ کے ہوجاین جیسے پرس پرسان و کش کشان و خند خندان ۔ مولوی معنوی شعر پرس پرسان میکشیدش تا بصدر ٭ گفت گنجے یافتم اما بصبر ٭ ولہ فکر در سینہ در آید نو بہ نو ٭ خند خندان پیش او تو باز رو ٭ جنب جنبان فردوسی شعر زمین جنب جنبان شد و روز تار ٭ پس اندر فراز آمد و پیش غار ٭ اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے موخر بھی جیسے امثلۂ بالا سے ہویدا ہے

حال کا ذوالحال پر مقدم ہونا اور ذوالحال کا حال پر مؤخر ہونا

اسم اور امر کی ترکیب سے قدر اور اندازہ

واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب کبھی اسم اور امر کی ترکیب لفظ دار کیطرح قدر اور اندازہ کو بتلاتی ہے نظامیؒ
شعر بہر ان دہد کوبد مور خوار ✦ دہد پیل را طعمۂ پیل وار ✦ **صفت مشبہ** وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم
تعریف صفت مشبہ سے اُس شئے کے لیئے اشتقاق کیا جاتا ہے کہ جسکے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اُس شے کے
ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجدد اکثر کی قید اس لیئے ہے کہ تاخفتہ و رفتہ و مردہ
وغیرہ اس سے خارج نہ ہوں اسواسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا انکے فاعلون مین امر حادث ہے نہ ثابت
کیا معنی کہ سونا بعد بیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے۔ اسکے صیغے سوائے صورت
صیغہ صفت مشبہ کے وزن اسم فاعل
اسم فاعل کے کئی طرح مستعمل ہین۔ ایک تو جسطرح عربی مین فعیل جیسے اسم مفعول (مثلاً قتیل و جریح)
کی میزان ہے صفت مشبہ (مثلاً رحیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسیطرح فارسی مین خفتہ
و رفتہ و مردہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ مین مشترک ہے سعدیؒ **شعر** باطل ست
آنکہ مدعی گوید ✦ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ✦ **ولہ** نام نیک رفتگان ضائع مکن ✦ تا بماند نام نیکت
صیغہ صفت مشبہ کی اسم مفعول کے وزن پر نظر
برقرار ✦ انکی صورت ظاہری پر نظر کرکے انکو اسم مفعول کہدینا یہ توجہی کی بات ہے اسواسطے
کہ اسم مفعول اُس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اب یہان خفتہ پر کس کا خواب اور رفتگان
پر کسکی رفتار واقع ہوئی۔ دوسرا اسم حالیہ کی شکل مین جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے
آب روان و مہر درخشان و پیل دمان و برق جہان اضافت کے ساتھ تا معنی سال کا شابہ ترا ہے
سعدیؒ **شعر** نہ مردست آن بنزدیک خردمند ✦ کہ یا پیل دمان پیکار جوید **ولہ** گفت احوال برق
جہانست ✦ دمے پیدا و دیگر دم نہانست ✦ فردوسیؒ کا موس کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین
شعر چنین ست رسم جہان جہان ✦ گہے با غم و درد گہ شادمان ✦ اردشیر کے خاتمہ کار مین لکھتے ہین
شعر بیا تا ہمہ دست نیکی بریم ✦ جہان جہان را بد نسپریم ✦ اے روزگار بے ثبات ناپائدار را۔
لفظ جہان کی تحقیق
جاننا چاہیئے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکلجانے والا یعنی بے ثبات غیر قار کیونکہ جیستن بالفتح سے
مشتق ہے اور وہ معنی مین کودنے کے ہے لیکن جب نام ایک شئے کا رکھدیا اُسکے کسرۂ حرف اول کو
فتح سے بدلدیا تا معنی وصفی سے ذہول ہوجاے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جاے جس طرح
ہاے تسمیہ صیغہاے صفت پر بڑہائی جاتی ہے جیسے دلسوز سے دلسوزہ اسیوجہ سے جیسے دنیاے
ناپائدار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہین نظامیؒ کا شعر ہے

شعر جہان خوش بدان نیست کارے بدست ٭ بزنجیر وقفلش کنی پائے بست ٭ اور کبھی دو اسمون کی ترکیب سے معنی صفت مشبہ کے حاصل کرتے ہین جیسے سرو بالا و گلعذار۔ میر نجات صاحب گل کشتی کا شعر

شعر سرو بالا صنمے آمدہ خوش بر سر پا ٭ از سر صدق بگوئیم ہمہ نام خدا ٭ اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معنی صفت کے فقط اس ہیات خاص ترکیبی سے کہ متکلم نے دو کلمون کو بمنزلہ ایک کلمہ کے قرار دیا ہے پیدا ہوتے ہین اور درحقیقت یہ ہر دو اسم آپس مین ایسی نسبت رکھتے ہین کہ اگر ان سے لحاظ افراد اٹھا دیا جاوے تو یا تو ترکیب اضافی متحقق ہوگی اور اضافت بھی۔ یا تشبیہی جسکو بیانیہ کہتے ہین جیسے خرشید چہر سرو بالا یا حقیقی جیسے جامہ یار سا۔ سعدیؒ فرماتے ہین شعر ہر کرا جامہ پارسا بینی ٭ پارسا دان و نیکمرد ان گار ٭ اور کبھی یہ دونون ترکیبین مقلوب بھی ہوجاتے ہین اوّل یعنی قلب تشبیہی جیسے ابرش سپہر مد چاچ کا شعر ہے شعر مہر منوچہر چہر آرش ابرش سپہر پچھر فغفور فرحید راحمد شعار ٭ ثانی یعنی قلب اضافت حقیقی جیسے جور پیشہ سپاس اندیشہ سعدیؒ فرماتے ہین شعر نکند جور پیشہ سلطانی ٭ کہ نیاید ز گرگ چوپانی ٭ یا ترکیب اتصافی متحقق ہوگی جیسے روسیاہ لب خشک زبان دراز سینہ صاف جامیؒ شعر تو آب رحمتی آن بہ کہ گاہے ٭ کنی بر حال لب خشکان نگاہے ٭ اور اکثر اس ترکیب کا قلب بھی مستعمل ہے جیسے سیاہ روی نیک خوی مرغولہ موی تشنہ لب جیسے ع ما تشنہ لبانیم تو ئی آب حیات ٭ یا باہم ظرف و مظروف کا علاقہ متحقق ہوگا یعنے ان دونون اسمون کے درمیان مین بر یا در نکالنا پڑے جیسے ازدہا دوش اے کیکہ ازدہا بر دوش دارد رحمل اے کسیکہ در دل اور حم ست فردوسیؒ شعر نخواہیم بر گاہ ضحاک را ٭ مر آن ازدہا دوش ناپاک را ٭ اب انہی صیغہاے صفات کی ترکیب اور ڈھنگ سے ضبط کیجاتی ہے تا ناظرین فغز خیال بلند اندیشہ لطف اندوز ہون اور اس اختراع نادر کی داد دین۔

گوہر ازین بیش زکانیکہ زاد		نادرہ چندین ززبانیکہ زاد	
ہر خرفش زیور معنی ست بین		گر نشناسی لبغرامت نشین	

وہو ہذا جن دو اسمون کی ترکیب اسنادی سے معنی وصفی حاصل ہو کر متعلق مسند الیہ کو موصوف بنانا چاہین اس مرکب کو مین صفت مشبہ ترکیبی کہتا ہون اُن مین مسند مقدم ہو تو اکثری اور موخر تو اقلی پھر ہر ایک مین مسند مسند الیہ بلا تاویل بنے تو صغری جیسے اکثری مین پاک نظر نوآئین سیر چشم

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون کے درمیان اضافت حقیقی یا تشبیہی ہو تو ترکیب اضافی کی تشبیہی ہوگی اور دونون ہر دو مین متحقق ہوگی

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ترکیب اتصافی کی صلاحیت ہے

صفت مشبہ ترکیبی کے دونون اسمون مین ظرف و مظروف کا علاقہ ۱۲

بیان صفت مشبہ ترکیبی کی ایک نادر طرز پر

عصمت بنیاد تقدس فرش قدسی نفس کشادہ رو خیرہ چشم نگارین تمثال زرین پر و بال شوربخت خالی کیسہ تنگ سرمایہ سنگدل پاک گوہر یعنی آنکہ نظر او پاک ست و آئین او نوست و چشم او سیرت الخ اور اقلی مین کہ دورت رفتہ سراپا نگار سرگرم۔ دلریش سربلند جگر خون سراپا نمار روسیہ زبان دراز سیہ ناف یعنی آنکہ کہ دورت او رفتہ است سراپاے او نگارست سراو گرم است الخ اور جو بروقت اسناد لفظ مثل مقدر ماننا پڑے تو وسطی جیسے اکثری مین ماہ طلعت خرشید رخ غنچہ طبع یاقوت لب گوہر دندان یعنی آنکہ طلعت او مثل ماہ ست و رخ او چون خورشید است و لب او مانند یاقوت ست الخ۔ اقلی و وسطی جیسے تن البرز و ابرش سپہر یعنی آنکہ تن او مثل البرز کوہ است و ابرش او چون سپہر ست اور جو لفظ مثل و مثل لفظ مسند الیہ مقدر ماننا پڑے تو کبری جیسے اکثری مین صدف دہان سلیمان جاہ سکندر حشمت جم مرتبت دارا رای مظفر فر یعنی آنکہ دہان او مثل دہان صدف ست جاہ او چون جاہ سلیمان ست حشمت او مانند حشمت سکندر است الخ۔ اقلی کبری جیسے جامہ پارسا۔ یعنی آنکہ جامہ او مثل جامہ پارسا ست اے کسیکہ زی پارسایان گرفتہ واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔

بحث الفعل

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے مین مستقل ہو محتاج انضمام کلمہ دیگر نہ ہو یعنی وہ معنی مستقل بالمفہومیت ہون اور اُس سے تینون زمانون مین سے کسی ایک معین زمانے کا اقتران بھی مفہوم ہو تو فعل کہلاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ زمانے تین ہین ماضی حال مستقبل ماضی گزرے ہوے زمانہ کو کہتے ہین مستقبل آنے والے زمانہ کا نام ہے حال ان دونون زمانون کے درمیان کا وقت۔ اس سے یہ بات سمجھ مین آگئی ہوگی کہ درحقیقت زمانے دو ہین ماضی یا مستقبل اور حال ایک آن کا نام ہے اور یہ آن ماضی اور مستقبل کے درمیان فصل مشترک ہے جسطرح نقطہ خط مین لیکن مجازاً زمانے کی ایک تقسیم سے جسقدر حصے کیے جائین اُن اقسام متساویہ مین سے جس قسم مین یہ آن دائر و سائر ہوگی اس قسم کو بہ نسبت اقسام گذشتہ و آئندہ حال کہتے ہین جیسے زمانہ کو صدیون برسون مہینون دنون گھنٹون منٹون وغیرہ مین وہ آن ہوگی وہ ہی حال کے نام سے مشہور ہے چنانچہ ماہ حال سال حال محاورہ اور زبان زد ہے۔ واضح ہو کہ فعل ان تینون معنون کو مشتمل ہے حدث یعنی معنی مصدری جو مدلول مادۂ فعل ہے۔ اور بہ نسبت جانب کسی نہ کسی فاعل معین کے اور اقتران زمان جسپر ہیأت

مادہ صرف ہیئت قرآن پر دلالت کرنے سے فعل حد مفرد

فعل کی دلالت کرتی ہے لیکن مادہ اور ہیئت کے جدی جدی معنون پر دلالت کرنے سے فعل حد مفرد سے خارج ہوکر مرکبات مین داخل نہین ہوتا اسواسطے کہ یہ ہیئات اجزاے مترتبہ فی التکلم والسمع نہین ہے صرف مادہ کی تبعیت مین ملحوظ و مسموع ہوجاتی ہے اور مرکب کے لیئے لحاظ تبعیت کفایت نہین کرتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جیسے کروزید یا عمرو دکند زید یا عمرو یعنی کرنا زید یا عمرو کا زمانۂ ماضی اور حال یا مستقبل مین پس دلالت فعل کی ان تینون معنون کے مجموعہ پر دلالت مطابقی ہوئی اور اس مجموعہ مین نسبت فاعلی ایک ایسا جزو ہے کہ وہ غیر مستقل بالمفہومیت ہے اسواسطے کہ وہ آلہ اور واسطۂ ارتباط فعل یا فاعل ہے اور آلات و روابط معنے حرفی غیر مستقل بالمفہومیت ہین اور ظاہر ہے کہ مجموعۂ مرکب مین ایسے جزو کی مداخلت بمعنی حرفی غیر مستقل ہو اس مجموعۂ مرکب کو غیر مستقل بنا دیگی تو فعل مستقل بالمفہومیت نہین رہ سکتا پھر معنی فعل کا محکوم بہ واقع ہونا محال ہوجائیگا اسی وجہ سے حضرت جامی قدس سرہ العزیز نے کافیہ کی دلیل حصر ما دل علی معنی فی نفسہ مین دلالت کو اعم یعنی مطلق رکھا ہے اور مطلق کا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوا کرتا ہے تعریف اسم مین مطابقی کی اور تعریف فعل مین تضمنی کی ضمن مین متحقق ہوگا مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کیا معنی کہ یہ امر محقق و مسلم ہے کہ تضمنی بغیر ضمن مطابقی کے نہین پائی جاتی تو تضمنی کے استقلال اور مطابقی کے عدم استقلال کا کیونکر حکم لگا سکتے ہین۔ تاہم البتہ اجمال و تفصیل کا فرق کر دینے سے کچھ بات بنجائیگی یعنی معنی فعل کو اگر بنظر اجمالی دیکھا جاے ایک گول سول مستقل بالمفہومیت ہونگے اور اگر بنظر تفصیلی ملاحظہ ہون عقل تو بال کی کھال کھینچ ڈالتی ہے تو اسکے کل اجزا نسبت حدث وغیرہ سب کو الگ الگ بکھیر کر رکھدیگی پھر معنی فعل کے مستقل بالمفہومیت نہ رہینگے چنانچہ میر زاہد رحمۃ اللہ تعالےٰ شرح مواقف امور عامہ کے موقف ثانی وجود و عدم کی بحث مین فرماتے ہین وھکذا ینبغی ان یفھم معنی الفعل فان معناہ معنی اجمالی مستقل بالمفھومیۃ بخلاف العقل الی الحدث والزمان والنسبۃ الی الفاعل المعین واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

مجموعہ معنی فعل مین نسبت جزو کے دخل سے استقلال فعل کے فوت ہوجانے کا بیان

مولانا جامی کا معنی دلالت کو دلیل حصر مین اعم رکھنے کی وجہ

معنی فعل کو اجمال اور تفصیل کے لحاظ سے مستقل و غیر مستقل بنانا

افعال دو قسم کے ہوتے ہین لازم اور متعدی **لازم** وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہوجاے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اس فعل کا فاعل سے تجاوز کرکے مفعول بہ پر پہونچنا تقدیراً یا تحقیقاً کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم مین اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا افادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہین مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑین ہماری تعریف کے منافی نہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

تعریف فعل لازم

تعریف فعل لازم مین اعتبار عدم ضرورت کا فائدہ

فعل لازم کا بلا ربط حرف جار مفعول زبان عربی مین ۔ زبان فارسی مین ۔ زبان اردو مین

سب مین عام ہے جیسے ارشاد قرآنی ہے وَجَاءَتْهُمُ الْمُرْسَلُونَ اور حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ دیکھیے یہان ضمیر جمع غائب بلاتوسط حرف جار خاصہ مفعول بہ ہے اور **شعر** در لغ آمدم زان ہمہ بوستان ۔ تہی دست رفتن سوے دوستان ۔ مصرعۂ اول مین بہم متکلم اور مصرعۂ ثانی مین سوے دوستان بلا واسطۂ رابط آمد اور رفتن کے مفعول بہ ہین اور اردو مین جیسے کہتے ہین مجکو بخار آیا۔ میر تقی کا شعر ہے **شعر** کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا ۔ کس جان کو بہ مرگ کا پیغام نہ آیا ۔ **متعدی** وہ فعل ہے کہ فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہونچا تحقیقاً یا تقدیراً اسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زد زید عمرو را تقدیراً جیسے نظامیؒ کا شعر ہے **شعر** زمین نادر د تانگوئی بیار ۔ نبارد ہوا تانگوئی ببار ۔ اے نیاورد زمین رستنیہا را و نبارد ہوا باران را۔ اب طریقۂ اشتقاق ملاحظہ فرمایئے ۔

تعریف فعل متعدی

الماضی

بیان صیغہ فعل ماضی و طریقۂ اشتقاق و صیغہ

لازمہ ذات مصدر نون کے گرادینے اور حرف اخیر کو ساکن کردینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد۔ ہم اس ماضی مطلق کو بمقابلہ ماضی ناقص کے بحکم اذا اطلق اطلق الفرد الکامل ماضی کامل کے ساتھ ملقب کرتے ہین۔ اگر اسکے اول مین نفی یا ہمی یا اخیر مین یاے مجہول زیادہ کیجاے ماضی ناقص جسکو تمنائی۔ شرطی ناتمام دوامی استمراری کہتے ہین ظہور باے جیسے گفت سے می گفت یا ہمی گفت یا گفتی مگر حروف تمنا کا اقتران جیسے کاش و کاشکے و کاج ان ماضیون کی تمنائیت پر قرینہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے **شعر** از خدا اقرب تو آن روز کہ مے خواست رقیب ۔ کاش آزادی مانیز تمنا مے کرد ۔ فردوسیؒ[۱۱۲] **شعر** نہ زادے مرا کاشکے مادرم ۔ وگر زاد مرگ آمدے برسرم ۔ اور ادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا اتصال انکی شرطیت پر دال ہے۔ سعدیؒ **شعر** نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے ۔ کسے بحال خود از دست کس نیاسودے ۔ اور ان ہر دو یعنی ادات تمنا و شرط سے خالی رہنا دوامیت و استمرار کے معنی دیتا ہے۔ اور کبھی سیاق و سباق کلام قرینۂ مقام بتاتا ہے فردوسیؒ[۴۳۱] **شعر** مرا کاش ہرگز نہ پروردہ بود ۔ چو پروردہ بودی شبانم ربود ۔ اے نہ پروردہ بودے۔ نظامیؒ **شعر** بدار انداد انچہ دادار نخست ۔ ہمان دادہ را نیز ازو باز جست ۔ اے انچہ مے داد یعنی سکندر نے دارا کو زر دیا جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا۔ اور کبھی یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیے بھی لائی جاتی ہین جیسے

ماضی فعل کا بلا ربط حرف جار مفعول ہونا زبان عربی مین ہے

ماضی فعل کا بلا ربط حرف جار مفعول ہونا زبان فارسی مین ہے

ماضی فعل کا بلا ربط حرف جار مفعول ہونا زبان اردو مین ہے

ماضی فعل کا شرط کے ساتھ مقرون ہونا زبان عربی مین ہے

ماضی فعل کا شرط کے ساتھ مقرون ہونا زبان فارسی مین ہے

ماضی فعل کا شرط کے ساتھ مقرون ہونا زبان اردو مین ہے

ماضی فعل کا خالی ہونا دوام و استمرار سے زبان عربی مین ہے

ماضی فعل کا خالی ہونا دوام و استمرار سے زبان فارسی مین ہے

ماضی فعل کا خالی ہونا دوام و استمرار سے زبان اردو مین ہے

[۱۱۲] فردوسی طوسی حکیم ابو القاسم حسن بن علی بن اسحاق بن شرفشاہ متوفی ۴۱۱ھ شاہنامہ و یوسف و زلیخا و دیگر مثنوی و قصائد و غزلیات و رباعیات مشہور ہے

[۴۳۱] فردوسی حکیم ابو القاسم حسن بن علی بن اسحاق بن شرفشاہ متوفی ۴۱۱ھ شاہنامہ و یوسف و زلیخا و دیگر مثنوی و قصائد و غزلیات و رباعیات مشہور ہے

[۱] مثال تمنا بلا علامت تمنا ۱۲

[۲] مثال استمرار بغیر علامت استمرار ۱۲

ماضی فعل کا بلا قصد دوام و استمرار کے بھی آنا زبان عربی مین ہے

ماضی فعل کا بلا قصد دوام و استمرار کے بھی آنا زبان فارسی مین ہے

ماضی فعل کا بلا قصد دوام و استمرار کے بھی آنا زبان اردو مین ہے

محض حسن کلام کے لیے بھی ماضی کا لائی جانا زبان عربی مین ہے

محض حسن کلام کے لیے بھی ماضی کا لائی جانا زبان فارسی مین ہے

محض حسن کلام کے لیے بھی ماضی کا لائی جانا زبان اردو مین ہے

فردوسی ۲۵۲ فرماتے ہین شعر زرومی ومصری وازبربری ٭ سواران شایستہ ولشکری ٭ گزین کردہ پیر ده وده هزار ٭ همه رزم جوے وهمه نامدار ٭ زاختر شناسان وازموبدان ٭ جهان دیدہ وناموربخردان ٭ همی برد باخویشتن شصت مرد ٭ پژوهندهٔ روزگار نبرد ٭ اے گزین کردہ باخویشتن برد ولہ ۲۵۳ اگرخصت شاہ بودی کہ من ٭ بیایم بنزدیک این انجمن ٭ نمی ماندی زنده ازلشکرت ٭ همی برسرنیزه بودے سرت

مولوی معنوی ۲۵۴ شعر همچنین درگریه ودرنالہ او ٭ مے شمردی جرم چندین ساله او ٭ یہان یاتومی وهمی کو زائد مانین یایاے تحتانی کو جس طرح اس شعر مین می اور همی هردو جمع هوگئے هین ان مین سے ایک کو زائد ماننا چاهیئے۔ مولوی معنوی ۲۵۵ شعر آن ولی حق چو پیدا شد زدور ٭ ازسراپایش همی ریخت نور اور ماضی کامل هویا ناقص انکے اخیر مین ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا هوتے هین جیسے ان جدولون سے واضح ہے۔

جدول تصریف ماضی کامل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفت	گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

جدول قسم اوّل تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گفت ۲۵۶	می گفتند	می گفتی	می گفتید	می گفتم	می گفتیم

جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفتے	گفتندے	۰	۰	گفتمے	۰

یہان چونکہ صیغہ واحد حاضر هین دو یاے مجہول کا اجتماع ایک نامانوس سا تھا تو وہ صیغہ بہت کم مستعمل ہوا اور اُسکی متابعت سے صیغۂ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر کو فصحانے اپنے کلام مین بہت کم استعمال کیا جس سے عوام اُنکو متروک الاستعمال تصور کرنے لگے مگر درحقیقت ایسا نہین جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شذوذ مستعمل هو بھی جاتے هین چنانچہ صیغہ حاضر فردوسی ۲۵۶ کے اس شعر مین شعر مرا کاش هرگز نہ پروردیئے ٭ چو پروردہ بودی

بعد وفات سکندر آسمان سے شکوہ کرنے ہین

داستان لشکر کشی سکندر بر جنگ فور

شاہ ماژندران کے پاس اسکم کے پیام بھیجنے کا ذکر اور اسکا جواب

بجاے لفظ می لفظ همی کا لانا اسی معنی سے کہ آزادہ کرنا ہے بخوف طوالت ترجمہ حالات اسکو چھوڑ دیا

یاے مجہول والی یا جو نہیں کہتے ہین صیغے ہمی نہیں کہتے ہین صیغہ واحد وجمع حاضر اور صیغہ متکلم مع الغیر کو فصحا قلیل الاستعمال جمع متکلم مع الغیر کو متروک الاستعمال تصور نہین کرتے

نیازردیے ٭ مولوی معنوی ۱۲۷ شعر شادگشتی ہرکہ رویت دیدیے ٭ دیدنت ملک جہان ازدیدیے ٭
۱۲۸
ولہ درنمازاستادہ بدبرروے ریگ ٭ ریگ کزنقش بجوشدآب دیگ ٭ گفتیے سرست برسبزہ وگل ست
یاسوارہ بربراق ودلدل ست ٭ اے میگفتی۔ اور صیغۂ جمع متکلم جیسے مولانا سے رومؒ کے اس شعر
۱۲۹
مین شعر پس زمستیہا بگفتندا ے دریغ ٭ برزمین باران بدادیمی چومیغ ٭ گستریدیمی دران بیداوجاہ
عدل وانصاف وعبادات ووفا ٭ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیئے کہ اگرکسی امر متوقع پر
صیغۂ ماضی کے بجاے صیغۂ مضارع کے استعمال کرنے کی وجہ دلائل خارجیہ سے ایسا ثبوت بہم پہونچ جاے کہ اُسکے وقوع متوقعہ مین کسی نوع کا شک باقی
نہ رہے تو ایسے متوقع بلکہ متیقن الوقوع کو بجاے صیغۂ مضارع صیغۂ ماضی کے ساتھ بیان کرتے ہین
۱۳۰
سعدیؒ شعر گرمشت آنچہ درناصوابی گرشت ٭ ورین نیزہم درنیابی گزشت ٭ اے اگرابن باقی عمرا
نیزبغفلت سپاری مثل عمرگزشتہ بگزرد ٭ مولوی معنویؒ ۱۳۱ شعر پیش شیخ آمدکہ اے شیخ دشت ٭ توبیقین
دان کہ مرااُستادکشت ٭ گربرِاستاروم دست تہی ٭ اومرا بکمشد اجازت میدہی ٭ اے یقین دان
کہ اُستادمرابکشدالخ۔ فغانی کا شعر ہے شعر تواے گل بعدازین باہرکہ می خواہد دلت بنشین ٭ کہ من
چون لالہ باداغ جفایت زین چمن رفتم ٭ ولے مے باید وصبرے کہ آرد تاب دیدارش ٭ فغانی گرولے
داری توباش اینجاکہ من رفتم ٭ بس مین فارسی مین ان دو کامل وناقص ماضیون کا اور ان تین
تصریفون کا قائل ہون۔ تصریف تین مین اسلیئے کہ می اور ہمی کو ایک ہی سمجھتا ہون۔ پس است و
بود وشاید وباید وتواند وتوان کی ترکیب سے میرے نزدیک فعل صفر نہین رہتا جملہ بنجاتا
ہے پھران جمل فعلیہ کو بسیط صیغے ماننا ماضی قریب ماضی بعید ماضی تشکی ماضی مع القدرت وغیرہ
کے ساتھ ملقب کرنا بڑی مسامحت ہے اسکی کچھ تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ بیان مستقبل کے ضمن مین عرض
کرونگا اگرچہ اس مین ایک جمہور قواعدنگارون کا خلاف ہے مگرخردخداداد کے نزدیک جوامر محقق ہو
پیش کردینا انصاف ہے۔ خیر یہ جمل فعلیہ ہون یا فعل صفر یہان ایک امر جوبڑے بڑے فاضل
انشاپردازون کا مزلۃ الاقدام بناہواہے واجب العرض ہے عرض کرتا ہون ذراتوجہ کے ساتھ
ملاحظہ فرمائین وہ یہ ہے کہ تواند اُسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جہان اُسکا فاعل عبارت مین مذکور ہو
جیسے قطعہ بندہ ہمان بہ کہ زتقصیر خویش ٭ عذربدرگاہ خداآورد ٭ ورنہ سزاوار خداوندیش ٭
کس نتواندکہ بجاآورد ٭ اس مین لفظ کس فاعل نتواند کا مذکور ہے برخلاف توان کے کہ اوسکی

است بود وشاید وباید وتواند وتوان کی ترکیب سے وہ فعل کلام بنجاتا ہے کہ فعل نہین رہتا

توان وتواند کا فرق

فاعل کا عدم ذکر واجب ہے جیسے شعر توان در بلاغت بسحبان رسید ✦ نہ در کنہ بچون بسحبان رسید ✦ بعض وقت اسکے مفعول کو جو حاصل بالمصدر صورت مین ماضی کی ہوا کرتا ہے حذف کرتے ہین فردوسیؒ شعر کیے آنکہ از نامداران گوان ✦ سپردن بہت توان کے توان نہ اسے کے توان کرد۔ اس کے فاعل کا عدم ذکر اسوجہ سے واجب ہے کہ یہ لفظ توان دراصل صیغہ جمع غائب توانند کا مخفف ہے اور صیغہاے جمع غائب بجاے مجہول مستعمل ہوا کرتے ہین جیسے اس شعر مین سعدیؒ شعر چو دارند گنج از سپاہی دریغ ✦ در یغ آیدش دست بردن بہ تیغ ✦ یعنی سپاہی سے خزانہ دریغ رکھا جاے الخ ظہوری شعر خبر از راز پنہانیش دادند ✦ سواد خط پیشانیش دادند ✦ ولہ گر اکسیر سرور و سور سازند ✦ ز خاک پاک بیجاپور سازند ✦ یعنی ممدوح کو اسرار نہانی کی خبر دی گئی ہے الخ اگر سور و سرور کے لیئے اکسیر بنائی جائے بیجاپور کی خاک سے بنائی جاے۔ سعدیؒ شعر مشو تا توانی ز رحمت بری ✦ کہ رحمت برندت چو رحمت بری ✦ اسی طرح آغاز حکایات مین اکثر مستعمل ہے جیسے بوستان مین ہے شعر حکایت کنند از جفا گستریے ✦ کہ زر مندہی داشت بر کشوریے ✦ چنانچہ عربی مین حُکِیَ ان کے ساتھ حکایت شروع کرتے ہین مدخول ان یعنی تمام حکایت تاویل مین مفرد کی ہو کر فعل مجہول حُکِیَ کا مفعول مالم یسمّ فاعلہ بنجاتا ہے۔ یہ امر کچھ فارسی کی خصوصیات سے نہین ہے اردو مین بھی یہی بات ہے آغاز حکایات مین جیسے کہتے ہین کہ کسی شہر مین کوئی بادشاہ تھا" یہان بھی مدخول کہ یعنی تمام حکایت تاویل مین مفرد کے ہو کر حکایت کنند اور کہتے ہین کا مفعول مالم یسمّ فاعلہ ہے۔ مترجم شمشیر خانی صاحب سرور سلطانی خاتمہ کتاب مین لکھتے ہین نثر اور ذوالقرنین جو لقب ہوا اسکی کئی وجہین لکھی ہین" اور ممکن ہے کہ ان اقوال سے جیسے حکایت کنند سے حکایت کنندگان اور دارند گنج از سپاہی در یغ سے در یغ دارندگان مفہوم ہوتا ہے انکی جانب یہ جمع کی ضمیر (جو فاعل اس فعل کی ہے) راجع ہو۔ اور یہی تاویل صیغۂ مفرد معلوم مخذوف الفاعل مین کیجاتی ہے چنانچہ میر امّن دہلوی نے باغ و بہار کی آغاز داستان مین اسی تاویل کی مطابقت کی ہے جہان لکھا ہے "کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک مین الخ" جیسے آفرید مولوی معنویؒ کے اس شعر مین شعر زندہ شد او چون پیمبر را بدید ✦ گویا آدم مرا و را آفرید ✦ غرض اگر صیغۂ جمع غائب توانند بلا تخفیف سالم مذکور ہو تو اسکے فاعل کو ذکر کرنا اور حذف دونون امر متساوی ہین در صورت حذف وہی دو تاویلین یا بمنزلہ مجہول قرار دین یا اس فعل سے

فقط توان کی تحقیق
کا بجاے صیغہاے جمع غائب استعمال

جو صیغہ اسم فاعل کا مفہوم ہوتا ہے اُسکی جانب ضمیر جمع کو راجع کردین اور اگر صیغہ مین تخفیف کرکے توان کہا جاتا ہے تو عدم ذکر فاعل کا بمنزلہ شرط کے ہوکر واجب ہوجاتا ہے تا تخفیف لفظ تخفیف معنے پر دال ہوجاے اب توان کے ساتھ فاعل کا ذکر کرنا خطا ہوگا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب اسکی نظیر لفظ خواہی اور اُسکا مخفف خواہ عنادیہ ہے چنانچہ بیان حروف عناد مین عرض کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ الحاصل فرق تواند و توان مین معلوم ہوگیا کہ ذکر فاعل تواند مین واجب اور عدم ذکر فاعل توان مین مشروط ہے پس محقق صاحب طبع رسا نکتہ سنجی دقیقہ رسی مین بے نظیر یکتا۔ استاد فن امام سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ تحقیقات غوامض سخن مین جو فرمایا ہے "توان در محل تواند نیز آید نظیری گوید ؎ نگارے تند خو دارم قمر ہیکل فلک شیوہ ✤ بہر کس بد کند خاطر نباشد روے بہبودش مزاج نازکی دارد کہ بہر ہیچ مے رنجد ✤ چو مے رنجد کسے نتوان بصد جان کرد خوشنودش ✤ غلط نسخہ پر اعتماد کرلیا الحق غلط نویس کاتبون کے تصرفات بیجا ایسے ہی دھوکے مین ڈالدیتے ہین ورنہ یہ شعر اسطرح ہے شعر مزاج نازکے دارد کہ بہر ہیچ مے رنجد ✤ چو رنجید از کسے نتوان بصد جان کرد خوشنودش اور نسخہ مطبوعہ بھی یون ہی ہے پس توان کا تواند کی جگہ استعمال ثابت نہ ہوا واللہ تعالیٰ اعلم اور مطلق ماضی پر الف زائد بھی لایا جاتا ہے اس مین خصوصیت صیغہ واحد غائب کی کچھ نہین جیسے گفتا گفت صیغہ غائب سے گستردیا گستردی صیغہ حاضر سے آباد ما آباد م صیغہ متکلم سے سعدی ؎ شعر بگفتا من گلے ناچیز بودم ✤ ولیکن مدتے با گل نشستم ✤ فردوسی ؎ شعر نگہ کن کزین بد گہ گستردیا ✤ اباشاہ ایران چہ برخوردیا ✤ وله زہر نیکوئی بہرہ ور بودیا ✤ چنان کرد لم رنگ بزدودیا ✤ وله زنامردی خویش ترسیدیا ✤ زجان دروانم تو ببریدیا ✤ وله من از بادشاہیت آباد ما ✤ بزرگان فرخندہ بنیاد ما

المضارع

حال اور استقبال کے دونون زمانون مین شرکت رکھنے والے صیغہ کا مضارع نام ہے اور لغت مین ایک پستان سے دو دودھ پینے والے بچون کو آپسمین مضارع کہتے ہین تو مناسبت ظاہر ہے کہ حال اور استقبال کے دونون زمانے اسی ایک صیغہ کے ساتھ جبکا مضارع نام ہے وابستہ ہین تو صیغہ مضارع کو حالی و استقبالی ہر دو معنونکے وضع مین مشترک ماننا بہ نسبت ایک کو حقیقت دوسری کو مجاز کہنے کے اولی و اصوب ہوگا بلکہ معنی امر کے لیئے بھی صیغہ مضارع کا مشترک ہے اسواسطے کہ امر چاہے

غائب ہو یا حاضر یا متکلم اُس مین یہی ہوتا ہے کہ آمر کو اپنے حکم کرنے کے بعد مامور سے ایقاع فعل مطلوب ہوتا ہے خائب جیسے نظامیؒ **شعر** چنین داد فرمان بہ سالار بار ؛ کہ باما ندارد کس امروز کار ؛ **ولہ** بفرمود تا زین برابرش نہند **ولہ** فسون نامۂ ژندرا ترکنند ؛ وگرنہ بزندان دفتر کنند ؛ حاضر جیسے فردوسیؒ پیران کے قتل کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** گزر شان دہی تا بتوران شوند ؛ بر ایشان نہ سازی بکینہ گزند ؛ اے ایشان را راہ بدہ تا بتوران روند الخ پھر اگر کاف اور تا مصدری اُن پر آتا ہے تو ان صیغون کو مصدر بنا کر تاویل مین مفرد کے کر دیتا ہے۔ لیکن صیغہ واحد حاضر مین علامت حاضر یاے تحتانی کا حذف کرنا تخفیفاً کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ نداوا مین اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شئے کی احتیاج اس کثرت کو پہونچے اُس مین تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغۂ مرخم کا معنی مضارع عرفی مستعمل ہونا ہمارے اُس دعوے کا مؤید اور ان معنون کے باہم مشترک ہونیکی قوی دلیل ہوسکتی ہے۔ قہرمان قلمرو سخن خاقانی ؒ کا شعر ہے **شعر** دانی چہ کن بنا خوش وخوش کم کن آرزو ؛ سیمرغ وش زناکس وکس کم کن آشیان ؛ اے دانی چہ کنی الخ فردوسیؒ **شعر** میان دو صف شیدہ اورا بدید ؛ یکے باد سر داز جگر بر کشید ؛ بدو گفت پور سیاوش توئی ؛ خردمند و بیدار و خامش توئی ؛ اگر جنگ جوئی زپیش سپاہ ؛ برو دور بگزین یکے جانگاہ ؛ کز ایران وتوران نہ بینند کس ؛ نخواہند یاران فریاد رس ؛ چنین داد پاسخ بدو شہریار ؛ کہ اے شیر درندۂ کارزار ؛ زپیش پدر چون بیاراستی ؛ زلشکر نبرد مرا خواستی ؛ مرا خواستی کس نبودی روا ؛ کہ پیشت فرستادمے ناسزا ؛ کنون آرزو کن یکے رزمگاہ ؛ کہ باشد بدو راز میان سپاہ ؛ اے کنون آرزومے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دو ہی مین رہیگا اسواسطے کہ امر بھی زمانہ مستقبلہ کو متضمن ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب صیغۂ امر مخاطب مین ترخیم کا اس درجہ رواج ہوگیا کہ ظاہر نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر مین صیغہ مضارع کا اسقدر اشتراک متحقق ہوگیا بلا تکلف مین کہہ سکتا ہون کہ الف والے دعائیہ صیغے بھی امر و نہی کے صیغے ہین چنانچہ اُلکی نفی کے لیئے بھی میم لائی جاتی ہے اسواسطے کہ مزید و مرخم یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونون کی نفی پر بخلاف اور صیغون کے میم لاتے ہین ورنہ اصل مین کلمۂ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس مین نہ زیادتی ہو نہ کمی پس یہ مزید و مرخم صیغے

امر واحد حاضر مین علامت حاضر یاے تحتانی کے حذف کی وجہ

اسی صیغہ مرخم کا معنی عرفی مضارع مستعمل

نون کا میم سے بدلنا اسواسطے کہ مرخم ہوکر کمزور ہوگیا کہ اسکے بدلنے سے کچھ فرق نہ آئے

الف والے صیغے نہی اور دعائیہ الف والے صیغون پر نفی کے لیئے میم لائی جاتی ہے

خلاف اصل ہوئے تو انکی نفی کے لیئے میم ایک ایسا حرف قرار پایا کہ وہ اصلی حرف نفی نہین ہی اسواسطے کہ نفی کے لیئے فارسی مین مصادر اور سائر افعال پر نون نافیہ لایا جاتا ہے کیا معنی کہ جب تلک یہ صیغہ اپنی اصلیت پر بلا ترخیم وزیادت رہیگا اُس پر نفی کے لیئے نون ہی لایا جائیگا جیسے سعدیؒ کا شعر ہے شعر معشوق ہزار دوست را دل ندہی ٭ اے دل مدہ - نظامیؒ فرماتے ہین شعر چنان بہ کہ با او مدارا کنید ٭ بیائید و عذر آشکارا کنید ٭ نباید کہ آن آتش آید بتاب ٭ کہ ننشیند آنگہ بدریاے آب ٭ اے مباد اکہ آن آتش الخ ولہ سکندر رشتہ ہفت کشور نماند ٭ نماند کسے چون سکندر نماند ٭ اے مامادہیچ کس الخ - اسی طرح جب نفی ومنفی کے بیچ مین فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسیؒ کا شعر ہے شعر تو خون سر شہریاران مریز ٭ نہ از گاہ در غار بے بن گریز ٭ اے مگریز - جاننا چاہیئے کہ صیغہاے نہی مزخم ومزید پر جو در حقیقت امر منفی ہین بخلاف اور منفی صیغون کے میم اس لیئے لاحق کرتے ہین کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم ووجود ہے تو ان دونون معنون کے ادا کرنے کے لیئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت مین نون اور بے کے ہے جو حروف نفی واثبات ہین - البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زبان مین میم کے آتے ہین اور درصورت عکس ترتیب انکو بجاے میم کا ہرگز حاصل ہو نہین سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک مطابق ترتیب معکوس ہے - تو عرض کرتا ہون چونکہ فعل مین حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبوق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے مسبوق بالعدم ہین پس درصورت اجتماع وجود وعدم یعنی اثبات ونفی عدم کو وجود پر پیشقدمی کرنے کے لیئے اسقدر حقیت بس ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور ازروے مسئلۂ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے نفی کو اثبات پر مقدم وبالاتشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے - بنہذا یہ فعل باعتبار حقیقت منفی ہے اور منفی مین نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لابدی امر ہے تو نون بے پر مقدم ہوا اور پھر قوت مین میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بنگیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع پڑھ جاتے ہین تو انہین متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہین جلال اسیر شعر از طاقت من رنجش بیجا نہ بپرسی ٭ شاید کہ بگویم بتو عمدا نہ بپرسی ٭ نظامیؒ شعر میان دو پرکار نشست شاہ ٭ درین وودران کرد نیکو نگاہ ٭ نہ بشناخت از یکدگر بازشان ٭ نہ بے بردہ بر پردہ رازشان ٭

وجہ اول -

وجہ دوم

وجہ سوم

تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے ٭

مولوی معنوی شعر وقت غارت خواب ناید خلق را ✣ تا نہ بر باید کسے زو دلق را ✣ صاحب فرہنگ رشیدی تقدیم با بر نون کے قائل ہین اس دلیل سے اُسکا ثبوت دیتے ہین "چراکہ با از حروف زیادت است وحروف زائد درمیان کلمہ معقول نباشد" تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے اسکو رد کیا ہے پس تحقیق یہی ہے کہ نون نے پر مقدم کیا جاے اسلیئے کہ با اگرچہ حرف زائد ہے لیکن وہ اپنے فعل مدخول کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور رد و نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہے۔ چونکہ نفی اور اثبات مین تناقض ہے اور اجتماع نقیضین محال ہے اگرچہ یہان اجتماع متناقضین کا نہین کسواسطے کہ اثبات و نفی یہان جمع نہین پڑے بلکہ آلات و ادوات اثبات و نفی کے اجتماع سے صرف صورت اجتماع نقیضین کی سی ہوگئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہانتک کہ خاص خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہین یعنی اداۃ اثبات و نفی یعنی با و نون ایک فعل پر بہت کم جمع کیئے جاتے ہین مگر جب کبھی جمع ہوتے ہین وہ باجو آلۂ اثبات فعل ہے اُس فعل معروض النفی کا کا لجزء بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اُسکو واجب ہوجاتا ہے۔ اور کا لجزء بننے مین اس باے مثبتہ کو اداۃ نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض النفی قبل ان دونون نفی و اثباتی حالت کے اپنے درجۂ اطلاق مین زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت اسی مطلق کے پیرایہ مین استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجداشناس سے بے نیاز ہوا کرتا ہے یعنی علامت وجداشناس کا اُسپر لانا ضروری اور واجب نہین ہوا کرتا ہان فرد ناقص کے لیئے علامت و ممیز ضرور ہے چنانچہ اصول جبریہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اثبات و نفی یعنی جمع و تفریق کے لیئے یہان علامتین مقرر ہین ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے تقاطع جس سے چار قائے پیدا ہوجائین جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لیئے اور صرف ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے ـ نفی یعنی تفریق کے لیئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اُسپر علامت اثبات نہین لائی جاتی حروف معدود صرف اُنکے اطلاق پر چھوڑ دیئے جاتے ہین جیسے ب ـ ح بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اُسپر لانا ضرور اور واجب ہوجاتا ہے جیسے ب + ح اور یہی حال واحد اور جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیئے اسی وجہ سے

رشیدی عکس ترتیب کے قائل ہین

بلکہ فرد کامل و اثبات نفی ہین حروف نفی و اثبات

حروف نفی و اثبات

وجہ ثانی تقدیم حرف النفی بر حرف اثبات

فرد کامل کے استعمال

واحد کے فرد کامل اور جمع کے فرد ناقص ہونے پر اصول جبریہ سے استشہاد

مطلق صیغہ واحد پر دال ہوجاتا ہے اور جمع کے لیئے علامت ندد وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے دیکھیئے اصول جبر یہ مین جب حروف معدود عدد سے خالی ہون واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے متجاوز ہون پھر تعیین عدد اور اُنکا اظہار واجب ہوجاتا ہے جیسے مسئلہ ب + ب + ب = ۳ ب ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اصل ہر کثرت ہے کیا معنے کہ اُسکے کسور سے کثرت داخلی اور افزایش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت سے بے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحاد ہوا تو اداۃ مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجزء بنجانے کا ہر طرح کا استحقاق ہے۔ اور اس سے یہ بات سمجھ جائین کہ اب میم نہی پر (چونکہ وہ درحقیقت نون نفی اور بائے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک بائے زائدہ لانا جائز نہین کسواسطے کہ وہ میم نہی ایک حرف جداگانہ اور نہی ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ امر منفی تو اب اس نظر اجمالی نے اُسپر بائے زائدہ کا لانا جائز کردیا فرخی کا شعر ہے شعر آئین مہ و مہر نگہدار و بگذار ؛ فوقی یزدی شعر بیا زاہد ترک سالوس کن ؛ ریا را بزنجیر محبوس کن ؛ دگر نہ کمن آشنائی بمن ؛ بمفروش زہد ریائی بمن ؛ مگر استعمال اس میم کا جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جدا نہ ہو ورنہ وہی نون نافیہ یا ہاے مختفی متممہ یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ محقق دانا بہار فرزانہ نے درصورت فصل بھی میم ہی کو تجویز فرمایا ہے مگر اس میم کو نون نفی کی طرح مرکب بہ ہاے مختفی جو مظہر حرکت و متمم کلمہ ہے مانا ہے اور ان اشعار کو سند گردانا ہے حکیم سنائی شعر بر سر جور تو شد دین من دو تیے من ؛ کہ مہ شب پوش و قبا بادت و مہ زین و فرس ؛ ناصر خسرو شعر بر راہ امام خود ہمی نازد ؛ اورا مشناس و مہ امامش را ؛ خاقانی مصرع چو صرع آیمخت با عقلی مہ سر باد و مہ دستارش ؛ میرے نزدیک وہی نہ ہے غالباً یہ تحریف خوانی ہے البتہ کسی اُستاد اہل زبان کے مادۂ تاریخ مین یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی شَانُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ فعلون پر بجاے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی شعر در انجاے کاندیشہ نا دید جاے ؛ درود از محمد قبول از خداے ؛ خواجہ حافظ شعر ہرگز بہ شمائل تو سروے ؛ نارستہ زبوستان شاہی ؛ اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بمناسبت جواب بمطابقت جنسی مضارع غیر دعائیہ مین الف کو محض زائد بھی لے آتے ہین جیسے لفظ باد نظامی کے اس شعر مین

واحد کے فرد کامل ہونے پر دلیل

مضارع منفی کے فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت ہونے پر دلیل

مضارع منفی کے فعل مطلق کے ساتھ متصل ہونے پر دلیل

نافیہ یا ہاے مختفی متممہ کا لانا جائز ہونے پر دلیل

صاحب جامع الاوزان کے قول پر اعتراض

درصورت فصل بھی میم ہی کو نون نفی کا مانتے ہین

اس قول پر اعتراض

انجاں بجاے نون نافیہ الف کے ساتھ نا کے آنے پر دلیل

مضارع منفی مین الف محض زائد لایا جاتا ہے

شعر متاع گرانمایہ کاسد مباد ٭ وگر باد جز عیب حاسد مباد ٭ اور یہ دعائیہ صیغے بھی اور صیغوں کیطرح غائب حاضر متکلم کے ساتھ گردانے جاتے ہین غائب جیسے عرفی کا شعر ہے شعر زدورۂ تو بگویا د آسمان تا حشر ٭ کہ دور چشمِ این دولت دوو ران آمد ٭ نظامی ح شعر نشستِ تو برگاہ فرخندہ باد ٭ سران جہان پیش تو بندہ باد ٭ اور حاضر جیسے نظامی ح شعر جزین نیز بینم ترا شش خصال ٭ کہ بادی برومند از ماہ و سال ٭ فردوسی ح شعر چو خواہی کہ تاج تو ماند بجائے ٭ مبادی جز آہستہ و پاک رائے ٭ اور متکلم جیسے حسان عجم خلاق معانی خاقانی ح لغت مین فرماتے ہین شعر بینام لباس کار و بارت ٭ مُعلَم بطراز چار یارت ٭ رایات ترا خلل مبیناد ٭ آیات ترا بدل مبیناد ٭ کبھی یہ یاے خطاب بضرورت حذف کیجاتی ہے نظامی ح خردنامہ مین فرماتے ہین شعر بہر جا کہ باشی تنومند باد ٭ سپندے بر آتش فگن باد باد ٭ اور کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے صرف مضارع بغیر زیادتی الف بمعنی دعا مستعمل ہے عرفی کا شعر ح شعر پیکر خصم ترا خاک بر و سر بہ نشیب ٭ دشمن جاہ ترا دار کند سر بفراز ٭ کبھی اس لفظ باد مین جو مخفف بواد ہے الف دعائیہ کے حذف سے تخفیف در تخفیف کیجاتی ہے۔ فردوسی ح شعر بریدہ زبانت بہ شمشیر بد ٭ نہ ہست سوختہ ز آتش ہمیر بد ٭ اے زبان تو بشمشیر بریدہ باد وَلہ بدو گفت شاہا انوشہ بدی ٭ ترا بر زمین فرہ ایزدی ٭ وَلہ بد گفت گو در زانوشہ بدی ٭ زدیدار تو دور چشم بدی ٭ مگر فصحائے متاخرین نے بالتباس قبیح استعمال نہین کیا۔ اور کبھی دال اخیر کو حذف کر دیتے ہین۔ فردوسی ح شعر کہ خرم بوا میہن و مان تو ٭ بگیتی پراگندہ فرمان تو ٭ اے خرم بواد۔ مولوی معنوی ح شعر حال ما اینست در فقر و عنا ٭ ہیچ مہمانے مبا شد غیر ما ٭ اے مباد۔ اور کبھی بحکم ضرورت وقت قیام قرینہ صیغۂ دعایہ کامل حذف کیا جاتا ہے جیسے چشم بد دور نظامی ح شعر نشستہ جہانجوے با بخردان ٭ ازان دائرہ دور چشم بدان ٭ اے دور باد۔ وَلہ سر سبزش از شادی افراختہ ٭ سر خصم دریایش انداختہ اے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح ہو کہ باد بواد کا مخفف ہے چنانچہ کبھی بغیر حذف حرف اصلی مستعمل ہو جاتا ہے فردوسی ح شعر دی و در مزوت خجستہ بواد ٭ در ہر بدی بر تو بستہ بواد ٭ اگرچہ حقیقت مین لفظ باد بواد کا مخفف ہے اور بواد بود کا مزید علیہ مگر قطع نظر ان تحقیقات سے جسطرح لفظ گزشت وغیرہ اداۃ استثناء وغیرہ بنا لیے گئے ہین یہ لفظ باد بھی ادات دعا و کلمۂ دعا بنا لیا گیا ہے و در نظر ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ باد مین دال اخیر علامت مضارع واحد غائب کی ہے پھر اس پر

یا سے حاضر کے الحاق سے یا دی کہنا کسطرح جائز ہوتا جیسے یارب کو قطع نظر ترکیب ندائی کے ایک کلمہ قرار دیکر یاربہا یاربے جمع و تنکیر بنالی ہے جیسے منادا مین گزر چکا۔ غرض یہی صیغہ مضارع ہے کہ بھی حال بھی مستقبل ہوتا ہے اور یہی بھی معنی مستقبل بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہی معنی امر بھی مستعمل ہوتا ہے البتہ قرائن و علامات تعیین معنی واحد کے لیئے معین ہو جاتی ہین جیسے کلام عرب مین سین و سوف علامت مستقبل ہین فارسی مین می وہمی تخصیص معنی حال کی علامت سمجھنی چاہیئے اور کبھی اس بات کا خیال بھی نہین کرتے ان علامتون کو محض زائد لے آتے ہین۔ کبھی سیاق و سباق پر کفایت کرتے ہین۔ صائب اصفہانی کا شعر ہے شعر در آفتاب قیامت نمی شوی سیراب ✦ زنشنگی نشود تا دل تو آب اینجا ✦ یہان می محض زائد ہے ورنہ مخل معنی ہوگا کسواسطے کہ قیامت مستقبلہ ہے اور اس علامت اور فعل مین فصل بھی جائز ہے سعدیؒ شعر خورد و پوش و بخشاے و راحت رسان ✦ نگہ می چہ داری زبہر کسان ✦ علاء الدین کا شعر ہے شعر مے طعنہ زنی بمفلسیہا مارا ✦ مامفلس ازانیم کہ تو سیمبرے مولوی معنویؒ شعر مومنان آئینۂ ہمدیگراند ✦ این خبر می از پیمبر آورند ✦ کسی اُستاد کا شعر ہے شعر گوئی کہ چنان کودک می کس بہان بیند ✦ ہم چابک و ہم زیرک ہم نیکو و ہم بخرد ✦ اکثر یہ قاعدہ ہے جب اس فعل کی نفی کیجاتی ہے حرف نفی اس لفظ می پر جو علامت حال یا استمرار کا لاحق کرتے ہین مگر بعض وقت اسکے خلاف حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہین اس علامت کو خالی اور سادہ چھوڑ دیتے ہین سعدیؒ شعر مہاز و رمندی مکن بر کہان ✦ کہ بر یک نمط می نماند جہان کبھی یہ علامت مضارع مین صیغۂ ماضی کی طرح معنی دوام و استمرار پیدا کرتی ہے جلال اسیر کا شعر ہے شعر تو بہ قدر شکستگی دانست ✦ بعد ازین گاہ گاہ می شکند ✦ یہان استمرار استقبالیت مین ہے بقرینہ لفظ بعد اور ترجمہ اسکا ٹوٹتا رہیگا۔ مگر عربی کے سین و سوف کی طرح لفظ خواہد کو علامت استقبال کہنے مین مجکو بڑا تامل ہے اسواسطے کہ مثلاً اشتراک کی وجہ سے جب صیغۂ مضارع معنی حالی اور استقبالی مین مبہم غیر متعین المعنی رہا تو جیسے تعیین حال کے لیئے می یا ہی صیغۂ مضارع پر لاحق ہوتی ہین لفظ خواہد بھی اُسی مضارع پر آنا چاہیئے نہ کہ صیغۂ ماضی پر کسواسطے کہ صیغۂ ماضی مین کوئی ابہام زمانی نہین ہے جس کو یہ خواہد دفع کرے پس یہ جملہ فعلیہ ہے اسکی ترکیب خواستن کے مضارع خواہد اور ایک حاصل بالمصدر سے وقوع مین آئی ہے اور یہ حاصل بالمصدر خواہد کا

مضارع مین بھی بعض اوقات معنی حال کے تعین کی ضرورت ہوتی ہے اور لفظ می کا لاحق ہونا کبھی زائد بھی آجاتا ہے۔

اسکی علامت اور فعل مین فصل جائز ہے

بر خلاف قاعدہ کلیہ کے کبھی حرف نفی کو علامت پر جو حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہین

کبھی یہی یا ہی صیغۂ مضارع کے اخیر مین آکر مضارع ہونے مین علامت استقبال کا کام دیتے ہین

لفظ خواہد کا علامت استقبال ہونا کچھ محل تامل ہے

لفظ خواہد علامت مستقبل ہونے مین کیون تامل ہے اسکی وجہ

مفعول بہ ہے اور یہی حال توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ انکے جزء ثانی کی مصدریت
ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدیؒ شعر و خواہند بودن بحشر فریق ٭ ندانم کدامان
دہندم طریق ٭ خزین شعر گر عندلیب خامہ ات ترک نوا گوید حزین ٭ گلشن بمرغان چمن
بیت الحزن خواہد شدن ٭ توان اور تواند جیسے سعدیؒ کا شعر ہے شعر نہ ہر جای مرکب
توان تاختن ٭ کہ جا ہا سپر باید انداختن ٭ حزین شعر تو بیخبر از قصوری ادراک خودی ٭ موجود
نہان نمی تواند بودن ٭ واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور انکے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت
ماضی مین ہے) فاعل علے سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کرد مین توانائی رکھنے والا
اور کرنے والا زید ہی ہے اسیطرح خالد خواہد گفت مین خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا
خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جزء ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصۂ فعل
ہین اسی خواہد مضارع پر لگائے جاتے ہین مصدر ماضی صورت پر نہین لگائے جاتے جیسے خواہد کرد
خواہند کرد۔ خواہی کرد۔ خواہم کرد۔ خواہیم کرد۔ اسیطرح باید و شاید راست و بود و باشد کو مع انکے اسم
و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی وغیرہ نام رکھے ہین کسواسطے کہ وہ ماحصل مفہوم اس مرکب کا
ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی
کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونون معنی جدے جدے سمجھاے تو یون تشریح کی کہ "این
صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالست و معنی دیگر استقبال کہ آن را بعبارت خواہد کردن تعبیر توان نمود"
پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامحت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامیؒ نے
معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت مین ادا فرمایا ہے شعر شب شب قدر وقت وقت دعاست ٭
یافت خواہی ہر انچہ خواہی خواست ٭ اے بیابی ہر چہ طلبی - ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ
کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم مین خواہد کو جو خود مضارع خواستن کا ہے لے آنا
مستلزم دور ہے پھر تفہیم امکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیت خود مبہم
ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لیئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور نکی
استقبالیت کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خویشتن گم ست
کرا رہبری کند ٭ مین عرض کرتا ہون کہ ہمکو بیان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک و

وابہام ہماری تفہیم مین حرج انداز نہوگا کسواسطے کہ خواہد خواستن سے (جو بمعنی ارادہ کرنے کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی استقبالی ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو اُسکے بعد مذکور ہوگا اُسکا وقوع بعد اُس ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہہ پیدا ہو کہ ماضی وحال و مستقبل زمانے کے ٹکڑے اور حصے ہین اور کیا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم ہے وہ زمانی ہی ہو تو عرض کرتا ہون کہ تقدم ارادہ کی تقسیم جو ذاتی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضر نہین کیا معنی کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقون سے غافل ہین اسوقت یہ شعر سعدیؒ کا بالتکلف تاویل درست ہوجاتا ہے **شعر** خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ۔ یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راہ اُس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہونچنا نہین چاہتا معہذا ماضی وحال و مستقبل از قسم مفرد ہین کہ نوع کلمہ سے ہین اور یہ است وبود وباشد وباید وشاید وتوانست وتواند وخواست وخواہد وغیرہ کی ترکیب سے جمل فعلیہ بنتے ہین جو نوع کلام سے ہین اسواسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہین وہ خود فعل ہین اگر وہ لازم ہین تو بعد انکے صورت ماضی مین جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے بایست کرد وباید کرد وشایست کرد وشاید کرد ۔ اگر متعدی ہین تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد وتواند کرد وخواست کرد وخواہد کرد ۔ چونکہ یہ کرد مثلاً بلا تاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کاف مصدریہ نہین لاتے مگر جب یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہین مستعمل ہوتا تو اُسپر کاف مصدریہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدیؒ کا شعر ہے **شعر** چو خواہد کہ ویران کند عالمے ۔ نہد ملک در پنجۂ ظالمے ۔ یعنی اگر خداوند جل وعلا عالم کو ویران کردن خواہد ملک را در پنجۂ ظالم می نہد یہان بھی کند تاویل مین مفرد یعنی مصدر کے ہوکر خواہد کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر خواہد کے آنے سے مستقبل فعل مستقبل نہین کہا جاتا اسیطرح ترکیب غیر مضارع کو بھی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ اسیطرح است وبود وباشد کسواسطے کہ یہ افعال ناقصہ ہین اور افعال ناقصہ اسم وخبر کو چاہتے ہین تو انکے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور وہ کلمہ جو انکے ماقبل مذکور ہے وہ انکی خبر جیسے کردہ است وکردہ بود وکردہ باشد بخلاف می اور یہی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال کی علامتین ہین اپنی استقلالی اور افرادی حالت مین اُن سے کوئی معنی مفہوم نہین ہوتے

اُسکا جواب

است وبود وباشد وشاید وباید وتواند وخواہد کو ان سے کیا تعلق ہے

یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر کے مستقل فعل ہوجاتا ہے کوئی فعل دوسرے فعل کا مفعول بہ نہین ہوسکتا

است وبود وباشد کی ترکیب مین بھی یہی بحث ہے

قافیہ اور ردیف علامت یعنی ان کے ہین

تو انکی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے نکلکر نوع کلام مین داخل نہوگا۔ کبھی اس ترکیب مین فصل واقع ہوتا ہے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** دران ساعت کہ خواہند این و آن مرد ٭ نخواہند از جہان بیش از کفن برد ٭۔ کبھی یہ ترکیب معکوس ہوجاتی ہے نظامی رح **شعر** ندانم کہ پرورد خواہد ترا ٭ کدامی دودہ خورد خواہد ترا ٭ **ولہ** درین باغ رنگین چو کبک و تدرو ٭ نہ گل در چمن ماند خواہد نہ سرو اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسی رح فرماتے ہین ع بدل سوزگی جان ہمی رفت خواست ٭ اے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور خواست رفت کو ایک صیغہ نہین کہتے خواہد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم صیغۂ مضارع مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لیئے بجاے صیغۂ ماضی مستعمل ہوتا ہے مثلاً متکلم کو جب حکایت حال ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع مثبت مین حال ماضی بیان کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اسطرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے اور آیندہ بھی کر سکتا ہے سعدی رح **شعر** گلستان کند آتشے بر خلیل ٭ گرو ہے با آتش برد زاب نیل ٭ چنانچہ یہ سب قصے ہوچکے ہین۔ اگر اس مضمون کا انکار منظور ہو صیغہ مضارع منفی مین ادا کیا جاتا ہے یعنے یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی مین ہوا نہ اب نہ آیندہ کبھی ہوسکے سعدی رح **شعر** کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز ٭ بر لب آب شور گردآیند چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدی رح کے اس شعر سے واضح ہے **شعر** در اقبال تائید بو بکر سعد ٭ کہ مادر نزاید چنو قبل و بعد ٭ یعنے چون او نزاد کی جگہ نزاید مستعمل ہے لفظ قبل و بعد کا اسی نکتہ کے اظہار اور تاکید کے لیئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یا مجہول کبھی حسن کلام کے لیئے محض زائد آتا ہے کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لیئے جسطرح ماضی مین فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** (بیت ۳۳ اول ۳۵) کہ گوئی ہمی آنچنان باید ے ٭ اگر نیستی مہر نفزائدے ٭ **ولہ** (بیت ۱۱ اول ۱۱) اگر نبودے پند آموز گار ٭ بر آوردمے (بیت ۲۹ اول ۲۹) من زجانت دمار ٭ **ولہ** جہاندار گر دادگر باشدے ٭ ز فرمان او کے گزر باشدے **ولہ** اگر جویدے ہمبرد ش منم ٭ تن و نام او زیر پاے افگنم ٭ مولوی معنوی رح **شعر** گر نیندی واقعان امر کن ٭ در جہان روگشتہ بودی این سخن ٭ وافی مین کسی اہل زبان کا شعر ہے **شعر** روزی بود کہ عشق تو بر آیدے ٭ یا آن دلت بمہر من بگرایدے ٭ اور جیسے ماضی مین الف زائد لایا

خواہد والی ترکیب مین فصل
اور یہ ترکیب معکوس بھی ہوجاتی ہے
کی ترکیب سے استمرار بھی افادہ ہوتا ہے
کا ہوتا ہے
صیغہ مضارع کا بجاے ماضی کی نکتہ کی غرض سے ہونا
مضارع مین ماضی مجہول کا ماضی اور استمرار اور شرط کے لیئے لائی جاتی ہے
بجاے ماضی مستعمل ہونے کی نکتہ
سر بجاے ماضی مستعمل ہونے کی نکتہ
ہمی کسطرح مضارع مین بھی الف زائد لایا جاتا ہے

جاتا ہے جیسے گفتا مضارع مین بھی لاتے ہین فردوسی رح کا شعر ہے شعر گرایزد بمن بر بہ بخشایدا + تن رندم جویم نفرسایدا + وله پر زیادۂ یا سیاوخشیا + کہ دل را بہبرت ہمی بخشیا + وله من اکنون زہر سو فراوان سوار + زرستم ہمہ درخور کارزار + زبیژن مگر آگہی یابما + بدین کار ہشیار بشتابما + اور اسیطرح صیغۂ امر پر بھی الف زائد لے آتے ہین فردوسی رح کا شعر ہے شعر خردمند شاہی ومن کہترا + توخود چشم ودل باز کن بنگرا + اور مضارع کے اخیر مین ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ صیغے پیدا ہوتے ہین جیسے جدول مذیلہ سے واضح ہے

جدول تصریف مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوئیم

جدول تصریف حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گوید	می گویند	می گوئی	می گوئید	می گویم	می گوئیم

یہ بھی سن لیجے کہ فارسی مین مصدر سے امر کے اشتقاق کرنیکا طریقہ نہایت پریشان قانون کلی کے احاطہ مین قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ مین داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور مین اول سے کاہل سست طبیعت ضعیف القلب خلق ہوا ہون اُسپر ان پریشانیون اور آلام کا تصادم بس اس سے میرا دل ودماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر ملال سے ہم سب بالکل بے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ عنایات وہ وہ نازبرداریان کین کہ سب غم بھلا دیئے گویا ہمارے لیئے رہنمای قسمت نے صحرائے بے آب وعلف سے ایک دوحۂ پرثمر اور شجر بارور تک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ ایسکے ہوادار روح افزا سایہ مین اُسکے ترمیوے اور تازہ رطب کھاتے آسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ اچان چکے حوادث کی تندباد اور مرگ مفاجات کے جھکڑنے اُسکو جڑ سے اکھاڑ پھینکا انا للہ وانا الیہ راجعون جوش غم مین یہ چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے۔

چو آن سایہ از فرق من شد جدا		ندانم بسر زندہ ام یا بپا	

صیغۂ امر مخاطر مفرد مذکر کے آخر مین الف زائد کرنے سے یہ صیغہ بھی مضارع کا ہو جاتا ہے

سلہ ندانم بسر زندہ ام یا بپا سست کاہل تنبل ضعیف القلب ۱۲ بیمار

نہ کس غمگسار و نہ یارے رسے	بدین بیکسیم مبادا کسے
کرا غم کہ آید غمِ من خورد	بدرد دلم دل بدرد آورد
بد لسوزگیم نشیند دمے	ز رخ گردد از چشم چیند نمے
فرو رفتہ پایم ز محنت بگل	نہ بینم کسے را بمن روئے دل
بہ محنت بریدند نافم مگر	بدل خورد نم کس نسوزد جگر
بزخم جگر کس نہ مرہم نہد	بروئی ار دو دو دل نہ کس دل دہد

اب آفتاب قیامت کی خارا گداز تپش ہے اور ہم سایہ پروردون کا دماغ ضعیف علاوہ برین دوستون کی ناچاقیان و ثناکی ناحق کی نااتفاقیان اُسپر طرہ یہ کہ مجھ جیسا ضعیف القلب پست ہمت خاندان کا سرپرست بنایا جانا اور مجکو بدحواس بناو یا میرے مصائب اور پراگندہ خاطری کو دوبالا کردیا حضرت من بالعظیم اگر آپ کی آزردگی کا خوف اور ہاتھ پکڑے کی لاج یعنے قلم اُٹھانے کی شرم نہوتی مین بھول کر ایک حرف کے لکھنے کا نام نہ لیتا اور جو کچھ لکھ رہا ہون معلوم نہین کیا لکھ رہا ہون اللہ تعالے محض اپنے فضل و کرم سے اسکو عام قبولیت عطا فرماے اور آپکے بھی پسند آجاے آمین آمین اللھم آمین بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ شعر

چہ میگفتم و در چہ پرداختم ❊ کجا بود اشہب کجا تاختم ❊

واضح ہو کہ مضارع جیسے وہ معنی حال اور استقبال مین مشترک ہے معنی امر کے لیئے بھی مشترک ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر مین یہ نہین کہہ سکتا کہ مضارع صیغہ امر کے لیئے اصل ہے۔ جس طرح نغز گو نکتہ سنج اسد اللہ خان غالب پنج آہنگ مین نکتہ سرا ہین "مضارع در گران مایگی پاے کم از مصدر نیارد ہمچون مصدر وجوب ذاتی دارد وخود منشاء پیدائی فراوان افعال ست وآخر ہر مضارع جزو ال نیست چون کند و گوید"۔ اور پھر فرماتے ہین "امر از مضارع میزاید قاعدۂ آن بر افگندن دال ست وبس چون کن از کند و گوی از گوید" اور یہ بھی کہہ نہین سکتا کہ اسکا عکس ہے یعنی امر حاضر کو اصل قرار دیا جاے اور اسی امر کے آخر مین دال ساکن ماقبل مفتوح کے الحاق سے مضارع بنایا جاے اسواسطے کہ یہان دونون تقدیر پر آنکھ بند کیئے بلا رعایت غیبت وحضور و تکلم غائب سے حاضر اور حاضر سے غائب بنا لیا گیا چاہیئے تھا کہ اگر ایسا بنایا بھی جاتا غائب غائب سے حاضر حاضر سے تکلم تکلم سے بنایا جاتا

اور آور مضارع کے لئے اصل کونسی چیز ہے

ہان ایک اور بات یہان کہہ سکتے ہین مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملاً عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین وہ یہ ہے کہ دال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقاً علامت مضارع نہ کہین اور ہے بھی یون ہی کیا معنی کہ اگر یہ علامت تھی تو لحوق ضمائر کے وقت کس لیئے ثابت نرہی پھر تو یہ علامت علامت نہوئی لینے لازم نہ ہوئی عرض مفارق ہوگئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دال ساکن ماقبل مفتوح یا ہی حاضر و میم متکلم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارز ہی یعنے مطلق مضارع جو لابشرط شے کے درجہ مین ہے وہ یہی امر حاضر مستعمل کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج مین وجود نہین رکھتا کسی نہ کسی فرد مین غائب ہو یا حاضر یا متکلم اُسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغۂ امر حاضر مستعمل مشہود اور

مطلق مضارع اور امر حاضر مستعمل مین فرق

مطلق مضارع مین اتنا فرق ہے کہ امر حاضر مین ضمیر خطابی یا ہی معروف محذوف منوی ہے یعنے وہ یا خطابی اگرچہ ملفوظ نہین مگر نیت اور لحاظ مین اُسکا اعتبار ضرور ہے کسواسطے کہ وہ مرخم ہی بخلاف مطلق مضارع کے کہ وہان ان مین سے کسی شے کا اعتبار نہین چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق مضارع کی زمی مین آتا ہے جیسے شعر "دانی چہ کن بناخوش و خوش کم کن آرزو" الخ جیسے پہلے مذکور ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہین کہ توان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداً محذوف الفاعل مستعمل ہوتا ہے اسیوجہ سے اُسکا حصول تواند سے (جو صیغۂ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا

باعتبار اس تحقیق کے توان کہ مطلق مضارع کہہ سکتے ہین

اُس تحصیل و تخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت کو کوئی نقصان نہین پہونچتا کسواسطے کہ افراد و جمع اسی طرح غیبت و حضور و تکلم اُسی مطلق پر انکی خاص خاص علامات کے داخل کرنیسے حاصل ہوتی ہین اگر اب اُن علامات کو اُس پر سے اُٹھا دیوین پھر وہی اطلاقی حالت باقی رہجائیگی اسیوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اُسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو وہ غائب کے موضع مین مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی رح کا شعر ہے **شعر** توان در بلاغت بسحبان رسید ٭ نہ در کنہ بیچون سبحان رسید ٭ کبھی حاضر کے جیسے **ولہ** بمیر تا برہی ای حسود کاین رنجیست ٭ کہ از شقاوت اوجز بمرگ نتوان رست ٭ کبھی متکلم کے جیسے **ولہ** چہ کنم باکہ توان گفت کہ او ٭ در کنار من و من مہجورم ٭ اسیطرح انکی جمع۔ حافظ رح کا شعر ہے **شعر** این حال عجب باکہ توان گفت کہ ما ٭ بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم ٭ غرض صیغۂ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر جمع صیغہ کے ساتھ اُسکا تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغۂ جمع غائب اور یہ توان بمنزلہ صیغہ مجہول یعنی محذوف الفاعل

مستعمل ہوتے ہین اگرچہ ناہم ان ہر دو کے استعمال مین جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سالم سے فاعل کا حذف و ذکر دونون امر جائز ہین حذف جیسے نظامی رح **شعر** سر بر و سر اپردہ و تاج و تخت ٭ نخند انکہ آزا تواند سخت ٭ فاعل کا ذکر کرنا توظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخففہ توان مین حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لیئے اسقدر مناسبت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت مین رکھتے ہین (باوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا اسکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لیئے جب متحقق ہوگئی تو مخاطب یا متکلم کے لیئے بھی بالضرورۃ وہ اثبات یا نفی متحقق ہوجائیگی تو اب جز بمرگ نتوان رست اور نتوانی رست اور باکہ توان گفت کہ او الخ اور باکہ تو انم گفت کہ او الخ کا ایک مفاد ہوگا اسواسطے کہ جب کوئی بھی چھوٹ نہین سکتا اور کوئی بھی نہین کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس متکلم کا کہنا بھی ناممکن ہوگا اسواسطے کہ یہ دونون اسی کوئی کے افراد مین سے ہین اور یہ بھی معلوم کر لیجے کہ توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے کبھی مذکور محذوف جیسے ان مثالون مین ابو طالب کلیم **شعر** کز اقبال ثانی صاحب قران ٭ شکارے چنین صید وحشی توان ٭ اسی توان کرد۔ ظہوری **شعر** مرگ یا وصال سخن ختم میکنم ٭ زین بیش با فراق مدارا نمی توان ٭ اسی نمی توان کرد اگر مذکور ہو یا تو یہ مقدم ہوگا یا موخر پھر یہ دو حال سے خالی نہین یا حاصل بالمصدر یعنے مفرد بلا تاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے توان کرد و توان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظ رح کا شعر ہے **شعر** تا بود کہ دست در کمر او توان زدن ٭ در خون دل نشستہ چو یاقوت احمریم ٭ اور جملہ جیسے سعدی رح فرماتے ہین مصرعہ تو انم آنکہ نیازارم اندرون کسے ٭ اے نیازاردن دل کسے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازارم اندرون کسے بوجہ کاف مصدریہ تاویل مین مصدر یعنی مفرد کے ہوکر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کاف مصدری کا حذف اور توان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونون حذف جمع پڑ جاتے ہین جیسے توان برخیزم بجاے توانم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر مین **شعر** زاہد از پاے خم بادہ چسان برخیزم ٭ من نیفتادہ ام آنسان کہ توان برخیزم ٭ کمال اسمعیل مصرعہ آن قدر بار بدل نہ کہ توان برخیزم ٭ اسکا ماحصل توانم برخاست پر جا ٹھہرتا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

بگزینہ ذکر ان کند فاعل را

توان کا مفعول کبھی اس کی ضمیر متکلم کو بنا کر بھی بصورت خطاب کسی سے کیا جاتا ہے

توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے

توان کے مفعول کا ذکر مین مقدم ہونا

توان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے

سر پیچی جملہ بصورت مصدر

کبھی اس جملہ کے کاف مصدری حذف کیا جاتا ہے

خیر مضارع ہو یا امر حاضر جسکو جی چاہے اصل قرار دیجے غرض مصدر سے اُس اصل کا اشتقاق گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اسواسطے کہ علامت مصدر کے ماقبل گیارہ حرفون مین سے کسی نہ کسی ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہین۔ ا۔ خ ر ز س ش ف م ن و ی جن کے مجموعہ کو ان جملون پر ترکیب دے سکتے ہین میزان خوش فرس دمی از سخن فروتر دار سخنم شرف وسے دشرفم از سخن وسے دفراز سخن شنویم دسخن شانی ورزم دشرف آموزی سخن دار سفر خوش نیم وازین سفر خوشم وزسفر خوش مانی دناز فرخ سیم وش دخوشا زین فرسم وخوف شر نسازیم دازسر خفیم شنو دسیف راخوش مزن دسیف مراخوش زن دخون ریز سام فش دزمی فنا سرخوشم اور اسیطرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہین۔ یاد رہے کہ مصدر سے اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کردی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی صورت پاتا ہے تو یہان اس اشتقاق کی بحث مین وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جاے گا ؛

باب الالف

باب الالف

قاعدہ در اثبات الف بعد حذف علامت مصدر

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط **اثبات** یعنی بعد حذف علامتِ مصدر جو بناے امر کے لیئے ایک ضروری امر ہے اُس صیغہ کو جس ہیأت مین ہو اُسی ہیأت وصورت پر ثابت رکھنے اور اُس مین کسی نوع کا تصرف نکرنے کو ہم اثبات کہتے ہین۔ جیسے کشادن سے کشا و کشائی۔ زادن سے زاو زای۔ جاننا چاہیئے کہ جو کلمات کہ الف اور واؤ مدہ پر ختم ہوتے ہین بوقت ترکیب اُن پر تحمل حرکت کے لیئے یاے زائد ضرور لائی جاتی ہے اور اور بعد انحلال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہین سمجھا جاتا پس یہان بھی یا کے ساتھ اور بغیر یا دونون طرح استعمال جائز ہے اول جیسے **شعر** بکشای تیر مژگان و بریز خون حافظ کہ چنان کشندہ رانکشد کس انتقامی ؛ ثانی یعنی بغیر یا طالب آملی **شعر** بکشا کمین فتنہ بانگیز غمزہ ؛ در تاز رخش نازے وشبدیز غمزہ ؛ اور جب انکے اخیر مین ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہین تو صرف تحمل حرکت کے لیئے اس یا کا داخل کرنا واجب ہوجاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم وکشائندہ مگر چونکہ اس یا کا وجود اس اشتقاق مین ضروری نہین ہے اصل قاعدہ کے زیادات مین اسکو شمار نہین کیا۔ دوسرا **تبدیل** یعنے بعد حذف علامت مصدر اُس الف کو ہا ہوز سے بدلدینا جیسے داون سے دہ

قاعدہ تبدیل

الف کا ہار ہوز سے بدلنا غیر سنکر بلکہ دستور مستمر ہے اور فتح دال کو کسرہ سے بدلدینا اُسی قانون کی پابندی ہے جو فارسی مین اکثر ماقبل ہار ظاہر کا مکسور رکھا جاتا ہے مع ہذا رفع التباس وہ عدمی سے ہوجاے۔ بعض وقت اس ہار مبدلہ کے ماقبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے زدہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زدیدن کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت مین گزر چکی۔ متقدمین کے کلام مین خاص اس دادن کے اشتقاق مین بجاے ہاے ہوز کے یاے تحتانی بھی لائی گئی ہے۔ رودکی کا شعر ہے **شعر** آنچہ از رنج یافتیش بدل ٭ تو بآسانی ازگذاف مدیش ٭ اے مہ اور اور یہان ان مصادر کے معانی سے بحث نہین کیجائیگی انشاء اللہ تعالی اگر زمانہ مساعدت کرے اسکے دوسرے حصہ مین جو ان معانی اور صلات کے لیے مختص ہوگا عجیب وغریب نکات معانی اُس مین بیان ہونگے۔ تیسرا **اسقاط** یعنی بعد حذف علامت مصدر بقیہ صیغہ مین سے اور بھی کم کردینے کو اسقاط کہتے ہین جیسے استادن سے است اگر مصدر مشبع ہے امر بھی مشبع ہوگا جیسے ایستادن سے ایست۔ سعدی رح **شعر** ہمرہ اگر شتاب کند در سفر بایست ٭ دل درکسے مبند کہ دل بستہ تو نیست ٭ کبھی اس مصدر مین قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشادن وزادن کے الف کیطرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے **شعر** اسپ چہ طاقت تو دارد زین برگنہ نہ ٭ تخت چہ در خور تو باشد بر چرخ استاے ٭ اور اس کے پہلے کا الف جو صدر کلمہ ہے گرادینا بھی جائز ہے مشبع مین جیسے مولوی معنوی رح کا شعر ہے **شعر** مادرین درگہ ملولان نیستیم ٭ تا ز بعد راہ ہر جا بیستیم ٭ اور غیر مشبع مین جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے **شعر** نہ بدزان ترکتاز ہمچو بادش ٭ بجز از حد ترکستان ستادش ٭ اے اقامتش **ولہ** ساقی برخیز و یار بنشین ٭ کاین شستہ وآن ستادہ باید ٭ اور ایک مصدر اسی صورت کا بمعنی مرادف گرفتن بھی آتا ہے مگر مابہ الامتیاز معنوی ان دونون مین یہی ہے کہ جو بمعنی توقف و اقامت ہے وہ ایستادن واستادن کا مخفف ہے اور جو بمعنی گرفتن ہے وہ کسید کا مخفف ہے۔ اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول مین بعد حذف الف اُس کا کسر نقل کرکے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی مضموم بضمہ اصلی رہا کرتا ہے نظامی رح کا شعر ہے **شعر** کہ نخشندہ خبر دارد ز دادن ٭ نہ آنکس کو پذیرفت از ستادن ٭ شاہ داعی شیرازی **شعر** ما سر بغیر حضرت تو در نیاوریم ٭

فائدہ ہاے ہوز کا الف

استادن کا امر استا بھی آتا ہے

استادن کی طرح الف مشبع کیا جاتا ہے

آستادن بمعنی بیاسودن اور بمعنی گرفتن مین ما بہ الامتیاز

سلطان زبندہ تو بنیاردستاد باج ٭ مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف سُتدن ہی کا استعمال بحث مصدر مین اور اسکے مزید علیہ ستاندن ہی کا بحث مضارع مین اکثر ہے اور سُتدن مین تاء فرشت مضموم نہین بلکہ بعد حذف الف اُسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے

شعر

درین بارگہ بے گواہ وسند ٭ بود گرم بازار داد و سُتد ٭ آب صاحب ورفس کاویانی جناب غالب دہلوی کے اس اعتراض کو یکجا اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہین فرمائی ہے صاحب برہان پر صرف پنا غصہ اُتارا ہے جہان فرمایا ہے "ستادن کجا و معنی کرفتن کجا سخن اینست کہ ایستادن و استادن ستادن بمعنی قیام آمدہ است الخ" دوسری جگہ فرماتے ہین "ستاد را مخفف ستاند نخواہد گفت مگر کور سواد دستادن استدن را یکے نخواہد دانست مگر کور مادرزاد" اگر سُتد کو مخفف سُتاد کا نہین بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف و حذف مصدر مانین جس طرح وہی فرماتے ہین "اما ستدن مصدر لیست دیگر بسین مضموم و تاء مضموم در معنی باگرفتن مرادف و مضارع ستاند و امر آن ستان" الخ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطۂ اشتقاق گیارہ باب پر نہ تھیگا بلکہ ایک اور باب بارہوان تاے فرشت کا زیادہ کرنا ہوگا یہ خلاف رائے جمہور و استقرا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور استادن کا مصدر مضارعی استانیدن بھی مستعمل ہے مولوی معنوی رح

شعر

مرکب استانید و پس آواز داد ٭ آن سلام و آن امانت بازداد ٭

اسیطرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دو سرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال اس محذوف الحرفین کا مشبع مین اکثر ہے جیسے فریس فریسندہ بحث مصدر اس مشبع کی مستعمل نہین اور بحث مضارع مشبع اگرچہ مستعمل ہے مگر غیر مشبع ہی فصیح مانی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

باب النجاء

اس باب مین صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن تبدیل کبھی زاے معجمہ سے جیسے آموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگارون کا یہ قول ہے کہ آموختن لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اُسکو بتلایا ہے جس کا ترجمہ ہندی مین سیکھنا ہے اور متعدی جسکا ترجمہ سکھانا اسیطرح مرزا غالب دہلوی گنج آہنگ مین فرماتے ہین "آموختن ہم لازمی ہم متعدی است الخ" یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

جیسے خوردن یعنے کھانا کسی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکھنا بھی کسی نہ کسی علم و ہنر کا ہوتا ہے
خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا
ہاں معنی اول کو بہ نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہین مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان مواضع
مین جہان کہین لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اُس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ

مثال کردن بسیط

کردن بسیط کو (جیسے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** سپہر و زمین و زمان کردہ است ؛ گہ و بیش گیتی برآورد و است
اے سپہر و زمین و زمان ساختہ است) بہ نسبت کردن مؤلف کے جیسے حضرت خسرو رح کے اس شعر مین **شعر**

مثال کردن مؤلف

جناب آرزو نے آموختن کو لازم کہا ہے مؤلف کا رد

دیدۂ کج را زمژہ دام کن ؛ دیدہ ز صاحب نظران وام کن ؛ کسی نے لازم نکہا۔ لیکن سراج المحققین
مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی
خوگر فتن یعنی عادی ہونے کے بتلاے ہین جہان فرمایا ہے "آموختن معروف و این گاہے متعدی
آید و گاہے لازم اول مشہور ست دوم آنجا کہ حرف با بر مفعول آید چنانکہ راقم گوید **شعر** داخل بار و چو موجم
ہمہ تن آغوش ست ؛ حسرتم بسکہ بخمیازہ کشیدن آموخت ؛ بتماشاے تو ترسم کہ نظر نکشاید ؛ دیدہ
بے روے تو از لب بہ ندیدن آموخت" ؛ میری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان

نکتہ

اکثر محققین من جملہ ان کے فقیر بھی سعد الدین راقم کے شعر مین تا داخل بجملہ ربطی نہین دیتے

اشعار مین لفظ آموخت اپنے مشہور معنون مین مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول مین ضمیر متکلم منصوب
جو حسرتم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے
بواسطۂ باے تعدیہ جو بخمیازہ مین ہے متعدی بدو مفعول بنا دیا گیا یعنی حسرت مرا بخمیازہ کشیدن
آموخت۔ اسیطرح شعر ثانی مین نظر مقدر مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ باے تعدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ
کہ بے روے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ انتساب کلام اساتذہ مین
موجود ہے چنانچہ پاک بین دور بین کے ساتھ اسکو متصف کرتے ہین صائب کا شعر ہے **شعر**

شعر صائب مین نظر کا تعدیہ بجاے باے تعدیہ کے

در وادیِ کہ رو بقفا میروند خلق ؛ در قعر جاہم از نظر دور بین خویش ؛ خصوصاً دوسرے شعر مین
اکثر نسخون مین بجاے باے تعدیہ زاے ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی بحالہ اپنے ایک مفعول
پر قانع ہوگا اور وہ مفعول بھی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدۂ کہ در فراق روے
تو ندیدن آموختہ است۔ ترسم کہ بتماشاے تو نظر نکشاید۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہو اور
بخمیازہ اسکا متعلق۔ اور اس قسم کا تعدیہ جو بواسطہ روابط ہو کلام عرب مین کثیر الوقوع ہے

باے تعدیہ سے زادن لازم کا متعدی بنجانا اور فارسی مین کم دیکھنے مین آیا ہے

اور فارسی مین کم جیسے زادن لازم باے تعدیہ کے ذریعہ سے متعدی بنالیا گیا فردوسی کیخسرو کے ولادت کی داستان مین لکھتے ہین شعر (اول بیت ۱۲۰) در ایوان آن پیرہ سر پرہنر ؛ بزائی یکیخسرو نامور دوسرا تبدیل سین مہملہ کے ساتھ جیسے شناختن سے شناس۔ تیسرا تبدیل شین منقوطہ کے ساتھ جیسے فروختن بالضم بمعنی بیع سے فروش اور سینئے فروختن بمعنی اضاءت اور بمعنی بیع مین یہی مابہ الامتیاز ہے کہ بمعنی اضاءت محذوف الالف افروختن کا مخفف ہے بعد حذف الف کا فتح نقل کرکے فا کو دیا گیا اور جو بمعنی بیع ہے وہ کسیکا مخفف نہین اُس پر ضمہ اصلی ہے۔ پس اب یہ بات کہ جو بمعنی بیع ہے اُسکے مصدر اور بحث ماضی سے حذف الف کو واجب جاننا جیسے فروختن و فروخت اور جو بمعنی روشن کرنے اور روشن ہونے کے ہے اُسپر ہمزہ کا وجود ضروری سمجھنا جیسے افروختن و افروخت الخ جسطرح مصنف رنج آہنگ جناب غالب مصدر افروختن کے ذیل مین فرماتے ہین لیکن در بحث مصدر حذف الف نتوان کرد چہ اندران صورت افروختن و افروخت فروختن و فروخت میگردد و آن بحثے است جداگانہ بمعنی جداگانہ" انتہے بجز اسکے اور کیا کہا جاے کہ محض عدم اعتنا ہے اور بس نظامی رح فرماتے ہین شعر سکندر ز گرمی چنان بر فروخت ؛ کہ از آتش دل زبانش بسوخت ؛ امیر خسرو رح شعر آتش مے گرچہ جہان بر فروخت ؛ پنبۂ قرابہ ز آتش نسوخت ؛ مولوی معنوی شعر آفتابے کز وے این عالم فروخت ؛ اندکے گر پیش آید جملہ سوخت ؛ و لہ عشق آن شعلہ است کو چون بر فروخت ؛ ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت ؛ اور یہ مصدر جلا دینے اور صیقل کرنے کے معنے مین بھی آیا ہے نظامی رح شعر نشاندنش بدانش در آموختن ؛ کہ گوہر شود سنگ ز افروختن ؛ اسطرح دوختن بمعنی سینا یعنی خیاطہ اور بمعنی دوہنا یعنی حلب ان دونون معنی مین مستعمل ہے بمعنی اول جیسے نظامی رح شعر قباے دو عالم بہم دوختند ؛ وزان ہر دو یک زیور افروختند ؛ اور معنی ثانی جیسے سراج الدین راجی کا شعر ہے شعر شیر ہر ماس دوخت تدبیرش ؛ وام افلاس تو خت احسانش ؛ اسکا مخفف دختن بھی آیا ہے فردوسی رح شعر سرانجام چون شیر ازو دختہ شد ؛ زن و مرد از کار پرو دختہ شد ؛ مابہ الامتیاز انکی امر ہین کیا معنی کہ امر بمعنی اول دوز اور اسم آلہ دوزنہ یعنی مخیط اے سوئی آتا ہے اور امر بمعنی ثانی دوش اور اسم آلہ دوشنہ و دوشہ یعنی محلب اے دوہنا مستعمل ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ گسیختن کی بحث امر مسموع نہین اکثر قواعد نگارون کی بھی تحقیق ہے کہ

دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونون مین جداگانہ ہین

گسیختن کی بحث امر مسموع نہین

آختن اور آہیختن متقضب ہین انکا مضارع یا امر مستعمل نہین مگر فصحاے عجم نے آزد اور آہیزد استعمال فرمایا ہے فردوسی رح شعر گہر آنکہ از فریزدان بود ۔ نیازد ببد دست وبد نشنود ۔ اسکا مصدر مضارعی آزیدن بھی مستعمل ہے فردوسی رح شعر نیازید گرگین میلاد دست ۔ بدان راہ رفتن میان را ببست ۔ اس مین یای تحتانی بوقت ترکیب بانون نافیہ الف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے ہین ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یاختن بالیا سے بغیر ترکیب آختن کا مبدل ہو چنانچہ فردوسیؒ کا شعر ہی شعر زمان تا زمان دست بریافتی ۔ سر شکش زمژگان بیندا ختی ۔ کمال اسمعیل شعر ہر فرومایہ کہ او سوے بلندی یازد ۔ زود برگردد و سر زیر شود ہمچو بخار ۔ اسیطرح آہیختن بھی متقضب نہین اسکا مضارع آہیزد باثبات خاء معجمہ آتا ہے میر معزی کا شعر ہے شعر چون بزم اندر برآہیزی تو تیغی از نیام ۔ چون بصید اندر تواز ترکش کشی تیر گزین ۔ بستہ گردد سرکشان را دست و خصمان را دہن ۔ خستہ گردد آہوان را چشم و گوران را سرین ۔ اسکا مصدر مضارعی آہیختن بھی مستعمل ہے ابو المؤید شعر چون برآہیختن تیغش بدید ۔ در تن شیر ژیان شد زہرہ آب ۔ اسی سے ہے دم آہیز بمعنی اژدہا کہ بدم بسوے خود کشندہ است و دود و آہیز دود کش مطبخ و حمام وغیرہ و عالم آہیز بادشاہ کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے ۔ اور اسکا مخفف آہختن بتخفیف یا اور آہختن بحذف الف بھی مستعمل ہے فردوسی رح شعر ز آہیختن تیغہا از غلاف ۔ کہ قاف را و دل افتاد کاف ۔ ابو شکور شعر چنانچہ مرغ ہوا پر و بال برہیخد ۔ تو بر خلائق بر پر مردمی بر بیخ ۔ مگر چونکہ یہ تصریف استعمالات شاذہ سے ہے باب الخاء مین قاعدۂ اثبات کو نہین بڑھایا ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

باب الراء

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادۃ ۔ اول یعنی اثبات جیسے گستردن سے گستر خوردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسیؒ کا شعر ہے شعر دراندا خت تیغ پرند آورش ۔ ہمیخواست از تن گسستن سرش ۔ سر تیغ بر گردن رخش خورد ۔ ببر بید بر گستوان نبرد ۔ جسکا حاصل معنی ٹکرانے اور لگنے کے قریب قریب ہے ۔ اور یہی سن لیجیے کہ خوردن اور اسکی ہر دو بخشن (بوجہ دال و معدولہ) بغین خاے معجمہ چاہیئے اسکو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ناصواب ہے سعدی رح شعر مکن نماز بران بیچکس کہ ہیچ نکرد ۔ کہ عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد

اور کبھی جو راے مہملہ مضموم ماقبل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسی رح شعر ترازین جہان روز برخورد نست ۔ نہ ہنگام تیمار و پژمردنست ۔ مولوی معنوی رح شعر ہر کہ تریاک خدائی را بخورد ۔ گر خورد زہرے نگوئیش کہ بمرد ۔ زلالی شعر چنان ساغر کہ در خون غوطہا خورد ۔ بہ تحفہ پیش شاہ غزنوی بُرد

ولہ تعریف عصا مین لکھتے ہین شعر زرنگ زندہ اش فیروزہ مردہ ۔ رگ کان زمرد نیش خوردہ

اُس سے دھوکا نہ کھائین کہ خوردن بالضم مستعمل ہے بلکہ یہ وہی تغائر حرکت ماقبل روی ہے جسکو فصحاے متاخرین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے نہش مخفف ہوش کا خوش کو قافیہ کر دیتے ہین ۔

فردوسی رح شعر پس گستہم اشکش تیز ہش ۔ کہ ہارا سے دل بود و با مغز خوش ۔ اور اسی قبیل سے ہے کردہ کو بُردہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا ۔ فردوسی رح شعر ہمہ دیدہ اند انچہ من کردہ ام ۔ غم و رنج و سختی کہ من بُردہ ام

ولہ ازان دشمنان بلگند شصت مرد ۔ نماید یکے پہلوے دستبرد ۔ اور اسی قبیل سے ہے گرد بالکسر گُرد بالضم کا قافیہ پڑنا ۔ فردوسی رح شعر ہمہ پاک در پارس گرد آمدند ۔ برد خمہ یزدگرد آمدند ۔ اسیطرح کرد بالفتح کا گرد بالکسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا خاقانی رح شعر از صنعت چرخ دوست کردش ۔ دور رخ زیر و جیم گردش ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

دوسرا **زیادت** یعنی قبل راے مہملہ کے یا و تحتانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے مردن سے میر اور یہ مشہور ہے استشہاد کی ضرورت نہین اور کبھی بغیر اس زیادتی کے اسکا مضارع مَرد بھی مستعمل ہو جاتا ہے امیر خسرو رح فرماتے ہین شعر زندہ باقی کہ جہان آفرید ۔ کے مَرد آن زندہ کہ جان آفرید ۔ مولوی معنوی رح شعر بہر یزدان میزید نے بہر گنج ۔ بہر یزدان می مَرد نے بہر خوف و رنج ۔ فردوسی رح شعر مگر خار یا سنگ خارا خورند ۔ چو روزی سر آید خورند و مرند ۔ مولوی معنوی رح شعر صد چراغت ارمزد ار بیستند ۔ باش فارغ چون یگانہ نیستند

ولہ قبطیان نک میمرند از تشنگی ۔ از پئے ادبیر خود یا بدرگی ۔ **ولہ** گفت اے سگ چون منافق ایستی ۔ ہم منافق می مری تو چیستی ۔ **ولہ** اگر سر ہمہ سوے خنجر بریم ۔ بروزی بزادیم و روزی مریم ۔ اسکو میرد کا مخفف کہنے مین سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میرد اور میرد سے پھر مرد بنایا جاے تیسرا **اسقاط مع الزیادۃ** یعنے بعد اسقاط علامت مصدر را مہملہ کو حذف کرنے سے فقط ایک حرف کاف باقی رہگیا تو اُسپر نون زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے کردن سے کُن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جیسے زدن سے زَن مین ہے اور خلاف

قیاس فتح کاف کو ضمہ سے اس لیئے بدل دیا کہ اس تغییر غیر قیاسی پر وہ دلیل ہو اور نیز امر کندن کے ساتھ التباس کا کھٹکا نرہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات راے مہملہ بھی بطریق شذوذ مستعمل ہی جیسے کرندہ مرادف کنندہ ساسان[۱] پنجم اپنی ہمشیر از وساتیر کے نامہ جشید مین کہتا ہے "وتو بشید[۲] کنندہ وکرندہ کردہ وآفریدہ رامے بینی و بینانی" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

باب الزّاء

اس باب مین مصادر کثیر الاستعمال بین سوا ایک مصدر زدن کے اور مصادر قلیل الاستعمال بین سوائے آزدن کے پایا نہین گیا۔ اور اس باب مین فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہی اور وہ زیادت صرف ایک حرف نون کی زیادتی ہے جیسے زدن سے زن اور آزدن سے آزن۔ فردوسی[۴۱۰] رح شعر بنزدیک آن گرگ بایدشدن ٭ سر وچشم اورا بہ تیر آزدن ٭ فرخی شعر چشم مخالفان بیازن بہ تیر ٭ ہمچون کف ولے بزر آزدی ٭ سید ذوالفقار علی شروانی شعر کشف کردار ہر کو در کشید ازطوق امرت سر ٭ بسان خار پشتش کرد شست چرخ تیر آزن ٭ اور جیم کے ساتھ آجدن اسکا مبدل ہے اور زدن محذوف الصدر اسکا مخفف بھی آیا ہے فردوسی رح شعر بنزدیک آن گرگ بایدشدن ٭ ہمہ چرم اورا بہ پیکان زدن ٭ اے بہ پیکان خستن۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرہ وغیرہ سے بدن پر زخم لگانے اور سیل اور چکی وغیرہ پر ٹانکی لگانے اور تیر یا نیزہ یا سوئی وغیرہ چبونے کے معنون مین آیا ہے باعتبار اسی اخیر معنی کے بخیہ زدن والّو بر جامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہین۔ فردوسی[۴۲۲] رح شعر بزد نیزہ برمیان دوہ ٭ کہ شد سنگ خارا بخون آزدہ ٭ ولہ[۴۳۳] ہمہ راہ بیراہ گنبد زدہ ٭ جہان شد چو دیبا بزر آزدہ ٭ ولہ[۴۴۰] بداغ جگرشان کنی آزدہ ٭ کہ بخشایش آرد بر ایشان دوہ ٭ مگر زدن بمعنی خستن وبمعنی ضرب مین یہی فرق ہے کہ اول آزدن کا مخفف ہی اور یہ زاے فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زدن بمعنے ضرب کامل لفظ بلا تخفیف ہے اور یہ نون زیادتون مین اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہون خواہ اسماء۔ افعال جیسے کردن ودانستن ومانستن کی بحث امر اور اسمون مین جیسے نازنین کی زا اور ہمگنان کے کاف کے بعد۔ کسواسطے کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یا ونون نسبت کا لگایا گیا ہے زمین کی طرح اور اصل ہمگنان کی ہمہ پر الف ونون جمع کا ہے چنانچہ ہمگان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام مین برتا ہی۔ منوچہری کا

---

[۱] ساسان صرف ایک شاہزادہ ایران سے ترک لباس شاہی کرکے حکومت قندھار کی اختیار کی تھی اور اسطرح ساسان کہلائے

[۲] بشید سنسکرت فوز مطلق دور ہونا اور اشراق باطن کرا دیتا ہے

زدن بمعنی ضرب و زدن مخفف آزدن مین فرق

زدن آخر کلمہ پر بھی مستعمل ہے

ہمگنان ہمگان کا مزید علیہ ہے

شعر ہے شعر بودن ہمگان را غرض و مصلحت ملک ٭ اور اغرض و مصلحت شاہ گہان ست ٭ سید حسن غزنوی شعر آرامش و رامش ہمگان بابد رماست ٭ نزد ہمگان صورت این حال عیان ست ٭ اور اس مین کاف عجمی ہمہ کی ہاے مخفی کا مبدل ہے۔

باب السین

باب السین

اس باب مین تین قاعدے جاری ہین - تبدیل[1] اور حذف صرف[2] اور حذف مع الزیادۃ[3] - اول یعنی تبدیل سین بزاے معجمہ جیسے خاستن سے خیز جسکا امالہ خیستن بھی آیا ہے یہ تورانیونکا محاورہ ہے اور اسی امالہ کے ساتھ بحث امر مستعمل ہے - سین اور زاے معجمہ بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے بدل پڑجاتے ہین جیسے ایاز و ایاس اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطارؒ کا شعر ہے شعر گر تو مرد طالبے وحق شناس ٭ بندگی کردن بیاموز از ایاس ٭ دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے گسستن سے گسل - لام اور سین مین کوئی قرب مخرج بھی نہین اور نہین معلوم کیا مناسبت خاص ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑجاتا ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے یہ دو لفظ سیج و لیج بمعنی رخسار اسی مبادلت کی سند مین پیش کیے ہین اور ممکن ہے کہ یہان حذف مع الزیادۃ ہو یعنی بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا - اور لام کا زیادات اور دعامون مین حروف علت کی طرح داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف مین جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف مین حرف علت اور الف مین لام دعامہ پڑا ہے تو اب گسستن و گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادۃ کے قاعدہ مین درج ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا تبدیل سین بہاے ہوز جیسے کاستن سے کاہ و خواستن سے خواہ جستن و رستن بفتحہا سے جہ و رہ - یہ تبدیل موافق قیاس ہے جیسے خروس و خروہ اماس و اماہ - اور کسرۂ ماقبل ہا بضرورت ہاے ظاہر ہے اسکی تحقیق بیان اضافت مین آچکی ہے خصوصاً جہ مین یہ بھی ممکن ہے کہ جستن اسکی اصل ہو بعد حذف یاے تحتانی و تبدیل سین با ہا جہ رہگیا مولوی معنویؒ کا شعر ہے شعر چون بدیدم صبح رویت ورزمان برجستم ٭ گرم در کار آمدم موقوف مطرب نیستم ٭ ثانی حذف صرف جیسے دانستن سے دان مانستن سے مان زیستن سے زی آراستن و پیراستن سے آراو پیرا آراے و پیراے (یہ وہی یاے زائد ہے کہ جسکا حال کشادن کے ضمن مین بیان ہوا) اور گریستن سے گری و ریستن سے ری

سین اور رامین مبادلت

حذف صرف

اور ریدن مصدر جعلی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے ریستن اور اسکی بحث ماضی ذرا کم مستعمل ہے شیخ اوحدی کا شعر ہے **شعر** ریستن گیروت زخوردن زشت ٭ بدرت باید آمدن زبہشت ٭

حذف مع زیادہ نون — تاج بہا **شعر** باقناعت ہمیشہ باید زیست ٭ بربروت طمع بباید ریست ٭ ثالث **حذف مع الزیادۃ** یعنی بعد حذف سین کبھی صرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے

حذف مع زیادہ او — شکن اور نون کا زیادات مین داخل ہونا باب الزاء مین بیان کیا گیا۔ کبھی صرف واو زیادہ کیا جاتا ہے جیسے جستن و رستن و شستن بصیغہاے جو وجوے و رو و روے شو و شوے بصیغہا یعنی بعد اسقاط علامت مصدر سین بھی حذف کر دیگئی صرف ایک حرف مضموم رہگیا تو بمناسبت اُسی ضمہ کے حروف زیادات علّیہ مین سے واو زیادہ کر دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہان واو سین کا مبدل ہو ان مین کوئی مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑ جاتا ہے اور بعض اسمون مین بھی یہ مبادلت واقع ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے اسی کی سند مین یہ دو لفظ بالتس و باتو بمعنی ترنج پیش کیا ہے اور یہ تکلفات اس لیئے کیئے جاتے ہین کہ کیف ما اتفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دیدینا خلاف تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یاے تحتانی بعد ان واؤن کے زائد محض ہے جسطرح الف مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے۔ اور کبھی دو حرف زیادہ کیئے جاتے ہین اور وہ کبھی نون و دال ہونگے جیسے بستن سے بندپیوستن سے پیوند۔ اور کبھی یا و نون جیسے نشستن سے نشین۔ اسکا تعدیہ نشاختن و نشاستن و نشانستن و نشاندن آتا ہے۔ فردوسی **شعر** باکرام شاہانہ بنواختش ٭ برخویش برتخت بنشاختش ٭ اسدی **شعر** ہم از تخم شہ باد شاہی نشاست ٭ برو رسم پاژانچہ بدکردراست ٭ مولوی معنوی **شعر** اکنون کہ بدانستم چندانکہ توانستم ٭ بہر تو نشانستم ازمات سلام اللہ ٭ نظامی **شعر** نشاندش بدانش درآموختن ٭ کہ گوہر شود سنگ زافروختن ٭ اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے نون اول اصلی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نشستن سے شستن و شست و شین اور اسکا تعدیہ شاندن آتا ہے امیر خسرو **شعر** شست صراحی بدوزانو بہ پیش ٭ دختر رز شاند بزانوے خویش ٭ نظامی **شعر** کمر بندو بیداری بخت بین ٭ کلہداری کن سر تخت شین ٭ مولوی معنوی **شعر** بہر این مقدار آتش شاندن ٭ آب پاک و بول یکسان شد بفن ٭ اسکا متعلق چو در اصل انکا مفعول ہے اکثر حروف صلہ برو در کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلہ جیسے شعر مذکور مین سر تخت شین

ریستن کی بحث ماضی مصدر جعلی ہے اور اسکا استعمال کم ہے

حذف مع زیادہ نون کی مثال

حذف مع زیادہ او کی مثال

نشستن کا تعدیہ نشاختن و نشاستن و نشاندن و نشانستن آتا ہے

نشستن کی بحث مصدر جعلی ہے اور اسکا استعمال کم ہے

محذوف الصدر نشستن سے بدون نون بھی مستعمل ہے

اس محذوف الصدر کا تعدیہ شاندن آتا ہے

اور کبھی را کے ساتھ جیسے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** چو بشنید رستم میان را ببست ؛ وزانجایگہ خرش را برنشست ؛ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باب الشین

اس باب مین پانچ قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و حذف و تبدیل صرف و تبدیل مع الزیادۃ

اول یعنی **اثبات** جیسے گشتن بالضم سے گش بالضم کبھی بحکم ضرورت اُن الفاظ کے ساتھ ہمقافیہ ہوجاتا ہے جنکا قابل ردی مکسور ہے فردوسی رح کا شعر ہے **شعر** دو بہرہ ز توران سپہ کشتہ شد ؛ زخون شان زمین چون گل آغشتہ شد ؛ دوسرا قاعدہ یعنی **زیادت** جیسے شدن سے شُو بالفتح یہان بھی اُسی قسم کا اشباع ہے جس کو ہم رُستن و جُستن بالضم مین بیان کر آئے ہین یا یہ بات کہ دراصل یہ شدن شودن کا مخفف ہو اور یہی مخففہ کثیر الاستعمال اور اصل بہت کم مستعمل ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے **شعر** پشیمان شوا کنون کہ چون گاہ شود ؛ ندارد پشیمانی آنگاہ سود ؛ صاحب غوامض سخن حضرت صبائی رحمۃ اللہ علیہ نے فردوسی رح کا یہ شعر سند مین نقل فرمایا ہے **شعر** چو تور آنچنان دید غمگین بشود ؛ بدان کش چنین بخت برگشتہ بود ؛ جس طرح بود سے بدن بھی آیا ہے لیکن بودن مین برعکس اصل کثیر الاستعمال ہے اور مخففہ قلیل انشاء اللہ تعالےٰ شانہ اسکی تحقیق باب الواو مین کیجائیگی پس یہ مصدر باعتبار اس اصلیت کے باب الواو مین درج ہونا چاہیئے تھا لیکن مصادر کی کثیر الاستعمالی صورت پر ابواب باندھے گئے ہین۔ اور شین کا خاصہ بحث امر مین بخوف التباس امر شستن فتح سے بدلدیا گیا۔ تیسرا یعنی **حذف** جیسے برشتن بکسر ر کے اشباع سے برشتن بنالیا پھر بحث امر مین شین کو حذف کرکے بری بنالیا جیسے گرستن و گریستن سے امر گری بنالیا گیا ہے ہان اتنی بات ہے کہ گرستن و گریستن ہر دو مستعمل ہین اور برشتن یا نحتانی کے ساتھ میری نظر سے نہین گزرا۔ اگر اسکے عدم استعمال پر نظر کرتے اسکو حذف مع الزیادۃ کی فصل مین درج کردین گنجایش رکھتا ہے مگر تبدیل صرف مین داخل کرنا یعنے یاے تحتانی کو شین منقوطہ کا مبدل قرار دینا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ پانچوان قاعدہ **تبدیل مع الزیادۃ** یعنی کبھی شین معجمہ کو راسی مہملہ سے بدلکر بعد مین دال زیادہ کیجاتی ہے جیسے گشتن سے گردشتن سے نورد بفتح واو بمعنی طے کردن و پیچیدن اور کبھی شین معجمہ کو سین مہملہ سے بدل کر اُس سے قبل یاے تحتانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے نوشتن سے نویس بکسر واو بمعنی کتابت مگر بحث مصدر مین

بحکم ضرورت کسرۂ واؤ فتح سے بدلدیا جاتا ہے اسکی بحث مصدر بجاے واؤ باے موحدہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے جیسے نبشتن نبشت نبشتہ وغیرہ اور رشتن بالکسر سے (جو کہ تاگے وغیرہ کے کاتنے کے معنون مین ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارع ہے۔

نوشتن مین واؤ باے موحدہ سے بدلکر نبشتن بھی ہوجاتا ہے

باب الفاء

اس باب مین چھ قاعدے جاری ہین اثبات و زیادت و تبدیل فقط و تبدیل مع الزیادۃ و حذف فقط و حذف مع الزیادۃ۔ اول **اثبات** جیسے بافتن سے باف و شگافتن سے شگاف اور شگفتن بھی اسی قاعدہ مین داخل ہے کیونکہ اسکا مضارع آتا ہے فردوسی کا شعر ہے **شعر** دوچشمش گوزن دوابرو کمان ٭ تو گفتی ہمی بشگفد ہر زمان ٭ شگفیدن اسکا مصدر مضارع آیا ہے۔ فردوسی **شعر** چو نامہ برسام یزم رسید ٭ ز شادی رخش همچو گل بشگفید ٭ اور شگفتن تعدی بھی آیا ہے باقی کا شعر ہے **شعر** اے غافل یادہ گو چہ گفتی ٭ وے خار جفا چہ گل شگفتی ٭ مولوی معنوی **شعر** سید الاعمال بالنیات گفت ٭ نیت خیرت بہ گلہا شگفت ٭ اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیے تھا مگر وہ مستعمل نہین جیسے بودن کا مضارع بود۔ اور حاصل بالمصدر بوش مستعمل مگر اسکا امر بحسب قیاس بو مستعمل نہین۔ دوسرا **زیادت** جیسے خفتن بالضم یعنی نوم سے خفت بالضم سواے اس ایک صیغۂ امر کے اور بحث مضارع مسموع نہین سعدی رح فرماتے ہین **شعر** شنیدم بچہ یاد درش خویش گفت ٭ پس از رفتن آخر زمانے بخفت ٭ **ولہ** سراز خواب برکردہ شوریدہ گفت ٭ مرا فتنہ خوانی و گوئی مخفت ٭ یہ خلاف قیاس باوجود التباس صیغۂ ماضی جائز رکھا گیا ہے جنہون نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس خفت (ای خفت کو ۱۲) سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارع ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہین چاہیئے کیا معنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوابیدن مستعمل ہے نظامی رح **شعر** سہی سروش ببالین خوابنیدہ ٭ سرشک از لالہ و گل بردمیدہ ٭ اسکا بیان بحث مصدر مین گزر چکا ہے۔ اور خسپ بھی ایک جداگانہ امر ہے جسکا مصدر وغیرہ مستعمل نہین بیندو بین کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہین اور خسپیدن مصدر جعلی ہے۔ اور خفتن بالفتح بمعنی خمیدن و کج شدن مقتضب ہے اسکی بحث امیری نظر سے نہین گزری ناصر خسرو **شعر** امروز همی ضعیف بینی ٭ این قامت خفتہ نزارم ٭ میرمعزی **شعر** اے دہانت تنگ و زلفت خفتہ از بہر منست ٭ پشت من چون زلف داری

اثبات

قاعدہ اثبات فا کی فا و اثبات شگفتن اول ہے اور شگفیدن شگفتن کا مصدر مضارع ہے اور شگفتن تعدی بھی آیا ہے اور شگفتن معنوی بھی آیا ہے

دوسرا قاعدہ زیادت

خفتن خفتیدن سے ماخوذ ہے نہ کہ خفتیدن خود اسکا مصدر مضارع ہے

خفتن خفتیدن سے ماخوذ ہے نہ کہ خفتیدن خود اسکا مصدر مضارع ہے

خسپیدن خسپ کا مصدر مضارع ہے

خفتن بالفتح مقتضب ہے

دلم ہمچون دہان ۔ تیسرا قاعدہ تبدیل فقط اور یہ تبدیل کبھی تو باء موحدہ سے جیسے کوفتن سے کوب یافتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی مستعمل ہے حکیم نزاری قہستانی شعر بیک غمزہ رک جانش بکاہد ۔ شود گم در و نے و خود را نیابد ۔ اسے نیابد۔ اسیطرح شیفتن بمعنی دیوانہ و پریشان شدن بھی جس سے شیفتہ مشتق ہے بحث امر مین واو اور باء موحدہ ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے حکیم اسدی شعر زخواری در رنجے کہ آید شیب ۔ کہ گیتی چنین ست بالا و شیب ۔ فردوسی ؒ شعر چو در خنجر روز بگریخت شب ۔ ہمیرفت شیوان دل و خشک لب ۔ کبھی صرف واؤ سے جیسے رفتن سے رَو بالفتح کافتن سے کاو گفتن سے گو اور گوے شنفتن سے شنو جاننا چاہیے کہ شنودن و شنیدن ان ہر دو کو جداگانہ مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ مین نہین آتا کیا معنی کہ شنفتن سے بقاعدۂ تبدیل گفتن و رفتن کی طرح امر شنو حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تحتانی کی زیادت سے مصدر جعلی شنودین بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام مین یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سمع اور اس کا مزید علیہ نیوشیدن اُسی شنودین کا قلب ہے مولوی معنوی ؒ ۳۱۶ شعر لیک ناداںستہ آرم این زمان ۔ تا کہ ہر گوشے نوشد این نہان ۔ ۲۹۹ وَلہ توچہ دانی تا ننوشی قالشان ۔ زانکہ پنہانست بر تو حالشان ۔ ۱۹۰ وَلہ ما بری از دعوت دعوت ترا ۔ ما نوشیم این دم تو کافرا ۔ مگر اسکا مزید علیہ نیوشیدن کثیر الاستعمال ہے۔ یہ قاعدہ قلب کا اور مصدرون مین بھی جاری ہے جیسے شکستن بضمتین گسستن کا قلب ہے مولوی معنوی ۳۱۰ شعر گندم از شکست و زہم در گسست ۔ بر دکان آمد کہ نک نان درست ۔ فردوسی ؒ شعر غل و بند در ہم گسستم ہمہ ۔ دوان آمدم پیش شاہ رمہ ۔ ممکن ہے کہ نیوشیدن مصدر جداگانہ مستقل ہو اور نوشیدن بمعنی سمع اُسکا مخفف واللہ تعالی اعلم۔ سو یہی شنودین کبھی تخفیف واؤ سے شنیدن کر لیا جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تحتانی سے شنودن اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاے تحتانی دونون حذف کر دیئے جاتے ہین فردوسی ؒ ۳۲۶ شعر گریزان ببالا چو ابر بشدی ۔ چو آواز شیر ژیان بشندی ۔ اور کبھی بزیادتی الف اشنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی ؒ ۴۸۳ شعر دید صد چندان کہ وصف اشنیدہ بود ۔ کے بود خود دیدہ مانند شنود ۔ مگر شنفتن صرف سمع یعنے سننے کے معنون مین آتا ہے اور شنودن و شنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنون مین مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے شعر فیلان کہ مقیم بیشہ بودند ۔ بوے زروندگان شنودند ۔ فردوسی ؒ شعر کہ داند کہ گیتی چہ اورا نمود ۔ چہ گویم کہ گوش

قسم آخر قاعدہ تبدیل فقط
تبدیل گفتن و رفتن کا تبدیل فقط
یہ تبدیل کبھی واو کے ساتھ
کبھی یاے تحتانی کے ساتھ
مستعمل ہے

تبدیل گفتن و رفتن کی تحقیق

شنودن و شنیدن
سمع کے معنی مین
نوشیدن و نیوشیدن
سمع کے معنی مین
مستعمل ہین

نیوشیدن کثیر الاستعمال ہے
مصدر جداگانہ اور شنیدن کا مخفف
نہین

شنودن کبھی واو حذف ہو کر شنیدن اور کبھی یاے تحتانی حذف ہو کر شنودن اور کبھی واو اور یاے تحتانی دونون حذف ہو کر شنیدن رہجاتا ہے۔

بالف زیادہ کر کے اشنیدن بھی کہا جاتا ہے

شنودن
شنیدن
اشنیدن
مصدر ہین
سماع کے معنی مین
مستعمل ہین

این نیاروشنود ٭ اور شنیدن کے دونون معنی اس ایک شعر سے واضح ہین حافظ ع شعر ہیچ خوش تو ہر کہ زبادِ صبا دِ شنید ٭ از یار آشنا خبر آشنا شنید ٭ چوتھا تبدیل مع الزیادۃ یعنی فے کو با وحدہ سے بدل کر قبل اُس بدلے کے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفتن بالنم سے سنب شعر خنجر او سر تگین گرزش بود گردن شکن ٭ تیر او پولاد سنب رمح او سندان گزار ٭ سنبیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔ پانچوان حذف فقط جیسے پزیر فتن سے پزیر۔ چھٹا حذف مع الزیادۃ جیسے گرفتن سے گیر یہان یاے تحتانی اشباع کسرہ سے پیدا ہوگئی۔ جاننا چاہیئے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات مین اختلاف ہے قول تحقیق کسرۂ کاف فارسی و فتح راء مہملہ ہے چنانچہ فردوسی ع فرماتے ہین شعر سر و دل پر از کینہ کرد و برفت ٭ تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت ٭ کبھی بحکم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کر دیا جاتا ہے جنکا حرف ماقبل روی مکسور و مضموم ہے۔ مولوی معنوی ع شعر یک بیک راحاجبہ جستن گرفت ٭ تا پدید آید گہر بنگر شگفت ٭ فردوسی ع شعر سبک دشتبان گرشہا بر گرفت ٭ غریوان ازو ماند اندر شگفت ٭ اسکے نظائر بہت ہین جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فردوسی ع شعر چو رفتند بیدار دل رفتہ بود ٭ کہ بخت جہان بادشہ خفتہ بود ٭ وله سیاوش بگفت آن کجا رفتہ بود ٭ وزان کو سیود ابہ آشفتہ بود ٭ وله شبا روز مادر زمی خفتہ بود ٭ زمی خفتہ وہم زہش رفتہ بود ٭ واللہ تعالیٰ اعلم اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے۔ حافظ فرماتے ہین شعر بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہواے سرو ٭ اے مرغ وصل کے شوی آخر بدامِ ما ٭ وله نگرفت در تو گریۂ حافظ ہیچ رو ٭ حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست ٭

باب المیم

اس باب مین سواے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہین آیا اور اس مین صرف ایک حذف مفرد کا قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آمی یہان بھی زیادتی یاے تحتانی کی اُسی قسم کی غیر واجب ہے جسکی تحقیق مکرر کہ کر لفظ خدایا کی تحقیق اور بیانِ اضافت اور اسی بحث کی باب الف مین مصدر کشادن کے ضمن مین گزر چکی ہے حاشا و کلا یہ (ے) ہرگز میم کے بدلے مین آئی ہوئی نہین ہے جیسے اور قواعد نگارون نے عدم اعتنا سے لکھدیا خصوصاً مصنف جواہر المحروف محقق فرزانہ بہار اور انکے اتباع صاحب تحقیق القوانین صاحب ہفت قلزم صاحب قوانین و شگیری وغیرہم سے سخت تعجب ہے کہ وہ تحقیقات کے ایسے درپے اور پھر اُنہون نے بلا مناسبت کیسی آنکھ بند کئی آمی مین (جو آمدن سے

پانچوان قاعدہ حذف صرف کا

چھٹا قاعدہ حذف مع الزیادۃ

گرفتن کی رے کی حرکت کا بیان

رفتن بالفتح کا رفتن بالضم کے ساتھ ہم قافیہ ہونا

گرفتن بمعنے لازم کی سند

باب المیم

آمدن کے اصطراری اور اختیاری دو صیغون مین فرق کے اصطراری صیغے مین یاے تحتانی کی تحقیق

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ی تحتانی کو سیم کا بدل کہدیا اسیطرح آرائے و پیرائے مین (جو آراستن و پیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہین) یائے تحتانی کو سین مہملہ کا بدل کہدیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یائے زائدہ ہے جو الف مدہ کے بعد درصورت عدم ترکیب جوازا جیسے آوای آرا و آرائے پیرا و پیرائے اور وقت ترکیب تحمل حرکت کے لیئے وقایۃً وجوبًا زیادہ کی جاتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ کبھی بحکم ضرورت اس مصدر آمدن کا ایک الف حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی ؒ **شعر** رحمت اندر رحمت آید تا بسر ✤ بر یکے رحمت فرو مائے پسر ✤ اے فرو میا۔

آرائن کا کبھی بحکم ضرورت ایک الف حذف ہو جاتا ہے

باب النون

باب نون

اس باب مین صرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے افگندن سے افگن آگندن سے اگن کندن سے کن۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

باب الواؤ

باب الواؤ

یہ باب دو قاعدون کو شامل ہے اثبات اور تبدیل۔ **اثبات** جیسے غنودن سے غنو۔ سعدی ؒ **شعر** نغنوم زان روخیالش را نمی بینم بخواب ✤ دیدہ گریان من یک شب غنودی کاشکے ✤ بودن کا صیغہ امر حاضر مستعمل نہین لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بُو اسکا امر ہو کیونکہ بود بوے بوم سکا مضارع مستعمل ہے فردوسی ؒ **شعر** کہ تا من بگیتی بوم زندہ را ✤ زتر کان اگر شاہ و گر بندہ را ✤ اور بوجو یعنی آرزو و اشتیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود مستعمل ہے فردوسی ؒ **شعر** ترا بوید دخت مہراب خاست ✤ دلت خواہش سام یزم کجاست ✤ اسیطرح حاصل بالمصدر **بوش** بمعنے تقدیر اساتذہ کے کلام مین مستعمل ہے کیا معنے کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پر شین ناقبل کمسور لاحق کرنیسے حاصل ہوتا ہے فردوسی ؒ **شعر** بہ بخشود یزدان نیکی دہش ✤ یکے بودنی داشت اندر بوش ✤ **وَلہ** نوشتہ چنین بود مان از بوش ✤ برسم بوش اندر آمد بروش ✤ اور اسکا مخفف بُدن اور اُسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی مستعمل ہے مولوی معنوی ؒ **شعر** ہست دنیا از ندا غافل بدن ✤ نے قماش و نقرہ و فرزندو زن ✤ فردوسی ؒ کا یہ جو یہ متعہ ہے **شعر** چو بہیم دارش نبُد در نژاد ✤ زدیہیم داران نیاورد یاد ✤ اگر ماد رشاہ بانو بُدے ✤ مرایسم و زر تا بزانو بُدے ✤ **وَلہ** کہ پیش از تو شاہان فراوان بُدند ✤ ہمہ تاجداران گیہان بُدند ✤ **وَلہ** بایرانیان گفت بیدار دید ✤

بودن کا بحذف واو و تخفیف و ترخیم متعہ ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید ۔ ثانی **تبدیل** جیسے نمودن سے نما اور نمائے یہان امر مین فتح نون کا ضمہ سے بدلہ یا گیا تا واو مبدلہ پر دلالت کرے اور پالودن سے پالا اور پالائے یہان بھی یاے تحتانی بعد مدہ زائد ہے جسکا کئی بار ذکر ہو چکا ہے یہان ایک بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ پالودن پانی شراب تیل جیسے مائیات کے چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہین اگرچہ وہ بالفعل مائی نہون بعد پگلانے کے اُن مین مائیت پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی ر **شعر** گہر سفت نتوان آسودگی ۔ بود نقرہ محتاج پالودگی ۔ بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے معنون مین استعارہ کر لیا جاتا ہے فردوسی ر **شعر** رہ داور پاک بنمودشان ۔ زآلودگیہا بپالودشان ۔ جسطرح پختن آٹے خاک راکہ جیسے خشک چیزونکو چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہین بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے موضع مین مستعمل ہوتا ہے ۔ جاننا چاہیئے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب مین جاری ہی چونکہ وہ مصادر شاذۃ الاستعمال مین سے ہے ہمنے اسکو ذکر نکیا جیسے بپسودن سے بپسا و اس مین دو طرح تخفیف کیجاتی ہے ایک تو باے موحدہ کو حذف کر کے پسودن کہتے ہین دوسرا باء فارسی کو حذف کر کے بسودن کہتے ہین ابو الفرج کا شعر ہے **شعر** بعون عدل توصیاد عدل بپسا و ۔ سرون آہوے نخچیر بے وسیلۂ دام ۔ **ولہ** کوہ بپسود زخم تیرش و گفت ۔ صاعقہ است این نہ تیر داغوثا ۔ حکیم سوزنی **شعر** بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد ۔ بآستین حریر ارچہ نرم بپسودی ۔ فردوسی ر **شعر** نگہ کرد پیکار دو پیل مست ۔ خروشان چو رعد و پسا وان دو دست ۔ **ولہ** بتان را بشاہ نو آئین نمود ۔ کہ بودند چون گوہر نابسود ۔

باب الیاء

اس باب کے مصادر مستعملہ مین فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے مین آئے ۔ اول **حذف** جیسے رسیدن سے رس بُریدن بالضم سے بُر بالضم بمعنی قطع گزیدن بالفتح سے گز ۔ دوسرا **زیادت** مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور بُریدن بالضم بمعنی قطع کا امر جیسے بُر بالضم محذوف الیا آتا ہے جیسے قاعدۂ اولی حذف مین عرض کیا گیا بُرین بالضم زیادتی نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر بریدش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی **شعر** چون بُرید او داد او را یک بُرین ۔ ہمچو شکر خوردش و چون انگبین ۔ نظامی ر **شعر** دلے باید اندیشہ را تیز و تند ۔

قاعدہ تبدیل
پالودن مائیات کے چھاننے کے لیے موضوع ہے خواہی بالفعل مائی ہون خواہی بالقوہ
معنون مین آتا ہے
باب الواو مین قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصادر شاذۃ الاستعمال مین الایا جاتا ہی بیان نہین کیا
مصدر بپسودن کی تحقیق
باب الیاء
قاعدہ حذف
قاعدہ زیادت

برنیش نیاید زشمشیر کند ٭ جاننا چاہیئے کہ اسی باب الیا مین دیدن ایک ایسا مصدر ہی کہ باعتبار بحث امر کے متقضب ہے یعنی دیدن مصدر اور ہے مین مشتق اور انکے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہین یعنے دیدن کا مضارع اور امر نہین آتا اور مین کا مصدر اور ماضی نہین آتا ہان معنون مین مترادف ہے اس بارہ مین مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالے کا ہمزبان ہون۔ چیدن سے چین اور یہ مصدر مع کل مشتقات بتخفیف یا چدن وچد وچن بھی کلام فصحا مین مستعمل ہے فردوسی ؒ شعر ہمی گل چند ازلب رودبار ٭ زخان چوگلستان وگل درکنار ٭ ولہ ترا آرزو جنگ وپیکار نیست ٭ اگر گل چنی راہ بے خار نیست ٭ ولہ بہار آمد از گلستان گل چنم ٭ زروے زمین شاخ سنبل چنم ٭ واللہ تعالی اعلم بالصواب ٭

بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنون پر بنفسہ دلالت نکرے یعنی اپنی مفہومیت مین مستقل نہو کیا معنی کہ جب تک دوسرا کلمہ اسکے ساتھ نہ ملے اسکا معنی کچھ نہ سمجھا جاے وہ حرف ہے جیسے از و در و بر حروف کئی قسم کے ہین حروف جر۔ حروف مشبہ بالفعل۔ نہ ونے مشبہ بہ لیست۔ نہ نفی جنس کا۔ ناوبی کہ جنکی ترکیب سے وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہین جسطرح لفظ باصفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے۔ حروف نواصب اسم۔ حروف شرط۔ حروف جازمہ۔ حروف عاطفہ۔

اول حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مایلی تک پہونچا دینے کے لیئے موضوع ہین حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر بمعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو اپنے ملحق و متصل تک کھینچ لاتے ہین اور جر عربی مین ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی کلام عرب مین کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ مین ظاہر ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو ملقب کرتے ہین چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ مختص ہے اجمام ان دقیقون سے بلے بہرہ ہین پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان عرب ہوگا واللہ تعالی اعلم بالصواب اور حروف جر مین سے ایک تو لفظ از ہے اور اسکا مخفف ز یہ کئی معنون مین مستعمل ہے ایک ابتدائیہ اور ابتدائیہ ایک امر ممتد کی ابتدا کے لیئے موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر ممتد ہونا چاہیئے مگر عام ہے کہ ممتد بنفسہ ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر از درد دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم ٭

حروف جر کا بیان اور اسکی وجہ تسمیہ

معنی فعل یعنی جو اسکا فاعل ہین اور اسم مفعول اور مصدر اور ظرف اور اسم اشارہ وغیرہ مین معنی فعل یعنی معنی فعلی یا بمعنی فعل ہیئت کائنہ یا معنی فعل کسی ضرورت بین دونون علم النحو ابہ پڑھا

مصدر دیدن کی تحقیق

چیدن بتخفیف یا چدن وچن بھی کلام فصحا مین مستعمل ہے

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم ؛ کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر ممتد ہے نظامی رح شعر
زد دوائرۂ سدرہ تا ساق عرش ؛ قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش ؛ قدم بر قدم خود امتداد پر
دال ہے یا منشا اور سبب کسی امر ممتد کا ہو جیسے نظامی رح شعر بروں جست ازین گنبد چار بند ؛
فرس راند بر ہفت چرخ بلند ؛ کیا معنی کہ باہر کود جانا امر ممتد نہین اسواسطے کہ ایک ہی پھلانگ
مین باہر کود جا سکتے ہین بلکہ دوسرے کسی ایک امر ممتد یعنی فرس راندن بر ہفت چرخ کا سبب ہے
اور فرس راندن بلاشبہ امر ممتد ہے اور ابتدا اس امر ممتد کی (جیسا مجرور از دلالت کرتا ہے)
مکان یا زمان یا سوا اسکے کسی تیسری شئے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علماے نحاۃ کا اسمین اختلاف
ہے بعضے غیر زمان مین اسکا استعمال حقیقت اور زمان مین استعارہ اور مجاز جانتے ہین - اور
غیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جیسے نظامی رح شعر گر آئی زجاے نگہدار جاے ؛ وگرنہ
سپارم سرت زیر پاے ؛ اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامی رح شعر بسے منزل آمد زمن
تا تبو ؛ نشاید ترا یافت الا بتو ؛ اور بعضے صرف مکان کے لیئے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان
مین استعارہ اور مجاز مانتے ہین اور بعضے تینون حالتون مین اسکے استعمال کو حقیقۃً جائز رکھتے ہین -
واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھ مین آگئی ہو گی کہ جو شے لا بدایۃ لہ ہو گی اس پر
از کالانا محال ہے جیسے لانہایۃ لہ پر تا سے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا ابد جیسے
نظامی رح کے اس شعر مین شعر محمدؐ کا ازل تا ابد ہر چہ ہست ؛ بآرایش نام او نقش بست ؛
متاوّل ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور ابد کے ساتھ استعارہ
کر لیا اسواسطے کہ آپ کی ذات پاک صاحب لولاک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب
وجود مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات مین سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہین
ازل اور ابد اُسی کی ذات تبارک وتقدس ہے واللہ تعالیٰ اعلم اسیطرح غیر مکان وغیر زمان
سے مکانیات وزمانیات مراد ہین نہ کہ جو شے مکان وزمان سے باہر ہو پس از لامکان
یا تا لامکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر مین شعر آن سیہ چشمان شد از برہان
او ؛ می دمید از لامکان ایمان او ؛ متاوّل ہے یعنی بڑی بعید مسافت کو لامکان کے ساتھ
استعارہ کر لیا اسواسطے کہ لامکان ایمان کا مخزن نہین صرف یہ بات ثابت کرنی ہے کہ ہمارے

ایمان کی طرح ملوث نہین نوریان مقربان حضرت یزدان جل جلالہ کے ایمان کیطرح اُس کا ایمان بھی بے لوث اور کامل تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ؛

واضح ہو کہ از کا استعمال جب کئی معنون مین ہوتا ہے تو جداشناس اور علامت خاص اس معنی ابتدائیہ کی یہ ہے کہ اُسکے مقابلہ مین تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی تاکید ادا کرے لانا درست ہو اوّل ظاہر ہے جیسے از خانہ تا مسجد رفتم ثانی جیسے نظامی رح کے اس شعر مین شعر سنائی ؎ در بیت اقصا کشاد ؛ ز ناف زمین سر بآقصا نہاد ؛ اے از ناف زمین تا اقصا رفتند۔ جسطرح نحات عرب نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم مین تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استرآبادی شرح کافیہ مین فرماتے ہین لان معنی اعوذ بہ التجئ الیہ وافزع الیہ فالباء ھٰھنا افادت معنی الانتھاء اور کبھی یہ از ابتدائیہ بقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر مین نظامی رح شعر محمدؐ کا زل تا ابد ہر چہ ہست ؎ اے کہ از ازل تا ابد الخ ولہ سکندر کہ کرد آن عمارتگری ؎ کجا تا کجا سدِّ اسکندری ؎ ای از کجا تا کجا۔ اسی قبیل سے ہے سر تا پا اے از سر تا پا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا از بیانیہ ہے جو ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اُسکے اظہار و تبیین کے لیئے موضوع ہے یعنی از اپنے مجرور کے ساتھ ملکر مظہر و مفسر و مبین اُس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم خواہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر مین نظامی رح شعر بر انگیخت رزمے چو بارندہ میغ ؎ تگرگش ز پیکان و باران ز تیغ ؎ خواہی بعد جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر برگل سبزے از نم افتادہ لآلی ؎ ہمچو عرق بر عذار شاہد غضبان ؎ جامی رح شعر بشیر بنی و چربی از زبانم ؎ نہادی لقمۂ خوش در دہانم ؎ یہان لآلی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہین۔ علامت اور جداشناس لفظی اسکا یہی ہے کہ بجائے اسکے موصول مع مقتضیات لایا جاے تو معنی مین کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ مین اسی لآلی کہ آن نم ست و لقمہ کہ آن زبان من ست و تگرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیانیہ بقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی رح شعر ۱۶۶ تا برون آرد زمین خاک رنگ ؎ ہر چہ اندر جیب دار و لعل و سنگ ؎ اے از لعل و از سنگ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ؎

تیسرا تبعیضیہ اور وہ وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو اسم مرفوع یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور از کے بعض افراد مین سے ہو اول یعنی مرفوع جیسے اس شعر مین

سعدی رح شعر ملک صالح از پادشاہان شام ٭ برون آمدی صبحدم با غلام ٭ ثانی یعنے منصوب جیسے اس شعر مین **وله** یکے راتب آمد ز صاحبدلان ٭ کسے گفت شکر بخواہ از فلان ٭ یہان اسم مرفوع یعنے ملک صالح مجرور یعنی پادشاہان شام کے بعض افراد مین سے ہی۔ اسیطرح اسم منصوب یکے را یعنی جس شخص کا حال بیان کرتے ہین صاحبدلونکے بعض افراد مین سے ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

ازانتزاعیہ

چوتھا از انتزاعیہ وہ یہ ہے کہ مجرور از سے صرف موضع انفصال وانتزاع کا ظاہر کرنا مقصود متکلم ہو یعنے اس سے مبدئیت کسی امر ممتد کے بیان کرنی مقصود نہو اور اسکو انفصالیہ بھی کہہ سکتے ہین جیسے سعدی رح شعر زگوش پنبہ برون آرو داد خلق بدہ ٭ دگر تو مے ندہی داد روزدادے ہست ٭ نظامی رح شعر ستانی زبان از رقیبان راز ٭ کہ تا ز مسلطان نگویند باز ٭ **وله** ز ہر شاہ کامد جہان را پدید ٭ بدست تو داد آفرینش کلید ٭ یعنی ہر پادشاہ کہ در وجود آمدہ کلید سلطنت از دست او گرفتہ بتو سپرد ٭ کبھی بقرینہ مقام یہ از انتزاعیہ حذف بھی کیا جاتا ہے سید حسین خالص کا شعر ہے شعر وعدۂ وصلے کہ اے مہ پارہ یادت رفتہ است ٭ چارۂ دردمن بیچارہ یادت رفتہ است ٭ اے از یادت رفتہ است پانچوان از اعراضیہ جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر گفتم میان عالم وعابد چہ فرق بود ٭ تا کردی اختیار ازان این فریق را ٭ **وله** دل آرامے کہ داری دل در و بند ٭ وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند ٭

ازاعراضیہ

چھٹا تفضیلیہ جو مفضل علیہ پر لایا جاتا ہے تا مفضل کا اپنے وصف مقصود مین مفضل علیہ سے بڑھا چڑھا رہنا ثابت ہو سعدی رح شعر سر ہنگ لطیف خوے دلدار ٭ بہتر ز فقیہ مردم آزار ٭ نظامی رح شعر تونی کافزیدی زنیک قطرہ آب ٭ گہرہاے روشن تر از آفتاب ٭ کبھی مفضل کو کبھی مفضل علیہ کو بوجہ کسی نکتہ کے مذکور نہین کرتے مثلاً اعلام اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ اسکی عمومیت حصر بیان کو مانع ہے وغیرہ ذلک اول یعنی حذف مفضل سعدی رح کے اس شعر مین شعر چو دانشور این دُر معنی بسفت ٭ بگفت این گزین بہ محالست گفت ٭ اے چیزے بہتر از ین الخ اور ثانی یعنی حذف مفضل علیہ جیسے نظامی رح کے اس شعر کے مصرعۂ ثانی مین شعر کزان خوبتر جانبا شد دگر ٭ چہ آن خوبتر گفتی آن خوبتر ٭ اے خوبتر از ہمہ چیز چنانچہ عربی مین اللہ اکبر ہے اکبر من کل شئ ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہوجاتا ہے مگر ہر حال مین حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی مین اداۃ تفضیل تر

یا ترین ہین اور کبھی بغیر اداۃ کے بعض اسم جو متضمن معنے تفضیل کے ہین مفضل بنجاتے ہین چنانچہ حضرت نظامی
کا یہ شعر ان دونون وعودن (یعنی تقدیم مفضل علیہ اور اداۃ تفضیل) کی شہادت ہے شعر امیدم بہوبت
زاندازہ بیش ۔ بکن ناامیدم زدرگاہ خویش ۔ سعدی رح شعر چون در آیدمہ از توئی بسخن ۔ گرچہ بدانی
اعتراض مکن ۔ کبھی معنی تفضیل سے تجرید کر لیجاتی ہے اداۃ تفضیل اُس پر لاکر بیشتر و مہتر و بہتر کہتے ہین
کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہین ہوتی ہے جیسے نظامی رح کے اس شعر مین شعر شکر کہ این نامہ
بعنوان رسید ۔ پیشتر از عمر بپایان رسید ۔ اور صیغۂ تفضیل کو بعد حذف حرف جر جانب مفضل علیہ
اضافت بھی کر سکتے ہین مگر اس مین شرط ہے کہ مفضل بعض افراد مفضل علیہ سے ہو غیر اضافت یعنی حالت
تحلیل و انفصال ان شرطون سے بری ہے ہر حال مین مفضل مفضل علیہ کو بتوسط حرف جر بیان کر سکتے
ہین گلستان مین ہے نشر اجلّ کائنات از روے ظاہر آدمیست و اذلّ موجودات سگ و باتفاق
خردمندان سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس ۔ آدمی اجل کائنات است و سگ اذل
موجودات ۔ یہ دو مثالین اضافت کی ہین اس عبارت مین آدمی اور سگ (جو مفضل ہین)
بعض افراد مفضل علیہ (یعنے کائنات و موجودات سے) ہین یہ امر صحت اضافت کے لیئے
شرط ہے بخلاف حالت تحلیلی کے کہ اس مین خواہی مفضل مفضل علیہ کے افراد سے ہو یا نہ ہو
سب درست ہے اوّل ظاہر ہے جیسے گوہر بہتر از سنگ ست تو گوہر نوع سنگ و افراد سنگ سے
ہے اور اُسی مثال آدمی اجلّ کائنات کو آدمی اجل از کائنات بھی کہنا درست ہے اور ثانی یعنی
جہان مفضل افراد مفضل علیہ سے نہو جیسے سگِ حق شناس بہ از آدمیِ ناسپاس کہنا درست اور
اضافت کے ساتھ سگ بہترِ آدمی ست نہین کہہ سکتے اسواسطے کہ سگ موصوف مردم
ناسپاس کے افراد سے نہین اسیطرح زید بہتر از حمارست جائز ہے بہترین حمارست اضافت
کے ساتھ جائز نہین ۔ پس ان دو استعمالون مین نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنے استعمال بتوسط
از محلہ تفضیلیہ عام ہے اور اضافت کے ساتھ خاص جیسے زید بہترین مردمانست و بہتر از مردمان
مادہ اجتماع ہے اور زید بہتر از حمارست مادہ افتراق ۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ مفضل جس پر
حرف تفضیل لاحق ہوتا ہے وہ اسم متضمن معنی وصفی ہونا چاہیئے اور بعض جگہ اسم غیر متضمن معنی وصفی
یا اعلام پر لاحق ہو جاتا ہے تو اُن اسمون سے اُنکے اوصاف مشہورہ مراد ہو کر منزلہ صیغہ صفت کے

بنا دیئے جاتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** کہ بردو ما خود زتو چو پان تریم ٭ چون تیغ گردیم ہر یک سر دیم ٭
اے پاسبان تر و مرزبی تر ہستیم **ولہ** لیک ازان فرعون تر آمد پدید ٭ ہم در اہم مکر او در کشید ٭
اے مکار تر۔ نظامی رح **شعر** سخنہاے از تیغ پولاد تر ٭ زبان از سخن سخت بنیاد تر ٭ اے از تیغ سخت
و تیز تر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ساتوان استعانت کے لیئے صائب کا شعر ہے **شعر** کہ می شوید
غبار کلفت از دل عندلیبان را ٭ دران گلشن کہ از خون خود رخسار می شوید ٭ اے بخون خود نظامی رح
شعر گر شاہ زان داد چوگان بمن ٭ کہ تاز دکشم ملک بر خویشتن ٭ اے تا بدوکشم۔ اس شعر مین معنی
استعانت کے جب ہی درست ہونگے جب مرجع ضمیر مجرور کا چوگان کو بنائین اور اگر شاہ کی جانب ضمیر
راجع ہو تو از انتزاعیہ یا ابتدائیہ سمجھا جائیگا مگر تقدیر اول راجح ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر
زیادہ ہوگا اسواسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہان تقدیر اول پر لے سکتے ہین۔ تقدیر
ثانی پر جب زد کی ضمیر مجرور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا
مطلق چھوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سوا اُس کے
ملک کے تمام جہان کہان سے لے سکتے ہین **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**۔ آٹھوان اجلیہ یعنی
بعنی برائے۔ انوری **شعر** ورد یدۂ فتح جاے سازی ٭ از کوری دشمنان لوارا ٭ اے برائے کور
کردن دیدۂ دشمنان کذا فی الشرح۔ نوان سببیہ۔ سعدی رح **شعر** ہر آنکس کہ عیبش نگویند پیش ٭
ہنر داند از جاہلی عیب خویش ٭ **ولہ** آبگینہ ہمہ جا یابی ازان نے محل است ٭ لعل و شوار بدست آید
ازان ست عزیز ٭ **ولہ** اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب ٭ شبے زمعدۂ سنگی شبے زدل تنگی ٭ اے
بسبب گرانی معدہ و بسبب تنگی دل۔ اجلیہ اور سببیہ مین فرق یہ ہے کہ مجرور از اجلیہ کا فعل مذکور
کے لیئے علت غائی ہوتا ہے جسکا وجود اُس فعل سے مؤخر ہے اور مدخول از سببیہ کا فعل مذکور کی
علت موثرہ فاعلی ہوتا ہے جسکا وجود اُس فعل پر مقدم ہے جیسے امثلہ سے ظاہر ہی **واللہ تعالیٰ**
اعلم بالصواب دسوان از محلہ اضافت۔ رائے محلہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا ہے
اور مضاف کا مقدم مؤخر بلا فاصل اور فصل کے ساتھ ہونا سب طرح جائز ہے لیکن یہان اس
عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہوا کرتی ہے جیسے سپاس از خداوند غم از آسیب
و عذر از تقصیر فردوسی رح **شعر** سپاس از خداوند خورشید و ماہ ٭ کہ دیدم ترا زندہ در جایگاہ ٭

اے سپاس خداوند سعدی ر شعر اقلیم پارس راغم از آسیب دہر نیست ؛ تا بر سرش بود چو تو اے سایہ خدا ؛ اے غم آسیب دہر و لہ بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ؛ عذر بدرگاہ خدا آورد ؛ اے عذر تقصیر خویش - یہان اس تحلیل سے سامع کو چونکا نا منظور ہوتا ہے تا وہ سامع اُس تقئید و قید پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو در صورت ترکیب اضافی اجمالی نظر کو مقتضی تھی کیا معنی کہ اضافت مین قید یعنے مضاف الیہ خارج ہو اکرتا ہے اور تقئید داخل تو شاید سامع اُس تقئید پر توجہ نکرے اُس قید کو اتفاقی سمجھے تو وہ بند اضافت یعنی تقئید از کے ساتھ کھولدیجاتی ہے مگر چونکہ صحت اضافت کے لیئے مناسبات شتّی ہین (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لیئے کافی ہے) کہین یہ از اگرچہ ادنیٰ مناسبت ہی سہی محلّہ رائے مخصصہ کے معنی دیگا جس طرح عربی مین لام تخصیص جیسے سپاس از خداوند مین یعنی سپاس جو خاص خداوند عالم کے لیئے ہے - اور کہین سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر مین یعنی غم جو بسبب آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کرلین پس از مادی کو (جسکا بیان ابھی آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ) اسی محلہ کی قسم مین داخل کرسکتے ہین مگر اسوجہ سے کہ اضافت مین اضافت حقیقی اصل ہے اور اضافت حقیقی مین مقصود مضاف ہی ہوا کرتا ہے اور مادی مین مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہین مادی کو قسم جداگانہ بتا دیا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ - گیارہوان از مادّی وہ از ہے جو مادہ پر داخل ہوتا ہے تا ظاہر ہو جائے کہ جو اسم ماقبل از مذکور ہے مجرور از اُس کا مادہ ہے خواہی یہ مادہ حقیقۃً ہو خواہی ادعائے محض اول جیسے اس شعر مین سعدی ر شعر شمشیر نیک زاہن بد چون کند کسے ؛ ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس ؛ ثانی جیسے اس شعر مین نظامی ح شعر زلعل و زدُر گردن و گوش پُر ؛ لب از لعل کانی و دندان زدُر ؛ یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاءً بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و دُر ہے اِس زا کو غم از آسیب و عذر از تقصیر کیطرح محلہ اضافت نہین کہہ سکتے کسواسطے کہ محلہ مضاف الیہ پر داخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور از مادّہ حقیقۃً ہے اور اُس سے بعد حذف حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محلہ کیطرح مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف الیہ ہوگا جیسے شمشیر از آہن انگشتر از زر سے شمشیر آہن انگشتر زر اور اگر مادۂ ادعائی ہے مجرور از اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور مین لب از لعل و دندان از دُر سے لعل لب و دندان مرکب اضافی ہوگا غرض ما بالامتیاز مادی حقیقی اور ادعائی کا بھی وہی ہے مگر ہر حال

مین مقصود اور محط نظر وہی اسم ہوگا جو ماقبل از کے مذکور ہوا گرچہ مرکب اضافی بنانے کے
بعد مادی حقیقی مین مضاف مقصود ہوجاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ماقبل از کے تھا اور مادی ادعائی
مین مضاف الیہ مقصود ہوا کرتا ہے جو قبل ترکیب اضافی یہ بھی ماقبل از کے مذکور ہوا ہے
جیسے امثلہ سے ہویدا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم مادی یعنی حقیقی و ادعائی کی اضافت بیانیہ
کہلاتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ بارہوان از برائے قسمت وتوزیع یہ وہ از ہے کہ جو
مقسوم علیہ پر لایا جاتا ہے میر مرتضے رضی کا شعر ہے شعر برادرانہ بیا قسمتے کنیم رقیب ؛ جہان و
ہر چہ در وہست از تو یار از من ؛ اے ہمہ جہان قسمت تو و یار قسمت من۔ خواجہ افضل الدین کاشی
رباعی ابر از دہقان کہ ژالہ میرویدازو ؛ دشت از مجنون کہ لالہ میرویدازو ؛ طوبی و بہشت و
سلسبیل از زاہد ؛ ما و دلکی کہ نالہ میرویدازو ؛ تیرہوان از جو بجاے راے مفعولی کے مستعمل ہوتا
ہے سعدی رح شعر شب سروشان بردہ از دیدہ خواب ؛ چو حرباتامل کنان زآفتاب ؛ اے
آفتاب بالبعض نسخون مین بغیر زے کے تامل کنان آفتاب ہے۔ مفید بلخی شعر چون گزم از لب
آن شوخ ہوسناک مفید ؛ من کہ ہمچون صدف آبلہ دندان دارم ؛ اے لب آن شوخ را ممکن ہے
کہ یہان از زائدہ مفعول بہ پر لایا گیا ہو۔ چودہوان از جو بجاے در مستعمل ہوتا ہے نظامی رح
شعر چہل روز خود را گر فتم زمام ؛ کادیم از چہل روزہ گردد تمام ؛ پندرہوان از جو بجاے بر
استعمال کیا جاتا ہے نظامی رح شعر نشست از برہ رہ نورد ؛ برآراست لشکر بر سم نبرد ؛ شعر فریب خوش از خصم ناخوش
بہ است ؛ برافشاندن آب زالش بہ است ؛ خسرو شعر اے پسر از ملک وجوانی مناز ؛ نازبدو کن کہ شد
اوبے نیاز ؛ واضح ہو کہ بر جو نازکا صلہ واقع ہوتا ہے وہ دو شئی پر آتا ہے ایک تو کوئی کمال یا جمال وغیرہ جسکے سبب سے
انسان ترا تا اور ناز کرتا ہے جیسے شعر نازبرین دولت تازان کہ من ؛ ازمن ناصح بنہ برین سخن ؛ دوسرا وہ کہ اسکے ناز اور نخرہ کو برداشت کرتا ہے
جیسے مصرعہ نازبرآن کہ خریدار است ؛ شق اول مین بمعنی حقیقی یعنی استعلا کے لیے ہے بلکہ بسببیہ ہے پس جواز کہ موضع اول
مین مستعمل ہے اسکو بمعنی برقرار دینا نہین چاہیئے بلکہ اس موقع مین اگر خود بر مستعمل ہو اسکو بمعنی از کہنا مناسب ہوگا وَاللّٰہُ تَعَالٰی
اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہوان از جو بلاے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین سلمان
کا شعر ہے شعر جان زندگی از چشمۂ پرنوش تو دارد ؛ دلبستگی از سنبل گلپوش تو دارد ؛ اے
دلبستگی باسنبل گلپوش تو الخ۔ سترہوان از جو وصفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلہ صیغہ صفت

از برائے قسمت

از بمعنی راے مفعولی

از بمعنے در

از بمعنے بر

از بمعنے باے مرکبہ اتصالیہ

از جزو صفت

اور مرکب وصفی کے درمیان مین لایا جاتا ہے جیسے دست از کار رفتہ آب از سر گذشتہ کیا معنی کہ دراصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے از کار رفتہ و از سر گذشتہ صلہ موصول محذوف کا۔ موصول صلہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ از کار رفتہ است و آب کہ از سر گذشتہ است ہے اس صورت مین موصوف کسرۂ توصیف سے بے نیاز ہوجاتا ہے

حروف ربط مطلقا جزو صفت واقع ہوسکتے ہین اس باب مین

اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطۂ اسنادی جو علامت جملہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت مین مفرد کے ہوجائے اسواسطے کہ صیغے صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے ہین آپ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حروف روابط مطلقا جزو صفت واقع ہوسکتے ہین کوئی خصوصیت حرف از کی اس بارہ مین جسطرح صاحب جواہر الحروف نے فرمائی ہے سمجھ مین نہین آتی چنانچہ در و بر و بار موحدہ و بار مرکب برابر جزو صفت واقع ہین جیسے پائے درماندہ چشم در راہ۔ گوش بر آواز۔ سر بر زانو نہادہ۔ دل با مہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر صفت مشبہ کے بیان مین گزر چکا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

از جزو صفت کا حذف

کبھی یہ از جزو صفت بقرینۂ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے **شعر** بر دست کار رفتہ نباشد گرفت و گیر ٭ چون بہلہ دد در کمر ما رسیکنم ٭ اگر مجھ سے پوچھیے اس از کو جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید عبث کلفت ہے اور درحقیقت انتزاعیہ انفصالیہ از ہے جو صلہ گزشتن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھارہوان مہ از جو صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یاد آمدن یاد کردن یاد دہانیدن وغیرہ اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی رح **شعر** جوابش داد یوسف کاے پریزاد ٭ نیاید با تو کس را از پری یاد ٭ اے در مقابل تو کسے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول ہوگا سعدی رح **شعر** یکے پرسید زان گم کردہ فرزند ٭ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ٭ یہان از پرسیدن کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی رح **نثر** حکیمے را پرسیدند از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ رح **شعر** کلک شکین تو روزیکہ زما یاد کند ٭ ببر داجرد و صد بندہ کہ آزاد کند ٭ باقر کاشی **شعر** تو خود کے می کنی از من فراموش ٭ کجا جان مے کند از تن فراموش ٭ اس حرف صلہ کو نہ بمعنی را سے مفعولی سمجھنا چاہیئے نہ زائد محض اگر بمعنی مفعولی ہوتا فعل لازم بر معنی فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ امر خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اُنیسوان از زائدہ اور یہ وہ حرف ہے،

از صلہ

جو صلہ پرسیدن و پژوہش کا مفعول اول فاعل اور مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے

19
از زائدہ۔

کہ اگر وہ کلام سے حذف کر دیا جاے معنی مین کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا الانا فائدہ سے خالی بھی نہین کچھ نہین تو اپنی جنس کی تاکید ہی اُس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن نصیر نے شرح جامی کے من زائدہ کے حاشیہ مین فرمایا ہے وھی ما لو اسقط استقام المعنی وفائدتہ التاکید غالبا کما ھو شان الحروف الزائدۃ جیسے ازبہر ازبراے ازپے بلکہ اُس را کے ساتھ جو معنی براے کے ہو زاید لایا کرتے ہین چونکہ ازکو اپنے مجرور سے مقدم اور را کو موخر ہونا ضروری ہے ازبراے کیطرح ازاور را متصل نہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہین گے جیسے مولوی معنوی کا شعر ہے شعر ساحران باموسی ازاستیزہ را ۔ برگرفتہ چون عصاے او عصا ۔ اے براے استیزہ۔

ازبرا اور بزرا کی تحقیق

ازیرا اور بزرا کی تحقیق

ازیرا اُسکے مخفف زیرا مین بھی ازاور را اسی قسم کے ہین اسواسطے کہ اصل اسکی ازین راہ ہے جسکو بعد حذف نون ازیرا و زیرا کہا کرتے ہین مولوی معنوی ؒ شعر بگو دل را کہ گردغم نگردد ۔ ازیرا غم زخوردن کم نگردد ۔ سید حسن اشرفی شعر ازعیب بپرہیز زمانی نجود آسا ے ۔ زیرا کہ خردمند نیاسود زاغیار ۔ اور یہی مخفف زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینون حرف ایک مجرور پر داخل ہوجاتے ہین جیسے میر معزی کے اس شعر مین شعر ازبہر ترا توبہ وسوگند شکستم ۔ برکف قدح بادہ نہادیم دگر بیچ ۔ اے بہر تو انوری شعر فاتحہ داغش از زمانہ ہمی خواست ۔ شیر سپہر ازبراے لوح سرین را ۔ اے براے لوح سرین مولوی معنوی ؒ شعر نامہ خواند ۳۴۹ ازپے تعلیم را ۔ حرف گوید ازپے تفہیم را ۔ اور اسی قبیل سے ہین از اوّل از نخست از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامی کا شعر ہے شعر ہمان صورت کہ اوّل زد برو راہ ۔ درآمد بارخے روشن ترازماہ ۔ اے اوّل بار۔ نظامی ؒ شعر طراز سرنامہ بود از نخست ۔ بنامے کز و نامہا شد درست ۔ فردوسی ؒ شعر از آغاز بنوشت نام خداے ۔ کہ بود دست ہمواہ باشد بجاے ۔ حافظ ؒ شعر رہِ خلاص کجا باشد آن غریقے را ۔ کہ سیل محنت عشق زپیش و پس باشد ۔ سعدی ؒ شعر برگ عیشے بگورِ خویش فرست ۔ کس نیارد زپس تو پیش فرست ۔ حافظ ؒ شعر گرم نہ پیر مغان در بروے بکشاید ۔ کدام رہ بزنم چارہ از کجا جویم ۔ اے کدام جا جویم۔ یعنی در کدام جا جویم۔ کمال اسمٰعیل شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ ۔ کہ یاد ت اید من رنجور و ناتوان آورد ۔ کہ آفتاب شریعت بطالع مسعود ۔ باوج برج سعادت زناگہان آمد ۔ کیا معنی کہ اول و نخست و پیش و پس وغیرہ ظرف کے صیغے ہین بلا واسطہ حرف جر مفعول فیہ واقع ہوجاتے ہین اب اگر یہ از عبارت سے

حذف بھی کردیا جاے معنی اسیطرح بنے رہین گے استقامت معنی مین ذرا فرق نہ آئیگا جیسے امشہ سے ہویدا ہے اور یہ از اسی مفعول فیہ والے معنی ظرفی کی تاکید بھی کردیتا ہے جو ان ظروف سے ضمناً مفہوم ہین پس اس صورت مین یہ از بمعنی در ظرفیہ ہوگا چنانچہ خود لفظ در اس موقع مین مستعمل ہے حضرت امیر خسرو رح فرماتے ہین **شعر** بود در اوّل کس از و پیش نہ ٭ ماند در آخر کس از و پیش نہ ٭ حافظ رح **شعر** ہر کو بر پیش تبان از سر جان می سوزد ٭ نے بتکلف تن او لائق قربان نشود ٭ **ولہ** در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ٭ آنچہ استاد ازل گفت ہمان می گویم ٭ مگر فرق ان دونون از زائدہ مین یہ ہے کہ جواز کہ برائے و بہر و را کے ساتھ آتا ہے اُس برائے و بہر و را کے معنون مین ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہین اور جواز کہ ان ظروف کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنون مین ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضمناً سمجھے جاتے ہین اور یہ بھی سن رکھیے کہ لفظ ناگاہ مین گاہ بمعنی وقت ہے جیسے سحرگاہ مین اور نانفی کے لیئے تو ناگاہ بے وقت کے معنون مین ہوا اور جو فعل اچانک بغتہً ہوتا ہے وہ بھی وقت ہی ہوتا ہے اسیوجہ سے اس لفظ کو مفاجات مین استعمال کرتے ہین اور مفاجات بھی بمعنی عجلت ہے چنانچہ مصباح مین ہے فاجاہ مفاجاۃً ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبین عربی مین بھی مستعمل ہین جیسے کہتے ہین جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من فورہ کما فی المصباح اسے رجع فی ساعتہ التی وصل فیہا چنانچہ محاورہ اُردو مین فی الفور کہا جاتا ہے غرض از ناگاہ اور از نخست از آغاز مین ایک ہی طرح کی زیادتی ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور یہ از جب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال پاتا ہے فتح ہمزہ نقل کرکے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کزو نز نظامی رح **شعر** ہر آن فتح کا قبالش آورد پیش ٭ ز فضل خدا دیدنز جہد خویش ٭ امیر خسرو **شعر** منکہ سپہ را بو غارا نده ام ٭ نز سر بازی و دوغا رانده ام ٭ چنانچہ ضمائر متصلہ کے بیان مین بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان آگیا ہے ۔

اَلثَّانِی تا مرکب یہ کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو انتہائیہ سادہ بلا تضمین بمعنی موصول شرطی اور یہ از ابتدائیہ کے مقابلہ مین آتا ہے تو یہ بھی ایک امر ممتد بالذات یا بالعرض کے لیئے موضوع ہوگا اسیطرح اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے از دہلی تا آگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان مین از ابتدائیہ پر قیاس کرلینا چاہیئے علامت اور حد اشناس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل مین از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے **شعر** یکے بشرط کہ فردا ست کوچ تا دہلی ٭

از آنچہ سے اور از سے و زین سے کے فرق

از زائدہ اور تا زائدہ مین فرق

جاگاہ اور جاگہ کے معنی مین فرق

از کا اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ وصل پانا اور اسکے الف کی حرکت نقل ہونے مین

تا انتہائیہ سادہ

علامت تا انتہائیہ کی

توان بعرصۂ چلہ وزیاد و ماہ رسید ؛ اے از نیجا تا دہلی۔ صائب شعر جائے نمیرد وی کہ دل بدگمان
من ؛ تا بازگشتن تو بصد جان نمی رود ؛ اے تا زمان مراجعت تو۔ غیر مکان و زمان جیسے مولوی معنوی ؒ ۳۲۲
شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد ؛ کز دل او تا دل اورا ہ شد ؛ حافظ شیراز شعر فرق ست از آب خضر
کہ ظلمات جاے اوست ؛ تا آب ما کہ مبعث اللہ اکبر ست ؛ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کر دینا بھی حذف تا انتہائیہ
جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش زجہان چندان کز ہند بہ قسطنطین ؛ اسی تا بہ قسطنطین
یہان بار موحدہ بمعنی تا نہین ہے بلکہ وہ باے موحدہ ہے جو تا ء انتہائیہ کے بعد اکثر مستعمل ہے نظامی ؒ
شعر بسے منزل آمد زمن تا بتو ؛ نشاید ترا یافت الا بتو ؛ دوسرا تا ابتدائیہ متضمن معنی موصول شرطی تا بمعنی الذی التی الخ
اسکے مقابل تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی بھی آتا ہے کیا معنی کہ یہ تا چونکہ بعض مواضع مین
نائب مناب کہ کا ہنجاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہاے زمانی کے ساتھ معنی موصولیت
کو بھی متضمن ہو جاتا ہے اور یہ دونون تا ابتدائیہ ہو خواہ انتہائیہ بدایت و نہایت زمانی ہی کے
ساتھ مختص ہین غیر زمان ہین خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال مسموع نہین ابتدائیہ جیسے
شعر تا عشق تو در سینہ مکان کرد کرا جا ؛ کس دید در آفاق بیک شہر دو را جا ؛ اے از زمانیکہ عشق
تو در سینہ من الخ چونکہ یہ موصول معنی شرط کو متضمن ہے تو جملہ تا عشق تو در سینہ مکان کرد شرط ہوگا
اور کرا جا استفہام انکاری یعنی دیگر کس را در ان سینہ جاے نماند اسکی جزا۔ اور جب کہ یہ تا اتنے
معنون کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لیئے کافی ہو نہین سکتا یعنی تا عشق تو در سینہ الخ
کی جگہ صرف از عشق تو در سینہ الخ کہنا درست نہوگا تیسرا تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی جیسے تا بمعنی الذی التی
نظامی ؒ کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیفروخت نور ؛ ز چشم جہان روشنی بود دور ؛ شعر تا بقا دلہ ۱۲
در جہان بود ممکن ؛ ذات پاکت ہمیشہ باقی باد ؛ اے تا زمانیکہ جہان را بقاست اور یہ جملہ شرط ہے
ذات پاکت باقی باد جزا اور لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لیئے لایا گیا۔ دو ا میت معنی شرطی تا بمعنے حتی۔
سے اشارۃ مفہوم ہین نہ مفہوم تا واللہ تعالیٰ اعلم چوتھا ان معنون مین مستعمل ہوتا ہے جہان
عربی مین حتیٰ مستعمل ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی کے اس شعر مین شعر منم آن قطرہ کہ صد سینہ و
دل کردم داغ ؛ تا زنوک مژہ غلطیدہ بدامان رفتم ؛ پانچوان تا علت وسبب کے لیئے یعنی مدخول تا علیہ وسببیہ
اس تا کا علت غائی اور سبب فعل ہوا کرتا ہے عرفی شعر تا بمژگان نگردد آشنا ؛ دیدہ را بینش کجا میسر شود

تازومیہ ۶ دیدہ بر میش زدن کی غرض کہو علت غائی کہو حرکات معشوق کے ساتھ حرکت کرنا ہے چھٹا تازومیہ جو کہ دو امرون مین شدت التزام پیدا کرنے کے لیئے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ در صورت وجود امر اوّل ترتب امر ثانی مین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہی جیسے گلستان مین ہے **نثر** فرّاش باد صبا را گفت تا فرش زمردین بگستر و دایۂ ابر بہاری را فرمود تا بنات نبات را در مہد زمین بپرورد لیکن گستردن و پروردن کو بسکون را صیغۂ ماضی پڑھنا چاہیئے نظامی رح **شعر** نفرمود تا کوس رویین زدند ٭ سراپردہ بر پشت پروین زدند ٭ کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور نہوا تھا کہ ترتب امر ثانی کا ہوگیا جس سے معلوم ہوجاے کہ مُنہ سے بات پوری نکلنے نہین پائی کہ تعمیل اُسکی ہوجاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر مین نظامی رح **شعر** نشد بہ تنے تا نپرداختش ٭ نزد بر سرے تا نیندا ختش ٭ یعنی دشمن پر جانے نہین پاتا کہ جگہ اُس سے خالی کر دیتا ہے یا اُس تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر مارنے نہین پاتا کہ اس سر کو گرا دیتا ہے غرض خول تا اور اُسکے ماقبل مین ملازمہ ہونا چاہیئے اگرچہ وہ ادعائی ہی کیون نہو اور یہ تازومیہ تابیانیہ کیطرح کاف کے ساتھ بھی مستعمل ہے نظامی رح **شعر** دگر رومی رفت چون تند باد ٭ کہ تا چشم بر ہم نہد سر نہاد محتمل ہے کہ مصرعہ ثانی رومی کی صفت ہو اور کاف صلہ یا صفت کا ہو جو جملہ کو تاویل مفرد کرنے کے لیئے لایا جاتا ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

تابیانیہ ساتوان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام ہوجاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے **شعر** شب بیاد او چو جام چند در محفل زدم ٭ سینہ کندم آنقدر تا ناخنے بر دل زدم ٭ اسی آنقدر کہ ناخنے بر دل زدم لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہین ہے تو کاف اصل اور تا اُسکا نائب سمجھا جائیگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہو تو اُسکا عکس یعنی تا اصل اور کاف اُسکا قائم مقام سمجھا جائیگا جیسے بہ بینم کہ چہ معاملہ پیش آید نظامی رح **شعر** دبیران نگر تا بر و زسپید ٭ قلم چون تراشند از مشک بید ٭ اور یہ تا اور کاف ہر دو ایک محل مین جمع ہوجاتے ہین اس وقت کوئی کسیکا نائب نہوگا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ نظامی رح **شعر** بہ بینم کہ تا کرد گار جہان ٭ درین آشکارا چہ دارد نہان ٭ **شعر** جہد نما تا کہ بجاے رسی ٭ در دبکش تا بہ دواے رسی ٭ اول مین کاف مقدم ہے ثانی مین موخر آٹھوان تازنہاریہ جو اپنے متعلق کے

تازنہاریہ تاکریہ

مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدی رح **شعر** نصاحب غرض تا سخن نشنوی ٭ اگر کار بندی پشیمان شوی ٭ اور تا زنہار یہ اکثر شفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدی رح **شعر** بران باش تا ہر چہ نیت کنی ٭ نظر در صلاح رعیت کنی ٭ چنانچہ خود لفظ زنہار اور ہرگز جملہ مثبتہ پر داخل ہوتے ہین سعدی رح **شعر** غم زیردستان بخور زینہار ٭ بترس از زبردستی روزگار ٭ صائب رح **شعر** در ملک خویش رخنہ فگندن ز عقل نیست ٭ زنہار بستہ دار زبان سوال را ٭ نظامی رح **شعر** گر از مے شدم ہرگز آلودہ کام ٭ حلال خدا بر نظامی حرام ٭ محتمل ہے کہ تا ہر چہ نیت کنی مین تا بران کا بیان ہو۔ نوآن تا اسمی جسکا ترجمہ طرف اور سوے کیا جاتا ہے۔ حضرت امیر خسرو معراج مین فرماتے ہین **شعر** باز گشادست در آسمان ٭ پای برون نہ ز زمین تا زمان ٭ اے بسوے زمان بطرف زمان یہان زمان سے تسمیۃ الشئی باسم لازمہ آسمان مراد ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تا بمعنی تا زنہار ظرف

اَلثَّالِثُ۔ لفظ در استعمال اسکا ظرفیت کے لیئے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ و خواب در شب اور استعمال غیر ظرف مین مجاز ہوگا جیسے نجات در صدق ست اور کبھی بر اور الی اور را مفعولی وغیرہ کے معنون مین مجازاً استعارہ کر لیا جاتا ہے اور اس اختیار مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لیئے استعارہ کرنے مین مقصود متکلم کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے اشکل سے ظاہر ہے۔ اول یعنی بر امیر خسرو **شعر** عمر باد بالعیش اندرش ٭ این غزل اندر لب خیاگرش ٭ اے بر لب خیاگر نظامی **شعر** بغوغاے لشکر در آمد شکیب ٭ کہ دست از عنان رفت و پا از رکیب ٭ اے بسبب غوغاے لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اسکے مدخول کے صلہ مین از واقع ہو۔ نظامی رح **شعر** رطب چین در آمد ز نوشینہ خواب ٭ دماغے پر آتش دہانے پر آب ٭ **ولہ** در آمد ز من نالۂ ناگہی ٭ گزاندیشہ بر گشتم از خود تہی ٭ **ولہ** غنودہ تن مردم از رنج و تاب ٭ نظر بر زمانے در آمد ز خواب ٭ شفائی **شعر** زہ کرد کمان غمزۂ غمازشفائی ٭ کو حوصلہ کز عہدۂ این ناز در آید ٭ اے بر آید۔ مدار قافیہ ناز در از پر ہے دوسرا یعنی الی سعدی رح **شعر** غمز از تو ملاذ و ملجا رم نیست ٭ ہم در تو گریزم اگر یزم ٭ اے سوے تو گریزم۔ نظامی رح **شعر** چنان دید در قاصد راہ سنج ٭ کہ از جوش دل مغز شش آید بر نج ٭ اے جانب قاصد۔ تیسرا یعنے قرب (جسکو اردو مین پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہین) آتا ہے۔ امیر خسرو **شعر** دل تو دادست نشانی مرا ٭ در تو رسم گر بسانی مرا ٭ تیرے پاس پہونچ جاؤن۔ چوتھا یعنی پیش نظامی رح **شعر**

بیان لفظ در استعمال حقیقی و غیر حقیقی و ظرف زمان و مکان مین در کا

در بمعنی پیش

در بجای واو معطوف

مشو عاصی اندر خداوند خویش ؛ خداوند ملکم بپیوند خویش ؛ **وله** زلبس زنگی گشتہ برخاک راہ ؛ زمین گشتہ در آسمان روسیاہ ؛ انے پیش آسمان۔ پانچوان جو بجاے راے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے

در تمیز

نظامی رح **شعر** زتو آتیے ورمن آموختن ؛ زمن دیو را دیدہ بر دوختن ؛ اے از تو آتیے مرآموختن۔ چھٹا تمیز یہ جو معنی تمیز کے دیتا ہے سعدی رح **شعر** بنی آدم اعضاے یکدیگر اند ؛ کہ در آفرینش زیک جوہر اند ؛ اے از روے آفرینش۔ ساتوان در اتصالیہ جو بجاے باے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی رح **شعر** خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب ؛ شکر آنکہ کردبیدارم زخواب ؛ نظامی رح **شعر** سنان در سنان رستہ چون نوک خار ؛ سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار ؛ لیکن اسمین بہ نسبت باے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہی کیا معنی کہ خیمہ و طناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق و اتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے مین بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے محمل ہے کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعہ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصالیہ کی مؤید ہے۔ آٹھوان ضربی جو دو مقدارون کے بیچ مین ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقدارین خواہی کم منفصل ہون خواہی متصل مگر یہ دونون مقدارین یعنی مضروب و مضروب فیہ ایک نوع کے ہونی شرط ہے جیسے وہ در دہ گز در گز کم منفصل جیسے فردوسی کا شعر ہے **شعر** نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار ؛ کم متصل جیسے نظامی رح **شعر** برآفاق کشور کشائی کنی ؛ جہان در جہان بادشاہی کنی ؛ کو اسطے کہ یہان وسعت مملکت و ممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہی چمن در چمن صحرا در صحرا اور یہ کثرت و انبوہ سے کنایہ ہوتا ہے اسکو اتصالیہ نہین کہہ سکتے۔ چونکہ اتصال جمعیت پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب مین جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے ساتھ جمع کرین دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دین دس ہزار حاصل ہونگے

در زائدہ تاکید

نوان در زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ باے در کے آتا ہے اور اسے باے در کے معنون کی تاکید کرتا ہے۔ اول جیسے بدریاد راس شعر مین **شعر** بدریاد رمنافع بیشمارست ؛ وگر خواہی سلامت برکنارست ؛ دوسرا جیسے مولوی معنوی رح **شعر** در شود چون ماہی اندر آب در ؛ از نہیب من شود زیر و زبر ؛ بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑہادی جاتی ہے **وله** صد ہزاران طفل می کشت از برون ؛ موسے اندر صدر خانہ در درون ؛ اور کبھی اصل حرف کو حذف کرکے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہین جیسے مولوی معنوی کا شعر ہے ۵ آلت زرگر بدست کفش گر ؛ ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در ؛ اے در ریگ۔

دوسوان زائد جو زینت کلام کے لیئے اکثر مصادر اور اُن کے مشتقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درخواستن و درواون سعدی ح شعر اگر دہد یک صلاے کرم ؛ عزازیل گوید نصیب برم ؛ نظامی ح شعر زمانہ پسین پیشہا بر دہد ؛ یکے در ستاند یکے در دہد ؛ کبھی بقرینہ مقام حذف بھی کر دیتے ہین نظامی ح شعر زن آن بہ کہ زیور بود پاے او ؛ لے در پاے او۔ اور یہ حذف اکثر اسماے ظروف مین جو نکہ وہ خود متضمن معنی در و بر ہوا کرتے ہین جاری ہے امیر خسرو ح شعر نیم شب آن پیک الٰہی زدور ؛ آمد و آورد براقی زنور ؛ اے در نیم شب۔ نظامی ح شعر نہ خلوت بدی کافرینش نبود ؛ نہ چون کردہ شد بر تو زحمت فزود ؛ اے در خلوت الخ مولوی معنوی ح شعر جان باباچونکہ ساحر خواب شد ؛ کار او بے رونق و بے آب شد ؛ اے در خواب شد۔

لفظ بر کا پیان استعلا از ابتک بعضی

الرابع لفظ بر۔ ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لیئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت نشستہ است اسکا مزید علیہ ابر بھی آیا ہے فردوسی ح شعر ابر بارۂ جنگجوئے سوار ؛ برون رفت از قلعۂ دیو سار ؛ دوسرا یہ بر اسمی بھی ہوا کرتا ہے یعنی فوق جسپر ادات تفضیل لگاکر بر تر کہتے ہین اور ہاے نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ و ابرہ و آبرہ بمعنی روی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہین عنصری کا شعر ہے شعر عارضش را جامہ پوشیدست نیکوئی و فر ؛ جامۂ کا نرا برہ مشک است و آتش آستر ؛ تیسرا بر اسمی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے۔ نظامی ح مصرعہ کہ بسیار نماید پراند کے ؛ اور مابہ الفرق حرفی و اسمی مین یہ ہے کہ معنی اسمی مین خواص اسم کے عروض کا وہ متحمل ہوتا ہے جیسے اداۂ تفضیل و ہاے تسمیہ و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گزرا اور اسکا مضاف واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا فردوسی ح شعر بفرمان یزدان میان را ببست ؛ نشست از بر رخش چون پیل مست ؛ اے فوق پشت رخش۔ نظامی ح شعر نشست از بر بارۂ رہ نورد ؛ بر آراست لشکر بر سم نبرد ؛ چوتھا استعلاے مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستعمل ہے جیسے سعدی ح شعر بر تست پاس خاطر بیچارگان و شکر ؛ بر ما و بر خداے جہان آفرین جزا ؛ کیا معنی کہ استعلاے حقیقی یہان خصوصاً بر خدائی مین محال ہے

بر لزومیہ

بر سببیہ

پانچوان بر سببیہ جو سبب پر داخل ہوتا ہے یعنی مجرور برا پنے متعلق کے لیئے سبب واقع ہو مثلاً کسی نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھوڑدی تو کہہ سکتے ہین کہ فلان بر دشنامے ترک ملازمت کرد نظامی ح شعر معنی دگر بارہ بنوازرود ؛ بیاد آر زان خفتگان در سرود ؛ ہمین سوز من تازہ کن ساز نو ؛

مگر خوش بخسپم برآواز نو ٭ اے آواز نو سبب خوش خفتن شود **ولہ** مئے ناب می خورد بر بانگ رود ٭ فلک ہر زمان می رساندش درود ٭ **ولہ** نہ پیچیدزان پس سر از داد داد ٭ ہمہ سال مے خورد بر یاد داد ٭ یعنی حریفان گذشتہ کی یاد اور راگ و رنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر ابھارتا ہے اور بزم مے پرستی کا سبب بنجاتا ہے چھٹا براے جلیہ جو بمعنی براے کے آتا ہے نظامی رح **شعر** فرستاد نزلی مہ او را و ٭ کمر بست بر خدمت کار او ٭ اے براے خدمت کار او۔ مابہ الامتیاز سببیہ اور اجلیہ بیان امین مذکور ہو چکا ہے۔ ساتواں براے اتصالیہ۔ جو بمعنے باے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** زبس مردمی ہا کہ آن زن نمود ٭ زبان بر زبان بر کشش مے ستود ٭ ملک را بدیدار آن دلنواز ٭ زمان بر زمان بیشتر شد نیاز ٭ آٹھواں بمعنی مقابل و پیش و نزد کے آتا ہے نظامی رح **شعر** بجاے میاور کہ جنبم زجاے ٭ مذار د پرشہ بر پیل پاے ٭ اے مقابل پیل ثبات ندارد **ولہ** بزاری نمود از پے زر خروش ٭ بنالید بر مرد گوہر فروش ٭ اے پیش مرد **ولہ** بفرمان شہ کرد روسی شتاب ٭ رسانید مہ را بران آفتاب ٭ اے نزد آن آفتاب **ولہ** یکے بر صد آید نہ صد بر یکے ٭ اے یک نزد صد آید نہ صد نزد یک محتمل ہی کہ یہ براسمی ہو یہاں فک کسرہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو۔ نواں بر بمعنی الی حافظ رح **شعر** مژۂ سیاحت ارکرد بر خون ما اشارت ٭ زفریب او میندیش غلطی مکن نگارا ٭ جدال سعدی رح **شعر** لیکہ حور بہشتی ربود و بغما کرد ٭ کے التفات کند بر بتان یغمائی ٭ اور اسی معنی مین ہے۔ بر من منگر بر کرم خویش نگر ٭ نظامی رح **شعر** سکندر بتاریکی آرد شتاب ٭ رہ روشنی خضر یابد بر آب ٭۔ دسواں بر جو بمعنی در ظرفیہ مستعمل ہوتا ہے علی حزین **شعر** ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی ٭ بادۂ ناب در کفت شور شراب بر سرم ٭ اے در سرم مدار قافیہ شراب و کباب وغیرہ بر ہے۔ نظامی رح **شعر** جناح از ہوا بر زمین بردہ بیخ ٭ پس آہنگ شد در زمین چار میخ ٭ اے در زمین بیخ بردہ۔ گیارہواں بر مفعولی جو بجاے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے۔ صائب رح **شعر** بر جرم من بخشش کہ آورد ام شفیع ٭ اشک ندامت و عرق انفعال را ٭ اے جرم مرا بخشش الخ بارہواں بر بمعنی با وجود۔ نظامی رح **شعر** بران فحلی اسکندر فیلقوس ٭ نکرد التفاتے بچندین عروس ٭ اے با وجود مردی و مذکری۔ تیرہواں بر زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ با یا مجرور بہ بر کے آتا ہے اس سے محض تاکید معنی با یا بر جار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے بہ پسر بر اس مصرعہ مین چون تاختن رستم سکزی بہ پسر بر

جلیہ
اتصالیہ
بر بمعنی مقابل و پیش و نزد
بر بمعنی ای
بر مفعولی
بر بمعنی با وجود
بر زائدہ تاکیدیہ

دوسرا بر لب بر رو دی کے اس شعر مین شعر داوسش دو بوسہ بر کجا بر لب بر ؛ لب بدنہ چہ بدعقیق
چون بدچوشکر ؛ فردوسیؒ شعر ہمہ روے آہن گرفتہ بزر ؛ در فش سیہ لبستہ برخود بہ بر ؛ کبھی اس تاکید ی
بر کو باقی رکھکر اصل موکد کو حذف کر دیتے ہین مولوی معنوی رح شعر چون نویسی کاغذ سپید بر ؛ آن
نوشتہ خواندہ آید در نظر ؛ اے بر کاغذ سپید مولوی معنوی رح شعر ای بلال خوش نوای خوش صہیل خ
ہیشہ نہ بر رو بزن طبل رحیل ؛ اے بر مسند نہ - چو دیوان بر زائدہ تزئینیہ جو زینت کلام کے لیئے فعال
پر لایا جاتا ہے فردوسیؒ شعر سزد گر بگیری سرش در کنار ؛ زمانی بر آسائی از کارزار ؛ ولہ کہ بر گوی
باین کہ آن شیر مرد ؛ چگونہ خر آمد بدشت نبرد ؛ اور بوقت قیام قرینہ یہ لفظ بر حذف بھی کر دیا جاتا ہے
مولوی معنوی شعر عاد را تو باد دادی در جہان ؛ او فگندی در عذاب و اندہان ؛ ای بر باد دادی الخ
فردوسی رح قتل کاموس کے داستان مین لکھتے ہین شعر عنان را بہ پیچید و اورا زین ؛ نگون اندر
افگند روے زمین ؛ اے بر روے زمین یعنی بر سطح زمین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ؛

الخامس - رامرکب - یہ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو بمعنی برائے تخصیصیہ یعنی مفید معنی
تخصیص سعدی رح نثر ہر چہ درویشان راست وقف محتاجان ست اے ہر چیز مخصوص بدرویشان
است الخ اور جیسے منت مر خدائے را عزوجل ترکیب اسکی بعینہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی سی ہے یعنی منت مبتدا
خدائے را جار مجرور متعلق فعل یا شبہ فعل کے ہو کر خبر - چونکہ یہان تخصیص را سے حاصل ہے لفظ مر کو
بعضون نے زائد محض جانا اور کسی نے کاتب کی غلط نویسی پر حمل کیا مگر میرے نزدیک نہ وہ زائد
محض ہے نہ زلت قلم کاتب بلکہ اسی را کے اختصاصیت کی بیان اور تاکید ہے کیا معنی کہ اختصاص
کلی مشکک ہے کمی و زیادتی یعنی شدت و ضعف کی اسمین گنجایش ہے تو یہ مر بھی مزید اختصاص کا افادہ
کریگا چنانچہ صاحب موہبت عظمےٰ نے اس کی تصریح کی ہے یعنے در باب تقدیم مفعول و زیادتی مر
(کہ ہر دو امر مفید حصر ہین) فرماتے ہین "گو یم تخصیص امریست کہ قبول شدت و ضعف دارد پس مقتضیست
کہ از تقدیم ہم افادۂ حصر بود" انتہی پس یہان بھی قبل از الصاق مر تخصیص ضعیف تھی بعد اسکے قوی
ہو گئی خصوصاً گلستان مین غلطی کاتب کا احتمال ہو نہین سکتا کیا معنی کہ لفظ گلستان مین اساتذہ
سے مروی ہے جیسے شعر چو دید از دور آن گلگون قبا را ؛ گلستان گفت منت مر خدا را ؛ اگرچہ یہان گلستان
سے کتب مخصوص مراد نہین مگر تاہم ایک تلمیح لطیف ہے مولوی معنوی رح شعر بلبلان را جای میز بید چمن ؛

بر زائدہ از تزئینیہ

بیان را بمعنی برائے تخصیصیہ

مر خدا را ہی زمین مر بر زیدہ تخصیص بہ کی تر کیب

مرجعل اور تعیین خوشتر دانند ۔ اور کبھی اس معنی کی تعیین و تاکید کے لیئے لفظ برائے کا بھی اسکے ساتھ لاتے ہین انوری شعر ہران مثال کہ توقیع تو بران نبود ۔ زمانہ طے نکند جز برائے حنارا ۔ چونکہ تاکید اور بیان کا منصب اپنے مبیّن و موکّد سے موخر ہوتا ہے اور یہان برائے ہویا لم لفظ را سے (جسکے بیان اور تاکید کے لیئے یہ برائے و لم لائے جاتے ہین) مقدم ہونے سے را کو زائد محض سمجھنا نہین چاہیئے اسکے نظائر موجود ہین چنانچہ مے در جام بلور کو ملاحظہ فرمائیے بائے موحدہ ظرفیہ پر در مقدم ہے انشاء اللہ تعالے باء موحدہ مین اسکا بیان آویگا ۔ دوسرا را تو سلیہ یعنے وہ را کہ مفید معنی توسل و توسط ہے جیسے مصرعہ خدارا بر من ببخشائے ۔ تیسرا را علیہ یعنے مدخول اُس را کا اکثر مفعول لہ واقع ہوتا ہے جو علت غائی اپنے فعل کی ہوتا ہے جسکے ساتھ یہ را متعلق ہے ۔ مولوی معنوی رح شعر در بہاران کے شود سرسبز سنگ ۔ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ ۔ سالہا تو سنگ بودی دلخراش ۔ آزمون را یک زمانی خاک باش اے امتحانًا اے ازبرائے امتحان چنانچہ بجائے را ازبرائے بھی آیا ہے مولوی معنوی رح شعر ازبرائے آزمون مے آزمود ۔ زانکہ بس مردانہ و جانباز بود ۔ یعنی آزمون را خاک باش کے متعلق ہے اور اس خاک بودن کی علت غائی ہے اسیطرح مصلحت را زلالی دیوانہ کے بازار حلب مین جانے کی داستان مین لکھتے ہین شعر مصلحت را آتش اندر خانہ زد ۔ تند گشت و بانگ بر دیوانہ زد ۔ چوتھا را سببیہ یعنے مدخول را فعل متعلق کا سبب ہو سعدی رح شعر قضارا من و پیرے از فاریاب ۔ رسیدیم در خاک مغرب بآب ۔ اے بسبب قضائے الٰہی یعنے قضارا متعلق رسیدیم کے ہے اور سبب اس رسیدن کا تقدیر الٰہی ہے جو اس سے سابق ہے پس را علیہ و را سببیہ مین وہی فرق ہے جو ازا جلیہ اور سببیہ مین تھا کبھی اس را کے مفعول لہ کو سیاق و سباق کے اعتماد پر حذف بھی کر دیتے ہین مولوی معنوی رح شعر مصطفے آمد عیادت سوے او ۔ چون ہمہ لطف و کرم بد خوے او ۔ اے برائے عیادت الخ پانچوان را بمعنی برا ستعلا نظامی رح شعر بدہ جزیہ ازما بر کینہ را ۔ قلم در کش رسم دیرینہ را ۔ اے بر رسم دیرینہ ۔ فردوسی رح چوب گز سے رستم کے تیر بنانے کی داستان مین لکھتے ہین شعر چو بشنید رستم نیان را بہ بست ۔ از انجایگہ خشم را بر نشست ۔ اے بر خشم ۔ نظامی رح شعر شہ از ہول آن بازی سہمناک ۔ بتر سید کافتد سپہ را ہلاک ۔ اے بر سپاہ ۔ مولوی معنوی رح شعر راست می فرمود آن بحر کرم ۔ من شمارا از شما مشفق ترم ۔ اے بر شما ۔ چھٹا را بمعنی در ظرفیہ امیر خسرو رح

را تو سلیہ
را علیہ
را سببیہ
را علیہ بمعنی لام
را استعلا
را ظرفیہ

دلہوی شعر تخم نکبر مفشان سینہ را ؛ پشت مدہ صعبت دیرینہ را ؛ اے درسینہ۔ نظامی رح شعر کہ چون
صبح راشاہ چین بارداد ؛ عروس عدن در بدبنیارداد ؛ اے درصبح۔ ساقوان را یعنی از نظامی رح شعر زن
ناکشادہ لب آبگیر ؛ کہ آید لب غنچہ را بوے شیر ؛ اے از لب غنچہ بوے شیر آید ولہ لب غنچہ را کاید ش
بوے شیر ؛ بکام گل سرخ در دم عبیر ؛ استشہاد اس شعر ثانی سے ایک امر لطیف پر مبنی ہے یعنے
کاید ش مین شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضمائر مین مفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو
یہان بسبب تعذر کے لاحق نہین ہوئی چنانچہ حالت انفصال مین اورا دورا کہتے ہین پس کاید ش کی
تعبیر کاید ورا ہوگی جیسے درلغ آمدم مین درلغ آمدمرا کے ساتھ تعبیر کیجاتی ہے اور یہان اورا مین را
اپنے معنی مفعولیت پر نہین بلکہ از کے معنون مین ہے یعنے لب غنچہ را کہ آید از و بوے شیر چنان و چنان
کن واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب آٹھوان را یعنی با۔ سنجر کاشی شعر ختم الرسل اگرچہ بخود دادت از کرم ؛
آن نسبتے کہ داشت ہارون کلیم را ؛ اے باکلیم۔ نوان را محللۂ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ
پر داخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کردیتا ہے جس طرح عربی مین لام اختصاص مضاف الیہ پر داخل
ہوتیسے جیسے غلامٌ زیدٍ سے غلامٌ لزیدٍ اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے
مقدم و موخر بفصل و بلا فصل سب طرح بلا کھٹکے لاسکتے ہین تا تحلیل بخوبی متحقق ہوجاے سعدی رح
شعر شورنختان بارزو خواہند ؛ مقبلان را زوال نعمت وجاہ ؛ اے زوال نعمت وجاہ مقبلان ولہ
کسا نرانشد ناوک اندر حریر ؛ کہ گفتی بدوزند سندان بہ تیر ؛ اے ناوک کسان۔ نظامی رح شعر گزارندہ
صراف گوہر فروش ؛ سخن را بگوہر برآمود گوش ؛ اے گوش سخن ولہ چہل روز خود را گر فتم زمام ؛ اے زمام
خود۔ دسوان زائد محض جو کسی معنی کا افادہ نہین کرتا صرف براے بیت آتا ہے خواجہ جمال الدین
سلمان کا شعر ہے شعر امید زندگانی را کہ دارد ؛ تن رنجور من جان روان ست ؛ اے امید زندگانی
کہ دارد۔ اگر غور کیجے تو اس قسم کی ترکیبون مین چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہین کرتے تو یہ را
زائد قرار دیا گیا۔ ورنہ در اصل دارد فعل اُس مین ضمیر مستتر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی
را مضاف مضاف الیہ بلکہ دارد کا مفعول بہ اور را علامت مفعول کا مفعول پر لانا زائد نہین کہلاتا
واللہ تعالیٰ اعلم اسیطرح سید حسن اشرفی کے شعر مین شعر بدرب بسے سازکہ آن سرو روان را ؛
آرد بر ما بخت علے الرغم جہان را ؛ اے علے الرغم جہان یہان محتمل ہے کہ مجموعہ علے الرغم کو ایک لفظ قرار

دیگر یعنی علے کی ترکیب سے قطع نظر کر کے راکو بمعنی برقرار دیا ہو اور علے کو جزو لفظ جو ہر کلمہ قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا واو لیکن کاواو جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بالفعل مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ غرض اہل فارس اپنے استعمالات مین عربی الفاظ مین تصرفات کو جائز رکھتے ہین جیسے حور کو جو خود جمع کا صیغہ ہے الف ونون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہین مصرعہ حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف ؛ اور کبھی اس را اور اس کے مدخول مین فصل بھی واقع ہو جاتا ہے سعدی ؒ شعر وانکہ را باد شہ بیندازد ؛ کسش از چشم خانہ نوازد ؛ اے آنزاکہ۔ حافظ ؒ شعر محرم راز دل شیدای خود ؛ کس نمے بینم ز خاص وعام را ؛ اے کس را نمے بینم۔ صاحب قوانین دستگیری وغیرہ نے قاعدۂ فصل پر توجہ نہ کی زائد محض کہدیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور کبھی سیاق وسباق کے اعتماد پر را علامت مفعول حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی ؒ شعر مصطفےٰ آمد عیادت سوے او ؛ اے برائے عیادت الخ اور جیسے طعام خوردم۔ آب نوشیدم سعدی ؒ شعر بروزگار سلامت شکستگان دریاب ؛ کہ جبر خاطر مسکین بلا گرداند ؛ اے شکستگان را دریاب وبلا را گرداند وله مرا یکدرم بود برداشتند ؛ بکشتی و درویش بگذاشتند ؛ اے درویش را بگذاشتند ؛

حذف کی علامات مفعول

السادس حروف صلہ ورابط مین سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور یہ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو کہ علیہ جو علت پر داخل ہوتا ہے یعنی مدخول کاف اپنے ماقبل کے لئے علت ہوتا ہے اور وہ عام ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت غائی جسکو غرض کہتے ہین اول کاف تعلیلیہ وسببیہ ہی کہلاتا ہے جیسے حافظ ؒ کا شعر ہے شعر بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ؛ کہ سالک بیخبر نبود ز راہ ورسم منزلہا ؛ کیا معنی کہ سالک کی خبرداری اور نشیب وفراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی کرانے مین تاثیر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے۔ دوسرا کہ غائیہ جو غرض اور غایت فعل پر داخل ہوتا ہے سعدی ؒ شعر غریب آشنا باش وسیاح دوست ؛ کہ سیاح جلاب نام نکوست ؛ وله انگور نو آوردہ ترش طعم بود ؛ روز دو سہ صبر کن کہ شیرین گردد ؛ کیا معنی کہ سافر کے ساتھ مروت کرنے کی غرض اور علت غائی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسیطرح صبر کی علت غائی شیرینی انگور ہے اور کاف علت وقت قیام قرینہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے نظامی ؒ شعر اگر نیک بشناخت شاہ را ؛ شناسد بشب ہر کسے ماہ را ؛ اے کہ بشناسد ہر کسے ماہ را یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست

بیان کاف ؛ کاف علیہ

کاف غائیہ

حذف کاف علت

کاف تمثیلیہ

چہ اگہ ہر کس در شب ماہ را نشناسد تیسر اگہ تمثیلیہ جو جملہ تمثیلیہ پر داخل ہوتا ہے بعینہ یہ کاف علیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تمثیل پر مثال شعر مکن گردن فرازی تا نسازد دہر پامالت ؛ کہ نے آخر بجرم سرکشیہا بوریا گردد ؛ غنی شعر اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو ؛ کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقارا ؛ چوتھا کاف تفریعیہ جسکو عربی مین فا کے ساتھ اردو مین تو کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین نظامی ر شعر سو مخزن آوردم اول پیچ ؛ کہ سستی نکردم دران کار ہیچ ؛ یعنے کہتے ہین مخزن الاسرار چونکہ میری اول تصنیف ہے مین تازہ دم تھا تو مین نے اس مین مضامین لطیف و معانی نازک کے ایراد مین ذرا سستی نہ کی۔ اسیطرح اس شعر مین نظامی ر شعر پذیرا ے پند و زیران شدند ؛ کہ از جملہ دور گیران شدند ؛ پانچوان کاف شرطیہ جو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی مدخول اسکا شرط ہوتا ہے نظامی ر شعر نہ خلوت بدی کافرینش نبود ؛ نہ چون کردہ شد بر تو زحمت فزود ؛ اے وقتیکہ آفرینش نبود۔ عراقی کا شعر ہے شعر گفتہ بودم کہ بیایم کہ بجان آئی تو ؛ من بجان آمدم اکنون تو چرا مے نائی ؛ اے ہرگاہ کہ بجان آئی تو۔ اور کبھی اس معنی کی تبیین و تعیین کے لیے لفظ ہرگاہ جو متضمن معنی شرط ہے اسکے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرعہ ہرگہ کہ فتد گزر بکویت ؛ چھٹا کہ جزائیہ جو جزا پر داخل ہوتا ہے تا شرط و جزا مین ارتباط پیدا کرے جسطرح عربی مین فا اور قدیم اردو مین لفظ تو۔ اس فا کے لیے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب شعر گر ہمہ خانہ کعبہ ست کہ تعمیر مکن ؛ تا تو ان کرد عمارت دل ویرانی را ؛ اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعمیر نہ کر۔ اسیطرح جملہ کہ مربع نہ نشینی مرزا اسمعیل کے شعر مین شعر برخیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ ؛ گر خشت کنندت کہ مربع نہ نشینی ؛ مگر صاحب جواہر الحروف محقق فرزانہ بہار اس کاف کا زنہاریہ نام رکھتے ہین اور اسکے ماقبل ان وصلیہ اور مابعد فعل منفی و نہی کا ہونا مشروط کرتے ہین میری سمجھ مین یہ بات نہین آتی ایک تکلف سا معلوم ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونیکی صرف معنی زنہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زنہار اور ہرگز جملہ مثبتہ پر آتے ہین جسطرح بیان تازنہاریہ مین عرض کر چکا ہون چنانچہ اس شعر مین دیکھیے ہی قسم کا کاف جملہ مثبتہ پر موجود ہے شعر رہزن دہر نخفت ست مشو ایمن ازو ؛ گر خود امروز نبردہ ست کہ فردا ببرد ؛ یعنی اگر آج نہ لیگیا تو کل لیجائیگا جناب بہار کی راے پر یعنی اگر زنہاریہ کہا جاے یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر آج نہین لیگیا ضرور کل لیجائیگا کیا معنی کہ زنہار و ہرگز مثبتہ مین معنی ضرور کے دیتا ہی جیسے

کاف تفریعیہ

کاف شرطیہ

کاف جزائیہ

صاحب جواہر الحروف اس کاف کو زنہاریہ کہتے ہین اور چہارم فارسی کے ساتھ ملحق کرتے ہین

غم زیرد ستان بخور زینہار ۔ اے ضرور عاجز و بیکسی غمخواری کر۔ اور گر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر کمن زنہار یہ کہنا اور اگر خود ام مرز نبردہ است کہ فردا ببرد کو نہ کہنا تحکم ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب ساتوان کہ لزومیہ

کاف لزومیہ

جو دو جملونکے درمیان داخل ہوتا ہے جن مین باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی ماقبل بالعد کے لیئے علت ہو اور بالعد اُسکا معلول جس سے مدخول کاف اپنے ماقبل کے لیئے لازم ہو جیسے عرفی کا شعر و شعر ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید ۔ گر مرغ کباب است کہ بابال و پر آید ۔ آٹھوان کاف فجائیہ جس کو

کاف فجائیہ تزئیفاقیہ

اتفاقیہ بھی کہسکتے ہین وہ ایسے دو جملونکے درمیان داخل ہوتا ہے کہ جن مین ایسا علاقہ نہین ہوتا کہ جس سے مدخول کاف کو اپنے ماقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر شب گذشتہ بزانو نہادہ بودم سر کہ او فتاد خرد را دران خرابہ گزر ۔ اے ناگاہ اُفتاد الخ فرق ان دونون مین یہ ہے کہ لزومیہ مین جملۂ ماقبل کے لیئے مدخول کاف لازم ہوتا ہے اور ماقبل کاف مابعد کی علت یعنی یہان کشمیر مین آنیکو بابال ہو جانا لازم اور بابال و پر ہونیکی دخول کشمیر علت اور گر مرغ کباب است جملۂ معترضہ بخلاف فجائیہ کہ اُسمین باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقۂ لازمہ اُسمین نہین ہوتا یعنی یہان سر بزانو نہادن اور گزر کردن خرد مین کوئی ایسا علاقہ نہین کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جائے بانمعنی اسکا اتفاقیہ نام رکھنا مناسب نہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی تبیین و تعیین معنی فجائی کے لیئے کاف کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیر خسرو ؎ دل گم گشتہ را در ہر خم زلفش ہمی جستم ۔ کہ ناگہ چشم بدخو سوے رویش رفت و جان گم شد ۔ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہین واللہ تعالیٰ اعلم ۔ نوان کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عربی مین لفظ بل کے ساتھ کر سکتے ہین اور یہ دو معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس مین ابطال معطوف علیہ و اثبات معطوف کا کیا جاتا ہے

۱۰ کاف عاطفہ اضرابیہ

کاف اضرابیہ جسمین نفی معطوف منصوب ہوتی ہے

اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو بلا قصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر مین سعدی ؒ شعر نہ از جہل مے بشکنم پائے خر ۔ کہ از جور سلطان بیداد گر ۔ اے بلکہ از جور سلطان الخ یا اُس مین ترقی مطلوب ہوگی جیسے سعدی ؒ شعر نہ قندے کہ مردم بصورت خورند ۔ کہ ارباب معنی بکاغذ برند ۔ اے بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ اسمین معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اضرابیہ نام رکھتے ہین کیا معنی کہ اضراب بمعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہین اضرب علیہ ای اعرض عنہ کما فی المنتہی الارب اور اضربت علیہ ای اعرضت عنہ ترکا و اہمالا ۔ دوسرا بلا قصد ابطال

کاف عاطفہ بمعنی بل و لا

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف چل دیتے ہین اس وقت اسکا استعمال بجاے
واو عاطفہ ہوگا سعدی رح شعر اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند ۔ کہ خرِ لنگ جان بمنزل بُرد ۔ اسے
وخرِ لنگ الخ ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم مین داخل کرین مگر اسوقت اسکا معطوف علیہ متاول ہوگا
یعنی بماند سے جان بمنزل نبرد کے معنی مراد لین اسے بسیار اسپ تیز رو جان بمنزل نبرد بلکہ خرِ لنگ
جان بمنزل برد۔ اور عربی مین بھی لفظ بَلْ صرف واو عاطفہ کی جگہ مستعمل ہے جیسے اس آیت شریف
مین بعض مفسرین کی راے ہے کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِھِمْ مُّحِیْطٌ بَلْ ھُوَ
قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ اے وہو قرآن مجید۔ یہ بھی سن لیجیے کہ جیکہ یہ کاف کئی معنون مین مستعمل تھا مزید توضیح
وتعیین معنی خاص اضرابی کے لیے لفظ بَلْ جو عربی مین اضراب کا کلمہ ہے اسپر لاکر بلکہ کہا کرتے ہین
جیسے کاف نتیجہ کے ساتھ تا سے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور جسطرح را بمعنی برا سے یا ابمعنی برا کے
ساتھ بہر و برا سے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کاف عاطفہ پر بل زیادہ کرکے بلکہ کہا کرتے ہین
نظامی رح شعر بریشم تنے بلکہ لولوے ۔ روندہ چو لولو برابر بریشمے ۔ یہان صرف عطف بلا قصد
ترقی ہے۔ اور کبھی اُس اصل کاف کو حذف کر دیتے ہین صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہین
امیر خسرو رح شعر ہدیہ بسے بہر خداوند تاج ۔ ہدیہ نہ بل ملکتے را خراج ۔ یہان ترقی مقصود ہے اور کبھی
وقت قیام قرینہ کاف مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی رح شعر ترا با چنین تندی و سرکشی ۔
نہ پندارم از خاکی از آتشی ۔ بلکہ از آتشی۔ عرفی شعر بچار سوے سخن نقد را بجی دارم ۔ نہ ہمچو ماہ زر اندوز
آفتاب عیار ۔ اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحاے متاخرین نے باشد و شاید
کیطرح موضع ظن مین استعمال کیا ہے ظہیر شعر گر بطرز نظرے سیکنی امروز بکن ۔ بلکہ از درد فراق
تو لبم دانر سد ۔ فیاض لاہجی شعر در سرو و گل و یاسمین آن تو ندیدم ۔ ہنگامۂ مرغان چمن بلکہ تو باشی
محمد سعید اشرف شعر گر برآمد خطت مشو دلگیر ۔ بلکہ خیریت دان باشد ۔ اور فارسی قدیم مین لفظ
وَن بفتح واو اضراب کیلئے مستعمل ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ دسواں کہ تفضیلیہ جو مفضل علیہ
پر داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر از دست تو مشت بر و ہا نمان خورون ۔ خوشتر کہ بدست
خویش نان خوردن ۔ و لہ کم آوازہ ہرگز نہ بینی بجمل ۔ جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل ۔ اور باقی
حالات کو از تفضیلیہ کے حالات پر قیاس کرلین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ گیارہوان کاف مقولہ

جو جملہ مقولہ پر داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدی ؎ شعر بخندید دہقان روشن ضمیر ٭ کہ پس حق بدست من ست اے امیر ٭ اے گفت کہ پس الف ولہ ہمی گفت گریان بر احوال ملے ٭ بسمع رسول آمد آواز دے ٭ بہ بخشید ترآن قوم و دیگر عطا ٭ کہ ہرگز نکرد اصل گوہر خطا ٭ اے بہ بخشید و گفت کہ ہرگز اصل اصیل خطا نکند۔ یہاں ذرا سی توجہ سے یہ بات سمجھ مین آجائیگی کہ یہ کاف مقولہ بمعنے گفتن نہین بلکہ بحسب اقتضاے مقام کوئی مشتق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہوگا یہ کاف مع اپنے مدخول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بنجائے پس جس صورت مین کہ فعل گفتن بذکور ہوتا ہے یہ کاف اسی مقولہ پر داخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر مگر اول ہی کو کاف مقولہ اور ثانی کو بیانیہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض در اصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقول پر جو اوس فعل کا مفعول ثانی ہے داخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد ہے بذریعہ اس کاف کے یہ جملہ مفرد کی تاویل مین کرلیا جاتا ہے جسطرح عربی مین لفظ ان سعدی ؎ شعر فریدون گفت نقاشان چین را ٭ کہ پیرامون خرگاہش بدوزند ٭ نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مدخول کاف مفعول ثانی یعنے مقولہ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہین رکھتا کاف مصدری اُسپر لایا جاتا ہے تا وہ فعل مصدر کی تاویل مین ہوکر مفرد بنجاے اے دوختن پیرامون خرگاہ یعنی فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادہ خاص کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ مجاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ رکھدیا گیا ورنہ اور جملون پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہین اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے مادہ سے نہین یہ کاف مصدری لایا جاتا ہے اور وہان بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے خواہم کہ ترا نہ بینم اے خواہم نادیدن ترا۔ سعدی ؎ شعر شنیدم کہ مردے براہ حجاز ٭ بہر خطوہ کردی دو رکعت نماز ٭ اے شنیدم نماز کردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل مین مفرد کے ہوکر معطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہونگے اسیطرح ولہ بامید بیشی نداد و نخورد ٭ خردمند داند کہ ناخوب کرد ٭ کہ ناخوب کرد تاویل مین مفرد کے ہوکر داند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ داند افعال قلوب سے ہے جو دو مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعہ اول یعنی بامید بیشی نداد و نخورد پس مناسب تھا اس کاف کا مصدریہ نام رکھتے اور موضع استعمال کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتے

آخر کاف مقولہ کا مصدریہ نام رکھنے کی وجہ

جیسے عربی مین اُس اَنْ کا مصدریہ نام ہے اور اس اَنْ کی بدولت بڑے بڑے فعل حکی وقیل کے مفعول واقع ہوجاتے ہین۔ اگر خصوصیت معنی قول کا لحاظ کیا جاے تو اسکو اَنْ للتفسیر کی طرح کاف تفسیر کہنا چاہیے قولہ تعالی وتبارک ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اور نَادَيْنَاهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے سعدی رح شعر حذر کن زانکہ دشمن گو میدان کن ۔ اے گو بیدکہ آن کن یعنی گو بیدکردن آنرا۔ اسیطرح عربی مین اَنْ مصدری حذف کیا جاتا ہے مع ابقاے عمل طرفہ بن العبد شاعر زمانہ جاہلی کا شعر قصیدہ ثانیہ سبع معلقہ مین ہے شعر اَلَا اَيُّهٰذَا اللَّائِمِیْ اَحْضُرُ الْوَغٰی ۔ وَاَنَّ اَشْهَدَ اللَّذَّاتِ هَلْ اَنْتَ مُخْلِدِیْ ۔ اے اَنْ اَحْضُرَ الْوَغٰی ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔ بارہوان کہ دعائیہ جو جملہ دعائیہ پر داخل ہوتا ہے سعدی رح شعر زعہد پدر یادم آید ہمی ۔ کہ باران رحمت بروہر دمی ۔ نظامی رح شعر مرازان کریمان صاحب زمان ۔ توئی ماندہ باقی کہ باقی بمان ۔ ولہ نخستین ثنائے جہاندار گفت ۔ کہ بادا جہاندار باکام جفت ۔ اگر غور کیجیے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسرہ ہے یعنی دخول کاف فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اسکی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بدعاے کہ تفسیرش باران رحمت بروہر دمے اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہین یعنی دعا میکنم پدر برایچیزے کہ تفسیرش اینست کہ باران رحمت الخ مفسر بالفتح کو تفسیر سے عام رکھنے مین کوئی قباحت نہین جیسے اس آیہ وافی ہدایہ مین ما کی تفسیر اَنْ اَقْذِفِيْهِ سے کیگئی اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى اَنِ اقْذِفِيْهِ ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔ اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی رح شعر بمرگ ہمہ شہر زین شہر دور ۔ نگر یدکسے در بود ناصبور ۔ اے کزین شہر دور باد تیز ہوان کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم بہ پر آتا ہے نظامی رح شعر بدارا ے گیتی و دانا ے راز ۔ کہ دارم بہ بہبود دارا نیاز ۔ شعر مرا کہ نیست بدور لبت ہوا ے قدح ۔ بجان بادہ کہ جان مید ہم برا ے قدح ۔ اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کردیا جاتا ہے شعر برخشندہ آذر بابستا وزند ۔ بخورشید روشن بچرخ بلند ۔ بروم اندر آرم زگرد سپاہ ۔ کنم چشم خورشید روشن سیاہ ۔ اے سوگند بخورشید روشن کہ در روم سپاہ آرم الخ چو دہوان کہ تشبیہ جو تشبیہ مرکب مین مشبہ بہ پر داخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے شعر عیان از خم نیل آن عکس لب ۔ کہ فانوس نارنج در تیرہ شب ۔ اے چنانکہ فانوس نارنج الخ نظامی رح

کاف مصدریہ اور صورت خصوصیت معنی قول کاف تفسیر کہنا چاہیے

کاف دعائیہ

حذف کاف دعائیہ

کاف قسم

حذف کاف قسم

کاف تشبیہ

شعر یکے بیشہ در گردش از چوبہ تیر ٭ کہ باشد گیا بر لب آبگیر ٭ اے چنانکہ باشد۔ چنانچہ یہ کاف لفظ چنان کے ساتھ موجود ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ ور ناتوان مینریم ٭ چنان کافریدی چنان مینریم ٭ اگر ذرا غور کیجے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجوزی ہے ورنہ یہ کاف بیانیہ ہے جو بعد لفظ چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف اسمی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب مین مستعمل ہوتا ہے وہ یہان ان امثلہ مین مقدر ہے پس چنانکہ مین بعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے ہونگے کسواسطے کہ چنان کافریدی کا ترجمہ عربی مین کَمَا خَلَقْتَنِیْ کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اسمین کاف حرف تشبیہ اور ما موصولہ ہی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٭ پندرہوان کاف بیانیہ جو کاف بیانیہ کسی امر مبہم کے جملہ بیانیہ پر داخل ہوتا ہے نظامی رح شعر چنان دارم اے دادر کارساز ٭ کزین بانیازان شوم بے نیاز ٭ وله چنان گرم کن عوهم رایم تبو ٭ کہ خرم دل آیم چو آیم تبو ٭ اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے شعر چنان برعشر تم قاسم فضلے آسمان تنگست ٭ بہر جا جست سنگے از فلاخن رو بما آورد ٭ ای کہ فضلے آسمان الخ صاحب جواہر الحروف نے نظامی کے اس شعر مین شعر جزا دہر کسے باتو سر مینرند ٭ چو زلف تو سر بر کمر مینرند ٭ اے ہر کسے کہ باتو الخ کاف بیانیہ محذوف مانا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس کاف کو بیانیہ کہنا درست نہین بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ ہے چنانچہ اسکا بیان موصول کی بحث مین گذر چکا ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہوان کہ ترویہ جو بجاے لفظ یا حرف ترویہ کے مستعمل ہوتا ہے شعر حسن معشوق بہتر است کہ آن ٭ آن ازین بہتر ست واین ازآن ٭ اے حسن معشوق بہتر ست یا آن معشوق۔ حافظ رح شعر چشم صاحب نظران در پے دنیاست کہ نیست ٭ سر خط سادہ دلان نقش تمناست کہ نیست ٭ اے در پے دنیاست یا نیست۔ و نقش تمناست یا نیست۔ یہان اس ترویہ سے کمال تقریر مطلوب ہے جو نتیجہ اس نفی واثبات حصر کا ہے۔ اور کبھی اس معنی کی تعیین وتبیین کیلئے لفظ ترویہ یا کے ساتھ بھی یہ کاف مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر یا کہ قلم موئید نم مے نوشت ٭ یا کہ رگ ابر سیہ لبود و دشت ٭ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ستر ہوان کہ زائدہ مولوی معنوی رح شعر اینچنین قفل گران را لے دود ٭ کہ تواند جزکہ فضل تو کشود ٭ اے جز فضل تو کہ تواند کشود۔ وله جزکہ صاحب ذوق انشاد طعوم ٭ شہد را نا خورده کے داند زموم ٭ ہاتفی رح شعر طراز زندۂ داستان کہن ٭ چنین شد علی بند بکر سخن ٭

کاف بیانیہ

کاف ترویہ

کاف زائدہ

کہ از فرو اقبال شاہنشہی ۔ کہ از فتنہ شد آن ممالک تہی ۔ اے از فتنہ الخ سعدی رح شعر بباز می گفت
این سخن باید ۔ کہ از سنگر این ترم کز مرید ۔ اے از مرید الخر اگر غور کیجاے ان کافون مین تاویل
کیجاسکتی ہے جس سے وہ زیادت محض سے نکل جائین اور یہ بھی سن لیجیے کہ سواے ان
حرفی کافون کے جو اوپر مذکور ہوئے ہین کاف اسمی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اسم مین گزر چکا
اور وہ یا تو صرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر مین سعدی رح شعر گزند کسانش نیاید پسند ۔ کہ ترسد
کہ در ملکش آید گزند ۔ اے کیسکہ ترسد الخ کبھی اس کاف سے تعمیم و تنکیر مراد ہوتی ہے جیسے کراجا و دان
ماندن امید نیست ۔ اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار منظور ہوتا ہے یا انکار مگر باعتبار
مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار مین حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو متضمن ہے
جیسے در خانہ کیست ۔ اور باقی اثبات و انکار مین معنی طلب اپنی حقیقت پر نہین رہے اول یعنی اثبات
مین تقریر مطلب مقصود ہے جیسے اس شعر مین انوری ع کہ بر فروزد ہر بامداد مطلع صبح ۔ سعدی رح شعر
بامرش وجود از عدم نقش بست ۔ کہ داند جز او کردن از نیست ہست ۔ یعنی وہی ہر بامداد مطلع صبح روشن
کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرتا جانتا ہے یعنی اسکے سوا دوسرا کوئی شخص نہین کرسکتا ۔ اس
مجاز کے اختیار کرنے مین نکتہ یہ ہے کہ اس سے حصر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم
کی نفی کی گئی تو فقط اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا
اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال مین از نیست ہست کردن کہ داند غیر او نمی داند کے مساوی
ہے اور وہ مستلزم ہے از نیست ہست کردن ہم او داند کو ۔ اور استفہام انکاری مین جمیع افراد سے
انکار مقصود ہوتا ہے نظامی رح شعر کرا در خور اے باشد بلند ۔ نگوید سخنہاے ناسودمند ۔ اے
کسے را یا ہر کرا یعنے جتنے افراد بذریعہ اس کاف کے مسئول ہین ان سب سے متکلم مضمون جملہ مدخول
کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اس شعر
مین غنیمت شعر کہ میگوید کہ بر عزم سفر لبست ۔ بقتل عاشق مسکین کمر بست ۔ یعنی کوئی بھی نہین کہتا
کہ معشوق نے سفر کے لیئے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لیئے کمر باندھی ہے
یہان منظور یہی نکتہ ہے کہ افراد نافی کی تعمیم حاصل ہو جاے ۔ دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ یہان کہ
استفہامیہ زجر و توبیخ کے لیئے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہدیا ہو کہ

بقصد سفر کمر باندھی ہے تو متکلم سبکو ڈانٹ بتلاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول بہ نسبت اس معنی ثانی تو بیخی کے ابلغ ہین اسواسطے کہ یہان صرف ایک متکلم تنہا منکر ہے اور اول مین جمیع افراد یکزبان منکر ہین غرض استفہام انکاری مین تعمیم ایک امر کی مطلوب ہے اور تقریری مین تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصر ہے) مقصود ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح ہو کہ کاف استفہام ذوالعقول کے لیئے موضوع ہے اور اسکے مقابل لفظ چہ غیر ذوی العقول کے لیئے اور جہان ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مین تعیین نہو سکے وہ بھی (بحکم آنکہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے) غیر ذوی العقول مین مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شبح معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ انسان ہے یا غیر انسان تو یہان سوال مین این چیست کہا جائیگا واین کیست۔ اور یہ بھی سن لیجے کہ جب یہ کاف چہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چہ کے دیتا ہے ظہوری شعر درع زگرسنہ چشمے بخوان تو بنشست ✦ مراگر داشت چنین پشت دست خای کہ چہ ✦ سعید اشرف شعر زہر دو چشم نظر میکنی بیار کہ چہ ✦ نگہ دو سہ چرانی بالالہ زار کہ چہ ✦ اے چرا۔ اگرچہ بحث حرف موقع کاف اسمی کا تھا مگر بنظر توضیح ہمنے ذکر کر دیا۔ اور کبھی دو کاف دو نوع کے ایک جگہہ جمع پڑ جاتے ہین مگر یہ شاذ ہے مولوی معنوی رح شعر سوے منزلہا دوید و بانگ داشت ✦ کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت ✦ ای بانگ داشت کہ کدام کس بر دُردانہ ام الخ ✦۔

السّابع بائے مفردیہ حروف چند معنون مین استعمال کیا جاتا ہے کبھی الصاق کے لیئے یعنی دخول و مجرور با کے ساتھ الصاق ثابت کیا جاتا ہے خواہی لصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول لصوق حقیقی جیسے حکمی عفی عنہ شعر در دبدل بودش و سود البسر ✦ خورد غم نلختر ش چون شکر ✦ دوسرا لصوق مجازی جیسے حافظ رح شعر آخر ببسرم گزر کن ای دوست ✦ انگار کہ خاک آستانم ✦ یہان لصوق حقیقی نہین کیا معنی کہ در حقیقت گزر کنا سر کے قریب ہوگا نہ عین سر پر۔ واضح ہو کہ مثال اوّل در دبدل و سود البسر مین بعینہ ایسی ترکیب ہے جیسے عربی مین بہ داءٌ چنانچہ علامہ رضی الباء للالصاق کی شرح فرماتے ہین نحو بہ داء ای التصق بہ وقولك مررت بہ ای الصقت المرور بمکان یقرب منہ مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظرفیہ بمعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہین۔ دوسرا بائے تصالیہ نظامی رح شعر خداوندمائی و بابندہ ایم ✦ بہ نیروے تو یک بیک زندہ ایم ✦ اے یک متصل بیک۔

بائے الصاقیہ

بائے تصالیہ

اس کو کل افرادی سے کنایہ کرتے ہین یعنی ہر ہمہ زندہ ایم ۔ **ولہ** رسید لشکر بہ لشکر فراز ۔ زانہ در کینہ بکشاد باز ۔ تیسرا بائے مصاحبت و معیت جسکا مجرور اپنے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے مین دوسری ایک شئے کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزین خریدم اے بازین و ہمراہ زین خریدم الہامی **شعر** بخیر زد چو سوے تربت من گامے چند ۔ گفت این گور فلانیست بدشنامے چند ۔ بائے اتصالیہ اور معیت مین فرق یہی ہی کہ بائے معیت و مصاحبت کی جگہ لفظ ہمراہ یا مع بیان کیا جاسے معنی مین کوئی فرق نہ آئے مہذا بائے معیت عام ہے اور اتصالیہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت و مصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصال لازم نہین جیسے مثال مذکور اسپ را بزین خریدم یعنی اسکے یہ معنی ہین کہ زین کا اشتراک اور معیت اسپ کے ساتھ صرف خریداری مین ہے اور یہ ضرور نہین کہ وقت اشتراک گھوڑے پر زین کسی ہوئی بھی ہو۔ چوتھا بائے استعانت جو مدخول بافعل متعلق کیلئے آلہ ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل مین مجرور یا سے مدد لیتا ہے نظامی ؎ **شعر** نباشد چنین نامہ تزویر خیز ۔ نوشتہ بچندین قلمہاے تیز ۔ یہان قلم آلۂ نوشتن ہے اور نویسندہ اپنے لکھنے مین قلم سے استعانت لیتا ہے **ولہ** بشمشیر آتش برآرد ز آب ۔ میانجی کند ابر با آفتاب سعدی ؎ **شعر** وگر ہمچنان روزگارہلی ۔ بگردونش از بیخ برنگسلی ۔ پانچوان با توسلی جو مدخول با سے مہمات مین وسیلہ پکڑا جاتا ہے شیخ ابو سعید ابو الخیر ؒ **رباعی** یارب بر سالت رسول الثقلین ۔ یارب بغزا کنندۂ بدر و حنین ۔ عصیان مرا دو نیمہ کن در عرصات ۔ یعنی بحسن بخش و نیمی بحسین ۔ اے بطفیل حسن و بوسیلہ حسین رضی اللہ عنہما۔ چھٹا با بمعنی برا سے جسکا مجرور غایت اور غرض فعل متعلق کی ہوتا ہے اور جسکا وجود خارج مین فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے **شعر** اگر بسیر چمن میروی قدم بردار ۔ کہ ہمچو رنگ حنامی رود بہار از دست ۔ اے برا سے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا حصول ہوگا۔ ساتوان با علت و سبب جسکا مجرور علت و سبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ امیر خسرو ؒ **شعر** بیک آمدن ربودی دل و دین صد چو خسرو ۔ چہ زید اگر بدینسان دو سہ بار خواہی آمد ۔ نظامی **شعر** مشو ران بخود کامی ایام را ۔ قلم در کش از نیشۂ خام را اے بعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص مین موجود ہے جو شورش کا سبب ہے اسی طرح محبوب دلربا کا آنا پہلے ہے اور دل لیجانا بعد مین اسیطرح نظامی کا یہ **شعر** بیا ساقی آن جام یاقوت بار ۔ بیاد شہنشہ بکام سپار ۔ یہ اسی قسم کا با سببیہ ہے جو برسببیہ مین مذکور ہوا۔ آٹھوان بائے

بائے مصاحبت

بائے اتصالیہ اور بائے معیت کا مابہ الامتیاز

بائے استعانت

بائے توسل

بائے غایت و غرض

بائے علت و سبب

بائے مجاوزہ و مقابلہ

باء معاوضہ مقابلہ

باء موافقت

باء لیاقت

باء تصرف

باء بمقدار یہ

باء سببیہ

باء تاکید

باء ابتدائیہ

باء بمعنی تا انتہائیہ

باء معاوضہ ومقابلہ جیکا مجرور ایک دوسری شے کے مقابلہ ومعاوضہ مین واقع ہوتا ہے نظامیؒ شعر گر این نامہ را من بزر گفتمی ٭ بغمرے کجا گوہرے سفتمی ٭ اے عوض ندولہ بدریا کند بیع دریا پدید ٭ کہ دریا بدریا توانی خرید ٭ توان بمعنی موافقت حافظؒ شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام ما ٭ مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما ٭ اے موافق کام ما ٭ عارض اصفہانی شعر شاید بمدعای تو گویم حکایتے ٭ یکبار عرض حال مرا میتوان شنید ٭ اے موافق مدعاے تو۔ وسوان باے لیاقت جیسے شعر صائب کنون کہ درد بدرمان نماندہ است ٭ آن بہ کہ راہ چارہ وتدبیر نسپریم ٭ اے لایق درمان پزیری۔ گیارہوان باے تصرف سعدیؒ شعر چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ٭ بدستہاے دگر ہمچنین بخواہد رفت ٭ ای تصرف دستہاے دگر الخ حقیقت مین یہ باظرفیہ ہے مگر معنی تصرف اور قبضہ کے اس عبارت سے بطریق کنایہ لیے گئے ہین بارہوان باے مقداریہ جو بیان عدد وقدر کے لیئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا مجرور الکر کم مفصل یا متصل کی تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدیؒ شعر بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم رد وارد ٭ زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ ٭ نظامیؒ شعر بجو می ستاند زدہقان پیر ٭ بمن می فرستد بدیوان میر ٭ اے قدر جو قدر من سعدیؒ شعر اگر با رفیقان منباشی شفیق ٭ بغر سنگ بگریز واز وے رفیق ٭ کبھی مقدار کمی کے غیر مین بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے نظامیؒ شعر نہ من زبہمن شدم کا ژدہا ٭ بخاریدن سر نکردش رہا ٭ اے قدر زمانہ خاریدن اور کبھی لفظ قدر ومقدار کا صریحاً اس باء کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدیؒ شعر اگر خشم گیری بقدر گناہ ٭ بدوزخ فرست وترازو مخواہ ٭ ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جود ٭ نماند گرفتاری اندر وجود ٭۔

تیرہوان باے تمیز جسکا مدخول ایک امر مبہم کا رفع ابہام کرتا ہے نظامیؒ شعر درختے ہمی سرو در باغ شرع ٭ زمینے باصل آسمانے بفرع ٭ اے ازروے اصل وازروے فرع۔ ولہ دشاقان موکب رود زود خیز ٭ بدیدار خوب وبرمتار تیز ٭ سعدیؒ شعر بخیل ارچہ باشد تونگر بمال ٭ بخواری چو مفلس خورد گوشمال ٭

چودہوان باے قسم جو مقسم بہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بایزد اس شعر مین نظامیؒ شعر وگرنہ بایزد کہ تا بود دام نے دانہ لب نیالودہ ام ٭ پندرہوان باے ابتدائیہ جیسے شعر بنام جہاندار جان آفرین ٭ حکیم سخن بر زبان آفرین ٭ اگر غور کیجیے تو یہ باے الصاق ہے جو معنی قسم ومعنی ابتدا کو مقسم بہ ومبتدا تک پہونچانے اور اسکے ساتھ متصل کرنیکے لیئے لایا جاتا ہے پس باء مین نہ معنی قسم کے ہین نہ ابتدا کے بلکہ یہ معنی اُسکے متعلق کے ہین وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہوان باء بمعنی تا انتہائیہ نظامیؒ شعر

سر آہنگ تا سیاقہ از تیر و تیغ ؛ برآور دکوہے ز دریا بمیغ ؛ ولہ چنانست فرمان کہ فردا پگاہ ؛ برایم بزمے زماہی بماہ ؛ کبھی تا انتہائیہ اور یہ باودونون ایک جگہ جمع پڑجاتے ہین نظامی ؎ شعر بسے منزل آمد زمن تا بتو ؛ نشاید ترا یافت الا بتو ؛ ستر ہوان بامعنی الی یعنی سو وطرف نظامی ؎ شعر بدانش ترا رہنمون کردہ اند ؛ کہ مال ترا حکم خون کردہ اند ؛ اے بسوے دانش۔ سعدی ؎ شعر کمن التفاتے بمال بخیل ؛ مبر نام مال و منال بخیل ؛ اٹھارہوان بامعنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مرا کہ نیست بدور لبت ہوائے قدح ؛ بجائے بادہ کہ جان میدہم برائے قدح ؛ اے پیش دور لبت۔ کبھی لفظ پیش اس باکے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے۔ نظامی ؎ شعر کمر بر کمر تا جداران دہر ؛ بہ پیش جہاندار پیروز بہر ؛ انیسوان بامعنی نزد۔ نظامی ؎ شعر کہ مائیم خاصان دارا و بس ؛ بدارا ز ما خاص تر نیست کس ؛ اے نزد دارا ہوی معنوی ؎ شعر میر بیرون جست و دبوسی بدست ؛ نیم شب آمد بزاہد نیم مست ؛ اے نزد زاہد۔ کبھی لفظ نزد بھی اس باکے ساتھ مذکور ہوجاتا ہے سعدی ؎ شعر اے سیر تا نان جوین خوش نہ نماید معشوق منست آنکہ بنزدیک تو زشت ست ؛ بیسوان بامعنی زیر نظامی ؎ شعر چنین تا بمقدار ہفتاد مرد ؛ بہ تیغ آمد ازر و میان در نبرد ؛ اے زیر تیغ و تحت سیوف۔ کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی ؎ شعر زبون تر ز من صید ے آور بزیر ؛ کہ چرنی نخیزد ز پہلوے شیر ؛ اکیسوان بار تشبیہی جو شیشہ بہ پر داخل ہوتا ہے فردوسی ؎ شعر ببالاے تو در چمن سرو نیست ؛ چو رخسار تو تا لبش پرو نیست ؛ اے مانند بالاے تو سعدی ؎ شعر مگر ملائکہ بر آسمان دگر نہ بشر ؛ بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود ؛ ای چون حسن فیضی شعر نقش بہ بہار شادمانی ؛ قہرش بسموم قہرگانی ؛ اے مانند بہار و بکردار سموم۔ اور کبھی کلمہ تشبیہ خود اس باکے ساتھ مذکور ہوجاتا ہے فردوسی ؎ شعر لبانش بمانند یک دانہ نار ؛ بیاورد ہ از جنت کردگار ؛ ولہ ببالا بکردار سرو بلند ؛ دو ابرو کمان و دو گیسو کمند ؛ بائیسوان بار ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی مدخول اُس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی ؎ شعر بہر گوشہ کافتم ثنا خوانمت ؛ بہر جا کہ باشم خدا دانمت ؛ اے در ہر گوشہ و در ہر جا۔ اور کبھی تعیین و تبیین معنے ظرف کے لیئے خود لفظ در اکثر بعد مدخول باکے آتا ہے جیسے شعر مشہور "بدریا در منافع بیشمار ست" مین اور کبھی اس بائے ظرفیہ سے مقدم بھی ہوجاتا ہے فردوسی ؎ شعر مے لعلگون در بجام بلور ؛ بخورد ند تا در سر افتاد شور ؛ نظامی ؎ شعر کنم با تو کارے درین کارزار ؛ کہ اندر گریزی بسوراخ مار ؛

بائیسوان بامعنی الی

بائیسوان بامعنی پیش

بائیسوان بامعنی نزد

بائیسوان بامعنی زیر

بائیسوان بار تشبیہی

بائیسوان بار ظرفیہ بمعنی در

بائیسوان بار ظرفیہ بمعنی در کی بائے ظرفیہ سے تقدیم

حذف بائے ظرفیہ

اور کبھی یہ بائے ظرفیہ مع کلمہ مبینہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی رح[۱۳۳] شعر بدگہر را علم و فن آموختن ؛ دادن تیغ است دست راہزن ؛ اے بدست راہزن بعض نسخون مین دادن تیغے بدست راہزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ تیئسوان بائے استعلا بمعنی بر۔ نظامی رح

بائے استعلا بمعنی بر

شعر بنہ بست زین کوے نہتا دراہ ؛ بہفتم فلک برزدہ بارگاہ ؛ اے بر ہفتم فلک۔ کبھی مجرورِ بلکے بعد تبیین و تعیین معنی استعلا کے لیئے لفظ بر زائد بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی رح[۱۳۴] شعر منم کہ خدائے جہان سر بسر ؛ نشاید نشستن بیکجائے بر ؛ اے بر یکجائے۔ سعدی رح شعر تو کے بشنوی نالۂ دادخواہ ؛ بکیوان برت کلۂ خوابگاہ ؛ اے برکیوان کلۂ خوابگاہ تو۔ چونتیسوان بائے تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصییر سے وہ فعل لازم متعدی بنالیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت معنی تصییر کی ہے کہ سوائے بائے مفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہین دیتی ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی رح[۱۳۵] کا شعر ہے شعر در ایوانِ آن پیرہ سر پر مہر ؛ بزائی بیکبخسر فرامور ؛ دراصل یہان زادن بمعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کبخسر واسکا فاعل اب بائے داخل ہونیسے بمعنی جنانا متعدی ہوگیا اور مدخولِ بافعول بہ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ پچیسوان

بائے تعدیہ

اور حروف جر کو تعدیت حاصل ہے

بائے صلہ

بائے صلہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے درم بدرویشان داد۔ جان بجانان رسید۔ سپردم بتو مایۂ خویش را ؛ گفتم تو نمودم بزید وغیرہ اور جوان افعال کے معنی مین ہو جیسے بخشیدن و حوالہ کردن بمعنے دادن شعر اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ؛ از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم ؛ ع بجنون حوالہ کردم ہمہ کار و بار خود را ؛ وغیرہ واللہ تعالی اعلم چھبیسوان بائے زائدہ اسم فعل حرف ان ہر سہ نوع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بجز و بسان و بہ تنہا و بہ بیزار و بہ بسیار و بمرد وغیرہ نظامی رح

بائے زائدہ

شعر می کوست حلوائے ہر غم کشی ؛ ندیدہ بجز آفتاب آتشی ؛ و لہ شنیدم کہ رستم سوار دلیر ؛ بہ تنہا تگاپوے کردی چو شیر ؛ انوری شعر ز تخدائی خود آنچنان بہ بیزارم ؛ کہ کاشکے پدرم نیز کتخدا نشدی ؛ نظامی رح شعر زن ازمرد و موزی بہ بسیار بہ ؛ سگ ازمردم مردم آزار بہ ؛ فردوسی رح[۱۳۶] شعر ز توران نخوانیم یک تن بمرد ؛ کہ یکسر زنانند اندر نبرد ؛ و لہ[۱۳۷] ابا آنکہ کاموس روز نبرد ؛ ہمی پیلتن را ندارد بمرد ؛ تیئسوان بابمعنی بائے مرکب۔ نظامی رح شعر چو شد کار خاقان ز تدبیر بساز ؛ بلشکر گہِ خویشتن گشت باز ؛ اے کار خاقان باساز شد۔ اٹھائیسوان بمعنی باوجود۔ نظامی رح شعر چو فرہ بگرد بزرگان دوید ؛ بدان

بائے بمعنی باوجود

بائے مرکب بمعنی باوجود

خردی آورد خود را پدید ؛ اے باوجود آن خردی و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بیان باے مرکب

الثامن باے مرکب اور اسکا مزید علیہ اباً فردوسی رح **شعر** اباد یگران مرمرا کار نیست ؛ برین در مراجاے گفتار نیست ؛ ای باد یگران۔ یہ باے مرکب باے مفرد کیطرح کئی معنون مین مستعمل ہے

باے مرکب تعجبی

ایک تو تعجب کے لیئے جیسے نظامی رح **شعر** زاندیشہاے چنین ہولناک ؛ دو دشکر غنود ند باترس و باک اے مع ترس و باک۔ دوسرا عطف کے لیئے بجاے واو عاطفہ مستعمل ہوتا ہے سعدی رح **شعر** فرقت میان آنکہ یارش در بر ؛ باآنکہ دو چشم انتظارش بر در ؛ اے و میان آنکہ ظہوری **شعر** تفاوت کفر و دین آمد بمعنی ؛ میان عدل او با عدل کسریٰ ؛ اے میان عدل او و عدل کسریٰ۔ تیسرا بمعنی الی سعدی رح **شعر** برنیت بگویم حدیثے درست ؛ اگر گوش بابندہ داری نخست ؛ اے جانب بندہ۔ **ولہ** آن پریچہرہ کہ ما را نگران میدارد ؛ چشم باما و نظر باد گران میدارد ؛ اے چشم سوے ما و نظر سوے دیگران۔ فیضی **شعر** بستند بہ تیغ پیش و پس را ؛ با او نگذاشتند کس را ؛ اے سوے او نگذاشتند۔ چوتھا باظرفیہ بمعنے در

باے مرکب ظرفیہ

حافظ رح **شعر** در نمی گیرد نیاز و ناز ما با حسن دوست ؛ خرم آن کز ناز نینان بخت برخوردار داشت ؛ اے در حسن دوست۔ جمال الدین سلمان رح **شعر** جان بیمارم باستقبال آمد تا بلب ؛ قوتے از تو مگر باجان بیمار آمدست ؛ اے در جان بیمار۔ پانچوان با بمعنی براستعلا۔ نظامی رح **شعر** شبانی کندرگ باگوسفند ؛ ہمان شیر باگور نارد گزند ؛ اے برگور۔ چھٹا با بمعنی از نظامی رح **شعر** زمین خورد و با خورد شان دیر نیست ؛ ہنوزش ز خوردن شکم سیر نیست ؛ اے از خوردن شان۔ محمد قلی سلیم **شعر** حسن با مہر و وفا بیگانہ است ؛ ہر کہ عاشق میشود دیوانہ است ؛ اے از مہر و وفا۔ بعض مقننین کی راے ہاتف کاشی کے اس شعر مین بمعنی از تفضیلیہ ہے **شعر** پیچان ترست زلف تو با گفتہاے من ؛ شیرین ترست لعل تو با قند عسکری ؛ اے از گفتہاے من و از قند عسکری ؛ ساتوان با بجاے راے محللہ بھی مستعمل ہے فردوسی قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام مین لکھتے ہین **شعر** کم و بیش با ما تو یاور نۂ ؛ تو گوئی کہ با ما برادر نۂ ؛ اے ما را برادر نۂ یعنی برادر مانۂ۔ آٹھوان با قبضہ اور تصرف کے معنون مین آتا ہے سعدی رح **شعر** ہنوز نگران ست کہ ملکش با دگران ست۔ نظامی رح **شعر** لیک ملکے کہ دارم از پدران ؛ عیب باشد کہ ہست با دگران ؛ اے در تصرف و قبضۂ دیگران ؛ نوان با بمعنی اختصاص۔ نظامی رح **شعر** تاج داری سزاے گوہر تست ؛ تاج با ماست لیک بر سر تست ؛ اے تاج مختص بہ ماست۔ دسوان با بمعنی با وجود

باے مرکب بجاے راے محللہ

باے مرکب بمعنی تصرف

باے مرکب بمعنے اختصاص

باے مرکب بمعنی با وجود

۱۰ بابے مرکب مقابل

امیر خسرو شعر باہمہ این قوت وجوش سپاہ ٭ نیستم اندر پئے آزار شاہ ٭ اے باوجود این ہمہ قوت وجوش گیارہوان با بمعنے تقابل وپیش۔ امیر خسرو شعر باتو برابر نشوم در مصاف ٭ گرچہ بدوزم بسنان کوہ قاف ٭ فردوسی شعر کہ خرد غلامی چو باغ بہشت ٭ کہ باد نماید رخ حور زشت ٭ اے پیش او در مقابل او۔ باہوان باسعادضہ کے لیئے خواجہ اصفی شعر فرہاد کوہ غم را باجان نمی فروشد ٭ مسکین گران خریدہ است ازان نمیفروشد تیرہوان باستعانت کے لیئے۔ حکیم سنائی قدس سرہ شعر یکے باچشم دل بنگر درین زندان خاموشان ٭ کہ اینجا صد ہزاران کس ندیمان ندم بینی ٭ مولوی معنوی ۳۹۲ رح شعر کہ بیاور مطہرہ اینجا بہ پیش ٭ تا بشویم جملہ را باد است خویش ٭ اے بدست خویش ٭ محمد سعید اشرف شعر خط مشکین آلت قطع محبت میشود ٭ با سیاہی طفل را مادر زلیستان می برد ٭ اے بسیاہی۔ چو ہوان باے عاطفہ جو بجاے دبمعنی واو عاطفہ ہے۔ علی خراسانی۔ شعر مے دود چون باد بر شیب وفراز این جہان ٭ پیش عاشق در طریقت کوہ باصحرا یکیست ٭ اے کوہ و صحرا۔ فردوسی رح شعر فرنگیس بار نج دیدہ پسر ٭ بخواب اندر آوردہ بودند سر ٭ اے فرنگیس وپسر او۔ یعنی بودند کا صیغہ جمع لانا بامعنی واو عطف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پندر ہوان با جو باے مفرد کیطرح صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے سعدی رح شعر برآورد سر مرد بسیار دان ٭ چنین گفت باخسرو کاردان ٭ شعر بالطف ساعد سیدبیضا نمی رسد ٭ پیش لبت سخن بمسیحا نمی رسد ٭ مصرعہ گفت ہامن فروش باغ را۔ اے فروش باہمن ہمنے ان بیانات کو مجمل طور پر ذکر کیا ہے مثلاً بامعنی از کہ دیا اور اُس مین یہ تفصیل نہین کی کہ از تو کئی قسم کا ہوتا ہے یہان کس معنی مین ہے چونکہ بیان ازمین ایک ضروری تفصیل مذکور ہوگئی ہے اگر اُسپر توجہ اور نظر رہے تو خود مبتدی اس معنی کی تعیین کرلے سکتا ہی وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور یہ بات بھی بغور سُن رکھیئے کہ یہ حروف حیب مکرر کسی اسم پر وارد ہوتے ہین تو اُن مین سے ایک حذف کردیا جاتا ہے حزین کا شعر ہے شعر بنازم حسرتے نظارۂ حسنے کہ اشکم را ٭ چو آب تیغ از مژگان چکیدن باز میدارد ٭ یہان دو از چاہیئے ایک صلہ چکیدن کا دوسرا باز میدارد کا۔ حکیم سنائی قدس سرہ فرماتے ہین شعر زہر جا بگزرم اہل ملامت ٭ نمایندم بارباب سلامت ٭ کہ این رد کردۂ درگاہ عشق است ٭ زچشم افتادگان شاہ عشق است ٭ یہان ایک از تبعیضیہ دوسرا افتادگان کا صلہ اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ اس بارہ مین دونون حروف ایک جنس کے ہونا کوئی شرط نہین بلکہ دو نوع مختلف کے دو حرف کا اجتماع بھی ایک کے حذف کا باعث ہوجاتا ہے سعدی شعر پند است

۱۱ بارہ مرکب صلہ

ستمگر کہ ستم برما کرد ۔ گردن او بماند برما بگزشت ۔ یہان برما بگزشت سے ایک لفظ از جو صلہ یگزشت کا ہے محذوف ہے اے از برما یعنی ہمارے اوپر سے گزر گیا ۔ اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ اس حذف کے باب مین حرف از کی کوئی خصوصیت نہین جمیع حروف اس باب مین متساوی الاقدام ہین صائب مصرعہ ؎ عیب بعیب خود نرسیدن نمیرسد ۔ یہان دو با چاہیئے ایک صلہ نرسیدن کا دوسرا نمیرسد کا ۔ نظامی ؎ شعر شہ از دوم شد باز مین خویش بود ۔ بروم آمدن زآسمان بیش بود ۔ یہان ایک با صلہ آمدن کا دوسرا یعنی در یعنی در بروم آمدن ۔ ظہوری شعر شیر در مہر بہ لیسیدن ۔ گرگ در خون خویش خیسیدن ۔ اور دو کانون کا ایک جگہ جمع ہو جانا بحکم شذوذ ہے چنانچہ بیان کاف مین مذکور ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

التاسع فا یہ بھی کئی معنون مین مستعمل ہے ایک تو بجاے باے صلہ مستعمل ہے سعدی ؎ شعر بہ بیچارگی تن فراخاک داد ۔ وگرگرد عام برآمد چو باد ۔ دوسرا فا ظرفیہ بمعنی در سعدی ؎ مصرعہ بجبل ستائش فراچہ مشو ۔ اے در چہ مشو ۔ تیسرا فا بمعنی بر استعلا سعدی ؎ شعر بگفتا فراتر مجالم نماند ۔ بماندم کہ نیروی بالم نماند ۔ اے برتر ۔ چوتھا فا بمعنی پیش سعدی ؎ شعر چراغ یقینم فراراہ دار ۔ زبد کردنم دست کوتاہ دار ۔ اے پیش راہ من دار ۔ پانچوان فا زائد جو محض تزئین و تحسین کلام کے لیئے لایا جاتا ہے جیسے فرارسید وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

العاشر ۔ بسا اور اس کا مخفف بس ۔ یہ حرف انشاے تکثیر کے لیئے لایا جاتا ہے جیسے عربی مین رُبَّہ و رُبَّ ۔ نصاب ابو نصر مین ہے ؎ شعر آن دلو گرمتے کی دلانہ ۔ رُبَّہ رُبَّما و ربَّ بسا ۔ ہم کو یہان تقلیل و تکثیر کی حقیقت و مجاز اور اُسکے مدخول کی تنکیر و تعریف کا اختلاف جو ائمہ نحاۃ عرب کے باہم واقع ہوا ہے بیان کرنا فضول ہے اعجام ان دقائق سے عاری ہین و بس ۔ چونکہ یہ لفظ بسا انشاے تکثیر محققہ ثابتہ عند المتکلم کے لیئے موضوع ہے وہ جس فعل کے ساتھ متعلق ہو اُس فعل کا ماضی ہونا شرط ہے خواہی وہ صریح صیغہ ماضی کا ہو جیسے سعدی ؎ شعر اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند ۔ کہ خرلنگ جان بنزل برد ۔ یہان کاف اول بسا کا جواب ہے اور کاف ثانی جو صدر مصرعہ ثانی ہے عاطفہ ہے واللہ بسا نامدار و بسا کام گار ۔ بسا سر قد و بسا گلعذار ۔ کہ کردند پیرا ہن عمر چاک ۔ کشیدند سر در گریبان خاک ۔ خواہی صیغۂ ماضی صریح نہ ہو یعنی ظاہرا صیغہ مضارع کا ہو مگر وہ ماضی کے معنون مین متاول کر لیا گیا ہو کس واسطے کہ تکثیر محقق بجز صیغہ ماضی کے

کے متصور نہین یعنی صیغۂ ماضی ثبوت و تحقق کے لیئے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد و حدوث پر دال ہین پس ثبوت امر محقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا اسیوجہ سے امر متیقن الوقوع بجاے مضارع صیغہ ماضی کے پیرایہ مین بیان کیا جاتا ہے سعدی ح **شعر** گزشت انچہ در ناصوابی گزشت ؛ درین نیز ہم در نیابی گزشت ؛ اے در نیابی بگزرد کی جگہ در نیابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بساغیر ماضی ہو جانب ماضی متاول ہوگا نظامی ح **شعر** بسا شیر درندہ و سہناک ؛ کہ از نوک خارے در آید بخاک ؛ یعنی بہت سے شیر درندہ ہین کہ یک نوک خار سے خاک مین ملگئے ہین۔ سعدی ح **شعر** بسا نام نیکوئی پنجاہ سال ؛ کہ یک نام زشتش کند پائمال ؛ اے کرد پائمال۔ چنانچہ نحاۃ عرب نے آیہ وافی الہدایہ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِینَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِینَ مین یَوَدُّ کو بمعنی وُدَّ تاویل کی ہے حارث بن حلزہ یشکری شاعر ایام جاہلی صاحب قصیدہ ہفتم سبعہ معلقہ کہتا ہے **شعر** اَذَنَّتَنَا بِبَیْنِہَا اَسْمَاءُ ؛ رُبَّ ثَاوٍ یُمَلُّ مِنْہُ الثَّوَاءُ ؛ اور یہ بھی واضح رہے کہ اسکے جواب مین کاف کا لانا لفظاً ہو یا تقدیراً واجب سمجھا گیا ہے اول جیسے اوپر کے امثلہ سے مستفاد ہے اور ثانی یعنی تقدیر جیسے سعدی ح **شعر** بسا اہل دولت ببازی نشست ؛ کہ دولت بفرش بازی زدست ؛ ای بسا اہل دولت کہ بیازی نشست یعنی بہت سے دولتمند کہ لہو و لعب مین پڑگئے تو انکے ہاتھ سے دولت نکلگئی یہان کاف اول جو جواب بسا ہے محذوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیہ ہے وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؛ اور کبھی اظہار تاسف و تحسر وغیرہ کے قصد سے اُسپر حرف ندا بھی لایا کرتے ہین جیسے ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ؛ کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہین انمین ایسی وحدت مان لیجاتی ہے کہ گویا یہ معہ مدخول کے ایک کلمہ ہے مولوی معنوی ح **شعر** بس کسا کہ نان خورد دلشاد او ؛ مرگ او گردد بگیرد در گلو ؛ اے بسا کس کہ الخ اس باب مین ایک لغت بس بھی ہے جیسے اس رباعی مین جو فردوسی نے بفرمایش سلطان محمود غزنوی ایاز کے سبزۂ عارض و خط رخسار کی توصیف مین لکھی ہے **رباعی** مست ست بتا چشم تو تیر بدست ؛ بس کس کہ زتیر چشم مست تو بخست ؛ گر پوشد عارضت زرہ غدرش ہست ؛ کز تیر بتر سد ہمہ کس خاصہ زمست ؛ سعدی ح **شعر** بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد ؛ چون باز کنی مادر و مادر باشد ؛ **وله** بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند ؛ کز ہستیش بروے زمین یک نشان نماند ؛ یہان کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ الخ۔ اور بسے کو بعض تو اس باب مین لغت مستقل جانتے ہین اور بعض بس کا مزید علیہ مانتے ہین جیسے عربی مین اسی

رُبَّ کے باب مین آٹھ لغات مروی ہین چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین اسکی تصریح فرمائی ہے فِی رُبَّ ثمانی لغات اشهرها ضم الراء وفتح الباء المشددة الخ اور انکا مدخول مفرد اور جمع دونون طرح مستعمل ہی مفرد کی امثلہ اوپر مذکور ہوئین جمع کی مثال جیسے سعدی شعر بسا خوبرویان نوخاستہ ٭ بسا نوعروسان آراستہ ٭ ولہ بساتند گردان لشکر شکن ٭ بسا شیر مردان شمشیر زن ٭ نظامی شعر بسا گفتنیها که باشد نهفت ٭ بدیگر زبان بایدش باز گفت ٭ اسیطرح بسے مین مفرد و جمع دونون استعمال جائز ہین نظامی شعر کزان آب صافی بسے سالخورد ٭ بہ بینی بہر اندران کس نخورد ٭ ولہ بسے سالہا شد که گوہر پرست ٭ نیاورد زین گونہ گوہر بدست ٭ خصوصاً اس لفظ بسے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہین چنانچہ اوپر کی مثالون سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھیئے گا کہ بس اسی بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مزید علیہ بسے اور بسا بھی مستعمل ہے چونکہ یہ حرف رُبَّ کے معنون مین نہین ہے اُن شرطون کے ساتھ مشروط بھی نہین سعدی رح شعر ندارم غیر از تو فریادرس ٭ تو ئی عاصیانرا خطا بخش و بس ٭ اے خطا بخشندۂ بسیار در صورت عطف یعنی خطا بخش و بس - یہان بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا فارسی نہ رہیگا ولہ در اقصاے عالم بگشتم بسے ٭ بسر بردم ایام با ہر کسے ٭ اے بسیار گشتم - نظامی رح شعر نظامی بسا صاحب آوازۂ ٭ کہن گشتی و ہمچنان تازۂ ٭ اے بسیار صاحب آوازہ - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واؤ قسمیہ کا بیان

الحادی عشر واو قسمیہ واضح ہو کہ محاورۂ عرب مین واو قسمیہ کا صدر کلام مین واقع ہونا اور اُس کے مُقسَم بہ کا اسم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی مین دو اسمون کے درمیان مین لایا جاتا ہے غالب ہلوی شعر نہ ہمین نالہ و فغان بلبم ٭ من و جان آفرین کہ جان بلبم ٭ اسی قبیل سے ہے جو محاورۂ اردو مین کہتے ہین مین جانون میرا خدا - بتقدیر واو قسمیہ جو کہ اصل مین واو عاطفہ ہی ہے - اس ترکیب عطفی سے معنی لزوم کے لیئے گئے ہین اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الثانی عشر - حروف جر مین سے حروف تشبیہ ہین جیسے چون اسکا مخفف چو - جاننا چاہیئے کہ

تعریف تشبیہ

ایک شئی کی شئی آخر کے ساتھ کسی معنی مین کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجہ الاستعارہ و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے - استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی - تحقیقی وہ جسمین عین مشبہ بہ اور

استعارہ تحقیقی

لوازم مشبہ کے مذکور ہون جیسے فردوسی رح ہفت خوان رستم کی پہلی منزل مین لکھتے ہین شعر کمند کیانی بینداخت شیر ٭ بخم اندر آورد گوری دلیر ٭ اور کنائی جس مین عین مشبہ اور لازم مشبہ بہ مذکور ہو

استعارہ بالکنایہ

جیسے نظامی رح **شعر** زگرد گران سنگ چالشگران ٭ زمین را ہمی سود شد استخوان ٭ یعنے زمین کو دل مین جانور ذی جسد کے ساتھ تشبیہ دیکر اُسکے لیئے اُستخوان ثابت کیا ایضاً **شعر** کمان کز ابر و مژگان تیر ٭ زپستان جوشن برآورد شیر ٭ اور استعارہ تخیلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس تعریف تشبیہ ہی نہین جیسے مثال مذکور مین زمین کے مشبہ بہ ذہنی کے لیئے اُستخوان ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہی اور تجریدہ وہ ہے کہ ایک شئے ذی صفت سے ایک اور شئے جو اتصاف مین اُسی ذی صفت کے مثل ہو انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ منتزع عنہ اُس صفت مین ایسے کامل ہے کہ اُس سے ایک اور شئے جو متصف اُسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے حکمی عنی عنہ **شعر** بارو سے تو آفتاب دیدم ٭ از زلف تو پیچ و تاب دیدم ٭ **ولہ شعر** زرخسار و گیسوے پُر پیچ و تاب ٭ بیاوردہ اندر کمند آفتاب ٭ اس جگہ چہرہ کی تجلّی اور نورانیت مین مبالغہ منظور ہے یعنے فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہونچا کہ اُس سے ایک آفتاب حاصل ہو گیا سعدی رح **شعر** امروز خارہاے مغیلان کشیدہ تیغ ٭ گوئی کہ خود نبود درین بوستان گلے ٭ نظامی رح **شعر** رخش بر نفشہ گل انداختہ ٭ بنفشہ نگہبان گل ساختہ ٭ یعنی رخسار باعتبار رنگینی و نازکی اس کمال کو پہونچا ہے کہ اُس سے ایک گل نکل سکتا ہے۔ تجرید کے بھی اقسام ہین اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائین اب معلوم ہوا ہو گا کہ تشبیہ مین پانچ چیزونکی ضرورت ہے اول تو وہ دو شئے جو باہم مشارک ہین جنکو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہین جنمین سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لیئے آلہ ہے یا یون کہیئے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے مانند کرنیکا واسطہ ہین جنکو اداۃ التشبیہ کہتے ہین چوتھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہین ان دونون مشارکونکے ساتھ قائم اور اُن مین موجود ہے امر تشبیہ مین اسکا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہو اسکا وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچوین غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو تشبیہ ایک فعل عبث ٹھہر جائے مگر ارکان واجزاے تشبیہ چار ہی مانے گئے ہین غرض تشبیہ چونکہ علت غائی ہی اور غایت کا خارج ہونا ناگزیر ہی ارکان مین داخل نہو نہین سکتی یعنی تشبیہ کا جزو نہین سکتی للہ بیان رحمہم اللہ کا مذہب محقق یہی ہے جنہون نے اس بات پر غور نہین کیا غرض خارج کو رکن یعنی جزو داخل تشبیہ کا بنا دیا غرض یہ پانچ چیزین تشبیہ کے لیئے اگرچہ ضروری ہین مگر اُن مین سے دو ہی شئے اصل ہین ایک تو مشبہ دوسرا مشبہ بہ اور اداۃ تشبیہ اُسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک آلہ ہے نظامی رح فرماتے ہین **شعر**

تشبیہ و استعارہ و تخیلیہ

تشبیہ کی تعریف و تقسیم

تشبیہ مین پانچ چیزونکا ہونا ضروری ہے

اگر تشبیہ کے پانچ چیزونمین سے ایک بھی نہو تو تشبیہ ناقص کہلاتی ہے

غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے

تشبیہ مین دو ہی شئے اصل ہین

آلتی خواہ باش وخواہی نہ ۔ اور وجہ وہ منجملہ اعراض ہے جو اطراف کے ساتھ قایم اور انہین سے ماخوذ اور منتزع ہے مگر مشبّہ بہ مین یہ بات بطریق اصالت اور مشبّہ مین بطور فرعیت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ وہ علت غائی اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے ۔ یہان یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ جب ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کردینا مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبّہ بہ کا بہ نسبت مشبّہ کے رتبہ مین اقوی اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے تا مشبّہ ناقص مشبہ بہ کامل کے ساتھ ملحق ہوجاے اور اس لحوق کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صورت پزیر کمال ہو جیسے زید چون شیر ست مین زید کو شیر کے ساتھ ملحق ہونیسے جرأت اور دلیری جو وصف مشہور شیر ہے زید مین بھی معتبر ہوگئی ۔ مگر جس جگہ کہ مشبّہ سے اقوی اور اکمل کا وجود حقیقۃً ہو یا ادعاءً محال ہو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف و ناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود مین زیادہ مشہور ہونا ضرور ہے جیسے اللہ سبحانہ تعالے شانہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی جامیؒ حمد مین فرماتے ہین شعر

وجودش آن فروزان آفتابست ۔ کہ ذرّہ ذرّہ ازوے نور یابست ۔ اور اسی قبیل سے ہے صلوۃ سیدنا ومولانا محمد المصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو صلوۃ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے اللھمّ صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلّیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید اسواسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیا علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی نسبت سے اکمل اور افضل ہین مگر چونکہ یہان مشبّہ اُس کمال تنزّہ اور تمام فضیلت مین ہے کہ بغیر تنزّل فہم کرنا متعذر کیا محال تھا تو ایک وجود حقیقی اور کمال اصلی کو نا چار وجود مجازی کمال ظلّی مشہر کے ساتھ تشبیہ دی تا ہماری فہم مین آجاے اور حوصلۂ ادراک کو خرق نکرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت ہمارے سردار ہمارے ہادی ہمارے پیشوا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر ادراک متناہی اُسکے دریافت کرنیسے سخت عاجز ہے تو نا چار اُس رحمت الٰہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شامل حال تھی امم سابقہ اور عرب کے نزدیک مشہور تھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ مین آجائے ؎

آن فضائلہاے پنہان شان کہ آن ۔ در نیاید در حواس و در بیان ۔ ہیچ ماہیات اوصاف جلال ۔ کس نداند جز بآثار کمال ۔ آن کمال و آن جلال و آن وجود ۔ بر ندر اند ز قہرش تار و پود ۔ اور کبھی عکس مشبّہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے تا معلوم ہوجاے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات مین حقیقۃً ہو

ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور ہے

اقوی اور اکمل کا وجود محال ہو یا ادعاءً محال ہو تو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے

کبھی عکس مشبّہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے

یا اور عامی متکلم کے نزدیک موجود نہین گویا اپنے عجز و نارسائی کی حیرانی مین عین مشبہ کو مشبہ بہ بنا دیتا ہے
اول جیسے نظامی[۱] رح نعت مین فرماتے ہین **شعر** گزین کردۂ ہر دو عالم توئی ✤ چو تو کس کسے باشد آن ہم توئی ✤
ثانی یعنے ادعاے محض ظہوری کا شعر ہے **شعر** مراد تماشا نظر ہاے او ✤ سراپاے او چون سراپاے او ✤
واللہ تعالیٰ اعلم ✤ آمدم برسر مطلب تشبیہ مین پانچ چیزونکا وجود واجب ہے اور پھر ہر ایک ایک مین
کئی کئی حیثیتین ہین انہین حیثیات شتے کے اعتبار سے تقسیم تشبیہ کی جدے جدے طریقہ پر ہو سکتی ہے
مثلاً با عتبار ذکر و حذف ارکانِ اربعہ یعنے چارون رکن مذکور ہون یا بعض مذکور ہون اور بعض محذوف
مگر ہر حال مین اثبات مشبہ بہ دائماً واجب ہوگا مدار تشبیہ کا سب اسی کے وجود پر ہے اسواسطے کہ تشبیہ سے
مقصود یہی ہے کہ مشبہ ناقص مین مشبہ بہ سے اکتساب کمال کرے جسطرح اوپر مذکور ہوا اسکی کئی صورتین ہونگی
کیا یعنی کہ مشبہ یا تو مذکور ہوگا یا محذوف ہر تقدیر وجہ شبہ مذکور ہوگی یا محذوف ان چارون تقدیر پر حرف
تشبیہ مذکور ہوگا یا محذوف یہ آٹھ شکلین حاصل ہوئین باین تفصیل ایک تو یہ کہ چارون رکن مذکور ہون
جیسے زید چون شیرست در شجاعت فردوسی رح **شعر** بپوشید نوجامۂ بندگی ✤ دو دیدہ چو ابرے ببارندگی ✤ پہان
دو دیدہ مشبہ چو حرف تشبیہ ابر مشبہ بہ بارندگی وجہ شبہ ہے۔ دوسرا مشبہ محذوف باقی مذکور مثلاً کسی کے
پوچھنے کے وقت جواب دیا جاے چون شیرست در شجاعت یا اور کوئی سیاق و سباق ذکر مشبہ سے ملے نیاز
کر دیوے نظامی رح **شعر** چو آب فرات آشکارا نواز ✤ چو سرچشمۂ نیل پنہان گداز ✤ تیسرا اداۃ تشبیہ محذوف
باقی مذکور جیسے زید شیرست در شجاعت بندہ حکمی غفرلہ **شعر** رخش در درخشندگی آفتاب ✤ لبش برگ گل
خوئی چو نوشین گلاب[۲] ✤ چوتھا وجہ شبہ محذوف باقی مذکور جیسے زید چون شیرست۔ نظامی رح **شعر** رخے
چون گل و برگ آوردہ خوئی ✤ بمن داد جامی پر از سرخ می ✤ پانچوان مشبہ اور اداۃ محذوف باقی مذکور
جیسے بقرینہ سوالیہ یعنی پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے شیرست در شجاعت بندہ حکمی غفرلہ **شعر** چہ می
پرسی نزیبا قامتی او ✤ بسر سبزی سہی سرو لب جو ✤ چھٹا صرف مشبہ بہ مذکور باقی سب محذوف جیسے وقت
قیام قرینہ مقالیہ یعنی کوئی پوچھے زید چیست جواب دیا جاے شیرست یا سیاق و سباق اسپر دلالت کرے
بندۂ حکمی عفی عنہ **شعر** چہ گویم کہ چونست در روز خون ✤ نہنگے شناور بدریا درون ✤ ورنہ استعارہ[۳] مطلقہ
ہوگا اس چھٹی قسم کو تشبیہ بلیغ بھی کہتے ہین اور فرق اس تشبیہ اور استعارہ مین یہی ہے کہ تشبیہ مین مشبہ
اور مشبہ بہ مین وجہ مشترک مین وجہ مغائر سمجھے جاتے ہین معہذا اداۃ تشبیہ چونکہ رکن مانے گئے ہین

[۱] نظامی شیخ جمال الدین ابو محمد الیاس بن یوسف بن زکی مؤید متخلص بہ نظامی صاحب مخزن الاسرار و خمسۂ مشہور ۵۹۹ھ
[۲] نوشین گلاب شیرین گلاب
[۳] استعارہ کی تعریف اگر یاد ہو تو لکھو ورنہ ۱۲

تشبیہ کے اجزاء
مشبہ
مشبہ بہ
وجہ شبہ
حرف تشبیہ
ارکان اربعہ
تشبیہ کے اجزاء
حرف تشبیہ
وجہ شبہ
مشبہ بہ
مشب

لفظاً ہو یا تقدیراً اُن کا اعتبار تشبیہ مین ضرور ہے بخلاف استعارہ اگرچہ اس مین بھی علاقہ تشبیہ موجود ہے مگر متکلم چونکہ اُنکی عینیت کا اِدعا کرتا ہے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہین کیئے جاتینگے

مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف

جیسے فردوسی ؎ شعر بشمشیر برد آنزمان شیر دست ٭ چپ لشکر چنیان برشکست ٭ یہان مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف جیسے زید شیرست نظامی ؎ شعر سکندر محیط است ومن جوے آب ٭ منہ تہمت سایہ بر آفتاب ٭ آٹھوان مشبہ بہ مع اداۃ مذکور ہو باقی محذوف مثلاً کوئی پوچھے زید چگونہ است در شجاعت جواب دیا جاے چون شیرست - بندہ حکمی عفی عنہ شعر باہمچو خودمی چو سر خوش ستی - سوگند بحق کہ بت پرستی ٭ اے باشخص مانند خود.

مشبہ بہ مع اداۃ مذکور باقی محذوف

ارکان ثلثہ کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کیجاتی ہے

کبھی ارکان ثلثہ یعنے اطراف وجہ شبہ کی اِفراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کیجاتی ہے

الاوّل اِفراد جیسے زید در دلیری چون شیرست .

جمیع ارکان مرکب ہونے کی مثال

الثانی ترکیب اس مین ایک تو یہ ہے کہ جمیع ارکان ثلثہ مرکب ہون جیسے حکمی غفرلہ شعر بجام بلورین مے لعل ناب ٭ بود نار سیال در بستہ آب ٭ فردوسی ؎ شعر نشست از بر سینۂ پیلتن ٭ پر از خاک چنگال و روے و دہن ٭ بکردار شیرے کہ بر گور نر ٭ زند دست و گور اندر آید بسر ٭ دوسرا بعض مرکب - اور بعض مفرد نظامی ؎ شعر شود چہرۂ نار افروختہ ٭ چو تاجے در و لعلہا دوختہ ٭ اس مثال مین مشبہ چہرہ انار اور مشبہ بہ تاج مرکب یعنے مقید باوصاف مذکورہ - یہان مشبہ مفرد ہے وجہ شبہ اور مشبہ بہ مرکب ہے اس کے جمیع اقسام

بعض مرکب اور بعض مفرد

اور احد الطرفین کی ترکیب سے وجہ شبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہین اور اسیطرح تعدد کا ہر دو مرکب بھی ہوسکتا ہے یا بعض مفرد بعض مرکب اسکی بھی کئی شکلین نکل آتی ہین (اگرچہ علماے بیان سے کسی نے اسکا تعرض نہین کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے مین نے اپنے اس مختصر رسالہ مین ان امور سے بحث نہین کی تاہم الامتیاز متعدد و مرکب مین یہ ہے کہ متعدد مین الگ الگ ایک شے کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دریا اندر شجاعت و سخاوت بخلاف مرکب کہ اسمین کئی چیزین مجتمع ہوکر صورت وحدانی حاصل کرتی ہین پس درصورت تعدد اگر بعض کو ذکر کرین اور بعض کو چھوڑ دین معنون مین بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی اِفادتِ معنی باقی مین بحالہ رہیگا اور درصورت ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جاے مقصود تشبیہ مختل ہوجائیگا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ آپ سُنیئے تعدد ایک طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ مین ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ ع ہمان موے و رویش چو لیل و نہار ٭

متعدد و مرکب مین کیا فرق ہے

تعدد وجہ

دوسرا تعدد وجہ شبہ مین نظامی رح **شعر** شکر خندۂ راست چون نیشکر ✤ لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر یہان شکر خندہ یعنے معشوق مشبہ چون حرف تشبیہ نیشکر مشبہ بہ یہ دونو مشبہ و مشبہ بہ واحد ہین مگر وجہ شبہ متعدد ہے جن پر لفظ راست و لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر دلالت کرتے ہین اسیطرح آئینہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی باعتبار گولائی اور چمک کے تعدد فی الوجہ ہے۔ بندہ حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** جبین بکشادہ و تابان چو ماہے ✤ چہ ماہی خاصہ ماہ نیم ماہے ✤ اور کبھی باعتبار طرفین فقط تشبیہ کو ملفوف و مفروق پر تقسیم کرتے ہین۔ ملفوف وہ ہے کہ چند مشبہ ایک جگہ اور اُنکے مشبہ بہ ایک جگہ بیان کیئے جائین پھر اگر یہ بترتیب لف مشبہات انکے مشبہ بہ کا نشر کیا جاے ملفوف مرتب کہلاتا ہے حکمی غفرلہ **ع** لب و دندان او چو لعل و گوہر ✤ اگر نشر بترتیب لف نہو غیر مرتب ہے خواہ معکوس ہو خواہی نشر حکمی عفی عنہ **ع** لب و دندان او چون دُر و مرجان ✤ منشر کیلئے دو سے زیادہ تعدد چاہیئے اگر صرف مشبہ مین تعدد ہو اس کا تشبیہ الجمع نام ہے اور یہ تعدد صرف بطریق عطف بھی بیان کیا جاتا ہے اور تعدد کے ہر فرد پر اداۃ تشبیہ جداگانہ بھی لے آتے ہین جیسے ان اشلہ مین نظامی رح **شعر** جہاندار چون ابر و چون آفتاب ✤ باندازہ بخشد ہم آتش ہم آب ✤ سعدی رح **شعر** دو پاکیزہ پیکر چو حور و پری ✤ چو خورشید و مہ از سہ دیگر بری ✤ ان شالون مین حروف تشبیہ اور عاطفہ ہر دو ہین۔ جامی قدس سرہٗ **شعر** عارض است این یا قمر یا لالۂ حمر است این یا شعاع شمس یا آئینۂ دلہا است این ✤ اس شال مین صرف عاطفہ تردیدیہ ہر فرد پر ہے۔ اور تشبیہ مفروق وہ ہے کہ ہر مشبہ کے ساتھ اسکا مشبہ بہ ذکر کرتے چلے جائین۔ بندہ حکمی غفرلہ والدیہ **شعر** دو چشم آہو و زلف مشک آہو رخش مہر و جبین ماہ و قمر ہو ✤ **و لہ** عفی عنہ **ع** لبش ہمچو یاقوت و دندان چو دُر ✤ اور یہ تعدد وجہ شبہ مین بھی ہوتا ہے طرفین مین تعدد ہو یا نہو اور پھر اسکے اجزا کل حسی ہون یا کل عقلی یا بعض حسی اور بعض عقلی اول جیسے آئینہ کو چاند سے تشبیہ دین وجہ شبہ اضاءت و تدویر یہ دونو جز حسی ہین۔ نظامی رح **شعر** ضمیرش نہ زن بلکہ آتش زن است ✤ کہ مریم صفت بکر و آبستن است ✤ یہان وجہ شبہ بکارت اور آبستن یہ دونو امر حسی ہین۔ دوسرا بجمیع اجزائہ عقلی ہو جیسے کسیکو اُسکی تیزی نظر اور چوکنے پن اور اختای جماع کے اعتبار سے کوّے کے ساتھ تشبیہ دین یہ سب امور عقلی ہین۔ تیسرا مختلف یعنے بعض حسی بعض عقلی نظامی رح **شعر** گہے خوردن مے چون خون بدخواہ ✤ گہے نکیہ زدن بر سند شاہ ✤ یہان وجہ شبہ ایک تو سرخی رنگ جو حسی ہے دوسرا مرغوب طبع ہونا سو یہ عقلی ہے۔ اسیطرح ارکان کے حسی یا عقلی ہونیکے اعتبار سے

تقسیم تشبیہ باعتبار طرفین

ملفوف مرتب

ملفوف غیر مرتب

تشبیہ مفروق

تشبیہ مجموعہ جسکے کل اجزا حسی ہین

تشبیہ مجموعہ بجمیع اجزائہ عقلی

تشبیہ مختلف جسکے بعض اجزا حسی اور بعض عقلی ہین

تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی

حسی سے ہماری یہان کیا مراد ہے

جدی تقسیم کیجاتی ہے اور حسی سے یہان ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اجزا خود یا اُن کا مادہ اگر خارج مین موجود ہو بواسطۂ حواس خمسۂ ظاہرہ مُدرَک ہو پس خیالیات یعنی اگران کو بحیثیت اجتماع دیکھا جاے معدوم ہین اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اُس مجتمع کا ہے دیکھا جاتا ہے مدرک بالحس الظاہرہ ہین جیسے فردوسی رح

شعر زمین شد بکردار دریاے قیر ۔ ہمہ موجش از خنجر و گرز و تیر ۔ نظامی رح شعر برانگیخت رزمے چو بارندہ میغ ۔ تگرگش زپیکان و باران زتیغ ۔ کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مُدرَک بحس بصر ہے مگر بحیثیت اجتماعی یعنے دریاے قیر کا بہتا ہوا اُسپر طرہ یہ کہ خنجر و گرز و تیر اُسکی موجین ہون کسی نے نہین دیکھا البتہ موج و خنجر و گرز و تیر جدا جدا مدرک بالحس ہین اسیطرح تگرگ و پیکان و باران و تیغ الگ الگ محسوس ہین لیکن ابر سے اولے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہون کتم عدم سے وجود مین نہین آئے پھر اس حیثیت اجتماعی کے ساتھ محسوس ہی کب ہونگے یہ محض تخیلات ہین اسی قبیل سے ہے شعر نظامی رح شعر گیا ہان نورستہ از آب پر ۔ چو برشاخ مینا برآمودہ در ۔ اور وہمیات جیسے اس شعر مین حکمی غفرلہ ولوالدیہ شعر بدل ہول شب ہجران چنان بود ۔ کہ انجم ہمچو چشم غول بنمود ۔ پس اب تشبیہ تخیلی وہمی مین فرق بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ تشبیہ خیالی مین یہ بات ہوا کرتی ہے کہ مدرکات حسیہ کی صورتین جو بواسطۂ حواس خزانۂ خیال مین جمع متعین قوت متخیلہ بقدر ضرورت اُن مین سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے اُن مین اختراع کرتی ہے پس معلوم ہوا کہ تشبیہ خیالی کے لیئے ایک اصل ہے یعنے خارج مین اُسکے اجزا کے لئے وجود متحقق ہے مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج مین نہوگا بخلاف تشبیہ وہمی کہ وہ محض بے اصل ہوتی ہے کالوجود لہ ولا تحقق لہ فی الخارج اسپر صادق ہے کیا معنی کہ وہان سرے سے من جانب متخیلہ ایک بے اصل گھڑت ہوتی ہے اسی واسطے الوھم خلاق کہا جاتا ہے۔ لیکن باانہمہ مخترعات وہمیہ جیسے چشم و دندان غول کا ادراک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مدرک بحس بصر ہونگے تو جیسے خیالیات داخل نوع حسی ہین وہمیات بھی داخل شق حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اسطرح مدرک نہو اگر وہ خارج مین موجود بھی ہو مدرک بحواس ظاہرہ ہو چونکہ محسوسات اصل معقولات ہین یعنی معقولات انہین محسوسات سے منتزع ہوتے ہین محسوس ازروے دلالت اقوی سمجھا جاتا ہے اور مشبہ بہ اگرچہ ادعاءً ہی کیون نہو مشبہ سے اکمل اور اقوی ہونا چاہیئے باین وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہین دیتے اگر کہین اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی ہے وہان مشبہ بہ معقول بمنزلہ محسوس بنالیا گیا ہے غرض تقسیم باعتبار حسی و عقلی کا بیان مجملاً یہ ہوا کہ تشبیہ بجمیع اجزائہ حسی

تشبیہ وہمی و تفرقہ وہمی و خیالی

تشبیہ خیالی اور وہمی کی مثال بالاستیفاء

خیالیات کی طرح وہمیات حسی ہین

حسیات کی معقول سے تشبیہ کی وجہ

تشبیہ بجمیع اجزائہ

تقسیم بجمیع اجزاء عقلی

حسی ہوگی جیسے حکمی عفی عنہ **شعر** دو عارض چو خورشید اندر فروغ ٭ یا بجمیع اجزائہ عقلی جیسے حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** زعلم آدم برزد بر افلاک ٭ کہ علم ہمچو حیات آمد در ادراک ٭ یا بعض حسی بعض عقلی۔ حکمی غفرلہ ولوالدیہ **شعر** لطف تو چو در بہار باران ٭ سرسبز جہان از و چو بستان ٭ یہان مشبہ بطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانیہ یعنی امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بہ وہ ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس تشبیہ مین کہ وجہ شبہ چند امور سے منتزع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اُس تشبیہ کا تمثیل وضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدی شیخ عبد القاہر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب تمثیل نہین بنتا بلکہ اُنکے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکاکی رحمۃ اللہ کے نزدیک مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہین کرتا بلکہ اُس مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف نہ حساً متحقق ہو نہ عقلاً تمثیل کے لیئے اُنکے ہان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی رح **شعر** بمشکین رکال آتش لعل رنگ ٭ در افتاد چون عکس گوہر بسنگ ٭ **ولہ شعر** بہ آتش بران شوشۂ مشک سنج ٭ چو مار سیہ بر سر کان گنج عند الجمہور تمثیل ہین۔ اور یہ قطعہ سعدی رح کا **قطعہ** عالم اندر میانۂ جہال ٭ مثلے گفتہ اند صدیقان ٭ شاہدے در میان کوراں است ٭ مصحفے در کنشت زندیقان ٭ سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہین یہ اشعار **شعر** پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ٭ تربیت نا اہل را چو گردگان بر گنبدست ٭ **ولہ شعر** ابر گر آب زندگی بارد ٭ ہرگز از شاخ بید بر نخوری ٭ با فرومایہ روزگار مبر ٭ کز نئے بوریا شکر نخوری ٭ **ولہ شعر** نہ محقق بود نہ دانشمند ٭ چار پائے بر و کتابے چند ٭ **ولہ شعر** فائدہ ہر کہ عمر در باخت ٭ چیزے نخرید و زر بینداخت ٭ یہان وجہ شبہ ابلغ نافع کے انتفاع سے بے نصیب و محروم رہنا باوجود سخت تکلیف و تعب اُٹھانے کے سو یہ وصف مرکب امر عقلی ہے اور چند امور سے منتزع ہے چونکہ مرجع اس وصف کا جانب توہم ہے اُسکو وصف حقیقی نہین کہہ سکتے اور اگر وجہ شبہ ایسی نہووے تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنے جمہور کے نزدیک تمثیل کے لیئے وجہ شبہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا چاہیئے اور شیخ کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہ ہو اور سکاکی کے نزدیک وجہ شبہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو وہمی یا اعتباری نہ ہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔ (لے عبد القاہر رح)

تقسیم باعتبار وجہ شبہ

تشبیہ مجمل

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کیجاتی ہے کیا معنے کہ وجہ شبہ یا تو مجمل ہوگی یا مفصل۔ تشبیہ مجمل وہ ہے کہ جس مین وجہ شبہ مذکور نہ ہو اداۃ مذکور ہوں یا نہ ہوں جیسے زید چون شیرست

وجہ شبہ کمال ظاہر

یا زید شیر ست۔ اور یہ اجمال کئی باتون سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وجہ شبہ اُس مین ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُسپر ٹکر کھائے جیسے روے چون آفتاب مین چمک دمک زید چون شیر مین شجاعت یہ ایسے امور ہین بغیر ذکر بمجرد تشبیہ سامع کا خیال اُسپر پہونچ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ بجز خواص بلغا دوسرون کی نظر وہان تک نہ پہونچے جیسے حکمی غفرلہ ولوالدیہ شعر یکے بارگاہے مثل آفتاب ٭ دگر بارگی ہمچو دریاے آب ٭ یہان خیمۂ بادشاہ کو آفتاب سے تشبیہ دیگئی اور گھوڑے کو بحر سے اور وجہ تشبیہ اول مین بارگاہ کی وسعت مین مبالغہ کہ آفتاب کی طرح مشرق سے مغرب تک اُسکی طنابین کشیدہ ہین چنانچہ نظامی رح اس وجہ کا اظہار فرماتے ہین شعر زہے بارگاہے کہ چون آفتاب ٭ زمشرق بمغرب کشیدہ طناب ٭ فردوسی رح بغیر تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہین شعر یکے خیمۂ داشت افراسیاب ٭ زمشرق بمغرب کشیدہ طناب ٭ دوسرے مصرعہ مین گھوڑے کی سرعت مین مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا اطراف عالم ہوآتا ہے اور ٹھیرا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت احاطۂ ارض یک جگہ قائم بھی۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ مین موجود ہے یہ کمال سرعت پروال ہے۔

نالۂ کوشکین پرند اور شبدیز سے تشبیہ دینا بھی اسی قبیل سے ہے

اسی قبیل سے ہے شیخ علی حزین کا نالہ کوشکین پرندسے اور طالب آملی کا شبدیز سے تشبیہ دینا شعر (اے وجہ شبہ کا خفا ۱۲) شب ہجران سیاہ و دور اشور (مع) حزین تو ٭ درفش کاویان از نالۂ مشکین پرند آرد (فعل ۱۲) طالب آملی (مفعول فیہ ۱۲) (ہمان درفش) شعر کشش کرد آنقدر ہا پنجۂ غم جانب ظلمت ٭ کہ دل در زیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد ٭ صائب شعر ہر خسے قیمت نداند نالۂ شبخیز را ٭ مردے باید کہ داند قدر این شبدیز را ٭ یہ امور ایسے ہین کہ بجز خواص اور کسیکا ذہن نہین پہونچتا۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیرست چوتھے فقط مشبہ کا وصف مذکور ہو نظامی رح شعر براق شتابندہ زیرش چو برق ٭ ستامش چو خورشید در نور غرق ٭ پانچوین فقط مشبہ بہ کا وصف جیسے حکمی عفی عنہ شعر چو خورشید روشن دو رخسارگان ٭ دو گیسو کمند و برو ہا کمان ٭ چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی رح شعر بگل چیدن آمد عروسے بباغ ٭ فروزندہ روے چو روشن چراغ ٭ یہ بھی واضح رہے کہ یہان وصف سے وہ وصف خاص مراد ہے جس مین جانب وجہ شبہ ایماے لطیف ہو نہ وصف مطلق جیسے امثلہ بالا مین مذکور ہوا اب زید عالم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین مجمل قسم ثالث ہی رہیگا نظامی رح شعر نشد کارگر تیغ بر درع شاہ ٭ بعزیدن چو ابر سیاہ ٭ اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہان عرش بیان

وجہ شبہ کمال ظاہر

وجہ شبہ کمال پوشیدہ

وجہ شبہ کئی باتون سے حاصل ہوتا ہے

وجہ شبہ ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُسپر ٹکر کھائے

وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ بجز خواص بلغا دوسرون کی نظر وہان تک نہ پہونچے

یہان وصف سے کونسا وصف مراد ہے

تشبیہ مفصل

کرتی ہے اور کا متصف بسیاہ ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہین کرتا تشبیہ تفصل وہ ہے کہ جس مین خود وجہ شبہ صراحۃً مذکور ہو یا بجای ذکر وجہ شبہ وشوہ مسامحۃً ذکر کیجای جسکو وجہ شبہ لازم ہو یا وجہ شبہ کو یہ شے لازم ہو اول جیسے زید چون شیرست در شجاعت دوم جیسے کلام فصیح چون شہدست در شیرینی یہان وجہ شبہ میلان طبع ہی جو شہد یعنی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ **شعر** سخن از دو لب در حلاوت چنانکہ ۔ زنقد مکر شکر بارہ **دوم** صبر مانند صبر باشد تلخ ۔ سوم نظامی رح **شعر** سبق بردہ از آہوان درشتاب ۔ بگرمی چو آتش بنرمی چو آب ۔ یہان وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہان مسامحۃً وجہ شبہ گرمی بیان کیگئی ہے اور حقیقت مین سرعت وجہ شبہ ہے جو گرمی کا ملازم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجیے ۔

تقسیم بلحاظ وجہ شبہ

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کرسکتے ہین کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اُس مین وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہونیکے جلد سمجھ مین آجاتی ہے اُسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ بہ کی جانب انتقال کرنے مین ذہن ونظر کو کوئی وقت اُٹھانی نہین پڑتی اس حالت مین اسکو تشبیہ قریب مبتذل کہتے ہین نظامی رح **شعر** مہ روشن از تیرہ شب تافتہ ۔ چو آئینہ روشنی یافتہ ۔ مشبہ یعنی آئینہ ایسی شی ہے کہ ذہن مین اکثر اُسکی صورت کا حضور رہتا ہے ۔ اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ مین بعد تدقیق نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اُسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہین جیسے نظامی رح **شعر** چہارم علم برزیا زدن ۔ چو خورشید لشکر بہ تنہا زدن ۔ ممدوح کو خورشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی ایسی انتزاع کی کہ نظر ذرا دقت سے اُس تک پہونچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثوابت وسیارہ کو ایک دم مین ہلاک یعنی معدوم کردیتا ہے ممدوح بھی لشکر دشمن کے لیئے تن تنہا کفایت کرتا ہے اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ مین غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی رح **شعر** زجنبش نشد یکدم آرام گیر ۔ چو سیماب بر دست مفلوج پیر ۔ یہان وجہ تشبیہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل بادی الرائے مین سمجھ مین نہین آتا ۔ اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد وطلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی اور اسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اُسکے لطف خیزی کے ہوگی پس تشبیہ غریب بعید ۔ قریب ومبتذل سے احسن وابلغ ہوگی اسیطرح ابتذال وغرابت کے بھی مدارج ہین اُسکے قدر واندازہ پر تشبیہ کے حسن وقبح مین تفاوت ہوا کرتا ہے ۔ کبھی تشبیہ قریب مبتذل کو تھوڑے سے تصرف سے بعید غریب بنا لیتے ہین جس سے اُسمین اور ہی حسن آجاتا ہے اور بلاغت پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ حکیم

تشبیہ قریب مبتذل

تشبیہ بعید غریب

اوحدالدین انوری کی تشبیہ بتذلل کو جو اس شعر مین بیان کی گئی ہے **شعر** روے چو ماہ آسمان داری ٭ قدِ چو سرو بوستان داری ٭ شیخ شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک ذرا سے لطیف تصرف کے ساتھ بلیغ و بلند کر دکھایا ہے جہان کہا ہے **شعر** سرو را مانی ولیکن سرو را رفتار نیست ٭ ماہ را مانی ولیکن ماہ را گفتار نیست ٭ مختاری کا شعر ہے **شعر** ماہی اگر ماہ را از سرو بود قد ٭ سروے اگر سرو را ازماہ بود بر ٭ کیا معنی کہ تشبیہ معشوق ماہ و سرو کے ساتھ قریب و مبتذل تھی مگر اس شرط نے اسکو اوج غرابت کے حد بلاغت پر پہونچا دیا - اور کبھی ایک آدہ دور کی مناسبت وجہ شبہ ہوتی ہے اُس وقت باوجود بعد وہ تشبیہ پایہ بلاغت سے گر جاتی ہے فردوسی رح کا شعر ہے "اول" **شعر** سپاہش بدینسان ہمہ ہمگروہ ٭ ہمہ حملہ کردند مانند کوہ ٭ وجہ شبہ ہیئت ثباتی لشکر ہے یعنے جیسے کوہ اپنی جگہ سے نہین ٹلتا سپاہ بھی نہایت صبر و استقلال کے ساتھ لڑتے ہین چنانچہ دوسری جگہ رستم کی رجز مین اس امر کو ظاہر کیا ہے **شعر** گو پیلتن گفت جنگی منم ٭ بآورد گہ بر درنگی منم ٭

کبھی باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ تشبیہ کو قوی و ضعیف پر تقسیم کیا کرتے ہین جیسے وجہ شبہ اور اداۃ اور مشبہ تینون کا حذف یعنی وقت قیام قرینۂ مقالیہ فقط مشبہ بہ کا ذکر اقوی ہے مثلاً شیرست اگر قرینہ سوالیہ و موقع اخبار نہ ہو اُسوقت وہ استعارہ مطلقہ سمجھا جائیگا جیسے فردوسی سودابہ کے بال کھسوٹنے مُنہ نوچنے کو کس لطف سے بیان کرتے ہین **شعر** بشکین کمند اندر افگند چنگ ٭ بفندق گلان را بخون داد رنگ ٭ یا فقط مشبہ بہ کا ذکر جیسے فردوسی رح رستم و سہراب کی کشتی کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** یکے نعرہ برزد بر از خشم و کین ٭ بزد رستم شیر را بر زمین ٭ بہندۂ حکمی عنی عنہ **شعر** منم شیر غرندہ وقت نبرد ٭ بہ بیشہ چہ مردی چہ یکدشت مرد ٭ یہ دونو قسمین اقوی ہین کسواسطے کہ اداۃ کے حذف سے مشبہ بہ مین حمل مواطاتی درست ہو جاتا ہے جس سے عینیت ادعائی حاصل ہو جاتی ہے اور چارون رکن کا ذکر کرنا جیسے زید چون شیرست در شجاعت تشبیہ کو بودا اور ضعیف تر کر دیتا ہے اور باقی شقین قوت و ضعف مین بین بین ہین اس مین وہ شق بھی آگئی جو فقط ایک رکن یعنی اداۃ کے حذف سے حاصل ہوئی ہے جیسے زید شیرست در شجاعت یہ منجملہ اقسام قوی ہے اور حذف اداۃ مع الوجہ اقوی ہے حالانکہ کمالیت تشبیہ جو ادعای عینیت ہے جس کا سبب حمل مواطاتی ہے فقط اداۃ کے حذف سے حاصل ہے وجہ کے ذکر و حذف کو اُس مین کچھ دخل نہین پھر ایک کو قوی دوسرے کو قوی ترکیب کا

وجہ شبہ کی مناسبت مین جب کمال ہو تو تشبیہ بلاغت سے گر جاتی ہے

تشبیہ قوی و ضعیف ہوجاتی ہے باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ

صرف مشبہ بہ کا ذکر اقوی ہے باقی ارکان محذوف

مشبہ بہ کا ذکر اقوی ہے باقی ارکان محذوف

دونون قسمین اقوی ہین

چارون رکن کا ذکر کرنا تشبیہ کو ضعیف کر دیتا ہے

باقی تین تین رکن مین وسیان ضعف و قوت

سبب ظاہر احصول تعمیم وجہ شبہ مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف وجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور تقویت کے اعتبار سے تعمیم نہین ہوا کرتی کسواسطے کہ تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ بہ کے اخص واکمل واشہر اوصاف مین دیجاتی ہے ورنہ شیر مین گندہ دہنی چار پانون اور دم کا رکھنا بھی وصف ہے یہ سب نہین لیے جاتے اسی طرح ہر شئے کے بیشمار اغراض ہین بلکہ اُسکے مشہور اور خاص اور کمالیہ وصف جرأت و دلیری مین تشبیہ دیجاتی ہے لیکن فقط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر مین مقتضی تعمیم ہے) نظر مین رکھکر یہان بھی تسامحاً حکم لگا دیا گیا کہ یہ ہیئات ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم مین اتنا سہارا بس ہے علوم عقلیہ مین بال کی کھال کھینچی جاتی ہے ایسی مسامحتون کا وہان دخل نہین واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور کبھی انہین ارکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طرفین اور وجہ مطلق ہون اُن مین کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ دونو مقید ہون جیسے مصرعہ تربیت نااہل را چون گردگان برگنبد است ٭ کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت نہین بلکہ نااہل کی تربیت اسیطرح مشبہ بہ مطلق گردگان نہین بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ ؎ دو چشم اندر غضب ہمچون دو مشعل ٭ یہان فقط مشبہ مقید ہے یعنی مطلق دو چشم نہین بلکہ چشم غضبناک۔ چوتھے یہ کہ فقط مشبہ بہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ مصرعہ رخش ہمچو خورشید و نیم روز فردوسی ؎ شعر دو رخسار زیباش مثل قمر ٭ دو چشمش ستارہ بوقت سحر ٭ یہان مشبہ بہ مطلق ستارہ اور مطلق خورشید نہین بلکہ موقت بہ نیمروز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر غور کیجیے وجہ شبہ بھی مطلق و مقید دونو ہو سکتی ہے اوّل جیسے بندہ حکمی عفی عنہ ؎ چو خورشید رویش بر خشندگی ٭ دوسری یعنی وجہ شبہ مقید نظامی ؎ شعر چو بوسیدہ چوبے کہ در کنج باغ ٭ فروزندہ باشد بشب چون چراغ ٭ یہان وجہ شبہ فروزندگی مطلق نہین بلکہ وہ جو شب کے ساتھ موقت ہے پس اگر وجہ شبہ کے اطلاق و تقیید کا لحاظ کیا جاتا ہے اُن چار اور ان دو کے ضرب سے آٹھ قسمین حاصل ہوتی ہین پوشیدہ نرہے کہ یہ تقیید اُس توصیف سے عام ہے جو تشبیہ مجمل مین بیان کیگئی ہے کیا معنی کہ اوصاف دالہ علے وجہ الشبہ پر بھی یہ تقیید صادق آتی ہے اور غیر دالہ پر بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چونکہ ہر شئے کی غرض علت غائی اُس شئے کی ہوا کرتی ہے اُس کا تحقق اور وجود خارجی اُس شئے سے مؤخر ہوا کرتا ہے تو ہم نے بیان غرض تشبیہ کو نسبت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

جاننا چاہیئے کہ غرض تشبیہ کی کبھی مشبہ کیطرف راجع ہوتی ہے اور کبھی مشبہ بہ کی طرف یعنی کبھی مقصود اور غرض تشبیہ سے مشبہ کے کسی حال یا کیفیت کا بیان کرنا ہوا سکو راجع بسوے مشبہ کہین گے اور جو مقصود بیان حال مشبہ ہو راجع بسوے مشبہ بہ کہلاتی ہے اور ہر ایک اپنی کیفیات و حالات کے اعتبار سے کئی قسم پر ہے مثلاً مشبہ ایسا امر غریب ہو کہ اگر اُسکے امتناع کا دعوے کیا جائے صحت کو پہونچ جائے اُس وقت غرض اور مقصود تشبیہ یہ ہو کہ اُسکا امکان وقوعی ثابت کر دکھلائین جیسے حکمی غزنہ ولوالدیہ کے اس نعتیہ شعر مین شعر ممکنے وز ممکنات افضل چنانکہ ٭ مشک بے آہو نخون آہوست یہ امر ممتنع معلوم ہوتا ہے کس واسطے دعوے یہ ہے کہ ممدوح کل ممکنات سے برتر ہے اور ممکن بھی ہے ممکنات سے برتر ہونے سے معلوم ہوا کہ وہ بنفسہ ایک جنس ممکنات سے الگ ہے اور براسہ ایک اصل جداگانہ ہے جب مشک سے تشبیہ دی کہ وہ خون ہے مگر وہ اپنی خوبیون کی وجہ سے ایک جنس بنفسہ اور ایک اصل براسہ بن گیا ہے اب احکام خون کے اُسپر جاری نہین کر سکتے۔ غنی کا شعر ہے شعر وبال گردن خود گشت بال خویش مرا ٭ بسان شمع کہ افتد زپیہ خود بگداز ٭ ولہ شعر بجو دوری زہجسان نشاطی گرطمع داری ٭ چو می بینی جدا از یکدگر لبہاے خندان را ٭ پہلے شعر مین یہ دعوے کیا ہے کہ اپنا تن و توش اپنا وبال جان ہے ظاہر یہ امر ممتنع معلوم ہوتا ہے جب شمع سے تشبیہ دی اور اُس کا اپنے پیہ کی بدولت گلنا بتلا دیا خیال امتناع جاتا رہا اور اسیطرح دوسرے شعر مین دعوی کیا ہے کہ حصول نشاط دوری یاران ہمجنس پر موقوف ہے سو یہ امر بھی ظاہر نظر مین ممتنع معلوم ہوتا ہے کسواسطے کہ چند دوست احباب خصوصاً یاران ہمجنس کا ایک جگہ جمع ہونا موجب نشاط سبب انبساط ہوتا ہے جب لبہاے خندان کی دوری سے تشبیہ دی خیال امتناع اُٹھ گیا پس اس نوع تشبیہ مین مشبہ بہ کا اعرف و اشہر ہونا اور اُسکی امکانیت کا مسلم ہونا شرط ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح اور کوئی حال یا کیفیت مشبہ کی یعنی مشبہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے اور اُسکی کیا کیفیت ہے بیان کرنا اُس تشبیہ سے مقصود ہو مثلاً ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اُسکی سرخ یا سیاہ رنگت کی وجہ سے تشبیہ دین اُس وقت فقط مشبہ بہ کی رنگت پر واقفیت سامع کی شرط ہے۔ بندۂ حکمی شعر لبش قوت مرجان یاقوت را ٭ چو می کو جوان کرد فرتوت را ٭ اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ مشبہ بہ مین وجہ مشبہ بہت ظاہر اور بہت مشہور ہو تا کہ حال مشبہ کا اچھی طرح سے واضح ہو جاے۔ تیسرا یہ کہ مقدار کیفیت

یا کمیت مشبہ کا بیان مقصود ہوا یا وہ مقدار مین کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑھاپے کے سفید بالون کو برف اور کافور سے اور جوانی کے موے سیاہ کو پرزاغ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی ع شعر مرا برف بارید بر پرزاغ ٭ نشاید چو بلبل تماشاے باغ ٭ حکمی شعر چو شکین سر و نگاہ کافور زاد ٭ کفن آرد آبچینم بباد ٭ اسی طرح ہے کمر باریک کو موے سے جیسے موے میان اور چہرۂ سرخ کو خون سے تشبیہ دینا۔ فردوسی کنیزان رودابہ کا زال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہین شعر دو چشمش چو دو نرگس آبگون ٭ لبانش چو پستہ رخانش چو خون ٭ انوری شعر حدیث سرین و میانش چو گویم ٭ کہ دیدہ است کو ہے معلق بکاہے ٭ اس شعر مین سرین و میان اور کوہ و کاہ مین باعتبار شدت فرہی و لاغری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ مشبہ کا حال (اگرچہ ادعائی ہی کیون نہو) مقدار مین بلا کم و کاست مشبہ بہ کے حال کے برابر ہونا کہ مشبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی معین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ دینے سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جاے مثلاً ایسے کام مین سعی کرنے کو جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ تمام سعی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو بادر مشت پیمودن سے تشبیہ دیجاتی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست ٭ تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است ٭ تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اُس تربیت کا کچھ بھی نہ ہو ایک گول شئے کے گنبد پر ٹھیرانے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نااہل کا تربیت پانا عادۃً محال ہے۔

اس نوع کی تشبیہ مین چاہیئے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دین اگر مشبہ بہ معقول بھی ہو اُس کو بمنزلہ محسوس کیا چاہیئے کیواسطے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالوف ہے اور نیز اس قسم مین وجہ شبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر پرتو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست الخ مثال تشبیہ تمثیل کی بھی ہو سکتی ہے اس مین کوئی تناقض نہین تمثیل باعتبار ترکیب حال و جہ شبہ ہے اور یہان باعتبار غرض تشبیہ فلاھمنافات پانچوان سامع کی نظر مین مشبہ کی خوبیون کا مزین کرکے دکھلا دینا یا اُس کی برائیون کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع مین مشبہ کے اندر وہ برائیان اور بھلائیان ہون یا نہ ہون اول جیسے چہرۂ خوب زلف مرغوب کو گل و سنبل سے اور چہرۂ سیاہ کو چشم آہو و شب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ علی غفرلہ ولوالدیہ

شعر چہ نامہ سواوش ہمہ مشک بود ٭ شب قدر را روشنائی فزود ٭ اور ثانی یعنی سامع کی نظر مین مشبہ کی برائی کا جما دینا ہو جیسے بد ہیأت بدشکل کو شیطان اور دیو سے تشبیہ دین جیسے سعدی رح **شعر** شخصے نہ چنان کریہ منظر ٭ کز زشتی او خبر توان داد ٭ گندہ بغلش نعوذ باللہ ٭ مردار بآفتاب مُرداد ٭ نظامی رح زراچہ کی ہیأت کا خاکہ اُتارتے ہین **اشعار** سیہ مارے افسون گرگے درو ٭ سر آماسی از سرزگی درو ٭ دہان فراخ و سیہ چون لوید ٭ کز و چشم بیننده گشتی سفید ٭ خمے از خم آہن برانگیختہ ٭ بخمہا سکاہن بر و ریختہ چھٹا مشبہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ بحسب عادت ویسا ہونا ممکن نہ ہو اور پھر یہ ندرت و استطراف مشبہ بہ کا جسکی وجہ سے مشبہ مین ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یاقوت مذاب سے تشبیہ دین از روے عادت یاقوت کا پگھلکر مائیات مین سے ہو جانا محال ہے اگرچہ عند العقل محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر کی تعریف مین لکھتے ہین **شعر** آن شیبت روی ارغوان فش ٭ چون برف تنیدہ گرد آتش ٭ از روے عادت آتش کے آس پاس برف کا جمنا ناممکن ہے عنصری کا شعر ہے **شعر** صبح را بنگر پس پروین بدان ماند درست ٭ کز پس سیمین تدروے بسدین عنقاست این ٭ یہ اکثر تشبیہ وہمی اور خیالی مین پایا جاتا ہے۔ یہان اس بات کو جان لینا چاہیئے کہ مشبہ مین ندرت اور طرفگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ بہ (جس سے مشبہ تحصیل کمال استفادۂ ندرت کرتا ہے) یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدۂ گرد آتش وغیرہ چنانچہ ابھی بیان ہوا۔ یا فی نفسہ اُسمین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہین مگر بوقت موجودگی و حضور مشبہ طرفگی و ندرت متحقق ہو جاتی ہے مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ کی ہیأت اعجوبہ اور اُسکی خوشنمائی بیان کیجاتی ہے نظامی **شعر** آتش بران شوشۂ مشک سنج ٭ چو مار سیہ بر سر کان گنج ٭ **ولہ شعر** خان از بر شعلۂ آذری ٭ جو بر سرخ گل برگ نیلوفری ٭ کیا معنی کہ مار سیاہ کا کان زر پر اور نیلوفر کا گل سرخ پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہین کہ آتش کے آس پاس برف کا جمنا اور لبدی عنقا کا سیمین تدرو کا بچھا کرنا نادر اور طرفہ بلکہ ممتنع ہے لیکن مشبہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا ہو گئی ہے غرض ان دونون حالتون مین مشبہ مشبہ بہ سے جس طرح اکتساب کمال کرتا ہے تحصیل ندرت بھی کریگا اور ان اخیر شقون مین مشبہ بہ کا اکمل و اشہر ہونا شرط نہین ہے واللہ تعالیٰ اعلم یہان تک بیان اُن اقسام کا تھا کہ جن مین غرض تشبیہ مشبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

مشبہ مین ندرت اور طرفگی کیسے حاصل ہوتی ہے

مشبہ خود نادر ہوتا ہے

مشبہ خود نادر نہین مگر بوقت موجودگی مشبہ بہ حضور مشبہ بہ سے

اب اُن اقسام کو بیان کرتا ہون جن مین غرض تشبیہ شبہ بہ کی جانب راجع ہوتی ہے اسکی دو قسمین ہین۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو شبہ بہ بناوین کہ جس مین وجہ شبہ ناقص ہو اور اُس سے اس امر کا ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ارزقی کا شعر ہے رباعی آتش بسنان دیو بندت ماند ۔ پیچیدن افعی بکمندت ماند ۔ اندیشہ برفتن سمندت ماند ۔ خرشید بہت بلندت ماند ۔ اسی طرح سعدی رح کا شعر ہی شعر گل سرخش چو عارض خوبان ۔ سنبلش ہمچو زلف محبوبان ۔ ادعائے محض ہے کہ رنگ و بو مین سرخی و زلف ایسے کامل ہین کہ گل و سنبل کو اُس سے تشبیہ دے سکتے ہین۔ دوسرے یہ کہ جسکی طرف اہتمام ہو اُسے شبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہان اُس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارۂ نان سے یا جنازہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح شعر سگے را گر کلوخے بر سر آید ۔ زشادی بر جہد کاین استخوانیست اگر نعشے دو کس بر دوش دارند ۔ لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست ۔ نعمت خان عالی شعر سپاہی ہم بمیدان قناعت میکند جولان ۔ زشمشیر و سپر دارد دم آبی لب نانے ۔ منجم را نشد غیر از ہلاکت از فلک حاصل ۔ زضعف جوع بیند قرص مہ را گر دہ نانے ۔ طغرای مشہدی شعر ہے شعر طغرا مکن این حدیث را نام دروغ ۔ کز قحطی نان نماند در دیدہ فروغ ۔ کے مردمک است انچہ کہ بینی در چشم ۔ پران نگسے فتادہ در کاسۂ دوغ ۔ اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھین جہان شبہ بہ باعتبار وجہ شبہ حقیقۃً ہو یا ادعائً شبہ سے کامل تر ہو حقیقۃً تشبیہ وہین متحقق ہو گی۔ اور جہان طرفین مین برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالیت یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقۃً پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت مین تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہو گا کیا معنے کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اُس مین زیادت اور اکملیت وہ ادعائی کیون نہ ہونی چاہیے پس جہان یہ بات نہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اُسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اُس مین ادات تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیے جاتے ہین ہان کسی اور غرض سے جیسے زیادۃ اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلا رعایت طرفین تشبیہ دے سکتے ہین واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادۂ غرض کا پوری طرح کرتی ہے یعنے غرض اُس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے ساتھ اعرف ہو جس سے شبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا شبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

کامل کے ساتھ اچھی طرح سمجھ مین آجائے یا مشبّہ بہ وجہ تشبیہ مین مسلّم الحکم ہو یا وہ بیان امکان مین مخاطب کے نزدیک معروف الحکم ہو جس مین اتنی باتون کا افادہ ہوگا وہ تشبیہ مقبول کہلاتی ہے اگر ان افادات مین وہ قاصر ہے اُس کا تشبیہ مردود نام ہے اور وجہ ضد (جن مین وجہ جامع کا حقیقۃً پیدا ہونا محال ہے) باہم تشبیہ دئے جاتے ہین اور جو معنی مشبہ بہ مین موجود ہین استہزاءً وہی وجہ شبہ قرار دیئے جاتے ہین حالانکہ نفس الامر مین اس معنی کا ضد متحقق ہے مثلاً جوجی کو حاتم سے سخاوت مین یا حاتم کو جوجی سے بخل مین اور ہنبقہ کو افلاطون سے دانائی مین یا افلاطون کو ہنبقہ سے حماقت مین تشبیہ دین حالانکہ تحقق نفس الامری سخاوت اور دانائی کا حاتم اور افلاطون مین ہے اور حماقت اور بخل کا ہنبقہ اور جوجی مین یہ باہم نسبت تضاد رکھتے ہین تو وجہ جامع اس تشبیہ مین حاصل ہو نہین سکتی پس جوجی مانند حاتم ہست در سخاوت و حاتم مثل جوجی است در بخل کہنا فقط ازروے اعتبار ہوگا نہ ازروے نفس الامر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور باعتبار حذف وذکر ادات تشبیہ کی کئی قسم ہین۔

ایک یہ کہ جس تشبیہ مین اداۃ مذکور ہون وہ تشبیہ مرسل ہے اور جس تشبیہ مین اداۃ مذکور نہ ہون وہ تشبیہ موکد کہلاتی ہے پھر یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ فقط حرف تشبیہ محذوف ہو اور اُسکی ترتیب وہیأت مین کچھ تغیر نہو جیسے زید شیر ست۔ دوسرے یہ کہ اُسکی ہیئت اور ترتیب بھی بدل دیجاوے۔ یہ بھی دو طور پر ہے ایک یہ کہ بعد حذف اداۃ مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی جانب کر دیجاے جیسے گل رخسار نرگس چشم جسکو اضافت تشبیہی کہتے ہین یہان ترتیب وہیأت دونون متغیر ہین دوسرے یہ کہ بعد حذف اداۃ تشبیہ مشبہ بہ کو مشبہ پر مقدم کرین اور اس عمل سے صورت وحدانی کا حاصل کرنا منظور ہو یعنی اُن دونون کی ترکیب سے ایک صفت کا صیغہ بنا لیا جاے جیسے گل اندام شکر لب شکبوی۔ نظامیؒ

شعر کنیزے سیہ چشم و پاکیزہ روے ۔ گل اندام۔ وشکر لب۔ وشکبوی ۔ یہان بعد حذف اداۃ صرف ترتیب متغیر ہے۔ اب ہم یہان بحث تشبیہ کو بیان اداۃ پر ختم کرتے ہین اور ہم نے جسقدر اس بحث مین لکھا ہے مجمل اور مختصر لکھا ہے اگر اس باب کی مفصل بحث اور اُسکی تحقیق پوری طرح بیان کیجاے ایک بڑا دفتر تیار ہو۔ میرا یہ بیان جسکی ایک فہرست کا حکم رکھتا ہے اور ان امور کا اشتغال ایک علم سے دوسرے علم مین جا ڈالتا ہے چونکہ کلام اکثر بلغا کا نثر ہو یا نظم تشبیہ واستعارہ سے مملو ہے اور اس امر کو تزئین وتحسین کلام مین بڑا دخل ہے پس جب تک اُسکے انواع واغراض بر فی الجملہ

واقفیت نہ ہو لطف اُس کلام کا حاصل نہین ہوتا اور طلبہ فارسی خوان کل تشبیہات کو ایک لاٹھی ہانکتے ہین اس لطف سے بے بہرہ رہ جاتے ہین تو مین نے باوجود الزام تخطی یہان مجملاً کچھ بیان تشبیہ کا کر دیا ہے باقی تفصیل کو علم بیان کے حوالے کر دیا اگر کسیکو زیادہ تحقیق مطلوب ہو علم بیان کو مطالعہ کرے یاد رہے کہ اداۃ تشبیہ حروف تشبیہ سے عام ہین کسواسطے کہ اداۃ لغت مین آلہ کو کہتے ہین اور یہان وہ شئے مراد ہے جسکے وسیلہ سے ایک شے کو دوسری شئے سے تشبیہ دیجاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اسم جیسے مانا مانندہ و مانند و کردار و سان و مثال و عینہ سب مشہور ہین مگر آخر عینہ آقاشاپور کا شعر ہے

شعر گل بچشم عینہ پیراہن یوسف نمود ✤ گلستان بیت الحزن گردید یعقوب مرا ✤ فعل جیسے ماند و دانی و پنداری و گوئی و گویا و غیرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ **شعر** اگر نعش کسے بر دوش دارند ✤ لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست ✤ **و لہ شعر** بزرگ زادۂ نادان بشہر وا ماند ✤ کہ در دیار غریبش بہیچ نستانند ✤ فردوسی **شعر** یکے دژ برآورد در کوہسار ✤ تو گفتی سپہرش اندر کنار ✤ اور حرف جیسے آسا اور اُسکا مخفف اسا و سا و سار و سان و دیس اور اُسکا مبدل دیز جیسے شبدیز اے شبرنگ یعنی اسپ مشکی دوش اور اُسکا مبدل فش دوار و چون اور اُسکا مخفف چو۔ ابو الفرج رونی **شعر** غم دوش بجنبش و بسکون ✤ آسمان و زمین اسا باشد ✤ خاقانی رح **شعر** آن روح دوزخ نار بین حور زبانی سار بین ✤ بحر نہنگ او بار بین آہنگ اعداداشتہ ✤ منقل مربع کعبہ سان آشفتہ دروے رویان ✤ لبیک داران در میان تن محرم آسا داشتہ ✤ سعدی رح **شعر** چہ قدر آورد بندہ حور دیس ✤ کہ زیر قبا دارد اندام پیس ✤ شمس فخری **شعر** جہان را اگر شہ تو باشی یقین ✤ شود در پناہت جہان خلد دیس ✤ اور لفظ دوس مانا و مانند کی طرح اسم مستقل ہے جیسے ؎ گہ رزم مثل و گہ بزم دوس ✤ نظامی رح **شعر** نشست از بر بارۂ کوہ دوش ✤ بدیدن ہمایون برفتار خوش ✤ فردوسی رح **شعر** نگہبان او پاسخ کردہ بکوش ✤ نشستہ بہ پیش اندرون شاہ فش ✤ عرفی **شعر** کلام من کہ متاع ولایت سخنست ✤ بر دوے دست صبا میرود سلیمان وار ✤ اور جیسے لفظ برائے استعلا حرف بھی ہے اور اسم بھی بمعنی فوق چنانچہ اسکا بیان گذر چکا اسی طرح لفظ سان تشبیہ کا حرف بھی ہی جیسے مثال بالا مین اور اسم بھی بمعنی مانند و طور نظامی رح **شعر** کہ چون کردہ اند این دو صورت گزار ✤ دو ار زنگ را بر یکے سان نگار ✤ فردوسی رح **شعر** تو این را دروغ و فسانہ مدان ✤ بیکسان روش در زمانہ مدان ✤ لیکن بلا استناد و استظہار حرف باء موحدہ یا بر استعلا

مثال عینہ کی جو اداۃ تشبیہ مین اسم ہے

بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو معنی مین اسم ہین

بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو حرف ہین

بیان اداۃ تشبیہ کا جو فعل ہین

بیان آسا باد وسار وسان

مثال دیس

مثال دوش

مثال فش

مثال وار

لفظ سان کی تحقیق کہ وہ بر استعلا طرح اسم اور حرف دونون ہے۔

اُس مین اتنا استقلال پیدا نہین ہوتا جس سے اور اسمون کی طرح اُس کی اضافت کیجاے جامی ؎
شعر بسانِ مردمک در دیدہ بنشست ٭ زفرزندانِ دیگر دیدہ بربست ٭ فردوسی ؎ **شعر** برآشفت برسان شیرژیان ٭ یکے تیغ تیزش بزو بر میان ٭ **ولہ** زنے بود برسان گردے سوار ٭ ہمیشہ بجنگ اندرون نامدار
اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہین اسکے اور اخوات یعنی اُن اسمون پر جو متضمن معنی تشبیہ ہین جایز رکھی گئی ہے جیسے ہانند و بعینہ و بکردار و بسان و برسان و بمثال و برمثال۔ ملا قاسم مشہدی **شعر** لاف از نسب مزن کہ ہانند آئینہ ٭ آدم نمی شود کسے از روے دیگران ٭ رضی تبریزی حدائق العشاق مین لکھتے ہین **نثر** در نگارخانہ تصویر چشمان آہو نگاہ بار روے کہ خامۂ از مژۂ ایشان ترتیب کند برسال مژگان بتان در نظرش صف می کشند۔ مگر چونکہ لفظ سان مین حیثیت حرفی غالب ہے بوقت اضافت یہ استناد واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور ادات اسمیہ کے کہ وہان کوئی واجب نہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حرف تشبیہ چون اور اسکے مخفف چو کا بیان

اور ان سب مین کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اُس کا مخفف چو اس کا استعمال تشبیہ مفرد مین حقیقی ہے جسطرح تشبیہ مرکب کے لیئے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے زید چون شیرست و چو شیرست اور کبھی تشبیہ مرکب مین مجازاً مستعمل ہوتا ہے نظامی ؎ **شعر** بکبک دری چون درآید عقاب ٭ چگونہ جہد برزمین آفتاب ٭ ازان تیز تر خسرو پہلتن ٭ بہ تندی درآمد بران اہرمن۔ سعید اشرف **شعر** چون نماید یک خیابان باغ از آئینہ ٭ ہست ملک وافرت در زیر گردون آنچنان ٭ اے چنانچہ نماید۔ صائب **شعر** چون لباس غنچہ تنگی میکند بر دوشِ گل ٭ برفراز این عمارت پر نیانِ آسمان ٭ چنانچہ لباس غنچہ الخ **ولہ** **شعر** زشیشہ چون گذرد رنگ می بگرم عنانی ٭ زشیشہ خانۂ عشرت بآن شتاب گزشتم ٭ اے چنانچہ گزرد الخ نظامی ؎ **شعر** فروگفت لختے سخنہاے سخت ٭ چو گوید خداوند شمشیر و تخت ٭ اے چنانکہ گوید فردوسی ؎ توحید مین فرماتے ہین **شعر** ستودن نداند کس اورا چو ہست ٭ میان بندگی را ببایدت بست ٭ **ولہ** **شعر** یکے تیر باران بکردار سخت ٭ چو باد خزان بر وزد بر درخت ٭ یہان مرکب سے مراد مصطلح علم بیان نہین بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے۔ اور کبھی یہ حرف چون و چو تشبیہ تفخیم و تعظیم کے لیئے بھی آتا ہے۔ نظامی ؎ فرماتے ہین **شعر** بناکرد شہری چو شہر ہری ٭ کز انسان کند شہر کم دیگری ٭ اسواسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لیئے مغائرت طرفین از روے حقیقت و از روے قصد و اجبات سے ہے جیسے زید چون شیر مین شیر سے عین ذات زید مراد نہین اور یہان تشبیہ تفخیم مین عین ذات مشبہ

مراد ہے یعنے بناکر دشہرے چو شہر ہری مین یہ مقصود متکلم نہین ہے کہ اور کوئی شہر شہرات جیسا بناکر نے کو بتلاوے بلکہ اُسے شہر ہرات کا بناکر نا جسکی خوبیان اور عظمت اعرف واشہر ہے بتلانا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ بہ جسکی اشہریت واعرفیت سے شبہ مین کمال حاصل ہو سواے اس مشبہ کے حاصل نہ ہوسکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف واکمل وافخم ہے اور کبھی اس نوع مین مشبہ حذف بھی کیا جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے **شعر** مقدرے نہ بہ آلت بقدرتِ مطلق ٭ کند بشکل بخاری چگنبدِ ارزق ٭ اے گنبدے چو گنبد ارزق۔ لیکن صحت تشبیہ کے لیئے (جو مغائرت طرفین شرط ہے) ایک کا مطلق ایک کا مقید ہونا بس ہے اور سوائے مواضع تشبیہ کے ایک شئے کی کیفیت وسبب کی طلب واخبار کے لیئے بھی آتا ہے صائب کا شعر ہے **شعر** آئینہ کے بچہرۂ شبنم فشان رسد ٭ چون آب ایستادہ بہ آبِ روان رسد ٭ اے چگونہ۔ مولوی معنوی رح **شعر** گردیں چشش مراشکر نمود ٭ می نیارم گفت چون پر ہول بود ٭ اے چگونہ وبچہ کیفیت پر ہول بود۔ میرمعزی **شعر** ملبم نبوے ہمت تو تازہ چون شدست ٭ گر بوے ہمت تو چو باد بہار نیست ٭ جانم بمانک مرگہ تو شاد چون شدست ٭ گر خاک مرگہ تو چو زر عیار نیست ٭ اے تازہ بچہ سبب شدہ است و شاد بچہ سبب شدہ است۔ اور بجاے چہ استفہامیہ بھی مستعمل ہوتا ہے عرفی کا شعر ہے **شعر** طے کنم این نامہ را گر نکنم چون کنم ٭ حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن ٭ اے اگر طے نکنم چہ کنم۔ اور کبھی متضمن معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی رح **شعر** سگ بدریاے ہفت گانہ بشوے ٭ چونکہ ترشد پلید تر باشد ٭ اے ہرگہ کہ ترشد اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آوے گا۔

لفظ چون کیفیت وسبب کی طلب واخبار کے لیئے آتا ہے

چون بجاے چہ استفہامیہ مستعمل ہوتا ہے

چون متضمن معنی شرط

چون شرطیہ

(حروف شرط کے بیان کے لئے دیکھو آگے آوے گا)

الحروف المشبہۃ بالفعل

حروف مشبہ بالفعل

ہمانا اُسکا مخفف مانا دمگر دگویئا دگویا دارنگ دبلکہ ولیکن اُس کا مخفف لیک دولے دکاش اُس کا مبدل کاج اس کا مزید علیہ کاشکے دکاشی دآیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہین ان مین سے

ہمانا کا بیان

ہمانا تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے جیسے عربی مین انّ مشددہ۔ سعدی رح **شعر** ہمانا کہ در پاے انشاے من ٭ چو مشک است بے قیمت اندر ختن ٭ نظامی رح **شعر** بروشاہ اگر یک شبنخون کند ٭ زملکش ہمانا کہ بیرون کند ٭ بعض مفسرین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا ہے نظامی رح **شعر** سکندر نہ خود گر بود کوہ قاف ٭ کہ باشد کہ باما شود ہم مصاف ٭ **ولہ** زمانہ جز این خود

لفظ خود کی تحقیق

نہ بیند صواب ٭ کہ این را کند خوب و آنرا خراب ٭ شعر خود چو عطی تو ئی و سائل من ٭ میش ازین عشوہ شین باشد شین ٭ مگر میری سمجھ مین یہ بات نہین آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لیئے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے ذہن مین اُس کا متبوع اسطرح متحقق ہوجاے کہ اُسکے سواے اور کسی کا وہم نہ جائے جیسے عربی مین لفظ نفس مگر عربی مین الحاق ضمائر کا اس کے ساتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لیئے نفسہ اور خطاب کے لیئے نفسك متکلم کے لیئے نفسے اور فارسی مین واجب نہین جواسکے وجہ یہ ہے جیسے خودش خود خودم اب اس خود کے بعد ضمائر کا لانا نہ لانا دونون برابر ہے۔ یہ بھی سُن لیجیئے کہ لفظ خود بحسب اقتضاے مقام وسیاق کلام اگر معنے ضمیر کو متضمن ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر ملحقہ اُس پر زائد سمجھی جائینگی۔ اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہین ہے یعنی صرف نفس کے معنی مین ہے تو الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہان ضمیرین خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہین ملحق ہین جیسے خودش خودت خودم مین اور جہان ملحق نہین وہان تقدیراً ماننا پڑیگا غرض محاورہ عرب کی طرح یہان بھی وجوب ثابت ہوگیا مگر وہان ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی مین عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔ الحاصل امثلہ مذکورہ مین لفظ خود شعر اول مین کو وہ قاف کی تاکید اور شعر ثانی مین زمانہ کی تاکید بحذف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر مین منفصل خطابی تو کی تاکید کے لیئے بحذف ضمیر خطاب لایا گیا ہے۔ اور اس باب مین خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہین متصلہ و منفصلہ ہر دو ضمیرین اُسپر لاحق ہوسکتی ہین جیسے خودش کہنا درست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیئے کہ ہمانا جس طرح موضع متیقن ومحقق مین مستعمل ہوتا ہے موقع ظن مین بھی مستعمل ہوتا ہے جامی رح شعر ہمانا پیش چشم اونکو نیست ٭ ازان رو خاطرش را میل اونیست ٭ سلطان ابراہیم زاہی شعر شنیدم کہ چشم تو دارد گزندے ٭ ہمانا کہ افتاد بر دو مندے ٭ اُسکا مخفف مانا اثیر الدین اخسیکتی کا شعر ہے شعر مانا کہ خلد پردہ زرخسار برگرفت ٭ یا سادہ گشت ریشور دہر را غدار ٭ واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بمعنے مانندہ اور ہے جو مانستن تشبیہ سے مشتق ہے جسطرح دانستن سے دانا چونکہ وہ معنی تشبیہ کو متضمن ہے بجاے اداۃ تشبیہ کے مستعمل ہوتا ہے مگر اسکے صلہ مین باے موحدہ آیا کرتا ہے جیسے رخش مانا بخورشید۔ اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے مشتق ہے جو فارسی قدیم مین منجملہ اسماے طبیعہ الٰہیہ ہے جسکو عربی مین باقی کے ساتھ ترجمہ کرسکتے ہین مگر

نفظ خود نفس بمعنی ضمیر پر ضمائر کا الحاق زائد ہے

لفظ خود و نفس متصلہ و منفصلہ پر الحاق ضمائر ہوسکتے ہین

ہمانا کی تحقیق

مانا مخفف ہمانا

ہمانا اداۃ تشبیہ ہے

دوسرا حروف مشبہ مین سے گویا

یہان اس سے باین حیثیات ہم کو کچھ بحث نہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا کلمہ گویا گویٹیا جیسے **شعر** وہان تنگ تو گویا چونان تنوین ست ٭ کہ در حدیث در آید ولیک پیدا نیست ٭ وصالی **شعر** دل من رفت سوے مژگانش ٭ گویٹیا سیخ راکباب نبود ٭ تیسرا آرنگ حکیم رودکی کا شعر ہی **شعر** ہرگز نکند سوئے من خستہ نگاہے ٭ آرنگ نخواہد کہ شود شاد دل من ٭ چوتھا بلکہ جو مقام غلبۂ ظن مین مستعمل ہے طغرا **شعر** گر بطغرا نظرے می کنی امروز بکن ٭ بلکہ ازدر و فراق تو بفردا نرسد ٭ فیاض لاہجی **شعر** در سرو و گل و یاسمن آن نور ندیدم ٭ ہنگامۂ مرغان چمن بلکہ تو باشی ٭ اے شاید تو باشی - شاید و باشد و بود بھی ان معنون مین مستعمل ہین - پانچوان لیکن اصل مین یہ الا ہے عربی کے کا کنّ مشددہ کا اور یہ استدراک یعنی کلام سابق سے توہّم ناشی کے دفع کرنے کے لیئے متغائر بالمفہوم جملونکے درمیان لایا جاتا ہے چونکہ اہل فارس کلمات عربیہ مین چندان غور و پرداخت نہین کرتے نظر تسامح کو کام مین لاتے ہین یہان بھی اس لیکن اور اسکے مخففات لیک اور لے پر واؤ عاطفہ کو جو ہر کلمہ کی طرح ثابت رکھکر بروقت عطف ایک اور واؤ اسپر داخل کرتے ہین جیسے لفظ حور باوجودیکہ جمع حوراء ہے اسپر الف و نون کے ساتھ بطریق فارسی جمع کر کے حوران کہتے ہین میر معزی کا شعر ہے **شعر** برزمین ست و لیکن مرکب اقبال او ٭ ہر زمان اندر عنان آسمان ساید عنان ٭ انوری **شعر** خواجہ اسفندیارمی داند ٭ کہ بہ تنگم زچرخ رویین تن ٭ من نہ سہرابم و لے بامن ٭ رستمی میکند دی وہمن ٭ مگر ان دو نو مخفف کلمون مین اتنا فرق ہے کہ جس مین صرف ایک حرف نون حذف ہو کر لیک رہ گیا ہے وہ لیکن کی طرح واو اور بلا واو دونو طرح مستعمل ہی جس مین سے نون اور کاف دونون حذف ہو گئے ہین واو کے ساتھ اسکی تکمیل کیجاتی ہے یعنے بغیر واو اسکا استعمال یعنی لیک اور لیکن کی طرح صرف لے کہنا جائز نہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب چھٹا کلمہ کاش اس مین کئی لغات آئے ہین جن مین سے بعض مشہور اور بعض غیر مشہور جیسے عربی مین لَعَلَّ کے گیارہ لغات آئے ہین انمین سے بعض مشہور ہین جیسے لَعَلَّ باقی غیر مشہور جیسے عَلَّ وعَنَّ و لَعَنَ و لَغَنَ و رَعَنَ و لَاَنَ و اَنَ و لَعَاءَ و لَعَتَ چنانچہ حضرت جامی قدس سرہ السامی نے شرح کافیہ مین اسکے تعدد کی جانب اشارہ فرمایا ہے و لغات **لعل** تبلغ مبلغ جمع الکثرۃ اسیطرح فارسی مین کاش اور اس کا مزید علیہ کاشکے اور اس مبدل کاج مشہور لغات ہین اور کاشی یائے تحتانی کی زیادت کے ساتھ غیر مشہور ہے غرض ان الفاظ کو جہان کہین

تیسرا آرنگ

چوتھا بلکہ جو مقام غلبۂ ظن مین مستعمل ہے

لیکن

فرق لے اور لیکن مین

کاش

لغات کاش

کاش ممکنات و ممتنعات عقلی وعادی ان پر کہ حال ہن مستقبل ہو

بطریق آرزو وحسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہین۔ اور مطلوب خواہ ممکنات سے ہو خواہ ممتنعات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی مین لیت۔ اور اُسپر اپنی کمال آرزو وتمام خواہش وتمنا کے اظہار کے قصد سے حرف ندا بھی لایا کرتے ہین جیسے عربی مین یا لیتنی کنت ترابا

ماضی پر قرینہ کی وجہ سے مستقبل کا معنی دینا

شعر اے کاش گوش رغبتم احول بدی چو چشم ✤ تا ہر چہ گفتی از تو کر رشنیدمی ✤ نظامی رح **شعر** مرا اے کاشکے مادر نمی زاد ✤ اگر مے زاد پس شیرم نمے داد ✤ سعدی رح **شعر** کاج کا نانکہ عیب من گفتند ✤ رویت اے دستان بدیدندی ✤ حکیم نزاری قہستانی **شعر** خط گوہر برافشانی تو باری ✤ مرا کاشی کہ بودی یادگاری ✤ **ولہ** کنون در دست ماند از دست یارے ✤ کہ کاشے ہرگز از مادر نزادے ✤ ساتوان

آیا و ایا۔

آیا و ایا بالمد والقصر یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے جیسے عربی مین لعلّ **شعر** آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ✤ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند ✤ اس لفظ کا صدر جملہ مین لانا کوئی ضرورت نہین جیسے **شعر** بود آیا کہ در میکدہ ہا بکشایند ✤ گرہ از کار فروبستۂ ما بکشایند ✤

آیا استفہام استعجاب و استفہام کے لیے

یہ کلمہ کبھی استعجاب واستفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے **شعر** آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند ✤ آیا چہ مے شنیدند کہ خاموش شدند ✤

نہ ونے مشبہ بہ نیست

بیان نہ ونے مشبہ بہ نیست

نہ ونے نیست کے مشابہ ہونیکے یہ معنی ہین کہ جیسے نیست اسم وخبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملۂ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے یہ نہ ونے بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہین جس طرح عربی مین ما و لا مشبہتان بلیس سعدی رح **شعر** نہ پاے چو بینندگان راست رو ✤ نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو ✤ نظامی رح **شعر** غمزۂ نسرین نہ زباد صبا ✤ آن اثر لطف تو شد تو تیا ✤ **ولہ** ہستی تو صورت و پیوند نے ✤ تو کس و کس تو مانند نے ✤ فیضی فیاضی **شعر** برتر ز نبود و بو بود وش ✤ نے جوہر و نے عرض وجودش ✤

کبھی یہ کلمات نفی محذوف الاسم بھی آتے ہین

اے اور اپاے راست رو نیست وگوش نصیحت شنو نیست۔ غمزۂ نسرین از باد صبا نیست۔ وجودش جوہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبھی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی رح **شعر** نہ آہو ولے نافہ از مشک پر ✤ چو ندان آہو بر آمودہ در ✤ اے نیست آن براق آہو ولیکن الخ

نہ نفی الجنس

بیان نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم مدخول کی ماہیت یعنے جنس کی نفی کرتا ہے حامی رح **شعر** نہ زور دے

سایۂ غیر از شب تار ۔ نہ دروے بستر ے جز نشتر خار ۔ نظامی ع شعر نہ دولت نہ دنیا نہ دارا گزاشت
۔ سنان از سر سنگ خارا گزاشت ۔ چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نکرہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ
اعلام جزئیات ہوا کرتے ہین جنس کے لیئے کلیت ضروری امر ہے تو نہ دارا گزاشت متاول ہوگا یعنی
مانند دارا یا کوئی پادشاہ جو دارا کے وصف مشہور تکبر و ستمگاری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکندر
نے نہ دولت کو بغیر حاصل کیئے چھوڑا نہ دنیا کو بلا فتح کیئے نہ کسی بادشاہ متکبر کو بدون مغلوب کیئے
چھوڑا چنانچہ عربی مین صحابۂ کبار رضوان اللہ تعالے علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ
دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیۃ لا ابا حسن لھا ای لا فیصل لھا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد
نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اقضاکم علی حضرت خاتم الخلفا علی کرم اللہ وجہہ فیصل فے الحکومات تھے
اور اسیطرح دنیا سے اقالیم و ممالک مراد ہین اور فرق نفی جنس اور مشبہ بہ نیست مین یہ ہے کہ نفی جنس
اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور مشبہ بہ نیست اُسکے اسم کے وصف و حال مذکور کی
نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنے اسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہان نفی جنس مستعمل ہوتی ہے
جیسے امثلۂ مذکور نہ دروے سایۂ غیر از شب تار الخ مین مطلقاً جنس سایہ اور بستر کی نفی ہے اسی طرح
نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ مین مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبابرہ کی نفی ہے اور جس جگہ
مطلقاً اس اسم کی نفی نہو بلکہ اُسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے
اتصاف کی نفی کیجاے تو وہان مشبہ بہ نیست استعمال کیا جاتا ہے جیسے امثلہ مذکور نہ پاے چوبینگان
راست رو الخ مین مطلقاً پای اور گوش کی نفی نہین بلکہ اس وصف راست روی اور نصیحت شنودگی
کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسیطرح نے جوہر و نے عرض وجودش مین مطلقاً وجود کی
نفی نہین بلکہ اسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسیطرح تیسرے شعر مین مطلق براق کی نفی
نہین بلکہ اسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لیئے مختصات آہو یعنی نافۂ مشک
وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو الخ واللہ تعالیٰ اعلم یہ کلیہ
خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بہ نیست ہاے مخففی کے ساتھ ہونا چاہیئے مگر کبھی باظہار ہاے ہور مستعمل
ہو جاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین شعر رقیب ار کشد خسرو خستہ را ہ زبان را
دران رخصت نہ دہ ۔ ولہ چون خستۂ جان ماے دارے بران عاشق ۔ کہ از پے جان چیزے

بروے تو نہ کردہ ۔ یہ دونون شعر اُن غزلون مین ہین جنکا مدار قافیہ رہ وابلہ وغیرہ پر ہے واللہ اعلم بالصواب

ناوے نافیتان

بیان ناوے نافیہ کا

ناکا اثر اُن اسمون پر داخل ہوتا ہے جن کا حمل اپنے موصوفات پر بطریق مواطات ہوسکے یعنی مدخول اس ناکا صیغہ ہاے صفات سے ہو جیسے ناہموار و نادرست کیا معنی کہ موصوف ان صیغون کا جنکا ناہموار و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اُس پر اگر مدخول ناکا حمل کیا جاے بلا تاویل صحیح ہو مثلاً کسی راہ کو ناہموار کہنا بلا تاویل حمل بالمواطات ہے اُسی راہ کو ہموار کہنا بلا تاویل بالمواطات حمل صحیح ہوسکتا ہے خواہ اُس مین اشتقاق کی راہ سے معنی وصفی حاصل کیے گئے ہون جیسے تراشیدہ ناتراشیدہ مین اور روان ناروان مین سعدی ؎ شعر بیک ناتراشیدہ در مجلسے ۔ بر نجد دل ہوشمندان بسے ۔ انوری شعر کانجا سر سبز بے رخ سرخ ۔ چون سیم سیاہ ناروان است ۔ اے نارائج است

صیغہ ہاے صفت مشتق پر ناکا داخل ہونا

خواہ کسی اور ترکیب وغیرہ سے جس طرح صفت مشبہ کے بیان مین عرض کیا گیا معنی وصفی اُس مین حاصل کیے جائین جیسے توان بین وخدا ترس ۔ ناتوان بین و ناخدا ترس مین اسم اور امر کی ترکیب سے اے کسیکہ خدا را نترسد شخصے کہ کسے را توانا دیدن نمی تواند یعنی حاسد عبد الغنی قبول شعر چشم او دید دست من بوسید ۔ آن کہ مے گفت ناتوان بین ست ۔ جوانمرد و ناجوانمرد مین دو اسمونکی ترکیب سے سعدی ؎ شعر اگر من ناجوانمردم بکردار ۔ تو بر من چون جوانمردان گزر کن ۔ توانا ناتوان مین روانا روا مین صیغۂ امر پر الف فاعلی کے لاحق کرنیسے جامی ؎ شعر تعالی اللہ زہے قیوم دانا ۔ توانائی دہِ ہر ناتوانا ۔ طاہر وحید شعر آب گہر گرچہ بے باصفاست ۔ سکۂ موجش نبود ناروا ست ۔ بود مند نابود مند ای مفلس ہوشمند ناہوشمند مین اسم پر کلمہ نسبت منہ کے الحاق سے صاحب ہماے ہمایون کا شعر ہے شعر تو کوتاہ دستی و نابود مند ۔ مزن دست در شاخ سرو بلند ۔ ہاتفی ؎ شعر ذریان کج بین نا ہوشمند ۔ رسانند در شاہ و ملکش گزند ۔ سزاوار کلمہ نسب دار کے الحاق سے ناسزاوار مین میر عزی شعر تراست ملک و سزاوار آن قوئی بیقین ۔ خداے ملک بخشد بنا سزاواری ۔ بسامان مخفف یا بمعنی باسامان (حرف با مین جس کا ذکر ہوگیا ہے) نابسامان مین یعنی کوئی شے جو سامان و اسباب اپنے ساتھ نہ رکھے اُسکو نابسامان کہتے ہین صائب شعر برگ کاہے نیست کشت نابسامان ترا ۔ خوشہ از

اسماے غیر مشتق پر کسی اور ترکیب سے معنی وصفی حاصل کرکے ناداخل کرنا

اسم غیر مشتق متضمن معنی صفت پر نا کا داخل ہونا

اشک پشیمانی است دہقان مرا ✤ خوانده وہ اسم متضمن معنی صفت ہو جیسے تندرست ناتندرست مین فردوسی ح **شعر** بشد شاہ بہرام ورخ را بشست ✤ کران اژدہا بود ناتندرست ✤ اور بعض اسمای غیر صفت کو بمعنی صفت لیکر نا داخل کیا جاتا ہے جیسے مردم کو مردمی یعنی انسانیت اور اہلیت رکھنے والے کے معنون مین لیکر نامردم کہتے ہین۔ امیر خسرو ح **شعر** بزرگی بایدت درمردمی کوش ✤ کہ دولت گرد نامردم نگردد ✤ سعدی ح **شعر** چو نامردم آواز مردم شنید ✤ میان خطر جاے بودن ندید ✤ اے نالایق اسی طرح ناکس سعدی ح **شعر** شمشیر نیک زاہن بد چون کند کسے ✤ ناکس بتربیت نشود اے حکیم کس یعنی نالایق تربیت سے لایق نہین ہوتا اگر اس سے معنی وصفی نہ لیئے جائین اسکی نفی نے کے ساتھ کرتے ہین یعنے نے کس کہتے ہین محمد قلی سلیم **شعر** نے کسی چون من نمیباشد چہ می کردم سلیم ✤ چون شراب بہند اگر حاجت بکس می دشتم ✤ نظامی ح **شعر** اے کس مانے کسی ما بین ✤ قافلہ شد والپسی ما بین ✤ یہان اسی یکس پر یاے مصدری لاحق ہوئی ہے۔ اور ناتوان ناخوان نادار نادان یہ مرخم صیغے ہین بعد ترخیم ان پر نا داخل کیا گیا چنانچہ بعض موضع مین ناتوانا بلا ترخیم بھی مستعمل ہے جیسے مذکور ہوا اور خوانا اور دارا اور دانا حالت الفراد مین یعنے غیر منفی مستعمل ہین۔ ظہوری **شعر** چنان خط مغیش خوانا فتاد ✤ کہ ہر کور فہم ست روشن سواد ✤ مخلص کاشی **شعر** دلا بصرفہ قدم نہ کہ در طریق معاش سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ✤ خصوصاً توان غیر منفی مرخم مستعمل ہے فردوسی ح **شعر** اگر چند بیژن توان ست نو ✤ بہر کار دارد خرد پیش رو ✤ محتمل ہے کہ از قبیل زید عدل یہان اسناد مجازی ہو مگر اس صورت مین دان اور دار کی طرح مشتق نہو گا بلکہ مستقل اسم بمعنی قوت ہو گا ان ہر دو صیغون ناتوان فاتوانا پر یاے مصدری کے الحاق سے ناتوانی وناتوانائی دونون مستعمل ہین امیر خسرو ح **شعر** گر اژ کف جام نہد گرچہ از رنج خمار ✤ سر فگندہ ماند وچندان ناتوانی میکند ✤ در ویش دالہ ہروی **شعر** بعجز ناچہ بینی کار اگر افتد بحیلت را ✤ تماشای توانائی کنی از ناتوانائی ✤ اسی طرح نابرید بمعنے غیر مخنون مخفف و مرخم نابریدہ اور ناپسند مخفف ناپسندہ چنانچہ پسندہ غیر منفی منفرد مستعمل ہے مولانا کاتبی **شعر** ہجر از ہلاک کاتبی ام مژدہ داد دوش ✤ پسند گرچہ این سخن آمد پسندہ ام ✤ اور ناخواست مخفف ناخواستہ۔ اور بعض جگہ مقتضاے قیاس کے خلاف مستعمل ہے جیسے ناامید ناہن ناانصاف ناپروا ناتراش ناداشت بمعنی مفلس نارس ناسپاس ناشکر ناشکیب ناصواب نافرمان ناہموار وغیرہ

تاتوان ناخوان نادار نادان سے الف ناکا حذف کیا گیا ہے یعنی مرخم صیغے ہین

ناکا استعمال خلاف اقتضاے قیاس

سعدی ر شعر بہنگام سختی مشو ناامید ٭ کہ ابر سیہ بارد آب سفید ٭ ابوطالب کلیم شعر رود آرام بعمرے کہ بہجران گزرد ٭ کاروان ازرہ ناامن شتابان گزرد ٭ مرزا کافی خلخال شعر درد یارے کہ توئی بودنم آنجا کافیست ٭ آرزوہاے دگر غایت ناانصافیست ٭ امیر لاہجی شعر ہردلے کو والہ وحیران حسن یار شد ٭ از غم دنیا و دین آزاد و ناپروا بود ٭ نظامی شعر ہمان خوردکان ناتراش دگر ٭ چنین چند راخاک خارید سر ٭ ابوالمؤید شعر دل ناداشت پر زخون باشد ٭ ساغر عیش او نگون باشد اے دل مفلس یہ لفظ مجازاً بے غیرت اور لجوج کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے جیسے ہندی مین ننگا کہتے ہین نظامی ر شعر چنین آمدست از نقیبان پیر ٭ کہ با ہیچ ناداشت کشتی مگیر ٭ ولہ سپاس خدا کن کہ برنا سپاس ٭ نگوید ثنا مردایزد شناس ٭ محمد جان قدسی شعر شب دل ناشکر من آرام باخنجر نداشت ٭ سینہ صد پیکان چشید و دست از افغان نداشت ٭ طاہر وحید شعر بسکہ بود از غم او ناشکیب غنچہ گل گشتہ دل عندلیب ٭ سید حسن اشرفی شعر صواب ست با او شدن سوی گل ٭ اگر چند گوید بسے ناصواب ٭ مسیح کاشی شعر فلک ناحفاظ و نافرمان ٭ یک نفس کے اطاعتم کردست ٭ ناحفاظ بمعنی بیحیا و بے شرم ٭ نظامی ر شعر وزان خشت زرین شداد وعاد ٭ چہ آمد بجز مردن نامراد ٭ بابا فغانی ر شعر صد بار تیغ قہر کشیدی و ہیچنان ٭ می آید از پئے تو دل ناہراس من ٭ اے دل بے باک من ٭ ناساز و ناقبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہین مگر چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و سازمند اور قبول بمعنی مقبول مستعمل ہے والہ ہروی شعر بازی عیش مخور سخت تنک حوصلہ است ٭ فکر بیہودہ مکن غم بطبیعت سازست ٭ اسی موافق است۔ میر حسن دہلوی ر شعر اے کہ کمال حسن تو حیران شدہ عقول ٭ در سینہ ہا عزیزی و در دیدہا قبول ٭ اے مقبول۔ اور کبھی بضرورت الف ناکا حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نسپاس بجاے ناسپاس فردوسی ر شعر بدین بنگشت کردبایدپسند ٭ کہ جانت نسپاس دول رانژند ٭ یہان خلاف مقتضاے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ یہان قیاس بے نافیہ کو مقتضی تھا نافیہ کا یہان استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اور نے اُس جگہ مستعمل ہوتا ہے جہان مدخول بے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق مواطات محمول نہ ہو اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حمل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب اگر دانش اور عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حمل کیا جاے درست نہوگا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

ناانصافیست بہان ناانصافی ہی ہے یا صحیح نہیں ہے کہ اس کو بھی ناکو بعد اور موکد ہے ۱۲

نادانشت مجازاً بے غیرت اور ننگا کہتے ہین

ناحفاظ بمعنی بے حیا

ناساز و ناقبول مین ناساز و قبول بمعنی سازگار و مقبول ہے جو مستعمل ہے

بضرورت الف ناکا حذف بھی کیا جاتا ہے

موضع استعمال

(جیسے دانندہ یا دانشمند یا دانشور یا صاحب دانش اور عاقل یا عقلمند یا صاحب عقل) گل درست ہوگا
پس بے احتساب بے ادب بے اصل بے انجام بے انتہا بے پایان بے باک بے برگ بے سامان
بے بصر بے بہا بے قیمت یعنی گران بہا بے بہرہ بے پایاب بے پرکار یعنے بے قاعدہ بے پروا بے تاب
بے ترحم بے تہ بے جرأت بے حساب بے حضور بے داد بے رگ یعنی بے حمیت بے شرم بے رو
یعنی بے مروت بے روزگار یعنے بے کسب بے زنہار یعنی امان ندہندہ بے سپاس یعنے ناشکر
بے شکوہ یعنے شکوہ نکنندہ بے شمار بے طاقت بے طراوت بے فرمان بے نور وغیرہ حسن بیگ
رفیع **شعر** از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت ٭ مے را نکو ندانم بے احتساب خوردن ٭ ابوطالب
(مثال بے احتساب)
کلیم **شعر** پاماکین سپہر زانجم پیداست ٭ ناسازی بخت بے ترحم پیداست ٭ چون خشکی آشیانہ در گلبن سبز
(مثال بے ترحم)
بے برگی مامیان مردم پیداست ٭ مولوی معنوی قدس سرہ **شعر** گوہر کنی خرمہرہ را زہرہ دری بذہ بہرہ را ٭
(مثال بے بہرہ)
سلطان کنی بے بہرہ را شاہاں اے سلطانِ ما ٭ سعدی رح **شعر** وقتے در آبے تامیان دستی و پائے
(مثال بے پایاب)
میزدم ٭ اکنون ہمان پندا شتم دریاے بے پایاب را ٭ فوقی یزدی **شعر** فوقی از گردون بر لیشت
(مثال بے تہ)
خندہ زد ازرہ مرو ٭ عشرت او ہیچ قول کون ومان بے تہ بود ٭ اے بے اصل بود۔ بے حساب بمعنی
بے شمار مشہور ہے اور چونکہ حساب وشمار بمعنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی رح کا شعر ہے **شعر**
(اے ابن معاملہ)
گر ندہی داد من اے شہریار ٭ باتو رود روز شمار این شمار ٭ ملا قاسم مشہدی **شعر** عشق آمد وشدم
زثواب وعقاب پاک ٭ دل از دو کون شستم وکردم حساب پاک ٭ اور حساب وکتاب معاملہ کا حسن اور
خوبی ہے اور اسکی نفی قبح تو بے حساب بمعنی بدمعاملہ یعنی بے حساب سے بیداد وظلم کے معنی بھی
لیئے جاتے ہین (جیسے بے رگ وبدرگ بے غیرت وبدسرشت اور ناخوان وبدخوان ایسے خط کو کہتے ہین
جسکا پڑہنا دشوار ہو۔ باقر داماد اشراق کا شعر ہے **شعر** بود بہ بندم فلک بدرگی ٭ حادثہ نگذاشت ازان
صد یکے ٭ محمد رفیع واعظ **شعر** جوہر از تیغ زبان شد ریخت تا دندان مرا ٭ گفتگو شد ہیچ سطر نے لفظ
بدخوان مرا ٭) یا یہ کہ حساب وکتاب داد وانصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کو
کہتے ہین بے حساب بمعنی بے داد بمعنی ظلم کے لیئے گئے مخلص کاشی **شعر** شاہے کہ بر رعیت خود بے حساب کرد
سیلاب گشت وخانۂ خود را خراب کرد ٭ بے داد جیسے حکیم ناصر خسرو **شعر** رہا کن ظلم وعدل وداد بگزین ٭ کہ
باشد بیگمان بے داد بیدین ٭ اے ظالم بیدین باشد۔ اس بے داد بمعنی ظالم اور اُس پر یا مصدری

بے حساب کی بیداد وظلم کی تحقیق

بے داد بمعنی ظلم وبمعنی ظالم ہر دو کی تحقیق ۱۲

کے الحاق سے بے دادی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس ظالم کا وصف یہ بے داد واقع ہوا ہے اُسپر بغیر تاویل لفظ داد محمول نہ ہوگا میر معزی **شعر** جہان از داد او پرگشت وخالی شد ز بیدادی ٭ کہ داد او حقیقت گشت و بے دادی مجاز آمد ٭ ان بے داد بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس نہین کیا معنی کہ اسکے موصوف پر یعنی وہ فعل وعمل جس پہ بے داد وظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگرچہ داد کا جو مدخول بھی ہے کیا جاے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمۂ ناکی ہے نہ بے کی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب میر معزی کا شعر ہے **شعر** بے داد کنی برمن داد م ندہی ہرگز ٭ بے داد تو برجانم ہر روز حشر آرد ٭ فردوسی رح **شعر** بغزنی مرا گرچہ خون شد جگر ٭ ز بیداد آن شاہ بیداد گر ٭ اس بے داد بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ گر مند کے الحاق سے بے داد گر و بے داد مند کہتے ہین۔

بے داد پر کلمات نسبت فاعلی کے الحاق سے بیداد گر و بے داد مند کہنا جائز ہے۔

نظامی رح مصرعہ تو با داد ے او ہست بیداد گر ٭ امیر خسرو رح **شعر** جفا بین زگردون بے داد مند ٭ چو من خسروی در چنین تختہ بند ٭ بے زنہار بمعنی پناہ ندہندہ صائب **شعر** زیر پاے چرخ کجرفتار چون خوابد کسے ٭ در رہِ این سیل بے زنہار چون خوابد کسے ٭ تشنۂ خون ست تیغ آبدار کہکشان ٭ زیر این شمشیر بے زنہار چون خوابد کسے ٭ بے سپاس نظامی رح **شعر** بجاے شاہر یکے بے قیاس ٭ نوادر شگرہا رود بے سپاس ٭ بعض موضع مین بے نافیہ خلاف مقتضاے قیاس مستعمل ہے جیسے بے آشنا بے فرزانہ بے کس بے یار بے عدیل بے نظیر بے ہتا کیا معنی کہ آشنا و فرزانہ و کس و عدیل و نظیر و یار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حمل بالمواطات ہوسکتا ہے سو یہ شان کلمۂ ناکی ہے ابو طالب کلیم

بعض موضع مین بے نافیہ خلاف مقتضاے قیاس مستعمل ہے بجاے شاہر یکے

شال بے کس

شعر منم آن بیکس و بے آشناے کنج تنہائی ٭ کہ غیر از پرتو مہر از درم کس در نمی آید ٭ سعدی رح

شال بے فرزانہ

شعر خلق میگویند جاہ و منصب از فرزانگی ست ٭ گو مباش اینہا کہ ماراندان بے فرزانہ ایم ٭ نظامی رح

شال بے یار

شعر خداوند بے یار و یار رمہ ٭ بخود زندہ و زندہ دار رمہ ٭ یہان ناہو یا بے سب مین ایسی تاویل کرسکتے ہین کہ موافق مقتضاے قیاس کے ہوجاین مگر یہ دردسری اور کلفت محض ہے جب انہین اسماء پر جن پر نا نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع مین بے کے ساتھ بھی مستعمل ہین جیسے ناپروا و بے پروا ناسپاس و بے سپاس نافرمان و بے فرمان ناکس و بے کس نامراد و بے مراد چنانچہ انکے شواہد اوپر بیان کیے گئے ہین اگرچہ اخیر مین یعنے ناکس و بے کس اور نامراد و بے مراد مین فرق معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود طلب حصول مراد نہ ہو نامراد کے ساتھ متصف

ریختی مین اسم پر بھی نا داخل ہوتا ہے اور بعض موضع مین بے کی طرح بھی

نامراد اور بے مراد مین فرق معنوی

کرتے ہین اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہو اُسکو بے مراد کہتے ہین مولوی معنوی ؎
شعر عاشقان از بے مرادیہاے خویش ۔ باخبر گشتند از مولاے خویش ۔ غرض جسکو مرادون نے ترک کردیا ہو اُس کم نصیب کو نامراد کہتے ہین اور جس نے مرادون پر لات ماردی ہو اُس ولی خدا کو بے مراد کہتے ہین اور ناکس و بے کس کے فرق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کردیا ہے مگر یہ فرق قاعدۂ اصلی حمل مواطات وحمل اشتقاق مین تفرقہ نہین پیدا کرسکتا پس مجکو سراج المحققین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند آتا ہے وہ فرماتے ہین "پس ہر قدر کہ بہ ثبوت رسد بر ہمان اکتفا باید کرد ازین جہت لفظ ناقوت کہ مرادف ناتوان ست تر دیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ" انتہے کلامہ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اور حروف نفی مین سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونون زبانون مین مشترک ہے جیسے اخواتی بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن وامیر بمعنی نامیرندہ یعنی حَیّ ہندی مین جیسے اماس یعنی بے ماہ اب نام شب بے ماہ کا ہوگیا۔ بعض وقت لفظ کم واندک وہیچ نفی مطلق اور معدوم محض کے موقع مین مستعمل ہوتے ہین جیسے **مصرعہ** بجستند بسیار وکم یافتند ؎ نظامی **شعر** بخود خلق را کم شمودہ رہنماے ؎ ہمایون زکم دیدن آمدہاے ؎ **ولہ** خانہ بر ملک ستمگاری است ؎ دولت باقی بکم آزاری ست ؎ **ولہ شعر** مرادل کیے بود و پیمان کیے ؎ درستی فراوان فریب اندکے ؎ کیا نہی کہ یہان مراد یہ نہین ہے کہ ہمکبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور فی الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق نفی مقصود ہے۔ مگر اس پیرایہ کے اختیار مین نکتہ یہ ہے کہ تامثیل متبائن نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر ہی سہی ہاتھ سے نہ جاے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق نفی منظور نہین بلکہ مصرعہ اولے مین کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرعہ مین ہمایون زنادیدن آمدہاے کہا جاتا مطابقت لفظاً رہتی نہ معنیً صنعت استخدام مین ایک ہی لفظ ایک ہی تلفظ سے دو معنی حاصل کرتے ہین یہان تو دو تلفظ ہین یہ نقص نہین ایک بلاغت خیز صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ مین فی الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہین مگر اس پیرایہ مین ادا کرنے مین یہ نکتہ ہے کہ آدمی بمقتضاے بشریت ان قسم کے قبائح سے بالکلیہ پاک نہین رہ سکتا اگر نفی مطلق اور سلب کلّی کہلم کہلا کیا جاتا محمول بر صدق خبر نہ ہوتا اسیطرح فردوسی ؎ قصہ یوسف زلیخا مین فرماتے ہین شعر زمن ہیچ آزار شان بود ہیچ ؎ گر فتند و کشتند و کشتم را پسیچ ؎ اے از جانب من ہیچ آزار نبود وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

الف نفی کا ہندی فارسی مین مشترک ہونا

کم آزار بمعنی ہیچ نفی بالفاظ بھی نفی مطلق کے لئے آتے ہین

کم واندک وہیچ کو نفی مطلق کے لئے استعمال کرنے مین یہ نکتہ کیا ہے

الحروف نواصب الاسم

حروف نواصب اسم

یہان حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہین کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی مین انکے ہم معنی حروف مستعمل ہوتے ہین اپنے مدخول کو نصب دیا کرتے ہین۔ اُن مین سے ایک واو ہے اسکی دو قسم ہین ایک تو معیت محصورہ کے لیئے آتا ہے سعدی رح **شعر** اگر دعوتم رد کنی ور قبول ؛ من و دست و دامان آل رسول ؛ **ولہ** اگر جستم اندست این تیرزن ؛ من و موش و ویرانۂ پیرزن ؛ **ولہ** شنیدم کہ میگفت وخوش میگریست ؛ کہ اے نفس خود کردہ را چارہ چیست ؛ بلا جوے باشد گرفتار آز ؛ من و خانہ من بعد نان و پیاز ؛ دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ مین وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ ادعائی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بنجائے ظہوری **شعر** از شحنۂ ہیبت نگاہے ؛ وز کوہ بکاہ در خریدن ؛ یا فقط ملازمہ بغیر علیت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہے دونون امر اس شعر سے واضح ہین نظامی رح **شعر** زمن جستن و رہ نمودن ز تو ؛ بجان آمدن جان فزودن ز تو ؛ اے بجان آمدن ازمن واز تو جان فزودن واللہ تعالیٰ اعلم دوسرے حروف نواصب مین سے حروف استثناء ہین جیسے مگر اور جزا سکے ایراد سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لیئے حکم ماقبل کا نہین ہے کیا معنی کہ استثنا اصطلاح نحو مین ایک شئے ذی تعدد مین سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کردینے کا نام ہے اور وہ متعدد کل ہو یا کلی جسمین سے اجزا یا جزئیات خارج کیئے جاتے ہین مستثنے منہ کہلاتا ہے اور یہ جزیا جزئی جو اُس سے خارج ہوئی ہے مستثنے کہلاتی ہے پھر اس مستثنے کی دو قسم ہین اگر مستثنے استثنا کرنے سے پہلے مستثنے منہ مین (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اُسکو مستثنے متصل کہتے ہین ملفوظ جیسے امثلہ مذکورہ مین اور مقدر جیسے گلستان مین ہے **نثر** "قدم بر ندارم مگر انگہ کہ سخن گفتہ شود بعادت مالوف وطریق معروف" اے قدم بر ندارم در ہیچ گہ و ہیچ حال مگر انگہ الخ نظامی رح **شعر** بکنجے بکنجد مے علف جاے خویش ؛ نہ لیسد مگر دست یا پاے خویش ؛ اے نہ لیسد چیزے از بدن خویش مگر دست یا پاے خویش اس مقدمہ کا مستثنے مفرغ نام ہے اور یہ مختص غیر موجب مین ہے اور موجب مین بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی اسیطرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادی نے شرح کافیہ مین تصریح کردی ہے والمفرغ

مستثنے متصل کہان کہتے ہین

مستثنے مفرغ مستثنے مفرغ کلام موجب مین شاذ و نادر ہے

لا یجئ فی الموجب الا نادرا اول یعنی کلی جیسے گلستان مین ہے نثر بر ہر یک از سائر بندگان وحواشی خدمتی معین است مگر برین طائفہ درویشان الخ کس واسطے کہ بندگون کے افراد سے درویش بھی ہین۔ ثانی یعنے کل جیسے گلستان کی اول حکایت مین ہے نثر جملہ وجود اوریختہ بود وخاک شدہ مگر چشمانش الخ یہان چشمان جملہ وجود کا جزو ہے اور اگر مستثنے استثناء کرنے سے پہلے مستثنے منہ مین کسی طرح داخل ہی نہ تھا تو مستثنے منقطع کہلاتا ہے جیسے گلستان کی اول حکایت مین ہے نثر سائر حکما از تاویل آن فرو ماندند مگر درویش الخ اور مدار اس دخول وعدم دخول کا متکلم کے قصد واعتبار پر ہے صرف مستثنے کا مستثنے منہ کی جنس سے ہونا اس امر مین کافی نہین کیا معنی کہ بعض مواضع مین مستثنی منہ جنس مستثنے سے ہوتا ہے مگر چونکہ متکلم کے نزدیک مستثنے مستثنے منہ مین داخل نہین منقطع ہی ہوگا جیسے "مردمان آمدند مگر زید" یہ اسی صورت مین درست ہوگا کہ زید سرے سے اس جماعت مین داخل نہو اگرچہ مردم جنس زید سے ہین یہی حال عربی مین ہے بلکہ یہ قواعد اتباع عرب کے طفیل فارسی مین ضبط کیئے گئے ہین چنانچہ علامہ رضی شرح کافیہ مین فرماتے ہین فالمستثنی الذی لم یکن داخلا فی المتعدد الاول قبل الاستثناء منقطع سواء کان من جنس المتعدد کقولک جاءنی القوم الا زیدا أمشیرا بالقوم الی جماعۃ خالیۃ عن زید اولم یکن نحو جاءنی القوم الا حمارا افتد تبین ان المتصل لیس ھو المستثنی من الجنس کما ظن بعضھم اگر غور سے دیکھا جاے حرف استثنا یعنی یہ لفظ مگر حالت انقطاع مین کلمۂ استدراک یعنی لیکن کی طرح رفع اس توہم کا کرتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ جو چیز کہ اس متعدد مین سرے سے داخل ہی نہین پھر اسکے نکالنے کے کیا معنی ہونگے پس اب امثلہ مذکورہ مین یہ تاویل ہوگی کلام سابق یعنی سائر حکما از تاویل آن فرو ماندند سے یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حکما جیسے عقلمند اس کی تعبیر سے عاجز آ گئے پھر اور کوئی اس مقصد کو کیا پہونچ سکتا تو دفع اس توہم کا کردیا مگر درویشی بجا آورد وگفت اے لیکن درویشے بجا آورد وگفت اسی وجہ سے فقہا رحمہم اللہ نے حقیقۃ متصل ہی کو استثناء فرمایا منقطع پر استثنا کا اطلاق مجازی قرار دیا..... واللہ تعالی اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ۔

اور یہ حرف استثنا مگر مجازا کبھی موضع غلبۂ ظن بلکہ مقام تیقن مین مستعمل ہوتا ہے نظامی شعر مگر تیر ترکان یغمای من ۔ نخوردی کہ تندی بغوغای من ۔ والہ ہروی شعر نے نامہ زمن بتبدو

نے کردو واعم ٭ قاصد زتو آموخت مگر نامہ بہ بے را ٭ اور کبھی بموقع امید مین یعنی جملہ مامول پر داخل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** مگر کاتشے برفروزند لعل ٭ در آتش نہند از پئے شاہ نعل ٭ اے امید کہ آتش برفروزند الخ سعدی رح **شعر** مگر صاحبدلے روزے برحمت ٭ کند بر حال مسکینان دعاے ٭ اسی امید کہ صاحبدلے الخ کبھی موقع استفہام مین مستعمل ہوتا ہے **شعر** غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل ٭ کہ پرسشے نکنی عندلیب شیدارا ٭ نظامی رح **شعر** مگر شہ نداند کہ در روز جنگ ٭ چہ سرہا بریدم بہ اقصاے زنگ ٭ مگر غلبۂ ظن بسکو شامل ہیگا اور لفظ جز جیسے اس شعر مین نظامی رح **شعر** نشاید تراجز بتو یافتن ٭ عنان باید از ہر دری تافتن ٭ اے نشاید ترا یافتن مگر بتوفیق تو چنانچہ اس جز کو دوسری جگہ الّا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہین **شعر** بے نزل آمد زمن تا بتو ٭ نشاید ترا یافت الا بتو ٭ اس کا حال بعینہ عربی کے لفظ غیر کا ہے یعنی یہ مضاف بھی ہوجاتا ہے اور اسپر بائے زائدہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے مگر یہ کلمہ ابدا مقطوع الاضافت یعنی ہمیشہ حذف کسرۂ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے نظامی رح **شعر** نیاید زما جز نظر کردنی ٭ وگر خفتنی باز یا خوردنی ٭ اور بائے زائدہ کے ساتھ جیسے اس شعر مین **شعر** نظامی دران بارگاہِ رفیع ٭ نیارد بجز مصطفےٰ را شفیع ٭ اسیطرح لفظ گزشت جو باعتبار اصل گزشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجوزاً استثنا کے لیئے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی مین عدا و خلا مگر یہ ایسی جگہ مستعمل ہوتا ہے جہان عربی مین کلمۂ استثناء غیر و سوی مستعمل ہوتے ہین پیشوائے سخن سنجان عنصری کا شعر ہے **شعر** گزشت چتر تو ہرگز کس آسمانے دید ٭ حجاب کردہ و خرشید راز یکدیگر ٭ اے غیر چتر تو اے سوائے چتر تو نظامی رح خاقان چین کے سکندر کو مہمان کرنے کی داستان مین لکھتے ہین **شعر** گزشت از خورشہاے چینی سرشت ٭ کہ رضوان ندید آنچنان در بہشت ٭ ز شکر بسے پختہ حلواے نغز ٭ بہ بادام و پستہ پراگندہ مغز یعنی سوائے خورشہاے چینی سرشت یعنی متعارف چینی کھانونکے سوا بہت سے حلوے اور عمدہ شیرینیان مغزیات پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالیٰ اعلم جاننا چاہیئے کہ استثنا مین جیسے ماقبل کے حکم سے مابعد الگ کرلیا جاتا ہے کبھی اس کلمۂ استثناء کی بدولت بخلاف معنی استثنا کے حکم ماقبل کا مابعد کے لیئے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ماقبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے لیئے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اردو مین اور بھی اور سوا کہا کرتے ہین نظامی رح **شعر** بہ بردع فرستاد شان مے گزند ٭ کہ تا برکشند آن بنا را بلند ٭ برائے عمارت بران رخنگاہ ٭ بسے مال شان داد جز برگ راہ ٭

بنگاہ از ادوات استثنا ہے

لفظ جز اکثر مقام پر کلمہ غیر کا مضاف ہوتا ہے اور اسپر بائے زائدہ بھی لایا جاتا ہے

کلمہ جز ابدا مقطوع الاضافت مستعمل ہوتا ہے کلمہ جز پر بائے زائدہ کبھی لاحق نہین ہوتی

لفظ گزشت بھی کلمات استثنا سے ہے

اے ورائے سازو برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جدا کر دیا یعنی نادراہ کے سوا مال بھی بہت سا دیا۔ اس معنی اخیر مین لفظ گزشت بھی مستعمل ہوتا ہے نظامی ؎ نوشابہ اور اسکی سہیلیون کی تعریف مین فرماتے ہین **شعر** گزشت از پرستیدن کردگار ٭ بجز خواب وخوردن ندارند کار ٭ یعنی عبادت الٰہی کے بغیر ناے ونوش خواب وخور کے دوسرا کوئی شہوانی مشغلہ وہ نہین رکھتی تھین محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے معنی بعد کے لیئے ہین یہ حاصل معنی ہین تحقیق لفظی نہین غرض کلمۂ استثنا لفظ مگر کو اتباعاً مین نے حروف مین داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسماے افعال سے ہے معنی اسکے استثنا می کنم کے ہونگے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض نحاۃ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافیہ مین نقل فرمایا ہے وقال بعضهم هو منصوب باَسْتَثْنِی کما ان المنادی منصوب بأُنَادِی خصوصاً فارسی مین چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہین مستثنے کے رفع ونصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہین بلا تکلف درست ہو جاتا ہے۔

تیسرے حروف نواصب اسم مین سے کلمات ندا ہین جیسے اے بالکسر وغیرہ مین نے اتباعاً نحاۃ عرب کلمات ندا کو حروف مین شمار کیا ورنہ کلمۂ استثنا کی طرح یہ اسماے افعال سے ہین اس کا مفصل بیان بحث اسم مین گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ٭

حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ معلق کرنے کا نام اصطلاح مین شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہین حروف شرط مین سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گر وار۔ جاننا چاہیئے کہ یہ حرف ماضی ناقص ناتمام پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہے یعنی بوجہ انتفاے شرط انتفاے جزا کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اسکے لازم موضوع لہ ہین ورنہ در اصل معنی تعلیق حصول جزا بشرط حصول شرط کے لیئے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو معلق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی ؎ **شعر** گر بہ سخن کار میسر شدی ٭ کار نظامی بفلک برشدی ٭ **وله** گر بخورش دیر کسے زیستی ٭ ہر کہ بسے خوردی بسے زیستی ٭ ان مثالون مین انتفا ثبوت کا ہے **وله** گر نہ سخن خوب ترا زجان بدی ٭ معجزۂ عیسیٰ فرقان بدی ٭ اس مثال مین انتفا نفی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی مستعمل ہے جیسے

عربی مین اَن وصلیہ اور ایسے موقع مین مستعمل ہوتا ہے کہ جہان یہ بیان کرنا منظور ہو کہ بر تقدیر انتفاے شرط ثبوت جزا بطریق اولے ہوگا نظامی رح **شعر** تا ندہند مستان گرد و است ٭ تا نہ نپرسند مگو گرد و است ٭ حافظ رح **شعر** چو در رویت بخندد گل مشو در دامش اے بلبل ٭ کہ بر گل اعتمادے نیست گر حُسن جہان دارد ٭ جیسے عربی مین زَیدٌ یعطی وان کان فقیرًا درصورت انتفاے فقر وحصول غنا اعطاے زید بطریق اولے ہوگا مگر عربی مین اَن وصلیہ پر واو ضرور لایا کرتے ہین فارسی مین اکثر لفظ چہ اور کبھی لفظ چند کے الحاق سے یہ معنی حاصل کرتے ہین نظامی رح **شعر** ہمہ کوسہ پیر کودک سرشت ٭ بخوبی روندارچہ باشند زشت ٭ **ولہ** ندارم طمع برزر و سیم کس ٭ گرچند یابم بران دسترس ٭ اے اگرچہ یابم۔ فردوسی رح کا مشہور ہجویہ شعر ہے **شعر** پرستار زادہ نیاید بکار ٭ اگرچند باشد پدر شہریار ٭ اے اگرچہ پدرش، بادشاہ باشد اور کبھی محاورۂ عرب کی طرح واو سے یہ معنی حاصل کرتے ہین نظامی رح **شعر** بہ بے چارگی تن فراخاک داد ٭ وگر گرد عالم برآمد چو باد ٭ اے اگرچہ اطراف عالم الخ اور کبھی بغیر اس واؤ وغیرہ کے صرف حرف شرط ہی پر اکتفا کرتے ہین جیسے اوپر حافظ رح کے شعر سے واضح ہے اور صائب کہتے ہین **شعر** می نماید گر بظاہر دامن دولت وسیع ٭ دستگاہش سایۂ بال ہماے بیش نیست ٭ اگرچہ دامن دولت بظاہر وسیع نماید الخ نظامی رح **شعر** گر سخن راست شود جملہ دُر ٭ تلخ بود تلخ کہ الحق مُر ٭ اور عُف جب کسی شرط کا وقوع یقینی ہو نہ لاوقوع یقینی یعنی اس کا تذبذب اور عدم جزم بیان کرنا منظور ہوتا ہے بجاے ماضی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہین نظامی رح **شعر** گر آیند حاضر ہیت نوش باد ٭ وگر نہ زیادت فراموش باد ٭ کیا معنی کہ حریفون کے جمع ہونے کا جزم و یقین بکلام کو نہین کہ وہ جمع ہونگے یا نہین یا محال عقلی یا عادی کو شرط ڈالا جاتا ہے جب بھی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہین نظامی رح **شعر** اگر بر فروزی چو مہ صد چراغ ٭ زخورشید باشد برو نام داغ ٭ **ولہ** اگر مردہ سر بر آرد زگور ٭ بگیرد ہمہ شہر و بازار شور ٭ بخلاف صیغہ ماضی کہ اس مین اس امر کا جزم و یقین ہوتا ہے دوسرا حروف شرط مین سے چون اور اُسکا مخفف چو نظامی رح **شعر** بشرطیکہ چون من درین دستگاہ ٭ رسانم سرش را بخورشید و ماہ ٭ مرا نیز از و پایگاہے رسد ٭ باندازۂ سرکلاہے رسد ٭ ماضی و مضارع کے صیغون سے جزم و عدم جزم کے بارہ مین اسکا بھی اگر کا سا حال ہے نظامی رح **شعر** چو من نین ولایت کشادہ کمر ٭ تو خواہ از من افسرستان خواہ سر ٭ چونکہ دارا نے ایسا کاری نکرد کھایا تھا کہ جان

حرف شرط صیغۂ ماضی کے ساتھ کب مستعمل ہوتا ہے

مثال محال عقلی

مثال محال عادی

حرف شرط صیغۂ مضارع کے ساتھ کب مستعمل ہوتا ہے

چون شرطیہ

نہ ہونا یقین ہوگیا تھا تو اُس امر جزمی و یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ مین یعنی بجاے کشایم کشادم بیان کیا اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوجاتے ہین **ولہ شعر** یکایک در قہاے مازین درخت ٭ بزیر اوفتد چون زود باد سخت ٭

تاسیر شرطیہ

تیسرا حروف شرط مین سے تا ہے جس وقت شدت التزام بین الشرط والجزا بیان کرنا منظور ہو یعنی ترتب شرط پر ترتب جزا فوری بلا توقف ہوجاے تو ایسے موقع مین تا لاتے ہین عرفی **شعر** تا نبغ بکف یابی برنس دوستی زن ٭ تا سنگ بدست آید بر شیشۂ ہستی زن ٭ اسکی تفصیل بیان حروف مین گزر چکی ہے۔ اور کبھی حروف شرط بحکم ضرورت حذف کیے جاتے ہین مولوی معنوی رح **شعر** پشم چہ بزینی شتر بنہ ودترا ٭ در بود اشتر چہ قیمت پشم را ٭ اے اگر پشم بزینی نظامی رح **شعر** زمردم کشی ترس باشد بسے ٭ زمردم خوری چون نترسد کسے ٭ اے چون از مردم کشی الخ اور کبھی بوجہ ظہور و وضاحت جزا کو محذوف کردیتے ہین نظامی رح **شعر** اگر نیک بشناختم شاہ را ٭ شناسد بشب ہر کسے ماہ را ٭ اے اگر شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست ٭ بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم و متقضی شرط و جزا کے ہوتے ہین نظامی رح **شعر** کرا در خود رہے باشد بلند ٭ نگوید سخنہاے ناسودمند ٭ مصرعہ اول شرط مصرعہ ثانی جزا۔ انوری **شعر** چہ باشد میسر بزودم فرست ٭ کہ چون گربہ بر سفرہ استادہ ام ٭ چہ باشد میسر شرط بزودم فرست جزا شعر اول مین کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی مین چہ موصولہ بمعنی ہر کہ و ہر چہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حروف التعجب

حروف تعجب کا بیان

زہ وخہ اور ان کا مزید علیہ زہے وخہے اور ایت اور آنت اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور بہ بہ اور بلی۔ یہ کلمات تعجب ہین جو انشا و ایجاد تعجب کے لیے وضع کیے گئے ہین مگر عربی مین افعال تعجب کے لیے صیغے مشتقات فعلیہ کے **مَا اَفْعَلَہٗ وَاَفْعِلْ بِہٖ** کی میزان کے ساتھ مخصوص ہین بخلاف زبان فارسی کہ انکے لیے نہ مشتقات فعلیہ ہین نہ کوئی میزان خاص فردوسی رح رستم دلشکبوس کی رزم مین فرماتے ہین **شعر** بزد تیر بر سینۂ دلشکبوس ٭ بپہر آنزمان دست او واد بوس ٭ قضا گفت گیر و قدر گفت زہ ٭ فلک گفت احسن ملک گفت زہ ٭ یہان **اَحْسِنْ** مخفف **اَحْسِنْ بِہٖ** ہے کسر العین فعل تعجب جسکی میزان **اَفْعِلْ بِہٖ** ہے نہ کہ **اَحْسَنَ** و **اَحْسَبَتْ** بفتح سین جیسے مشہور عوام ہے یہان سے تعجب منتہی

شعر مذکور مین دلشکبوس نام ایک پہلوان کا ہے جسکو رستم نے مارا تھا اور وہ اسکی تعریف کرتا ہے

منتہی کا حذف

محذوف ہے اور یہ متعجب منہ کا حذف کرنا اگر متعجب منہ معلوم و معہود ہو جائز رکھا گیا ہے اور محاورہ عرب بھی اسیطرح ہے جیسے اللہ جل علاشانہ فرماتے ہین اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ اے ابصر بہم۔ رضی شرح کافیہ مین ہے وَاِذَا اُعْلِمَ الْمُتَعَجَّبُ مِنْهُ جَازَ حَذْفُهُ اور مصرعہ اولی مین لفظ دہ واو بمعنی ضرب و قتل سے مشتق ہے حکیم اسدی کا شعر ہے **شعر** پس از خشم فرمود کو را دہید ✤ ہمہ دستہا را بخون در نہید ۱۲ علامہ رضی اسمائے اصوات کے بیان مین لکھتے ہین "دَهْ بفتح الدال وسکون الهاء زجرة مطلقا بمعنے اِضْرِبْ واصله فارسی" مگر عرب کا کسرۂ دال کو فتح سے بدلدینا تصرف تعریبی ہے عربی کا شال نہ ہونے سے

شال زہے وخبے

شعر زہے اطاعت حسن ادب خبے طاعت ✤ کہ با اجازت مائی زوصل ماہجور ✤

انوری **شعر** زہے بقاے تو دوران ملک را مفخر ✤ خبے لقاے تو بستان عدل را زیور ✤ نظامی

شال اینت وانت

شعر اینت فصاحت کہ زبان بستگی ست ✤ آنت شتابی کہ در آہستگی ست ✤ مین ان کلمات کو اسماے افعال کہتا ہون معنی انکے چہ خوش است وچہ عجب است وچہ شگفت ست لیتا ہون پس معنی ان اشعار مثالیہ کے یہ ہونگے چہ خوش ست اطاعت الخ وچہ خوش ست طاعت یعنی کیا خوب اطاعت ہے اور کیا اچھی طاعت ہے اسیطرح دوسرے شعر مین چہ عجب ست بقاے تو دچہ عجب ست لقاے تو اسیطرح تیسرے شعر مین چہ عجب ست فصاحت الخ وچہ شگفت ست شتابی الخ اور اسی کو عربی مین مَا اَحْسَنَ لِقَاءَكُمْ وَاَحْسِنْ بِفَصَاحَةٍ کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہین اور ترکیب نحوی ان کی یہ ہوگی شعر اول مین زہے وخبے اسم فعل تعجب اور متعجب منہ اطاعت وطاعت اُس کا فاعل ۔ دوسرے شعر مین زہے اسم فعل تعجب۔ بقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ دوران ملک را مفخر مین را اضافی بمضاف مضاف الیہ سے ملکر حال۔ اور حال ذوالحال کے ساتھ ملکر زہے کا فاعل۔ اسی طرح خبے اسم فعل تعجب۔ لقاے تو متعجب منہ ذوالحال۔ بستان عدل را زیور مضاف مضاف الیہ حال۔ حال ذوالحال ملکر فاعل خبے کا۔ اسم حال کی بحث مین بیان ہوگیا ہے کہ اسم غیر مشتق جو متضمن معنی صفت کو ہو وہ حال واقع ہوسکتا ہے۔ تیسرے شعر مین اینت اسم فعل تعجب فصاحت متعجب منہ۔ موصوف۔ کہ زبان بستگی ست موصول صلہ ملکر صفت موصوف صفت کے ساتھ ملکر فاعل اینت کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ مین شتابی متعجب منہ موصوف کہ در آہستگی ست موصول باصلہ صفت۔ موصوف وصفت ملکر فاعل آنت کا واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ اب رہا واہ اور اس کی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پَہ پَہ اور تِلّی در اصل یہ کلمات اسماے

واہ واہ واہ پہ پہ تلی اسماے اصوات ہین

واہ واہ کی مثال

اصوات کی قسم ہین جو موقع تعجب مین مستعمل ہوتے ہین محسن تاثیر کا شعر ہے شعر مثال واہ واہ ؎ محل شدیم ز تحسین ہمدمان تاثیر ؎ کہ واہ واہ نمی خواست شعر و اہیٔ ما ؎ کمال اسمعیل شعر ؎ روحانیان چو بینند ابکار فکر من ؎ پہ پہ زنند دروے نام ضابر ند ؎ مسیح کاشی شعر ؎ زندہ رود مژہ را دید دلم خشک و چہ گفت ؎ گفت پہ پہ نبود تخت بدین شادابی ؎ صائب شعر ؎ از لباس خاک بیرون آمدم ؎ نقشہا بر آب بستم یللی ؎ این غزل را صائب از فیض سعید ؎ بے تکلف نقش بستم یللی ؎ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جنکو نحویون نے اسمای اصوات قرار دیا ہے تین قسم کے ہین ایک تو حکایت اُن آوازون کی ہے جو غیر ذی روح سے صادر ہون جیسے پتھر سے پتھر کے ٹکرانے کی آواز کی حکایت عرب طاقِ وطَق کے ساتھ اور قبّ کے ساتھ تلوار کے مار کی آواز کی حکایت کرتے ہین علامہ رضیؒ فرماتے ہین طاقِ بکسر القاف وطق کلاہما حکایۃ صوت وقع الحجارۃ بعضہا علی بعض۔ وقب حکایۃ وقع السیف علی ضریبہ

پہ پہ کی امثال

یللی کی مثال

اسمای اصوات مین سے بعض غیر ذی روح کی حکایت کرتے ہین

اسی طرح طراق کوڑے کی مار کی آواز کی حکایت ہے نظامی ؎ شعر طرانے کہ از مقرعہ خاستہ ؎ برون رفت ازین طاق آراستہ ؎ اسی نوع مین باجون کی آواز توپ اور بندوق کی آواز رعد کی آواز کی حکایت داخل ہے۔ دوسری قسم حکایت اُن اصوات کی ہے جو جانورون کے یا ننھے ننھے بچون کے مُنہ سے نکلتے ہین جیسے ہرن کی آواز کی حکایت عرب مَاْءٍ کے ساتھ کرتے ہین رضی مین ہے مَاْءٌ بمیم ممالۃ وھمزۃ مکسورۃ بعد الف صوت الظبیۃ اذا دعت ولدھا اور اسیطرح میٹی کو ہندی بکری کی آواز کی حکایت مین استعمال کرتے ہین اسیطرح عُوعُو کتے کی آواز کی حکایت ہے مولوی معنویؒ شعر ؎ اے سگِ طاعن چہ عوعو میکنی ؎ طعن قرآن را برو نشو میکنی ؎ جاننا چاہیئے کہ حکایت کے لیئے شرط ہے کہ مطابق اور مماثل محکی عنہ کے ہو مگر یہ الفاظ جو درجہ حکایت مین ہین جن کا اسمای اصوات نام ہے حروف وحرکات فصیحہ سے مرکب ہین اور مخارج صحیحہ انسانی سے نکلتے ہین حالانکہ اصوات جمادات اور حیوانات کے یا وہ آوازین جو انسان کے سوا سے باحداث طبیعت نکلتی ہین اور اُن مین علاقہ وضع کا نہین ہوتا جن کے یہ اسمای اصوات حکایت ہین دراصل وہ اس قابل نہین ہین کہ اُن کی فصاحت وخوبی مخارج کے ساتھ اُنکا تلفظ کیا جاسے مگر طوطی اور مینا شاذ ونادر ہین جو کہ جانورون مین الفاظ فصیح نکالتے ہین وہ بھی بعد تعلیم جب اس شرط مطابقت ومماثلت حکایت ومحکی عنہ کا پورا کرنا متعذر ہوا چنانچہ کہتے ہین ھذہ الاصوات من الکلمات کالنساس

نسناس کی آواز کی حکایت کہنے کے لیئے حکایت مین محکی عنہ کا پورا کرنا شرط نہین یہان یہ علم متعذر ہے

من الناس صورتها صورتها وماهیتها غیر ماهیتها اذ لیست موضوعة فی الاصل لمعنے کالکلمات پس جہانتک ممکن ہو انسان اپنے الفاظ فصیحہ اور مخارج صحیحہ کو بتکلف مشابہ اُن اصوات غیر فصیحہ کے بناتا ہے تو اُن پر احکام کلمات کے جاری کیئے جاتے ہین بلکہ وہ خطاب اشرف الکلمات اسمیت سے مشرف ہوتے ہین اور کلام کا جزو معتد بنائے جاتے ہین جیسے امثلہ سے ظاہر ہے لیکن ایک ہی نوع کی آواز کو بعض قوم کا ایک طرح حکایت کرنا اور بعض کا دوسری طرح یہ اُس جگہ کے ارضی وسماوی تاثیرات سے ہے جو اُن کے مخارج پر اثر کرتے ہین اسی وجہ سے بعض حروف بعض قوم کے ساتھ مخصوص ہوگئے دوسری قوم بتکلف اُن کو ادا کرسکتی ہے جیسے ضاد معجمہ عرب کے ساتھ اور ژا عجام کے اور ٹ ڈ ڑ اور حروف مخلوطہ بہا ہند کے ساتھ مخصوص ہین کیا معنی کہ جس طرح تاثیرات ارضی وسماوی سے اُن کے امزجہ اور طبائع مین فرق ہوتا ہے جس پر ان کا اختلاف لون وبشرہ وسحنہ وقوت وضعف دال ہے اسیطرح اُنکے مخارج حروف مین اختلاف ہے جس سے ادائے حروف خاص ایک کے لیئے سہل اور دوسرے کے لیئے دشوار ہوتا ہے چنانچہ بچون کو جو مولود علے الفطرۃ ہین ملاحظہ فرمائیے جب وہ اوّل اوّل تتلاتے ہین جس طرح انکو سہل ہوتا ہے لفظ کو اُس مخرج سے نکالتے ہین تو ہند کے بچے نکا تتلانا اور الفاظ مین ہوتا ہے اور عرب کے بچون کا اور۔ ولایت کے بچون کا اور غرض اسی وجہ اور اسی علت کی بدولت ایک شئے کی آواز کی حکایت مین عرب وعجم وہند کا اختلاف ہے جیسے عرب کوّے کی آواز کو غاقِ کے ساتھ حکایت کرتے ہین۔ عجم قا کے ساتھ اور ہندی کا کے ساتھ حکایت کرتے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

ایک ہی شئے کی آواز کو بعض قوم ایک طور سے اور بعض قوم ایک طرح پر ادا کرتے ہین

تیسری وہ آوازین جو انسان کے مُنہ سے صادر ہوتی ہین اور وہ نفس متکلم کے احوال کو بتلاتی ہین آیا وہ مثلاً رنج مین ہے یا خوشی مین تعجب مین ہے یا تنفر مین اُن مین علاقہ وضع واضع کا کچھ نہین ہوتا یا صرف از جہت احداث طبیعت ہوتی ہین یعنی معنی فی نفسہ پر اُن کی دلالت طبعی ہوتی ہے نہ وضعی جیسے آہ در دورنج مین واہ اور واہ واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ کسی شئے کی تحسین کرنے مین انسان کے مُنہ سے نکلتی ہین چنانچہ حکیم انوری کا خہ خہ کو بخ بخ کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر مین **شعر** بخ بخ اے یار خہ خہ اے دلدار ہم وفادار و ہم جفابردار اسی رائے کا موئد ہے کہ خہ اور خہ خہ واہ اور واہ واہ بخ اور بخ بخ کی طرح نہین

اسمای اصوات سے ہے جو دالہ علے احوال نفس المتکلم ہین بلکہ حالت انفراد و تکرار دونون مین بخ اور بخ بخ واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالۃ علی احوال نفس المتکلم کے تحت مین فرماتے ہین ومنہ بَخٍّ وھی کلمۃ یقال عند الاعجاب والرضے بالشئے و تکرر للمبالغۃ فیقال بخ بخ اور جس طرح بخ جب منفرد ہوتا ہے مع التنوین والتشدید مکسور ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر مین ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسیطرح خہ جب تنہا ہوتا ہے بزیادتی یا خہے مستعمل ہوتا ہے اسی قسم مین ہے بَلّی جو استعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا اُٹھانسان سے اسکی کسی حالت رغبت یا کراہت مین بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہو جیسے کسی شئے مستکرہ کے تھوکنے کے وقت مُنہ سے تف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب تف کے ساتھ اور ہندی تھو کے ساتھ اور اہل فارس تفو اور تف کے ساتھ حکایت کرتے ہین فردوسی رح کا مشہور شعر ہے جو سپہ سالار لشکر یزدجرد رستم ثانی کے قول کی حکایت ہے **شعر** کہ ملک کیان را کنند آرزو ۔ تفو باد برچرخ گردان تفو ۔ محسن تاثیر **شعر** آبرو ننگست بھر یکدینار یختن ۔ خصم مرد انست تف بر کیش این قطار کن ۔ اسی طرح لَف بالضم چراغ کو مُنہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے سعید اشرف **شعر** نے ہمین زاخوان عزیزان شکوہ چون یوسف کنند ۔ شد چراغ ہر کہ روشن در زمانش پُف کنند ۔ اسی قسم مین ہے پَہ پَہ یعنی جب انسان کسی شئے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت خیز تعجب مین پڑکر اس کی تحسین کرنا چاہتا ہے بے ساختہ اپنے ہاتھ کو مُنہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے پَہ پَہ کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بَہ بَہ کہتے ہین چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہین بہ بہ بمعنے بخ بخ جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمزۂ مفتوحہ اَبَہ بَہ کہتے ہین اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی خہ وپہ پہ وقہقہہ خلاف ضابطہ فارسی ہاے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہین یا جانوروں کے اُٹھانے بٹھانے یا بلانے یا دانٹنے یعنی زجر یا بلانے یعنی تسکین وارام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریص وتحریش مین ان آوازون کو انسان اپنے مُنہ سے نکالتا ہے جیسے بُسّ بضم الباء وسکون السین عرب بکری کے بلانے کے لیئے آواز دیتے ہین اور اسی آواز کو بہ تبدیل باء موحدہ بپاے مثلثہ فارسی مُکرر لفظ یعنی پُس پُس اہل ہند بلّی کے بلانے مین استعمال کرتے ہین اور قُوس بالضم کُتّے کے دُتکارنے کے لیئے عرب استعمال کرتے ہین چنانچہ رضی مین ہے قوس زجر للکلب بسکون السین وقس دعاء لہ جیسے

ع ف

یہ لفظ اب زبان اردو مین بھی مستعمل ہے کہ کسی چیز مین بھی آیا ہو مثلاً فرج وحفاظ قروینی متخلص بہ تست دہان اینکہ پیران از دہان ی افگنند ۔ قدر برگ اعتبار از بہار ی افگنند ۔ منہ

ہندی دُت اور دُت دُت کتے کے دُتکارنے کے لیئے اور چھُو چھو باجیم فارسی مخلوط بھا اسکی تخریص اور بھڑکانے کے لیئے اور ننھے ننھے بچون کو جو ہنوز تکلم پر قادر نہین انکے زجر و تسکین وغیرہ کے لیئے جو آوازین دیجاتی ہین وہ بھی اسی قسم مین داخل ہین جیسے کوئی بچہ گندگی وغیرہ مین آلودہ ہوتا چاہے عرب قعقعہ بردن شفہ کہتے ہین اور ہندی چھیا اسی طرح اسکے زجر کے لیئے عرب کخ کخ کہتے اور ہندی اخ اخ کے ساتھ آواز کرتے ہین اسیطرح بچونکے کھلانے اور ہلانے کے لیئے اعجام تی تی کے ساتھ آواز کرتے ہین مولوی معنوی شعر بہر طفل نوپدر تی تی کند ۔ گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند ۔ خیر یہ تو اسی قسم کی آوازین ہین جو ترکیب حروف کے تحت مین داخل ہوسکتی ہین مگر بعض ایسی ہین کہ صرف منہ سے ادا کی جاسکتی ہین قلمبند ہو نہین سکتین یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہین جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے ساتھ پانی پینے کے لیئے صفیر یعنی نرم سیٹی دیتے ہین ۔

کلمات تنبیہ بھی اصوات زجریہ ہین

الا و ہلا و ہان وھا و ہین وہی دراصل انہین اصوات زجریہ سے ہین جو موضع تنبیہ مین استعمال کیئے جاتے ہین مگر الا و ہلا و ہی عربی الاصل ہین جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام مین استعمال کر لیا ہے اور یہ دو لفظ ہان اور ہین نون کے ساتھ البتہ فارسی ہین علامہ رضی بیان اسمای اصوات مین فرماتے ہین ھلا لزجر الخیل ای توسعی فی الجری منتہی الارب مین ہے ای جواد لا یقال لھا ھلا اور ہی بھی زجر خیل کے لیئے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی تعریف مین کہتے ہین شعر دم دعوی از برق باوے زند ۔ زکندش تہند بروہی زند ۔ طغرا شعر بیا تا برخش طرب ہی کنم ۔ سمند غم دہر را پے کنم ۔ غرض یہ کلمات زجریہ جو از قسم اصوات ہین موقع تنبیہ مین استعمال کیئے گئے ہین دراصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے امثلہ اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے ذیل مین عرض کیئے جائینگے ان شاء اللہ تعالی شانہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوی کہ کلمات تنبیہ مطلقا اسمای اصوات کی قسم ہین جس کا کچھ بیان ان کلمات تعجب کے ضمن مین کیا گیا مگر کلمات مدح و ذم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظا و معنی مناسبت تامہ رکھتے ہین لفظا جیسے حالت تثنیہ و جمع و تانیث مین جس طرح افعال تعجب مین تصرف نہین کیا جاتا یعنی احسنا و احسنوا و احسنے و احسن نہین کہتے افعال مدح و ذم مین بھی نہین کیا جاتا رضی مین ہے وھی غیر متصرفۃ لمشابھتھا بالانشاء للحروف وھی غیر متصرفۃ اور دوسری جگہ فرماتے ہین

کلمات تعجب سے ملتے جلتے ہین مدح و ذم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظا و معنی مناسبت تامہ رکھتے ہین

اے افعال التعجب

لانہا بجمودہا صارت کنعم وبئس خیر یہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہے
اے افعال التعجب ۱۲
مناسبت معنوی یہ ہے کہ افعال تعجب مدح عام کے لیئے موضوع ہین جیسے اَحْسِنْ بزیدٍ سے مقصود
یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو کیا معنی کہ زید مین جس طرح کی خوبیان کہو موجود
ہین چنانچہ کلمات تعجب کے اس مدح عام اور تحسین مطلق کے لیئے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تحسین قرار
دینا ایما ے لطیف ہوسکتا ہے **شعر** خجل شدیم ز تحسین ہمدمان تاثیر ؎ کہ واہ واہ نمی خواست شعر واہی را
بوجہ اسی مناسبت کے نحاۃ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مدح وذم کو بیان کرتے ہین خیر یہ مناسبتین
زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہون یا نہ ہون مین ان کلمات مدح وذم کو اتباعاً لنحاۃ العرب کلمات تعجب کے
متصل ہی بیان کرتا ہون پھر بعد اسکے کلمات تنبیہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالی کس واسطے کہ یہ بھی
اسمای صوات واسمای افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب وکلمات مدح وذم انواع اسمای افعال
سے ہین جس طرح اوپر مذکور ہوا وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کلمات المدح والذم

کلمات مدح وذم

خوشا ہای ہمعنی خوش کہ کلمہ ندا ہے بہ ہمہ حرف ندا مستعمل ہے

یہ وہ کلمات ہین جو انشاے مدح وذم کے لیئے موضوع ہین جیسے خوشا وبدا جس طرح عربی مین نعم
وبئس خاقانی **شعر** خوشا درویشیا کو را بود عیش تن آسانی ؎ بداسلطانیا کو را بود رنج دل آشوبی
یہ دونون جملے مصدر بکاف انکی صفت ہین جو قائم مقام اپنے موصوف مبتداے محذوف کے ہین
پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف درویشی کہ آن را یا دروے عیش تن آسانی بود
مبتدا۔ خوشا درویشیا اے خوش درویشے ست خبر۔ اسیطرح سلطانی کہ آن را یا دروے رنج دل آشوبی
بود مخصوص بالذم مبتدا محذوف بداسلطانیا اے بد سلطانے ست خبر ضمیر منفصل او کی ذوالعقول و
غیر ذوالعقول مین استعمال پانیکی تحقیق بیان ضمائر مین گذر چکی اسی طرح عربی مین مبتدای مخصوص وقت

مخصوص بالمدح محذوف بھی ہوتا ہے

قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کما قال اللہ عزوجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علے
نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور فنعم الماھدون اے نحن بقرینہ سباق قولہ تعالی شانہ والارض
فرشناھا مگر عربی مین نعم وبئس فعل قرار دیئے گئے ہین فارسی مین میرے نزدیک اسمای

فارسی مین کلمات مدح وذم کو اسمای افعال کہنا مناسب ہے

افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی مین انکی اسمیت پر (چونکہ وہ مبتدا واقع ہوتے ہین

اور لام ابتدا کو قبول کرتے ہین اور حالت تذکیر و تانیث اور افراد و تثنیہ و جمع مین ایک صورت پر رہتے ہین تصرف پزیر نہین ہوتے جیسے شاعر کہتا ہے **شعر** یمینا لنعم السیدان وجد تما علی کل حال بخیل ومبرم ٭ بعض ائمہ نحاۃ کا ظن ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ مین اسکی تصریح کی ہے" وھذہ الاشیاء ھی التی غرّت الفراء حتے ظن انھما فی الاصل اسمان ولو کان کذالم یکن لرفعھا بعدھا وجہ الا بتکلف" عربی مین اسم مابعد کا اعراب اس بات کو مانع موجب تکلفات لایعنی ہے مگر فارسی مین سرے سے جھگڑا اعراب کا پاک ہے پھر بلا تکلف ان کلمات کو اسمائی افعال قرار دیسکتے ہین اور معنی خوشا کے نیکوست وخوش است ونہایت خوب است کے ہونگے اور بدا کے زشت ست وبدست کے ہونگے جیسے عربی مین نعم الرجل کے رجل فی غایۃ الجودۃ اور نعم الرجل زید کے زید رجل جیّد کے لیئے جاتے ہین رضی مین ہے" فصار معنے نعم جید فکانہ صفۃ مشبھۃ ویجوز ذالک لکون جمیع الافعال فی المعنے صفات لفاعلھا" اور حبذا عربی لفظ ہے جو فارسی مین بھی مستعمل ہے طغرا رسالہ فردوسیہ مین بعد حمد کے لکھتے ہین" حبذا شہرے کہ اگر شمیم گلستانش بطرف بدخشان وزد آب لعل بوے گلاب گیرد"

حبذا

کلمات التنبیہ

کلمات التنبیہ

الا و ہلا و ہا و ہان و ہین و ہی یہ الفاظ کلمات تنبیہ سے ہین سعدی رح **شعر** الا اے خردمند فرخندہ خوے ٭ ہنرمند نشنیدہ ام عیب جوے ٭ فردوسی رح **شعر** ہلا تیغ وگوپالہا برکشید ٭ سپرہاے چینی بسر درکشید ٭ بدر چاچ **شعر** برشیر خفتہ کہ نہ غافل زراے تست ٭ ہمچو شغال مادہ صفت ہاے میزنی ٭ انوری **شعر** لطف تو ہر ساعتم گوید کہ ہین الاعتذار ٭ قہر تو ہر لحظہ ام گوید کہ ہان الاجتناب یہان ہان اور ہین مین قہر و لطف کا تفرقہ اتفاقی ہے حقیقی نہین۔ امیر لاہجی **شعر** گفتم کہ سر عشق کنم فاش در جہان ٭ پیر خرد آمد گفتا کہ ہی خموش ٭ انوری **شعر** خویشتن در نظرت جلوہ ہمی کرد جہان ٭ آسمان گفت کہ رسواچہ کنی خود را ہی ٭ یہ سینے جب مین نے ان کلمات کو اسمای افعال قرار دیا چاہیئے تھا کہ یہ کلمات بحث اسم مین بیان کیئے جاتے مگر چونکہ اکثر فارسی کے قواعد ضبط کرنے والون نے ان کلمات کو حروف ہی قرار دیا ہے اور حروف ہی کی بحث مین مندرج کیا ہے

کلمات تعجب و مدح و ذم و تنبیہ باوجود یکہ بر اسمای افعال مین بھی درج ہوسکتے ہین لیکن چونکہ اکثر فارسی کے قواعد ضبط کرنے والون نے ان کلمات کو حروف ہی قرار دیا ہے

متلاشی ان مباحث کا ان کو اسی بحث مین تلاش کرے گا مین نے طالب کی سہولت اور آسانی کے خیال سے مسامحۃً ان کلمات کو بحث حروف مین درج کردیا۔

حروف الایجاب

نَعَمْ وبَلٰی وآرے یہ حروف ایجاب ہین ان مین سے نَعَمْ عربی الاصل ہے جو فارسی مین بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح بَلٰی بھی عربی الاصل بَلَیٰ کا امالہ معلوم ہوتا ہے جیسے سَمَا کا سَمَا عربی کو اہل فارس امالہ کے ساتھ لیکن کہتے ہین مگر فارسی مین بغیر امالہ الف کے ساتھ مستعمل ہین بوجہ اس خاص تصرف کے آرے کی طرح کلمہ فارسی کا شمار کیا جاتا ہے غرض یہ کلمات منجملہ حروف ایجاب ہین یعنی یہ وہ حروف ہین کہ جملہ ماسبق کے اثبات[۱] وتصدیق وتقریر وتحقیق کے لیئے لائے جاتے ہین اس کے دو حال ہین یا تو[۲] وہ بلاتصرف اثباتِ قولِ ماسبق کرتا ہے یعنے جملۂ ماسبق کو محقق ومقرر کردیتا ہے اور جملۂ ماسبق خواہ مثبت ہو خواہ منفی۔ مثبت جیسے جدال سعدی مین محاکمہ قاضی کا بیان کیا گیا ہی شعر[۳] کے گفتی تو نگران مشتغلند بنا ہی دست ملاہی نعم طائفۂ ہستند برین صفت کہ بیان کردی الخ جامیؒ شال[۴] نظم زخوابے بند ہا برکارش اُفتاد ۔ خیالے آمد آن بند بکشاد ۔ بلے[۵] ہر جا نشانطے یا ملالے ست ۔ بگیتی درز خوانے یا خیالے ست ۔ شعر[۶] گویند لعل سنگ شود در مقام صبر ۔ آرے شود ولیک بخون جگر شود ۔ یہ امثلہ جملہ ماسبق مثبتہ کی تھین منفی کو اسی پر قیاس[۷] کرلے سکتے ہین یا تو[۸] اثبات وتحقیق ازالہ نفی ماسبق کو لازم آجائے سعدی رح شعر گفت توآن نیستی کہ بدرم ترا از قید فرنگ بدہ دینار خریدم بلے بدہ دینار خرید و بصد دینار بدست تو گرفتار کرد۔ یہ بات عربی مین بلی کے ساتھ مخصوص سمجھی گئی ہے کما قال اللہ تعالےٰ وتبارک اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی اسی وجہ سے اسکا استعمال تصدیق ایجاب یعنی غیر منفی مین جیسے اَقَامَ زَیْدٌ جواب مین بَلٰی قَامَ زَیْدٌ کہا جائے اور جیسے بخاری شریف کی کتاب الایمان مین عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قال بینما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مضیف ظہرہ الی قبۃ من ادم یمان اذ قال لاصحابہ اترضون ان تکونوا ربع اھل الجنۃ قالوا بلی الحدیث چنانچہ یہی واقعہ کتاب الرقاق باب کیف الحشر مین عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے عن

عبد الله قال کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی قبة فقال ترضون ان تکونوا ربع اهل الجنة قلنا نعم الحدیث اور اس مثال مین شعر وقد بعّدت بالوصل بینی وبینها ٭ بلی انّ من زار القبور لیبعدا ٭ شاذ تبلایا جاتا ہے اور بعض ائمہ نحاۃ نے اس شعر مین بلی کو بل اضرابیہ کا مزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نعم بلی کی طرح اثبات ماسبق بازالۃ النفی مین مستعمل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع اُمّ عمرو ٭ وایانا فذاك بنا تدان نعم وتری الهلال کما اراه ٭ ویعلوها النهار کما علانی ٭ اے ان اللیل یجمع ام عمرو و ایانا نعم۔ فارسی مین یہ سب باریکیان نہین ہین دونون قسمون مین اسکا استعمال برابر ہے جس طرح اشلہ سے ہویدا ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام مین آتے ہین وسط مین بھی استعمال پاتے ہین شعر زخم دندان خوش نماکردان لب پرخنده را ٭ قیمت افزون می شود آرے عقیق کنده را ٭ بقصد تاکید بکرر بھی لاے جاتے ہین امیر خسرو شعر خلق می گوید که خسرو بت پرستی میکند ٭ آرے آرے می کنم باخلق وعالم کارنیست ٭ والله تعالی اعلم بالصواب ٭

الحروف العاطفة

واو وبا وتا وہم ونیز وپس وباز وکہ ونہ ویا واگر وخواہ یہ حروف عاطفہ ہین جو معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہین اور انکو ایک حکم مین کردیتے ہین ان مین سے آٹھ حروف مطلق جمع کے لیئے استعمال کیئے جاتے ہین خواہ باترتیب ہو خواہ بلاترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لاعلی التعیین بیان کرنے کے لیئے نہ ہو۔ اور معطوف ومعطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان مین ہو خواہ جدے جدے۔

ان مین سے واو مطلق جمع کے لیئے بلالحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہان ترتیب محال ہو مستعمل ہوتا ہی جیسے زید وعمرو دونون نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہین کہ ابن غلام زید وعمرو ست اسی طرح زید وعمرو دونون نے کسی مسئلہ مین بحث کی تو کہہ سکتے ہین کہ زید وعمر مباحثہ کردند یہان ترتیب مستحیل ہے بلکہ کلام عرب مین اس قسم کی مثالین بھی موجود ہین جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا ضرور ہے جیسے کلام مجید مین سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع مین یہ آیت شریف ہے یَامَرْیَمُ اقْنُتِی

فارسی مین نعم ابلی کے اندرونی بالیاز نہین ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوجاتے ہین

حروف ایجاب وسط کلام مین داخل ہوتے ہین۔ بقصد تاکید کی تکرار کیجاتی ہے

حروف عاطفہ کا بیان

واو ایسے معطوف ہی مستعمل ہوتا ہے جہان ترتیب کی کوئی صورت ہی ممکن ہو

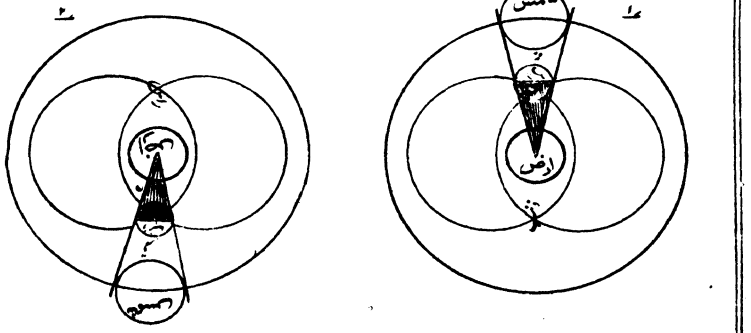
لِرَبِّكَ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ اور بخاری شریف کے باب الجنب یتوضا ثُمَّ یَنام مین عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے انہ قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ تصیبہ الجنابۃ من اللیل فقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ حالانکہ باعتبار ترتیب رکوع پہلے اور سجدہ بعد مین اور اسیطرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

اسیطرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کا ہے ایک زمانہ اور ایک مکان مین ہونا شرط نہین یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ مین اور مکان مین ہو اور معطوف کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان مین ہو ایسے موقع مین واو عاطفہ استعمال کر سکتے ہین جیسے شعر مہرو چون فرو برد تنین ۔ دست بر جزکہ خیر نازے ہین ۔ اسواسطے کہ مہر و مہ ایک وقت ایک ساعت مین نہین گھنتے ۔ میرے مکرم آپنے اس شعر مین چند امور دریافت فرمائے ہین" ۔ اول یہ کہ چاند سورج کے گھننے کو اژدر کے نگلنے کے ساتھ تعبیر کیا ۔ دوسرا یہ کہ سوائے کار خیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا حالانکہ کسوف و خسوف موضع خاص مین شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس مین اژدہے کا نگلنا کیسا اور خوف کی کیا بات ہے" اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیئات سے تعلق رکھتا ہے اور نظم الفاظ شعر بھی غیر فصیح ہین مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد مدعا بنائے جانے کو غنیمت سمجھکر آپ کے شبہات کا جواب مختصر عرض کرتا ہون تا طلبۂ فارسی خوان کو جو ان اعتراضون کو لاجواب سمجھے ہوئے ہین فی الجملہ آگہی ہو جائے پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ مظلم ہے رنگ اُسکا کمد اور ارزق ہے وہ کثیف الجرم بھی ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ مین آجائے یعنی کسیکے درمیان وہ حائل ہو جائے وہ شے اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی چیز کثیف الجرم اس کے اور شمس کے درمیان حائل نہ ہو تو وہ ضیائے شمس سے مستضی ہو جاتا ہے اور مقدار اس استضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ نکلتی ہوئی ہوگی اسواسطے کہ یہ بات اپنے محل اور موضع مین دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی ڈالے یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ مین پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا مظلم اور تاریک ہی رہیگا پس حالت اجتماعی شمس و قمر مین قمر کا رخ مظلم ہماری جانب ہوگا یہی محاق اور اماس ہے اور جب

ہاں یہ بیت نہیں ہے مہر و مہ ہے زور مشتے

ہلال کا دیدار اور کسوف و خسوف کی حقیقت

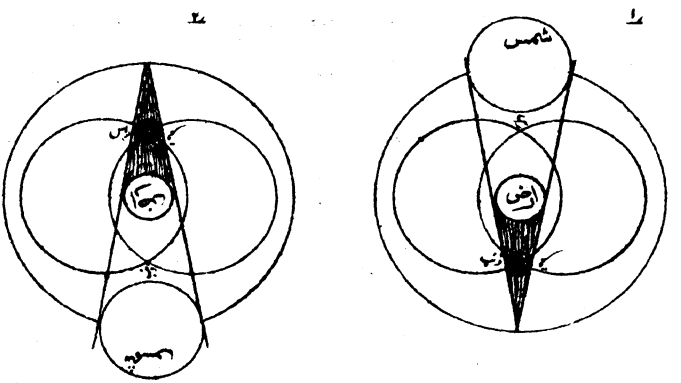
قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑتا جاے یعنی شمس سے ہٹتا جاے یہان تک کہ باؤجز یا کچھ کم زیادہ شمس سے قمر بٹگیا تو اُس قمر کا رُخ مستنیر جو ہم سے چھپا ہوا تھا ہماری جانب ایک معتدبہ میل کھائیگا تو اسی قدر کنارہ ہمکو چمکتا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑہتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اسکی تنویر بھی بڑھتی جائیگی.....
یہانتک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہوجاے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر قمر کو اور ایکطرف اُفق غربی پر شمس کو دیکھین اسکا کمالِ تزاید تمام میل انتہا کا بعد یہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہین اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر بخلاف اور دنونکے غروب آفتاب سے پہلے طلوع کرنے مین مبادرت کرتا ہے یہانتک کہ آفتاب اِدھر غروب ہوا نہین کہ یہ نکل کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تزاید حاصل کرتا بدر بنا تھا ویسے ہی منحرف اور آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولی اُسکا امحاق نور بھی ہوتا جاتا ہے ظلام و تاریکی بھی بڑہتی جاتی ہے یہانتک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسیطرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک اُنتیس ۲۹ دن بارہ ۱۲ گھنٹے چوالیس ۴۴ منٹ تین ۳ سکنڈ کی مدت صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع اور تقابل مین خسوف اور کسوف ہوتا ہی یعنی چاند اور سورج گھنتے ہین چونکہ منطقۃ البروج اور منطقۂ فلک مائل قمر ہم سطح نہین ہین ہر مقابلہ مین خسوف اور ہر اجتماع مین کسوف نیرین کا نہین ہوتا ورنہ ہر مہینے چاند سورج گھنتے رہتے بلکہ اکثر انکے درمیان چھ مہینونکا فرق پڑتا ہے ہان ہر کسوف کیلئے اجتماع شرط ہے اور ہر خسوف کیلئے تقابل ضروری ہی مگر یہ اجتماع نیرین اکبرین یعنی شمس و قمر اس یا ذنب مین اس وضع پر واقع ہو کہ قرضیاے شمس کا بالکلیہ حائل ہوجاے **ھکذا**



ملاحظہ فرمائیے شکل ۱ مین اجتماع عین راس مین واقع ہوا ہے اور شکل ۲ مین عین ذنب مین اور اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ سورج گرہن مین زمین پر سے آپکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو رنگین آئینون یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستضی مرئی ہوتا ہے وہ قمر ہے نہ شمس غرض اس صورت مین کہ قمر عین راس یا ذنب مین ہو اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال حضیض مین ہو تو اُس وقت قطر سایہ قمر کا جہان آفتاب بکل الاجزا مستور اور چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدی کے اس مسافت کو جو ایکسو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ مین طے کر جاتا ہے تو کمال کسوف زمین کی سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہین رہ سکتا یا بکل الاجزا یعنی تمام و کمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جاے تو اسیقدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رائی کو مبصر و مرئی ہوگا۔ کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس و قمر کے مرکزون کے ایک خط ایک سیدھ مین واقع ہونے سے ہوتا ہے یعنی شمس و قمر اس طرح جمع پڑین کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا اُن دونون کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جاے اور اُن کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہون یعنی قطر قمر کا قطر شمس سے بحسب رویت کم بھی نہ ہو کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتاب کے شرقی کنارون سے مس کرتا زمین تک اور اسی طرح اُنکے غربی کنارون سے ملا ہوا زمین تک پہونچ سکے پس ان دونون خطونکے درمیان قمر کا تاریک سایہ اُلٹے مخروط کی شکل مین زمین پر پڑیگا اس جگہ کے رہنے والونکے لیے چاند آفتاب کا حجاب بنا رہیگا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اُس مخروط واژون سایہ کے قاعدہ سے دور تر راس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہونچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روے زمین پر کہین سے بھی کسوف تام مرئی نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کو ایک حلقۂ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدۂ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ مین چھپ جاتا اور جہانتک یہ تاریک سایہ ہوتا وہان تک کسوف کامل اس جگہ کے باشندون کو نمایان ہوتا۔

ایسے ہی تقابل راس یا ذنب مین بتمامہ ہو کیا معنی کہ جب چاند آفتاب سے کمال بعد پر ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تقابل نہین ہوگا اور یہ پورا تقابل اگر عین راس یا ذنب مین واقع ہو زمین ان نیرین کے درمیان ایسی حائل ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ مین بالکل چھپ جائیگا اشعۂ شمس

اس تک کسی حال مین پہونچ نہ سکینگی ۔ هکذا



شکل اول مین تقابل راس مین ہوا ہے اور شکل ثانی مین تقابل ذنب مین غرض ہر حال مین زمین کے مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے اشعہ اُس تک نہین پہونچین وہ بے نور کا بے نور رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل علی عین راس وذنب مین نہ ہو تو صرف قدر حیلولت نامرئی رہیگا یعنی اُتنا ہی حصہ چاند کا بے نور رہیگا ۔ اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہون آپ جانتے ہین قمر اپنی گردش اجتماعی مین قدر انحاق صرف مستضی نہین ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے یہ نہین کہ جتنا حصہ عدیم النور رہتا ہی معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنویر کو عدم ذات لازم نہین ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر ماہ مین عدم سے وجود مین آتا ہے یعنی ہر ماہ ایک نیا قمر خلق ہوتا ہے یہ شاہدہ اور معائنہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ اسطرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے اشعہ منعکسہ کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھون کے سامنے چاند کی بے نور مسلوب الضیا ٹکیہ صرف اپنی اصلی کمودت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس یا ذنب مین واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گرہن کہتے ہین اور یہ بات کہ چاند اپنی کمودت وظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرئی نہ ہونا چاہیئے تھا اسواسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی فی الجملہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ امر علم مناظر مین مبرہن ہے کہ رویت مین نور داخلی یعنی بینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر ہین تو سطح ناظر ورائی کو بالانور چشم (یعنی بینائی) منظورات مدرک نہین ہوتے اسیطرح بغیر روشنی اور اُجالے کے بھی

مبصرات دریافت ہو نہین سکتے غرض دونون نور داخلی وخارجی ملکر سفیر رویت اور واسطہ النظر فی المنظورات ہوتے ہین ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو جو روشن ہو دیکھ لیتا اور بنیا ظلمات مین بھی ادراک جمیع مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہین پس کسوف شمس مین قمر کو اگرچہ تاریک وظلم ہے بدولت اُن اشعۂ مزلقۂ شمسیہ کے جو قمر کے اس حصہ پر پڑتے ہین جو شمس کے محاذی ہے اور پھر چونکہ قمر کردی الشکل صیقلی الجرم ہے وہ پھسلتی ہوئی شعاعین قمر کے اُس حصہ پر (جو ہمارے محاذات مین ہے) پھیل جاتی ہین تو فقط اُتنے اُجالے کی بدولت یہ سیاہ ٹکیہ بھی ایک رنگ مرئی ہوتی ہے جیسے دن مین دھوپ جب مکان کے صحن مین ہوتی ہے مگر اس سے اچٹتی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے مین بھی اُجالا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمرہ تاریک نہین رہتا اسی طرح قرص قمر کا اپنے خسوف تام مین مرئی ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرۂ زمین کے گرداگرد سینتالیس میل کے دل مین زمین کو گھیرے ہوئے ہے جب اشعۂ شمسیہ اس ہوا سی محیط پر پڑتی ہین وہین سے کج ہوکر جانب بالا اُچٹتے ہوئے سایہ زمین کے ساتھ ملکر قمر منخسف پر پڑتی ہین اسی سبب سے اگرچہ خسوف تام ہو ماہ منخسف تانبے کی سُکل دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اجتماع مین قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہین نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی مین گھیر لیتا ہے یعنی بے نور کردیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع مین خسوف کا واقع ہونا اور کہین نہ ہونا ممکن نہین خیر یہ بات تو طے ہوگئی دوسرے آپکے شبہات کے جواب باقی رہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو مجملاً مذکور ہوئی پھر اسکو فروبردن تنین یعنی اژدہے کے نگلنے کے ساتھ تعبیر کرنیکی وجہ یہ ہے کہ منطقۂ فلک مائل قمر اور منطقۂ فلک ممثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے راس اور جنوبی کو ذنب کہتے ہین یعنی سر و دُم تنین کیا معنی کہ دونون منطقون کے دو نصف حصون کے درمیان قریب کے جانب سے عند الوہم ایک اژدہے کی شکل متشکل ہوتی ہے یہ دونون موضع تقاطع کے اسکے سر اور دُم متصور ہوتے ہین چنانچہ شارح چغمینی فرماتے ہین لانھم شبھوا الشکل الحادث بین نصفی المائل والممثل من الجانب الاقرب بالتنین فیکون احدی العقدتین راسا والاخری ذنبا غرض قمر کے عقدۂ راس مین آنے کو تنین کے نگلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیئے اور عقدۂ ذنب مین ہونے کو آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ مین منحدر ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیئے۔ غرض جیسے یہ تنین کی

۹۱ چونکہ نقطۂ فلک ممثل منطقۂ فلک مائل سے ملتے ہین اور ملتے ہوئے دو نقطے بنتے ہین اس لئے ان دونون نقطون مین واقع ہونے کو عقدتین کہتے ہین اور ان دونون نقطون مین سے ایک نقطہ کو راس اور دوسرے کو ذنب کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ راس و ذنب کی حرکت فلک ممثل کی حرکت خلاف حرکت ضد خلاف الامر ہوتی ہے ۱۲

کسوف و خسوف کی حقیقت کی جو بیان ہوئی اژدہے کے نگلنے کے ساتھ کیون تعبیر کرتے ہین.

شکل واہمہ نے گھڑلی ہے اسیطرح ان عقدون مین سیارہ کے داخل ہونے کو اسکے نگلنے کا تصور باندھ لے سکتے ہین واللہ تعالی اعلم بالصواب

دوسرا وہ شبہ کہ جب کسوف وخسوف کی یہ حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرانا معظمات اور مہمات سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز ودعا صدقات کے لیئے ارشاد فرمانا کس لیئے ہے تو مختصر عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمائین ہر فاعل کے لیئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف وعزت وہی فاعلیت ہے یعنی ذات فاعل مین شرف وعزت وصف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کوئی خصوصیت نہین ہر موصوف ذی شرف مین وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت وشرف صفت کو کہنا چاہیئے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف بیّن ہے وہ اس وجہ سے نہین کہ وہ ایک شخص من الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبے نے اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر کسی جگہ اسکے غلبہ مین فتور اسکے احکام کے انفاذ مین قصور پڑجاے اور اس کی سلطنت کی دست درازی حکومت کی قادر اندازی کسی عائق ومانع کی وجہ سے کہین پر رُک جاے جتنی دیر کے لیئے اور جن جن اقوام کے لیئے مسلوب الوصف ہے مسلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ حاکم کے شرف وعزت کا سبب حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر بادشاہ تخت حکومت پر جلوس فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا وانفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اُسکے حکم کو نفوذ وجریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبوراً اس عائق سے اُلٹا اثر پزیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اُس حاکم کو مسلوب الحکم نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے گا معہذا بہ ادبار اگر کسی بڑے سے بڑے مقبل پر آپڑے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے دہشت کے اپنی اپنی خیر منانی پڑجائیگی اس سے جو کوئی بڑا بادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ ڈھونڈھی جائیگی۔ پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً بادشاہ اختران نیر خاوران عین اجلاس مین یعنی دن کے وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم ورعیت یعنی زمین وزمانیون پر اجراے حکم وانفاذ فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلزات تجلیۂ معدنیات تصویر مافی الارحام سے (جن امور پر لحکم الحاکمین سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لیئے سہی وہ عاجز آئے یعنی اُس سے یہ اقتدارات چھن جائین العظمۃ للہ کیسے خوف اور دہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت حاملہ عورتونکے خورونوش مین احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کسوف وخسوف ایک فوقری اجتماع وقوانین کی وقت پر تاثیر جس شارع علیہ السلام الصلوۃ اس سے کسوف وقت والے قرین ان اوقات مین عبادات کی کیا کیا ہدایت فرمائی ہین

کوئی خصوصیت نہین لکڑی پتھر اناج میوہ جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح تھی سو تدبیر سے بلاشر پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہین آپ دیکھتے ہین آگ کی ممارست سے گرمی بڑھیگی اور بانی کی مجاورت سردی بخش ہوگی اور جس جگہ مثلاً گرمی کی ضرورت تھی بروقت وہ گرمی وہان نہ پہونچی مزاج اُس شے کا فاسد ہوگا اور ان مین صفت گرمی وسردی کی ذاتی نہین مستعار ہے موثر حقیقی بحکم یا نار کونی بردًا وسلامًا الخ امر احکم الحاکمین ہے ہان اگر کسی نے انہین کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا - اسیطرح جب سلطان انجم کا تسلط اسکی زمین اور زمینیون پر سے اُٹھ جاوے بہت سی قباحتین اور کئی قسم کے فساد اتنی ہی دیر مین اسکے لشکر بے سر مین پیدا ہوجاے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منائین اُس احکم الحاکمین الملک المقتدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے سہی عزل ..... کردیا ہے) دعا وصدقات سے راضی کرین اور کیا کیا جاے - ایک معمولی ضروری بات سمجھکر بے خوف ہوجانا بے وقوفی ہے شقاوت ہے اعاذنا اللہ تعالی شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہی..... جب اُن پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کنندگان وغیرہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع واشتراک (جو واو عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی عطف چند اسمون کا کسی ایک فعل مین ہوگا جیسے احمد ومحمود وحامد آمدند یعنی حصول صرف مجیئت کا ان تین شخصون سے ہوا کبھی عطف چند فعلون کا ایک اسم مین جیسے زید آمد ونان خورد وبرفت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف زید سے ہوا - کبھی عطف حصول چند جملون کا مضمون کا (خواہ اسمیہ ہون خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد ومحمود نشست وحامد برفت یعنی آمدن احمد ونشستن محمود ورفتن حامد کا حصول بذریعہ واو عاطفہ کے جمع کیا گیا ہے - اور یہ واو زائد بھی ہوتا ہے یہان زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظًا حذف کردیا جاے معنی ویسے کے ویسے بنے رہین - بلکہ اسکے لیئے معطوف علیہ بتکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے **شعر** ملجا رمن درشاہ است وللہ الحمد ❊ کہ مرا بخت بدین ملجا وماوا آورد ❊ اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لیکن اور اس کے مخففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے فردوسی **شعر** بہ بینیم تا اسپ اسفندیار ❊ سوے خانہ آید ہمی بے سوار ❊ دیا بارۂ رستم جنگ جو ❊ بآخر نہد بے خداوندروے ❊ نظامی **شعر** وگر خدمت شاہ را درخورست ❊ مرا ہم خداوند وہم خواہرست ❊

کبھی واو عطف چند اسمون کا ایک فعل مین مشترک ہوتا ہے

کبھی چند فعل ایک اسم مین جمع ہوتے ہین

کبھی مضمون چند جملون کا

کبھی واو عاطفہ زائدہ

بہان واو عاطفہ تکرار یہ کے ساتھ ہے

بہان واو ہم عاطفہ کے ساتھ ہے ۱۲

ولہ زحکمے کہ آن در ازل راندہ ✤ نگردد قلم زانچہ گرداندہ ✤ ولیکن بخواہش من حکم کش ✤ گنہ بین سخنہا (واو زایدہ مع لیکن ۱۲)
دل خویش خوش ✤ اور محاورۂ عرب بھی اسیطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف مین فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ
لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ سبع معلقہ کے پہلے قصیدہ مین یعنی امرالقیس کے اس شعر مین
شعر فَلَمَّآ اَجَزْنَا سَاحَةَ الْحَيِّ وَانْتَحٰى ✤ بِنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِيْ حِقَافٍ عَقَنْقَلِ ✤ اخفش یعنی آئمہ
کوفہ کے نزدیک ان اشلہ مین واو زائد ہے کیا معنی کہ وہ خواہ مخواہ کے تکلفات کو پسند نہین کرتے ۔
آیہ مجیدہ مین وَنَادَيْنٰهُ کو جواب فَلَمَّآ اَسْلَمَا الخ کا قرار دیتے ہین اور شعر امرالقیس مین وَانْتَحٰى بِنَا
کو جواب فَلَمَّآ اَجَزْنَا الخ کا اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ لَمَّا کے جواب مین واو کا کچھ کام نہین ہے
خواہی نخواہی اس کو بجز زائدہ کہنے کے گریز نہ ہوگا ۔ مگر بصریونکے نزدیک حرف کو حشو اور زائد قرار دینا پسند
نہین جہانتک ممکن ہو تاویل کرتے ہین چنانچہ اشلۂ مذکورہ مین جواب لَمَّا کا محذوف مانتے ہین یعنی آیت
کریم مین اتنا مقدر جانتے ہین فَلَمَّآ اسلما وتلّه للجبين وناديناه ان يا ابراهيم لايه كان ما
كان مما ينطق به الحال ولا يحيط به الوصف من استبشارهما واغتباطهما وحمدهما
لله رب العالمين اور شعر مذکور مین جواب لما اجزنا اسکے بعد کا شعر هصرت بذودی راسها
فما ايلت على هيضم الكشح ريا المخلخل ✤ قرار دیتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے سعدی ؒ شعر اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب ✤ شبے گرسنہ
سنگی شبے زدلتنگی ✤ اے و شبے زدلتنگی ۔ اسی طرح یہ شعر ؎ قربان شوم ترا کہ ندانستہ ہنوز ✤ اخلاص
من محبت من اعتقاد من ✤ حافظ ؒ شعر جور یکہ از تو دیدم دریکہ از تو بردم ✤ گر شمۂ بدانی شاید کہ رحمت آری ✤
اے دریکہ از تو بردم ۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہان مراد ہماری حذف سے حذف لفظاً ہے نہ معنیً
یعنی یہان عاطفہ اگرچہ لفظون مین نہین ہے مگر معنون مین مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت مین ہوتا ہے
(لے توسط واو عاطفہ تقدیر پڑا ۱۲)
کہ معطوف علیہ اور معطوف مین کوئی وجہ جامع یعنی ان مین کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف
معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم مین شریک کر دیا جاے اگر اُن مین یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا صورت
عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واو عاطفہ تقدیراً بھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع مین امیر خسرو ؒ ع بوسہ
گرفتم از لبش ✤ یک دو سہ چار پنج شش ✤ اگر یہان عطف کے ساتھ یک و دو و سہ و چار و پنج و
شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعیین عدد یعنی بست و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قائل ہے

بخلاف شعر مشہور "نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار" مین واو عاطفہ مقدّر ہے اے نہ اندر نہ آمد و سہ اندر چہار کیا معنی کہ نہ در نہ وسہ در چہار ان دونون کے حاصلضرب کا مجموعہ یعنی نو تو وسہ مقصود ہے چنانچہ بیان دلالت مین مذکور ہوا اصطلاح علم معانی مین اس ترک عطف کو فصل اور عطف کرنے کو وصل کہتے ہین اس کی زیادہ تفصیل فن بلاغت کا منصب ہے - اور یہ بھی سن لیجئے کہ اس واو عاطفہ کو اسی طرح ساکن رکھکر اُس کے حرف ماقبل کو بمجاورت ومناسبت واؤ ضمہ دیا جاتا ہے اور اس ضمہ کو کبھی عطف اشباع اور پُری کے ساتھ پڑھتے ہین وہ حرف ماقبل سوائے ہاے مختفی کے خواہ حرف علت ہو یا غیر اوّل جیسے حافظ شعر غنیمت دان می وخور در گلستان ۞ کہ گل تا ہفتہ دیگر نباشد ۞ ثانی جیسے نظامی شعر چنان آفریدی زمین وزمان ۞ ہمان گردش انجم وآسمان ۞ مگر ہاے مختفی چونکہ مظہر حرکت حرف اخیر کلمہ ہے اور نیز وہ مختفی ہی ظاہر نہین اُسپر ایک ہمزۂ مضمومہ مان لیا جاتا ہے لیکن اضافت واتصاف مین جسطرح ملفوظ ہوتا ہے مکتوب بھی ہوتا ہے اور یہان رسم الخط مین سوائے ملفوظ کے مکتوب نہین ہوتا جیسے اس شعر مین حافظ شعر بنوش جام صبوحی بنالہ ودف و چنگ ۞ ببوس غبغب ساقی بنغمہ نے ورود ۞ نظامی شعر تیغ نہ وزخم نے اندازہ چیست ۞ کوس نہ واین ہمہ آوازہ چیست ۞ وگرنہ اسی ہاے مختفی کو حرکت دیجاتی تو وہ مظہر وعلامت نہ رہتی ایک مستقل حرف بنجاتی اور نیز وہ مختفی بھی نہ رہتی ہاے ظاہر بنجاتی اسی طرح جب الف کو اُسکے اصلی سکون پر باقی رکھا جاتا ہے تو ایک ہمزۂ مضمومہ اشباع کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے نظامی شعر دو وارث شما از دو کان کہن ۞ ترا در سخا ومرا در سخن ۞ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور کبھی بلا اشباع صرف ضمہ کے اظہار پر کفایت کرتے ہین اس صورت مین یہ واؤ صرف مکتوب ہوتا ہے ملفوظ نہین ہوتا حرف ماقبل سوائے ہاے مختفی اور حرف واجب السکون کے چاہے کوئی ہو - حافظ شعر سلطان بیتکلف لشکر و سودا ے تاج و گنج ۞ درویش وامن خاطر و کنج قلندری ۞ نظامی شعر برآراستہ بزمے از نای ونوش ۞ بلطفے کہ بردی زبیندہ ہوش ۞ اور درصورت ہاے مختفی وحرف واجب السکون وہی ہمزہ مضمومہ واو اشباعی کی طرح زیادہ کیا جائیگا حکیمی شعر اے خوشا کس کہ بود مردہ ونامش زندہ ۞ نظامی شعر توانا ودانا بہر بودنی ۞ گنہ بخش وبسیار بخشودنی ۞ ورنہ یہان بھی وہی خرابی پیش آئیگی جو اشباع مین آئی - اور کبھی حرف ماقبل اسکی حالت وقفی پر

فصل ووصل کی اصطلاح کے بیان مین

واو عاطفہ پر ضمہ اشباع کے بیان

واو عاطفہ کے ساکن رکھنے کا بیان

چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتباعاً للعرب متحرک بحرکت فتح کر دیتے ہین چاہے حرف ماقبل کوئی ہو۔ حافظ؎ شعر آرزو می کنم واز تو چہ پنہان دارم ٭ شیشۂ بادہ و کنجے و رخ زیبائے ٭ ولہ تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست ٭ راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش ٭ ولہ رہ خلوتگہ خاصم ہما تا پس ازین ٭ می خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم ٭ خواجہ جمال الدین سلمان شعر دارا سے عہد شیخ حسن آنکہ خدمتش ٭ چرخ دوتا بچاروناچاری کند ٭ بعض مقننین نے بادہ و کنجے و رخ و تکیہ و دانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر شیع مضموم الماقبل مین درج کیا ہے پس اس صورت مین ایک ہمزہ مادمختفی اور واجب السکون والے کلمہ کی طرح اُسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چاروناچار مین سکتہ کے قائل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی و فارسی مین مشترک ہے میرے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ عربی کی طرح واو مفتوح رکھا جاے۔ چنانچہ کوئی کلمہ ترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے جیسے اس شعر مین نظامی؎ شعر نام تو برحاشیۂ دل رقم ٭ حکم تو فرمان دہ نون والقلم ٭ خواجہ جمال الدین سلمان شعر ملجا و من در شاہ ست و بدِ الحمد ٭ کہ مرا بخت بدین ملجا و ماوا آورد ٭ اور وہ واو عاطفہ بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر یا مطلع مین واقع ہوتا ہے۔ اول جیسے فردوسی؎ شعر و دیگر کہ گیتی ندارد درنگ ٭ سراے پنجی چہ پہن وچہ تنگ ٭ حافظ؎ شعر وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید ٭ کبریائیست کہ در حشمت و دربان است ٭ ثانی جیسے حافظ؎ شعر سکین چو من بعشق گلے گشتہ مبتلا ٭ واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے ٭ یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ عاطفہ کے بعد کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اس الف کی حرکت نقل کرکے واؤ کو دیتے ہین اور الف کو کبھی کتابۃً و تلفظاً حذف کر دیتے ہین جیسے وگر و ور و وز و وان و وین اور کبھی صرف تلفظ سے گرا دیا جاتا ہے کتابۃً باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر مین واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے۔ یہ امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب موضع اس واؤ عاطفہ کا وہ ہے کہ معطوف کے سر پر بلا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان مین فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو؎ شعر نامہ کنید سوے وی و تا بدو رسم ٭ خاکسترم کنید و بران خط پرا گنید ٭ اے نامہ تو بسید سوے وے و مرا خاکستر کنید و بران خط پرا گنید تا بدو رسم شعر بین تا در یارہ چون تاختم ٭ سخن را کجا سر برافراختم ٭ دوسرا حرف با جیسے نظامی؎ شعر بلیناس با کاردان روم ٭

---

۵ مصنف کہتے ہین "اول معروف اول کہتے ہین" ۵ متعلم کہتے ہین "ماقبل ساکن ثانی کو کہتے ہین" ۵ بہ رغم خرم کردی کی اس غزل کا مطلع ہے جس مین بجاے وال ہمزہ تا پڑھنا پڑتا ہے اگر ما لائی گئی ہے ۱۲

سبھی یاد رکھنے کے قابل ہیں

واو عاطفہ اور معطوف کے درمیان فصل بھی واقع ہو جاتا ہے

سوے کید رفتند زان مرزبوم ولہ پر بچہرہ باآن پری پیکران ٭ شدند از بے گنج وگوہر گران ٭ سعدی
شعر رئیس وہے باپسر در رہے ٭ گذشتند بر قلب شاہنشہے ٭ رفتند وشدند وگزشتند بصیغہ جمع
بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بمعنی مع لیا جاتا (چونکہ بلبیناس اور پر بچہرہ اور رئیس وہ
مفرد ہین) رفت اور شد اور گزشت کہا جاتا۔ سعدی شعر فرق ست میان آنکہ یارش در بر ٭ باآنکہ
دو چشم انتظارش بر در ٭ اے فرق ستیان آن وآن الخ علی خراسانی شعری دو دو چون باد بر شیب و فراز
این جہان ٭ پیش عاشق در طریقت کوہ باصحرا یکے ست ٭ تیسرا تا جیسے نظامی شعر وگر بامداد
راہم بہ نست ٭ ہمہ روز تا شب پناہم بہ نست ٭ اے ہمہ روز وہمہ شب۔ کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ
عز اسمہ کی پناہ کا ہر دم ہر آن محتاج ہے۔ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین آمد بمعنی ٭ میان عدل او
تا عدل کسریٰ ٭ اے میان عدل او وعدل کسریٰ۔ اور یہ تا جسطرح عربی مین حتے جارہ کے
معنے مین مستعمل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ مین گزر چکا۔ حتے عاطفہ کے معنے مین بھی
مستعمل ہوتا ہے جیسے اکلت السمکۃ حتی راسہا یعنے مچھلی بھی کھائی اور اسکا سر بھی۔ نظامی
شعر سکندر بان شاہ فرخ نژاد ٭ شبانگاہ بگریست تا بامداد ٭ یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر روتے
گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا روتا رہا ولہ زبے آہیم سینہ سوزد درون ٭ قدم تا سرم غرق
دریاے خون ٭ چو تھا ہم جیسے امیر خسرو شعر نیست پشیمانیش ارزر دہد ٭ ہم بود آن لحظہ
کہ کمتر دہد ٭ اے وبود پشیمانی آن وقت کہ الخ بیدل شعر مردہ ہم فکر قیامت دارد ٭ آرمیدن
چہ قدر دشوار ست ٭ اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ ہر دو پر داخل
ہوتا ہے نظامی شعر ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار ٭ زہے شاہ مرکب زہے شہسوار ٭ اور کبھی
تعیین وتاکید معنی عطفی کے لیئے اسکے ساتھ واو عاطفہ بھی لے آتے ہین نظامی شعر وگر خدمت
شاہ را در خورست ٭ مراہم خداوند وہم خواہرست ٭ بعض مقننین نے اسکے معطوف ومعطوف علیہ
کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہین۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے
نظامی شعر اے بزہین برجو فلک نازنین ٭ نازنشست ہم فلک وہم زمین ٭ جملہ جیسے اوپر کا شعر
"ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار" اور اسکا معطوف کے اول وآخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر
کے اشعار مین اور آخر نظامی شعر دان بیکے دانہ زراہ کرم ٭ حلہ برانداختہ و حلیہ ہم ٭

بیان ۲۷ عاطفہ

بیان ۲۸ عاطفہ کا

ہم عاطفہ معطوف ومعطوف علیہ دونون پر داخل ہوتا ہے

ہم عاطفہ کے ساتھ بظر تاکید او عاطفہ بھی لایا جاتا ہے

ہم عاطفہ مفرد اور جملہ دونون پر داخل ہوتا ہے

ہم عاطفہ معطوف کے اول و آخر ہر دو جگہ لانا جائز ہے

اے حلہ وہم حلیہ برانداختہ۔ اور جس طرح واو عاطفہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ نیز عاطفہ کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے نظامیؒ شعر تا سخن آنجا کہ برآرد علم ✤ حرف زبادست زبان نیز ہم ✤ اے حرف از قبیل بادست و زبان نیز یا زبان ہم از قبیل بادست۔ اور اسکا مزید علیہ ہمان بھی مستعمل کلام فصحا ہے نظامیؒ شعر چنان آفریدی زمین وزمان ✤ ہمان گردش انجم وآسمان ✤ کہ چندانکہ اندیشہ گردد بلند ✤ سرخود برون نادرد زین کمند ✤ اے وگردش انجم وآسمان وله ننگے بما برگزر کردہ گیر ✤ ہمان گنج ناخوردہ راخوردہ گیر اے وگنج ناخوردہ الخ۔ اور اسکے ساتھ بھی نیز عاطفہ کا جمع کرنا جائز ہے نظامیؒ شعر زمرکوب دیبا وصدگونہ چیز ✤ ہمان خلعت پادشاہانہ نیز ✤ اے وخلعت پادشاہانہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

پانچوان نیز عاطفہ جیسے نظامیؒ شعر شکستہ بسے راہم بستہ ام ✤ بسے بستہ رانیز بشکستہ ام ✤ اے بسیار شکستگان مظلوم راقوی کردہ ام وبسیار ظالمان قوی را شکستہ ام وله ہزارم پزیرفتہ راداد زود ✤ بسے چیز ہا نیز دروے فزود ✤ وله بہ خاشگہ جان ستان دیدمت ✤ قوی دست وچابک عنان دیدمت ✤ برامشگہت نیز بنیم شگرف ✤ حریفے نداری درین ہر دو حرف ✤ ہم کی طرح اس کا مکرر اور مقدم ومؤخر لانا بھی جائز ہے نظامیؒ شعر جہان غارت از ہر دے ہے برد ✤ یکے آورد دیگرے ہے برد ✤ نہ زوا ئین اینانکہ ہستند نیز ✤ نہ آنانکہ رفتند رستند نیز ✤

چھٹا پس۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب کے لیئے آتا ہے یعنی معطوف کو عقیب معطوف علیہ جمع کرنا منظور ہوتا ہے نظامیؒ شعر رہا کرد برانجم اسباب را ✤ بمہ داد گہوارۂ خواب را ✤ پس انگہ قلم برعطارد شکست ✤ کہ اُمّی قلم رانگیرد بدست ✤ محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے پس آنگاہ کو بمعنی بعد ازاں فرمایا ہے کیا معنے کہ یہاں پس عاطفہ نہیں بلکہ معنے بعد ازاں میں لفظ پس کا بھی دخل سمجھا ہے اور اسی شعر مذکور سے استشہاد کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہاں لفظ پس عاطفہ ہے (چونکہ آں ہم اشارۂ بعید اور گاہ ظرف زمانی بمعنے وقت ہے) معنے بعد ازاں کے صرف لفظ آنگاہ سے لیئے گئے ہیں۔ جیسے اس شعر میں نظامیؒ شعر لشکرم رسان اول آنگہ بگنج ✤ نخستم صبوری دہ آنگاہ رنج وله نخستین در پادشائی زنم ✤ دم از کار کشور کشائی زنم ✤ زحکمت برآریم مانگہ سخن ✤ کنم تازہ نارنجہائے کہن ✤ بہ پیغمبری کو بہم انگہ درش ✤ کہ خواندہ خدا نیز پیغمبرش ✤ سعدیؒ مصرعہ مرومیت بیازمائے وانگہ زن کن ✤ مگر یہ ترتیب وتعقیب بلا مہلت ہونی چاہیئے اگرچہ اتمام واکمال اس امر معقب

ومترتب کا مہلت وتراخی کے ساتھ زمان طویل مین ہو۔ سعدیؒ شعر باش تا دستش بہ بندد روزگار ٭ پس بکام دوستان مغزش برآرد ٭ یہ حرف لیبنہ عربی کے فا کی طرح ہے کما قال اللہ عزوجل فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اور جیسے عربی مین فا تفریع کے لیئے آتی ہے یہ لفظ پس بھی تفریع کے لیئے لایا جاتا ہے اور تفریع اور تعقیب مین بھی فرق ہے کہ تعقیب مین امر اول کو وجود امر ثانی مین کچھ دخل نہین ہوتا تفریع مین امر اول کو وجود امر ثانی مین ضرور دخل ہوتا ہے سعدیؒ شعر گر سنگ ہمہ لعل بدخشان بودی ٭ پس قیمت لعل و سنگ یکسان بودی ٭ یعنے جواہرات کا پتھرون کی طرح بے قدر وقیمت ہونا ان کے اسطرح کثیر ہونے کی وجہ سے ہے وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

سَاتوان باز۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب مین پس کی طرح ہے۔ مگر اس مین مہلت اور تراخی کا اعتبار زیادہ ہے جیسے عربی مین ثُمَّ اور ہندی مین پھر چنانچہ مولوی اوحدالدین بلگرامیؒ نفائس اللغات مین لفظ پھر کی تحقیق مین فرماتے ہین۔ پھر بکسر اول مخلوط التلفظ بہا وای مہلہ در آخر بمعنے باز بعربی ثُمَّ الخ سعدیؒ شعر رشکم آید کہ کسے سیر نگہ در تو کند ٭ باز گویم کہ کسے سیر نخواہد بودن اور اس لفظ کا معطوف کے اخیہ بھی لانا جائز ہے نظامیؒ شعر بر آسود روزے دو در لہو و ناز ٭ ز مشکوے دارا خبر جست باز ٭ اے اول چند روز در لہو و ناز گزاشت و بعد ازان از مشکوی دارا خبر جست۔ اور اس کے ساتھ واو عاطفہ کا لانا بھی جائز ہے حافظؒ شعر زان روے کو چشم بدان دور کہ امروز ٭ بر مہ زدۂ طعنہ و بر خور زدۂ باز ٭ اے و بعد ازان بر خورشید طعنہ زدۂ۔

آٹھوان کاف عاطفہ جو واو کی طرح مطلق جمع کے لیئے آتا ہے۔ سعدیؒ شعر اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند ٭ کہ خر لنگ جان بمنزل برد۔ اور ہا متصلہ مختفی بھی دو جملون کے مضمون کے جمع مع الترتیب کے لیئے لایا جاتا ہے اور اسکے مدخول کا فعل ماضی صیغہ واحد غائب ہونا واجب ہے جیسے عالی کہتا ہے شعر چون دانۂ تسبیح بدست اے دریکتا ٭ آخر بصد آمین و دعا آمدہ فتیٰ چنانچہ کچھ بیان اسکا مقدم گزر چکا ہے وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور حروف عاطفہ مین سے نہ ہے جو مفردات پر داخل ہوتا ہے اور اس مفرد سے نفی اس حکم کی کیجاتی ہے جو کہ اس مفرد کے متبوع (یعنی معطوف علیہ) مین تعیین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کے

تفریع اور تعقیب مین فرق

بیان باز عاطفہ

بیان کاف عاطفہ

بیان ہا عاطفہ

ماقبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضرور ہے اور اس کے بعد اسم مقرد (یعنی غیر خبر) کا ہونا واجب جیسے رفت زید نہ عمرو۔ سعدیؒ شعر ترک دنیا و شہوت ست و ہوس ✦ پارسائی نہ ترک جامہ و بس ✦ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بیان کلمات عاطفہ ترویدیہ

اور حروف عاطفہ مین سے یا و اگر و خواہ اور کہ و واو بمعنی یا ان کو حروف عناد و ترویدیہ بھی کہتے ہین ان پانچ حرفون مین سے کوئی حرف جن کلمون یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے اُن مین سے ایک امر غیر معین لا علے التعیین مراد ہوتا ہے۔

یا اور اگر اور خواہ ان تینون کلمون کو معطوف و معطوف علیہ دونون پر لانا جائز ہے

جاننا چاہیئے کہ یا اور اگر اور اس کے مخففات گر و ار اور خواہ۔ ان تینون کلمون کو معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لانا بھی جائز ہے بخلاف کاف و واو عناد یہ کہ فقط معطوف کے سر پر یعنی صرف معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان مین لاتے ہین امثلہ آتیہ اس دعوے کے شاہد ہین۔ اور یہ بیان بھی سُن لیجیئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اُس جگہ مخصوص رکھتے ہین کہ جہان معطوف و معطوف علیہ مختلف الکیفیت ہون یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال مدخول خواہ کو متفق الکیفیت مین مختص سمجھتے ہین یعنی معطوف و معطوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری سمجھتے ہین چنانچہ جواہر الحروف مین بیان کلمات عناد کے تحت مین فرماتے ہین وفرق بینہما آنست کہ مدخول خواہ در ہر دو جا مثبت می باشد و مدخول یا در یکے منفی و دیگر مثبت انتہی" میرے نزدیک یہ شرط و اختصاص ناصواب ہے اشعار مذیلہ استشہاد مافی الباب ہے۔ نظامیؒ شعر چنانش دہم مالش از تیغ تیز ✦ کہ یا مرگ خواہی زمن یا گریز ✦ وللہ کسے کو بران اژدہا بگزرد ✦ ہمان ساعتش یا کشد یا خورد ✦

یا کا استعمال متفق الکیفیت مین

اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو مین برابر جائز ہے خبر جیسے امثلہ مذکورہ مین انشا جیسے نظامیؒ شعر یا علی در صف میدان فرست ✦ یا عمرے بر سر شیطان فرست ✦ وللہ یا چو غربان بپے رہ توشہ گیر ✦ یا چو نظامی ز جہان گوشہ گیر ✦ یہ امثلہ اتفاق کیفیت کی تعین اور اختلاف فے الکیفیت جیسے طالب آملی شعر ناز و کرشمہ بود در آئین حسن لیک ✦ مہر و وفا مدام یا بود یا نبود ✦ سعدیؒ شعر یا مکن با پیلبانان دوستی ✦ یا بنا کن خانہ در خور و پیل ✦

یا کا استعمال مختلف الکیفیت مین

اور کبھی اس حرف ترویدی کو لفظاً حذف کر دیتے ہین۔ مولوی معنویؒ شعر فتویٰ اینست اے بہ بریدہ دست ✦ کاندر آئی و نگوئی امر ہست ✦ بو حنیفہ داد این فتویٰ ترا ✦ شافعی گفتست این اے ناسزا ✦

کبھی حرف ترویدی لفظاً حذف کر دیتے ہین

حرف تردید کبھی صرف معطوف علیہ پر بھی جاتا ہے

اے یا شافعی الخ زین خان کو کلتاش شعر بیک شب چہ عشرت توان کرد باتو ٭ تماشا کنم می خورم رازگویم ٭ اے تماشا کنم یا مے خورم یا رازگویم۔ اور کبھی اس حرف تردید کو صرف معطوف علیہ پر لے آتے ہین صوفی کا شعر ہے شعر یا صوفی رازلعل خود کام دہید ٭ ور کام ندہید دشنام دہید ٭ اے یا صوفی راکام دہید یا دشنام دہید۔ اور ممکن ہے کہ یہان یاے تردید یہ بجاے حرف شرط اگر کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تردید مین مستعمل ہو جاتے ہین۔ اب اس شعر مین یہ تاویل ہوگی اگر صوفی راز لب خود کام دہید فبہا واگر ندہید دشنام دہید اور ممکن ہے کہ یہان (ور کام ندہید مین) حرف شرط ار جبطرح اکثر بوقت تکرار معنی تردید کا افادہ کرتا ہے اسیطرح بوجہ تقابل یاے تردید مفید معنی تردید ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یہان اگر تردید یہ حرف اور اسکا اہل سرخس کے ساتھ مخصوص ہونا

دوسرا لفظ اگر۔ یہ بھی موضع تردید مین استعمال کیا جاتا ہے بعض مقننین نے اس استعمال کو اہل سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہین اہل سرخس وخراسان سب کے ہان اسکا استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام مین یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فراہانی علیہ الرحمۃ نے انوری کے اس شعر کو اس امر مین شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے شعر این طرفہ ترکہ ہست براعدات نیز تنگ ٭ پس چاہ یوسف ہست اگر چاہ بیژن است ٭ یعنی این جہان چاہ بیژن است بواسطۂ آنکہ بردشمن تنگ است یا چاہ یوسف است بواسطہ آنکہ از کہربایے تو بر تو تنگ است۔ فردوسی رح شعر ستمگار خوانمیش ارداد گر ٭ ہنرمند وانمیش ار بے ہنر ٭ اور یہ بھی سن لیجیے کہ یاے تردید کیطرح لفظ اگر بھی معطوف ومعطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکیفیت ومتفق الکیفیت دونون موقعون مین استعمال پاتا ہے۔ اول یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تردید جیسے نظامی رح شعر گر آسودہ ورنا توان می زیم ٭ چنانکہ آفریدی چنان می زیم ٭ دوسرا یعنی اختلاف کیفیت مع تکرار حرف جیسے نظامی شعر زتعظیم تو پیش تو ہست ونیست ٭ اگر باشد وگر نباشد یکیست ٭ یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے کہ مینے یہان یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع تردید مین استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجاے اس لفظ اگر کے یاے تردید لائی جائے معنی درست رہین کوئی بگاڑ نہ آئے جیسے "ستمگار خوانمیش ارداد گر" مین ستمگار خوانمیش یا داد گر بھی کہہ سکتے ہین اور اسکے یہ معنی نہین کہ بجاے یاے تردید یعنے جہان یاے تردید استعمال

اگر کا یاے تردید کیطرح معطوف ومعطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا اور اتفاق واختلاف کیفیت مین اس کا استعمال

یاے تردید یہ اور اگر تردید مین فرق

کیا جاتا ہو اُس جگہ اس اگر کو استعمال کرسکین جیسے اشعار مذکورہ مین "چنانش ذہم مالش از تیغ تیز ؛ کہ یا مرگ خواہی زمن یا گریز ؛ اور "یا مکن با پیلبانان دوستی ؛ یا بنا کن خانۂ در خور دو پیل ؛ مین اگر مگ خواہی زمن اگر یز اور "اگر مکن با پیلبانان دوستی ار بنا کن الخ نہین کہہ سکتے - اسکین سر یہی ہے کہ در اصل یہ حرف شرط ہے اور اس کا مدخول جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مردّد پر پہنچ جاتا ہے اسی واسطے اسکا مدخول سوائے جملہ کے نہین ہوتا - اگرچہ صورت مین مفرد کے ہو اور یہ حرف شرط مکرر یعنی معطوف و معطوف علیہ دونون جملون کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہان کہین صرف معطوف پر ہوتا ہی وہان بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر ماننا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

لفظ اگر کی حقیقت

تیسرا کلمات تردید مین سے لفظ خواہی اور اسکا مرخم خواہ ہے در اصل یہ خواستن سے مضارع حاضر کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مرخم کرنے مین وہی نکتہ تخفیف مدنظر ہے جو توانند سے توان کی ترخیم کرنے مین تھا کیا معنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم ہے مگر مصرعۂ ثانی اس شعر ثانی مین چو توان شمرد کا فاعل پڑا ہوا ہے - نظامیؔ شعر پژوہندۂ دیگر آغاز کرد ؛ کہ دلمانہ چندان سر پیسار کرد ؛ کہ آنرا شمردن توان در قیاس ؛ کسانیکہ ہستند لشکر شناس ؛ الحاقی ہے میانجیون کی بے توجہی سے درج اصل کتاب ہوگیا ورنہ در اصل مصرعۂ ثانی یہ ہے ؎ شمارندہ را در دل آید ہراس ؛ اور یہ مصرعۂ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعۂ اولیٰ کی علت ہے یعنی اس وجہ سے شمار نہین کیا جاسکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہوجاتا تھا - خیر اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف اداۂ شرط لازم اسی وجہ سے خواہی نخواہی و خواہ نخواہ بجاے طوعاً و کرہاً یعنی ناگزیر و ناچار کے معنون مین لسانذہ کے کلام مین مستعمل ہے میر معز فطرت شعر زکف می داد اگر نازش عنان کم نگاہی را ؛ نمی شد کس حریف غمزۂ خواہی نخواہی را ؛ نخشبی شعر تخشبی ذو فنی عجب چیز است ؛ خواہ ناخواہ زر بدست آید ؛ اور اردو مین خواہ مخواہ بھی بولتے ہین کیا معنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور جس کام کو دل نہ چاہے کرہاً کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے مین اداۂ شرط یہان سے محذوف ہین جسکا حاصل معنی مفہوم مردّد پر جا ٹھہرتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت اداۂ تردید یا کی طرح اتفاق و اختلاف کیفیت مین اور اسی طرح انشا و خبر ہر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے - اتفاق کیفیت

خواہی سے خواہ بنانے مین نکتہ کیا ہے

خواہ ترکیب کا بیان

خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت اور انشا و خبر مین یکساں طرح پر مستعمل ہے

جیسے سعدیؒ شعر من انچہ شرط بلاغت باتو میگویم ٭ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال ٭ نظامیؒ شعر چون زین ولایت کشادم کمر ٭ تو خواہ افسر ازمن ستان خواہ سر ٭ اور اختلاف کیفیت جیسے نظامیؒ شعر تاج و تخت آنست شاہی نہ ٭ آنی خواہ باش خواہی نہ ٭ یہ امثلہ انشا کے بھی ہو سکتے ہین - اور خیر جیسے سعدیؒ شعر رای رای تست خواہی جنگ خواہی آشتی ٭ ماقلم برسر کشیدیم اختیار خویش را ٭ ولہ دست کوتاہ باید از دنیا ٭ آستین خواہ دراز خواہ کوتاہ ٭ اے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ دراز باشد خواہ کوتاہ باشد - اور یہان تاویل انشا کی بھی ہو سکتی ہے - اے خواہ جنگ کن خواہ آشتی کن - آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٭

چوتھا کلمات تردید مین سے کاف ہے یعنی بعض مقننین نے کاف کو بھی اداۃ تردید مین شمار کیا ہے صاحب قوانین و تنکیری ٭ اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے شعر حسن معشوق بہترست کہ آن ٭ آن ازین بہترست ٭ این از آن ٭ اے حسن معشوق بہترست یا ادائے معشوق - یہ سوال ہے اسکا جواب مصرعہ ثانیہ اور کبھی یہ کاف یا ے تردید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے شعر بردلش می گزرم باکہ فراموشم کرد ٭ اے محبت بسر دوست ترا سوگند ست ٭ اور صاحب جواہر التراکیب نے یہ مثال گھڑ دی ہے ع ہست تردیدے روم یارب کہ باشم در مقام ٭ اور بعض سخن فہمون نے سعدی کے اس شعر مین شعر دل دوستان جمع بہتر کہ گنج ٭ خزینہ تہی بہ کہ مردم برنج ٭ کاف کو تردیدیہ فرمایا ہے اور بعض نے نافیہ مانا ہے یعنی "دل دوستان جمع بہتر نہ گنج" میرے نزدیک یہ فضول کاف کی توزیع بڑھانا ہی صاحب ہدایت طالبین ہے دراصل یہ وہی کاف ہے جو متصل علیہ پر از کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر مین شعر بمثابے گوشت مردن بہ ٭ کہ تقاضاے زشت قصابان ٭ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ٭

پانچوان اداۃ تردید مین سے واو ہے جیسے سعدیؒ کا شعر ہے شعر گل ہمین پنج روز و شش باشد ٭ وین گلستان ہمیشہ خوش باشد ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

هٰذَا اٰخِرُ مَا تَيَسَّرَ لِيْ مِنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى حُسْنِ الْخِتَامِ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ مَوْلَانَا
مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْعِظَامِ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ
اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ٭

ف قد تقدم ان الكاف حرف تشبيه وقد يصير اسما ايضا كما ذهب اليه الاخفش وابن السراج وابن جنى وابن مالك وجماعة من المتاخرين وهو ظاهر فى الآية الكريمة وفى قول الشاعر انشده سيبويه وجعله شاهدا على ذلك وهو
انظر الى كعابها ومشيها مشى الجمال فى الصعيد السهل
وقول الآخر
فصيروا مثل كعصف مأكول
وقول الآخر
ضربا كعرف الديك
وقول الآخر
يضحكن عن كالبرد المنهمر
وقول الآخر
وصالياتٍ ككما يؤثفين
وقول الآخر
وقتلى كالجذوع بكل فج
وقول الآخر
وقتلى كالجذوع بكل فج
وقول الآخر
وقتلى كالجذوع بكل فج

گہر جوے را تیشہ برکان رسید	جگر خوردن دل بپایان رسید
بسا ملے کشیدم بترتیب نو	برو کردم اندیشہ را پیشرو
دگر بارہ برکان کشادم کمین	براندا ختم مغز گنج از زمین
بسے سالہا شد کہ گوہر پرست	نیاورد زینگونہ گوہر بدست
فروشندۂ جوہر آمد پدید	متاع از فروشندہ باید خرید
بدعوے دروغے نباید نمود	زر و آتش اینجا توان آزمود
شناسندہ گر نیست شوریدہ مغز	نہ بہرہ شناسد ز دینار نغز

ہنر تا بد از مردم گوہری
چو نور از مہ و تابش از مشتری

مصنف فضل یزدان رسالہ نوشت افتاد در حرف دنشہت الان این رسالہ در کچہوچہ درد یافتہ ذکر کردہ

تقریظ چکیدہ کلک گہر سلک قدوۃ العارفین امام السالکین مغیث الفضلا رحلۃ العلما۔ المحقق للحقائق والمعارف طود العلم۔ والفضل۔ بحر التحقیق والتدقیق المفسر العارف۔ والمحدث الفقیہ۔ سیدی وسندی۔ وسیلتی فی الیوم والغد مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابو المحمود رشید احمد مدظلہم اللہ الفرد الصمد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً۔ بندہ کی دانست مین مولوی صاحب مؤلف نے بہت اچھا لکھا ہی قابل تحسین ہی فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ایضاً از علام علوم فارسیہ فہام فنون عربیہ دقیقہ رس سخن یک فنی در ہر فن نقاد جواہر حقایق صراف نقود دقایق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول جہبذ الجہابذہ استاذ الاساتذہ مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیرات سید احمد صاحب دہلوی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور صانہا اللہ عن الفتن والشرور

مولانا ممدوح دہلوی فارسی از شیخ در علوم فارسی بحضرت الحاج سید عبد الرحمن صاحب مرحوم نالسبت تلمذ داشتہ اند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً مثنیاً بالصلوٰۃ والتسلیم۔ امابعد خادم سادات مفتقر الی الصمد ابو الخیرات سید احمد ناظرین باستعداد وطالبین خوش اعتقاد کی خدمت مین گذارش کرتا ہے کہ یہ کتاب کچھ میرے

دیکھنے مین کچھ سننے مین آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف ادیب منیف سلف حریف مولوی حسین شریف نے اس تاسیس قواعد و تمہید فوائد مین تحقیق کا بیڑا اُٹھایا ہے اور نظارگیان آفاق وطالبان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل تحسین ہے اور مصنف شریف لایق آفرین - مبتدی ومنتہی اس دستورنامہ کو دستورالعمل بناوین تو امید ہے کہ بھیڑ جال سے رہائی پاکر تحقیق وتدقیق کی راہ پر آوین ومن اللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التوثیق فقط

ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ

ایضاً از عمدۃ الفضلا زبدۃ العلما حلال مشکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون ادبیہ مقبول بارگاہ لم یزلی مولانا الاستاذ المولوی محمد ذوالفقار علی صاحب مدظلہ العالی

حامداً ومثنیاً ومسلماً ومصلیاً - کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل منیف مولوی حسین شریف کے اکثر مقامات کمترین کی نظر سے گذرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد مین نہایت سعی فرمائی ہے اور جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہونچائے ہین مین امید کرتا ہون کہ یہ رسالہ مبتدی اور منتہی دونونکو نافع ہوگا فجزاہ اللہ تعالی عن مستفیدیہ خیرا ولا یلحق بہ ضرا وضیرا فقط

کتبہ العبد المفتقر الی الفقار علی الدیوبندی

هٰذَا مَا كَتَبَهُ الْبَارِعُ السَّمِيْدَعُ الْاَرِيْبُ الْفَاضِلُ نَحْرِيْرُ الْاُدَبَاءِ الْمُخَاطَبُ بِاَدِيْبِ الدَّوْلَةِ سِنَادُ الْمُلْكِ سُلْطَانُ الْعُلَمَاءِ اَقَا السَّيِّد علی بن السَّيِّد ابوالحسن الشُّوْسْتَرِی الْجَزَائِرِی سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُقَرِّظًا عَلٰی هٰذِهِ الرِّسَالَةِ

هو المعز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمداً لمن اعرب بناء هذه السقف المرفوعة بلا عُمُدٍ منصوبة موضوعة ولا طُنُبٍ الی الارض مجرورة - ولا اوتاد لها منحورة بل جزم علقها عما سواها ورفع سمکها فسوّاها - فسبحان من جلّت اسمائہ وافعالہ - وتنزّهت عن وُصمۃ الحروف کلماتہ واقوالہ - والصّلوٰۃ والسّلام علی الاصل الواحد الذی یشتق منہ الافعال المحمودۃ فی کل باب - والمصدر الوجودی الذی صدرت الیہ فنون احکام السُّنّۃ والکتاب - نبیّنا المنعوت فی الکتب السماویۃ من لسان اللہ الاصمد

الجزء الجزء الشین الفرانسیت نجا ۲۰۰۴

الهی عنه بواسطة روح الامین عن روح القدس برسول یاتی من بعدی اسمه احمد صلی الله علیه وعلی آله الامثلة المختلفة لمعانی موتلفة وهم معه الحروف النورانیة - والغرض الاصلی من الاحرف المرموزة فی اوائل السور القرآنیة - فصلی الله علیهم مادام الکلام لما فی الفواد ظرف - ومادامت الکلمة اسم وفعل وحرف - وبعد فلما رایت قرائة علی ما املاه قلم الجبر الهام بل البحر الذاخر ابو الفارسیة وبن جلاها وشیخها وطلاع ثنایاها الغطریف الطریف المولوی محمد حسین شریف فی اصول القواعد الفارسیة من نحوها وصرفها وبیانها ومعانیها باستنباطات منه انسیة بتحقیقات عللا بعد الوقوع - وتدقیقات ذللا للجانی عند النیوع قطوفها دانیه + تسقی من عین انیه + واستحسانات عمل فیها فکره + وفرغ لها راسه واتعب دماغه وحلک لها صدره + حتی وضع کتابا ینفع طالب اللسان + اذا وقف علیه فقد وقف منه بما لم یطمث هن انس قبله ولا جان + ومن استعود کلماته وقلد عاداته یفوق الاقران + بشحاذة تحصل منه للاذهان وعندی ان هذا اللسان لسان حملة العرش کما ورد عن صاحب الادوار والاکوان + وجنة قد تزخرفت وفیها ما تشتهیه الانفس وتلذ الاعین + ولما کان من بنی سام بن نوح علی نبینا وعلیه السلام الانبیاء جمیعا علیهم السلام وکان کل نبی بمقتضی یومه + علی لسان قومه - وحکی الوحی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه فما اظن ان احدا منهم یتکلم بالفارسیة الا کلمات منها شرفها تاج الانبیاء وخاتمهم و شرف الرسل فاتحهم وخاتمهم + لما تکلم مع سلمان اذ کان یتململ فی المسجد بصحنه من شدة وجع بطنه فقال صلی الله علیه وسلم یا سلمان اشکمت دردم فصل وکما قال بالعجمی یا کل العنب علی باب المسجد عذقة عذقة یا الخا فارس کل العنب دوتا دوتا نه خوشه خوشه وقال ما هو المشهور عند الفقهاء بالشهرة والزیادة انی اکره بیع ده بدوازده فکفی الفارسی مبدا انه صلی الله علیه وآله وسلم تکلم به قاصدا واستبهج به حامدا ولما کان الاغلب فی هذه اللیلة البیضاء المحمدیة کثرالله امثالهم فی البریة والبحریة ملوکا وذوی الما من الترک او الفارس من ولد یافث بن نوح او الکرد والاتکلیس لما اقتضت الحکمة الالهیة بان تکون هذه الجرثومة اصحاب سیف وسلطنة وکان کما قال المتنبی ۵ اعلی الممالک ما تبنی علی الاسل + فکان

خدا بخشد جهان را چون تو بخشنده
دهد ملک سخن را چون تو خسرو

کل دفاترهم واحکامهم بالفارسیة ودساتیرهم وقوانینهم بها طول الازمان حتی الهند لما حکم فیها المغولیة الی التیموریة لم یتغیر احکامهم ودفاترهم عما کانت علیها من لسان دولتهم وقلدها المسلمون فی کل قطر فاتواخذوهم حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة تقریرا شطرا بشطر وتحریرا اسطرا بسطر فحصل الفارسیة کل ترکی ورومی وهندی وبنوادفاترهم بهذا اللسان ۔ لاسیما من زمن الدولة التیموریة الی هذا الزمان ۔ کانت بالفارسیة الی الآن فتبع المسلمین الهنود حصّلوا هذا اللسان المحمود ۔ لانه کان لسان دولتهم ۔ ان لم یکن لسان ملّتهم ۔ ولسان حکومتهم ۔ ان لم یکن لسان طریقتهم ۔ الی المائة الثالثة بعد الالف من الهجرة النبویة ۔ صلی علیه وآله رب البریة ۔ فابتعت الناس لسان الانکلیس لما اخذت الدنیا بثلاث ارباعها بلا تفاوت فی القیاس والمقیس ۔ ومسّت الحاجة الی تحصیل لغة الافرنج اشدّ مَسیس ۔ اللهم انّا نعوذ بك من تتیم الامور ۔ ورغبات الجمهور الا لاکمال الدین وانت خیر الحاکمین ۔ وبیدك ازمة الامور ۔ وزمام قلوب الجمهور ۔ وکما قیل ؎ اذا تمّ امر بدا نقصه ۔ ترقب زوالا اذا قیل تم ۔ فقد تصرف الانکلیس فی الربع المسکون واخذت الثلثین منها علی ما هو تخمین المساحین من ارباب الفنون وقد قلت فی دولتها ؎ لا تغرب الشمس بملکها ولا ۔ تحسب کلامی ذاك قولا مهملا ۔ فان امریکا نهار ها بدا ۔ لیلة وجه الارض سل من وحدا ۔ واجوز فی هذه طویلة ومنها ؎ صلّی طیرا طار احسن صیته ۔ وعندنا فی هندها عفریتها ۔ یاتیك لو کنت بوسط الصین ۔ من سبأ بنبأ یقین ۔ وکل من له الی هذا اللسان شوق ۔ اول توق الی طعم حلاوته لصادق الذوق ۔ فلا احسن له من هذا الکتاب فان فیه ما قرّ ۔ ولکل ضیف قِرًی ۔ من اهل البلد والقری ۔ فقد جمع ما یحتاج الیه فی اللسان ویصدق علیه کل الصید فی جوف الفری ۔ ولولا سوی تشحیذ الاذهان من نکاته ۔ وتحنیذ الافکار من تحقیقاته لکفی فی الرغبة الیه عن غیره ۔ من استطلاب خیره ۔ وبه الکفایة ۔ ومن الله الوقایة ۔ کتب هذه الاحرف بقلمه وخطیده برقمه سلطان العلما سناد الملك ۔

وقال فی الفارسیۃ بدیہا مضمنا

پزشک فارسی از خوانش درست و بجاست	چو او مزاج شناسی بپارسی ز کجاست
ز فرق تا قدمش ہر کجا نظر فگنی	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

الحق حق تحقیقات پارسیدرا ادا نمودہ - وابواب تدقیق بروے طالبان این زبان کما ینبغی کشودہ و محققانہ گوے سبقت از محققین ربودہ - ہر ورقش را ہزار دفتر ثنا در خورست - و ہر سطرش را ہزار شطر آفرین در بر ؎

داد معنی مصنفش خوش داد	منتے بر سر ہمہ نہاد	مبتدی منتہی بہرہ ازو	متوسط از و سرور نہاد
بر مصنف ز غیب این شعرست	کہ ندا ہا تفش چنین در داد	آفرین خدا ے بر پدرے	کہ تو آورد مادرے کہ تو زاد

تقریظ نوک ریز کلک گہر سلک سحر طراز بل ہمہ اعجاز سپہر کمال را مہر منجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمہ اللہ القوی الولی +

حمد واجب واجب الوجود را لایق و سزا است - و تحائف صلوات و تحیات بران ممکن الوجود کہ لباس امکان از قامت وجوب نبوتش قصیر و نازیبا میرزا قانع علیہ الرحمۃ چہ خوش گفتہ بلکہ دُر سفتہ ؎ لباس واجبی از قامتش بلند تر است ٭ ولیک جامۂ امکان زقد او ست قصیر ٭ وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ الماجدین الراشدین پس بر ضمائر اولی الالباب والبصائر مخفی و محجب مباد کہ این کتاب نادر البیان بطرز شگرف و لونے نظم رسیدہ و دامن خاطرم از چمستان آن ریاحین تازہ بہار چیدہ فی الواقع عجب کتابیست کہ دیدۂ زمانہ نظیرش ندیدہ و گوش اساتذۂ سلف ہمچو نغمۂ جدیدش نشنیدہ و شنیدہ کے بود مانند دیدہ و چرا چنین نبود کہ مصنفش فاضل نحریر و بر استخراج مضامین دقیقہ ماہر و قدیر یا ہو ابن بجدتہا و ابوبکر کلما قال و ہو اصدق فی المقال ؎

درین نامہ من ہر چہ کردم بیان	نیا بیش در صحف پیشینیان	بہر نقطہ از چشم انصاف بین	ستارہ بیاوردہ ام بر زمین

وہو الشاعر الماہر اللطیف والادیب البلیغ الظریف اعنی جناب مولوی حسین شریف ادام اللہ تعالی وابقاہ ومن حیاض فیضہ القدیم اسقاہ ولازال کتابہ مقبولا بین العام والخاص وموہوبا من اللہ سبحانہ شرف الافادۃ بمزید الاختصاص ولا برحت مہجتہ محسودا وقیامہ بہذہ الاستقامۃ محمودا - والسلام حرر فی سابع عشر من شہر اللہ الاکبر یوم الربع

جرہ الراجی عفو ربہ والفقیر الی رحمۃ ربہ

محمد ضیا

تاریخ طبع کتاب از مجمع الفضائل منبع الفواضل نکتہ سنج جادو طراز مضمون آفرین سخن پرداز ناظم بیمثال ناشر بیدیل مولانا المولوی محمد عبداللہ الحسین الخلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ معسکر بنگلور مدمجدہم الجلیل

کیا ہی چھپا ہی فضل خدا سے بآب و تاب — یہ لاجواب دفترِ آئینِ فارسی
فی الفور سالِ طبع کہا یہ خلیل نے — لکھتے ہین واہ خوب قوانینِ فارسی

ایضاً از نتائج طبع دقیقہ یاب کیاست مآب شاعر نازک خیال فصیح بیان معنی رس سخندان محمد ابراہیم خان صاحب وآصف بنگلوری کان اللہ لہ

فارسی کی نحوین نادر کتاب — لکھی مولانا نے بیمثل و ندید
فی البدیہہ لکھدیا وآصف نے یہ — سال طبع اس کا "فیوضاتِ جدید"

ایضاً از طبع وقاد نقاد سخن علامہ جلیل مولانا المولوی خلیل الرحمن صاحب خلیل برہانپوری مؤلف تاریخ برہان پور و مقامات الاولیا و احادیث قدسیہ و علامات القیامۃ سلمہ اللہ تعالی

از جنابِ حکمی علامۂ فہام دہر — شد بترتیب عجیب این نسخۂ لب لباب
اوست لقمانِ زمان و بوعلیِ عصر خود — ملکِ حکمت زو منور شد چو ماہ از آفتاب
خوب شد در فارسی دستور نامہ بیدیل — مثل آن چشم زمان گاہے ندیدہ یک کتاب
در ادب بسیاری باشد کتب لیکن کسے — پیش ازین ہرگز ندیدہ ہمچنین راہِ صواب
با ادب پیش مصنف بہتر تاریخش خلیل — عرض کن "دستور نامہ طبع شد عالیجناب"

خاتمہ و تاریخ طبع دستور نامۂ فارسی از مصنف عفا اللہ عنہ

شکر کاین نامہ بعنوانے رسید — کانِ گوہر در جہان آمد پدید
گوہرے چون چشمِ روزِ افروختہ — با فروغش مہ ستارہ سوختہ
گوہرے آمد ز جان کندن بدست — نیست آن کا یدز کان کندن بدست
چون درین رہ آب من خون کردہ ام — مغز لغز از نغز مغز آوردہ ام
چون بصد دل خوردہ ام خونِ جگر — مئے آوردہ ام رنگین و تر
ہر گہر گنجینہ ز اسرارِ نہان — خاصہ آن کا در دمش از مغزِ جان

بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان
بعنوانے بر بالائے عنوان

کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ
کستارہ کو فتہ

بودم از فکر معانی در جگر[۵۱] تا ز رنگین نکته گشتم لعل گر[۵۲]
این چنین رنجی که بردم بهر گنج نه از تمنا[۵۳] که خورم من دست رنج
در نه بستم همچو بی سرمایگان رایگان بخشم چه گنج شایگان
این چنین گنجینه وبکشاده در خوابناکیت بود خسران مگر
چشم بکشا واقف اسرار شو نکته ام به پذیرو برخوردار شو
مزد کار خود نمی خواهم مگر طالب انصافم از صاحب نظر
که عیار[۵۴] زر من گیرد نخست تا درست زر من بیند درست[۵۵]
گنج من کز قلب[۵۶] قدسی میدارد فراغ ده دهی[۵۷] زر است و گوهر بشچراغ
حرف حرفش دفتر معنی ست بین زو بصد رنگی نگارستان چین
خطّ او بر خط خورشید آمده خاصه در برج حمل خرگه زده
سطرها بر کاغذش دام نظر حرف حرفش یک ز دیگر نغزتر
لفظ او منت بمعنی برنهاد هم فصاحت بهر لفظش خانه زاد
سحر و افسون هر سخن در دلبری نکته اش را تیر گردون مشتری[۵۸]
حرف او از برگ گل نازکتر ست زهره با ناز او ایش گشت پست
سطر سطرش رشتهٔ جاد و ست[۵۹] بین نظم پروین نثر آنرا شد رهین
سطر و ما بین سطورش در نظر جوی شیر ست و نیستان شکر[۶۰]
سطر را جنات و بین سطر را گوئی الانهار تجری تحتها
معنی روشن بلفظ نکته سنج زهره در میزان سعادت راست گنج
چون مرتب گشت حکمی بهر سال آشنا گردید در بحر خیال
خاصه سالے کاندران هیئت گشت این عروسے کز مه حسنش گزشت
مصرع تاریخ آن کافتد قبول گفت "نادر هست تبیان اصول"[۶۱]
سال طبع از غیب در گوشم رسید "در قواعد شد کتابے بس مفید"[۶۲]
سال دیگر سال طبعش بے شبه از سه الفاظ و طرز مرتبه

۵۱ در جگر آبدان
۵۲ لعل گر
۵۳ نه از تمنا
۵۴ عیار آزمودن
۵۵ زر آزمودن
۵۶ قلب قدسی
۵۷ ده دهی
۵۸ مشتری
۵۹ رشته جاد و ست
۶۰ نیستان شکر
۶۱ تبیان اصول
۶۲ در قواعد شد کتابے بس مفید

فی البدیہہ ہاتفم اندر نہفت
حکمت آمد جملۂ اسرار گفت

ولہ

درِ سالش چہ نغز دیگر سفت — در "قواعد متین کتابے" گفت

ولہ

فلکم گفت دیگر کہ نہ شک در و نہ ریبہ — کہ بجوئی سال طبعش ز "فوائد غریبہ"

ولہ فی الھندیۃ

بحمد اللہ چھپا دستورنامہ — زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے
لکھا حکمی نے سالِ طبع مطبوع — ہوئے سہل اب ضوابط فارسی کے

از نتائج طبع ارجمند آسمان پیوند سحر پرداز جادو طراز درفن تاریخگوئی ماہر بدایع اسلوب آن قادر یکہ تاز مضمار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صاحب فانی غفلہ

حکیم حاذق و علامۂ حسین شریف — نوشت اصول قواعد زہے پسند طبع
چو سال طبع ہمایونش خواستم فانی — سروش گفت بگو "شد متین کتابے طبع"

ولہ

چھپی محبتائی مین باصد صفائی — یہ نادر کتاب افاضت شمامہ
کہو مصرع سال مطبوع فانی — "چھپا ہے بہت عمدہ دستورنامہ"

ولہ

فوائد نامہ چون در طبع آمد — ندائے ہاتفم گردید مسموع
بگوائے فانی دلشاد تاریخ — بشد دستورنامہ عمدہ مطبوع

ولہ

شدہ دستورنامہ چون مطبوع — کہ افاضات علم راست مآب
گفت تاریخ ہاتفم فانی — گشتہ مطبوع لاجواب کتاب

تمت

عالیجناب مولانا حافظ محمد عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی دہلی

کیسی نادر کتاب طبع ہوئی — جسپہ ہر شخص لوٹ ہی۔ غش ہے
فکر تاریخ کی تو ہاتف نے — کہہ دیا دلپذیر و دلکش ہے

صورۃ ما کتبہ الکاتب العلمی مولانا نظام الدین المتخلص بالعشق الکلیانوی صحح المطبع المجتبائی

رَاَیْتُ الْکِتَابَ الَّذِیْ یُسْتَطَابُ — بِصَرْفٍ وَنَحْوٍ اِلَیْہِ الْمَتَابُ
لِتَحْقِیْقِ لَفْظٍ عَبَارٌ صَحِیْحٌ — لِتَوْجِیْہِ مَعْنًی بَیَانٌ صَوَابُ
جَرٰی مِنْہُ بَحْرُ الْقَوَانِیْنِ جِدًّا — وَمِنْ ذَاکَ سَالَتْ عُیُوْنُ عَذَابُ
شَوَاھِدُہٗ ثَابِتَاتٌ عُدُوْلٌ — دَلَائِلُہٗ مَا لَھُنَّ جَوَابُ
فَلِلّٰہِ دَرُّ الشَّرِیْفِ الظَّرِیْفِ — اَتَانَا بِمَا لَیْسَ فِیْہِ ارْتِیَابُ
لَہٗ فِی الْقَوَاعِدِ رَایَاتُ سَبْقٍ — لَہٗ فِیْ مَیَادِیْنِ فَخْرٍ حِرَابُ
لَوَانْ شِئْتَ عِلْمًا فَشَیْخٌ وَحِیْدٌ — وَاِنْ خِلْتَ فِیْ جَوْدَۃِ الطَّبْعِ شَابُ
ھُوَ الْبَحْرُ مِنْ شَانِہٖ اَنْ یُرَوِّیْ — ھُوَ الْغَیْثُ مِنْ طَبْعِہِ الْاِنْسِکَابُ
فَطُوْبٰی لِاَرْبَابِ عِلْمٍ وَفَضْلٍ — وَبُشْرٰی لِمَنْ زَانَہٗ اَلْکِتَابُ
اَلَا اَیُّھَا الْقَارِئُوْنَ قُوْمُوْا — خُذُوْا مَا صَفَا وَدَعُوْا مَا یَرَابُ
اَمَا اِنَّ فِیْہِ غَرَائِبَ دَھْرٍ — اَلَا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابُ
تَحَلّٰی بِحُلَی الطِّبَاعِ لَطِیْفٍ — تَجَلّٰی کَبَدْرٍ وَمَا فِیْہِ عَابُ

فَقَرَّظْتُ مِنْ اَوَّلِ الْاَمْرِ فِیْہِ
وَاَرَّخْتُہٗ نِعْمَ ھٰذَا الْکِتَابُ

از عاجز محمد بیگ عفی عنہ منیجر مطبع مجتبائی دہلی

وہ وہ چہ بلیغ و مضامین جدیدہ — طرزے کہ نہا دست ندیدہ نہ شنیدہ
تاریخ نوشتم سر اطناب بریدہ — نو باوۂ ابحاث شریفہ و مفیدہ

لہ مولوی حکیم حسین شریف صاحب مصنف کتابہذا سلمہ ۱۲ شہ طاب لغتیت ورغیب ۱۲

تقریظ نوک ریز کلک گهر سلک مقدام الکملا رحلة الفضلا سحر طراز جادو نگار معجز بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب آصفی سررشته دار دفتر معتمد پیشی قدر قدرت اعلحضرت حضور پر نور دام ظله

الا اے سخن سنج معنی سگال — ازین نامهٔ هوش بر خود مبال
بدستور نامه نظر برگشا — باوج سخن بال برتر کشا
سخن را باندازهٔ هوش بین — نچیده کسے دستگاهش چنین
قوانین نگارانِ سنجیده رائے — بسنجیدگی گنج گوهر کشائے
خزف ها بگوهر بیامیختند — گهر با خزف ها بهم ریختند
نبوده کسے زان میان ژرف بین — که چیدے خزف ها ز دُرِ ثمین
ز بازار دانش کسادی نرفت — خزف ماند و رنجش زیادی نرفت

بحکمی چو دورِ سخن در رسید
خزف از میانِ گهر برگشید

ز سستیِ اصل بنائے لغات — بایوانِ گفتار نبود ثبات
بمعماریِ فکرِ کیوانِ شکوه — رسانیده پشتِ قوانین بکوه
ز اسرارِ هر نکته داد آگهی — نکرده ببرازِ آن کوتهی
ز تحقیق کرده بدانسان پسیچ — که نگذاشته نکته سربسته هیچ
چه خوش گفت دانائے سنجیده رائے — سخن را بقانون نگهدار جائے
بنائے که بنهاد معمار کج — برآید از و قصر و دیوار کج
کجی ها بسے بود اندر سخن — ندیدند سویش دگر اهلِ فن
بچشم خرد آن کجی وا نمود — درِ آگهی بر رخِ شان کشود

بد انشور انست دستور ہوش — باین ویژگی ہا ز فرخ سروش
ہمایون گہر حکمیِ نکتہ سنج — بسنجیدہ گہر ہا برآمودہ گنج
زبانِ دری یا بود پہلوی — ازین نامہ بگرفت سازِ نوی
زتر دستی او درین کار و کشت — بہر گوشہ بینی بہارِ بہشت
رسانیدہ بہرِ سخن پروران — براہین زگفتارِ دانشوران
ز دانش سگالان رباید خرد — بناقص خیالان فزاید خرد
بلب تشنۂ آبِ حیوان دروست — بظلمت زدہ مہرِ تابان دروست
برآراست زلفِ رسای سخن — بمشاطگی ہاے انداز فن
خرد را ازو روشنائی بود — سخن را بگیتی روائی بود

سخن را بود تا نشان در جہان
بود حرز جانِ سخن پوران

تقریظ فاضل جلیل و حبر نبیل شمس العلما مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون سرکار عالی نظام حیدرآباد دکن و سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ و فیلو یونیورسٹی الہ آباد

مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستور نامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔ کوئی شبہہ نہین کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہی مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہین مصنفین سابق سے جابجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہان بہت زور طبع دکھلایا ہے اسقدر ہے کہ یہ کتاب بوجہ دقت مضامین کے منتہیون کے قابل ہے۔

تشبیہ کی بحث اسمین استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہرحال یہ کتاب ہر طرح قدردانی کے مستحق ہے۔

شبلی نعمانی

۱۷ فروری ۱۹۰۴ء